

ہارون الرشید

اسلم کرانی



دلولہ انگیز تاریخی ناول

بارون الہشید

(اسلم راعی ایم۔ اے)



عاکف بک ڈپو۔ نئی دہلی

Free Urdu Books : www.iqbalkalmati.blogspot.com

ISBN 81- 8188 - 052 - 8



نام کتاب : ہارون الرشید
مصنف : اسلم راہی
سن اشاعت : ۲۰۰۸ء
قیمت : 150 روپے
مطبوعہ : خواجہ پریس، دہلی-۶
پبلشر : عاکف بک ڈپو،
۳۲۴۳، کوچہ تاراچند، دریا گنج نئی دہلی-۲

HAROON AL RASHEED

ASLAM RAHI

PRICE RS 150/-

YEAR 2008

PRINTED AT KHAOWJA PRESS DELHI-6

AAKIF BOOK DEPOT

3243, Kucha Tarachand, Darya Ganj, New Delhi-2

Ph: 011-23257189 Fax: 91-11-23265480

E-mail : aakif@del3.vsnl.net.in

کالے کوسوں کی طوفان بدوش اور خزاں پر ہول رات بھاتی چلی جاری تھی چار سو اجڑی اجڑی منزلوں، ویران نگر، لہو لہو شہر جیسا سکوت اندیشوں کی طغیانیوں جیسی خوف ناک خاموشی طاری تھی۔ برافانی ہوائیں ریت کے گبولوں سے مل کر ہر شے کو اس طرح اپنے سامنے زیر کرنے لگی تھیں کہ جیسے شہناک فطرت نے چار طرف موت کے سايوں کے ہجوم اور فضا سے اڑتے ذرات پھیلانے شروع کر دیئے ہوں۔

ایسے میں وہ شاہراہ جو اناطولہ کے میدانوں سے نکل کر جمیل وان کے شمال سے گزرتی بتلیس، ارس سے گزر کر کبھی کوہستانوں، کبھی میدانوں، کبھی ہولناک ویرانوں اور کبھی شہروں سے ہوتی ہوئی جمیل غریہ کے بھی شمال سے گزرنے کے بعد سیدی مشرق کی طرف ہجرہ کہسین کے کنارے ہاکو شہر کی طرف چلی گئی تھی جمیل وان اور اناطولہ کے میدانوں کے درمیانی حصے میں شاہراہ کے ایک طرف تجارتی کاروان نے رات بسر کرنے کے لئے اپنے خیمے نصب کر رکھے تھے۔

تجارتی کاروان کے افراد سردی سے بچنے کے لئے اپنے اپنے خیموں میں دبک کر رہ گئے تھے تجارتی کاروان کا بوڑھا سردار کریاسین اپنے خیمے میں آگ کے جلنے والاؤ کے سامنے اکیلا بیٹھا ہوا تھا کہ گہری ہوئی رات میں اس کے خیمے کے دروازے پر ایک اجنبی نمودار ہوا وہ دھلی ہوئی عمر کا شخص تھا کریاسین نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر ایک دم اس کا ہاتھ اپنی تلوار کے دھتے پر چلا گیا تھا اس لیے کہ اس کے خیمے کے دروازے پر نمودار ہونے والا اس کے لئے نا آشنا اور اجنبی تھا اس کے تجارتی قافلے سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔

تجارتی کاروان کا سردار کریاسین ایک دم اٹھ کھڑا ہوا تلوار اس نے بے نیام کر لی پھر دروازے پر کھڑے سردی سے کانپتے اس بوڑھے کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”کون ہو تم اور رات کے اس وقت میرے خیمے کے دروازے پر کیسے پہنچ گئے ہو میرا خیمہ میرے کاروان کے وسطی حصے میں ہے کس نے تمہیں یہاں آنے دیا۔“

اس پر دروازے پر نمودار ہونے والا بوڑھا کھکیاتی آواز میں کہنے لگا۔ ”میرے محترم

ہماری ادبی کتابیں

| | | |
|-------|---|-------------------------|
| 350/= | ☆ اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ | ☆ پرو فیسر سلیم اختر |
| 150/= | ☆ اقبال کا ادبی نصب العین | ☆ پرو فیسر سلیم اختر |
| 150/= | ☆ ج۔یہ اردو تنقید پر مغربی تنقید کے اثرات | ☆ پرو فیسر خورشید جہاں |
| 350/= | ☆ اردو مرثیے کی سرگزشت | ☆ ڈاکٹر اسد ارباب |
| 100/= | ☆ اردو ادب میں رومانوی تحریک | ☆ پرو فیسر محمد حسن |
| 080/= | ☆ افسانہ اور علامتی افسانہ | ☆ علی حیدر ملک |
| 600/= | ☆ کلیات میر | ☆ میر تقی میر |
| 400/= | ☆ داستان تاریخ اردو | ☆ حامد حسن قادری |
| 300/= | ☆ تحقیقی تصورات | ☆ پرو فیسر عبدالحق |
| 300/= | ☆ سفر نامہ ابن بطوطہ | ☆ مولوی محمد حسین |
| 060/= | ☆ جوئے حق | ☆ عبدالحلیم شرر |
| 100/= | ☆ شہناک | ☆ پرو فیسر محمد حسن |
| 150/= | ☆ ہوئے جو غرق دریا (مزاحیہ مضامین) | ☆ پرو فیسر خورشید جہاں |
| 300/= | ☆ ہزار و نامع ہے (مزاحیہ مضامین) | ☆ عطا الحق قاسمی |
| 300/= | ☆ سر سید شناسی | ☆ پرو فیسر طاہر تونسوی |
| 375/= | ☆ خود نوشت حیات سر سید | ☆ ضیاء الدین لاہوری |
| 350/= | ☆ تسلیحات نظیر اکبر آبادی | ☆ ڈاکٹر شریف احمد قریشی |
| 250/= | ☆ سفر نامہ یورپ (مولانا محمد علی جوہر) | ☆ پرو فیسر محمد سرور |
| 300/= | ☆ ڈاکٹر فرمان فتح پوری | ☆ پرو فیسر سلیم اختر |

عاکف بک ڈپو

۱۱۰۰۰۲، کوچہ تاراجند، دریا گنج نئی دہلی۔

AAKIF BOOK DEPOT

3243, Kucha Tarachand, Darya Ganj, New Delhi-2

FAX: 23265480

Ph : 23257189,

E-mail : aakif@del3.vsnl.net.in Website : aakif.com

Free Urdu Books : www.iqbalkalmati.blogspot.com

آپ کو تھوڑے ہی عرصے میں ضرورت نہیں ہے میں تو ویسے بھی سردی سے مر رہا ہوں اور پھر میں تنہا ہوں میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں میں آپ کا دشمن نہیں ہوں جانو آپ کے پاس ناٹس اور فریاد لے کر آیا ہوں مجھ سے آپ کو نہ کوئی خطرہ ہے اور نہ کوئی خدشہ۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ بوڑھا رک گیا تھا سردی کے باعث اس کی زبان اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی پھر دوبارہ تجارتی کاروان کے سردار کریاسین کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”میرے محترم! میں اس تجارتی کاروان کے جو محافظ ہیں انہیں بتا کر تمہارے خیمے کی طرف آیا ہوں اور اس خیمے تک انہوں نے ہی میری راہنمائی کی ہے۔“

کریاسین نے اپنی کھوار نیام میں کر لی پھر کسی قدر ہمدردی میں ڈوبی آواز میں کہنے لگا۔

”اگر ایسا معاملہ ہے تو اندر آ جاؤ میں دیکھتا ہوں کہ تم سردی سے لرز کا پ رہے ہو خیمے کے اندر آگ کا لاؤ روشن ہے اس کے پاس بیٹھو کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔“

رات کی گہری تاریکی میں خیمے کے دروازے پر نمودار ہونے والے اس شخص کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی وہ خیمے میں داخل ہوا اور پھر کریاسین کے کہنے پر آگ کے لاؤ کے پاس بیٹھ گیا۔

کچھ دیر تک کریاسین بڑی خاموشی سے اس کا جائزہ لیتا رہا۔ خاموش بھی رہا شاید وہ اسے کچھ موقع دینا چاہتا تھا۔ کہ وہ اپنے آپ کو گرم کر کے اپنے حواس کو بحال کرے۔

کریاسین نے جب دیکھا کہ وہ انجینی بوڑھا کسی حد تک سنبھل چکا ہے اور آگ کے لاؤ کے پاس بیٹھنے کے بعد وہ اپنے آپ کو کچھ گرم بھی کر چکا ہے تب اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”میرے عزیز! اب کہہ دو کیا کہنا چاہتا ہے پر دیکھ میں نہ کسی علاقے کا حاکم ہوں نہ ہی

میرے پاس کوئی لشکر ہے نہ ہی میں کوئی زور آور انسان ہوں بس اس تجارتی کاروان کا سردار ہوں میں یہ بھی تمہیں بتا دوں کہ ہم لوگ آتش پرست ہیں اور ہماری منزل باکو شہر ہے

ہم تجارت کی غرض سے باکو سے قسطنطنیہ شہر گئے تھے اور مال کا لین دین کرنے کے بعد اب قسطنطنیہ سے واپس اپنے شہر باکو کا رخ کیے ہوئے ہیں۔ میں نے تمہیں اپنے متعلق تفصیل بتا دی ہے اب تم کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔“ اس پر بوڑھے نے غائر نگاہ سے کریاسین کا جائزہ لیا

پھر وہ ہچکچاتی اور ٹوٹی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔

”میرے محترم! میرا نام ذریق ہے میں ایک نصرانی ہوں۔ تاہم میرا تعلق قسطنطنیہ سے

ہے گزشتہ کئی ماہ سے کسی پناہ گاہ کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔“

ذریق نام کا وہ شخص یہیں تک کہنے پایا تھا کہ اس کی بات کا نٹے ہوئے آتش پرست کریاسین بول اٹھا تھا۔

”اگر تم قسطنطنیہ شہر کے رہنے والے ہو تو پھر تم نے اپنا گھریا کیوں چھوڑا وہ کیا وجوہات ہیں جن کی بناء پر تم آبا کی شہر قسطنطنیہ سے نکل کر کسی محفوظ جگہ یا پناہ گاہ کی تلاش میں ہو۔“

اس سوال پر ذریق کے چہرے پر دور دور تک اداسیاں اور پریشانیاں بکھر گئی تھیں پھر ٹوٹی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔

”آپ کا تجارتی کاروان قسطنطنیہ سے تجارت کر کے آ رہا ہے یقیناً میرے بھائی تم جانتے ہو گے کہ اس وقت قسطنطنیہ کی سلطنت پر ملکہ آئزین حکمرانی کرتی ہے اور ہم ملکہ آئزین کے نزدیکی رشتہ دار ہیں اور اس سے رشتہ داری اور تعلق ہونا ہی ہمارے لئے ایک طرح کا گناہ اور مصیبت کا باعث بن گیا ہے دراصل ملکہ کا ایک خزانچی ہے نام اس کا نسی فوس ہے بڑا لالچی بڑا فریبی بڑی سازشیں مرتب کرنے والا انسان ہے بظاہر اپنے آپ کو ملکہ کا وفادار جاننا خیال کرتا ہے لیکن اندر ہی اندر اس نے ملکہ کے خلاف محاذ آرائی شروع کر دی ہے ملکہ کی ہر نقل و حرکت پر نگاہ رکھتا ہے۔“

میرا اور میرے بچوں کا ملکہ کے ہاں آنا جانا تھا اس لیے کہ اس کے ساتھ ہمارا قریبی رشتہ ہے لہذا نسی فوس نے مجھ سے یہ مطالبہ کیا کہ میں اس کے لیے آئزین کے خلاف کام کروں اس کی ہر حرکات و سکنات اس کے سارے فیصلوں اور اس کے ادھر ادھر جانے اور اس کے سفر تک کے معاملات کی اسے خبر کرتا رہوں۔

جب میں نے ایسا کرنے سے معذرت کر لی تب نسی فوس میرے خلاف ہو گیا اور اس نے مجھے صرف دس دن کی مہلت دی کہ اس مہلت کے دوران اگر میں نے اس کے لیے کام کرنا شروع نہ کیا تو وہ مجھے اور میرے اہل خانہ کو ہلاک کر دے گا۔

بس یوں جانیس یہیں سے میری بدبختی کی ابتدا ہوئی نسی فوس کی طرف سے یہ مہلت ملنے کے صرف دو دن بعد میری بیوی فوت ہو گئی میرے دو بیٹے ہیں ایک بیٹی نام اس کا شاریہ ہے جو بڑی ہے اس سے چھوٹا بیٹا ہے اس کا نام برسک ہے بیٹی سولہ سترہ سال کی ہو چکی ہے بیٹا 4۔15 برس کا ہے۔

دس دن کی مہلت سے پہلے ہی پہلے میں نسی فوس سے بچ نکلتا چاہتا تھا بیوی کی تدفین کے چند ہی دن بعد میں اپنی بیٹی اور بیٹے کو لے کر ایک روز رات کی تاریکی میں قسطنطنیہ سے

نکل بھاگا۔

تختیہ سے لگ بھگ کوئی سات میل کے فاصلے پر ہیبت ڈومن نام کا ایک جزیرہ ہے پہلے پہل میں نے اپنے دونوں بچوں کے ساتھ وہاں پناہ لی وہاں میرے کچھ قریبی رشتہ دار تھے ان کے ساتھ میرا رابطہ رہا اس کے بعد میں نے جب محسوس کیا کہ وہاں میں محفوظ نہیں ہوں تو میں دوسری جگہ منتقل ہوا۔

درہ دانیال سے بحیرہ مرما میں داخل ہوں تو تھوڑے فاصلے پر چند جزیرے ملتے ہیں نیز ایشیائے کوچک کا ایک حصہ جزیرہ نما کی شکل میں آگے بڑھا ہوا ہے پرانے حصے کو کونکس اور ادوات دونوں ناموں سے پکارا جاتا ہے ہم نے اس ٹکٹائے میں پناہ لے لی ہمارے پاس کافی رقم تھی قیمتی اشیاء اور جواہرات بھی تھے جن کی بناء پر اخراجات چلانے میں ہمیں کوئی دقت پیش نہ آئی۔

اسی دوران ہمارے جو رشتے دار تھے انہوں نے ہمیں اطلاع دی کہ بحرہ کیپسین کے کنارے پاکو شہر کے آتش پرستوں کا ایک تہارتی کاروان تختیہ میں داخل ہوا ہے اور چند روز تک وہ وہاں جائے گا لہذا اس تک نائے سے نکل کر ہم نے اناطولیہ کے میدانوں کا رخ کیا جس وقت آپ کے تہارتی کاروان نے مشرق کی سمت پیش قدمی کی تو ہم تینوں باپ بیٹی اور بیٹا آپ کے پیچھے پیچھے ہو لئے آج آپ نے یہاں پڑاؤ کیا ہے تو میں اپنے بچوں کو لے کر آپ کے پڑاؤ میں داخل ہوا۔ بھلا ہو ایک شخص کا اس نے مجھے آپ کے خیمے تک راہنمائی کی۔

یہاں تک کہنے کے بعد زریق جب رکا تو بڑی فکر مندی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کر یاسین نے پوچھ لیا۔ ”اگر یہ معاملہ ہے تو تمہاری بیٹی اور بیٹا کہاں ہیں؟“

زریق نے بڑے دکھ بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”محترم کر یاسین! میری بیٹی اور بیٹا دونوں اس وقت آپ کے خیمے سے باہر کھڑے ہیں پہلے میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے لیے پناہ کی التجا کرنا چاہتا تھا اور ثبت جواب ملنے کی صورت میں میں چاہتا تھا کہ اپنی بیٹی اور بیٹا دونوں کو اندر بلاؤں۔“

اس پر کر یاسین کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار نمودار ہوئے ایک دم وہ اٹھ کھڑا ہوا کہنے لگا۔

”زریق تم نے اپنے بیٹے اور بیٹی پر بڑا ظلم کیا یاد رکھو میں بھی دو بیٹیوں کا باپ ہوں ایک کا نام نایاذ دوسری کا نایحہ ہے مجھے بچوں کی تکلیف کا احساس ہے اٹھو پہلے تمہاری بیٹی

اور بیٹے کو اندر لاتے ہیں۔“

زریق فوراً اٹھ کھڑا ہوا کر یاسین کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا آپ کی بڑی مہربانی اور شکریہ جس طرح کا بڑاؤ آپ میرے ساتھ کر رہے ہیں میں سمجھتا ہوں میں محفوظ جگہ آیا ہوں آپ بیٹھیں میں اپنی بیٹی اور بیٹے کو اندر بلاتا ہوں۔“

کر یاسین بیٹھا نہیں آگ کے جلنے والاؤ کے پاس کھڑا رہا جبکہ زریق بڑی تیزی کے ساتھ خیمے سے نکلا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد زریق اپنی بیٹی شاریہ اور بیٹے برسک کو لے کر کر یاسین کے خیمے میں داخل ہوا تھا کر یاسین نے دیکھا کہ شاریہ حلاوتوں اور ملاحاتوں بھری اشکوں کی تازگی جیسی خوبصورت کلیوں اور پھولوں کی لدی سچائیوں کی تہمتا ہٹ جیسی حسین رس بھری پگھڑیوں کی لطافت بھری شبی اداؤں جیسی پر جمال تھی۔ اس کا گفتہ چہرہ جیسے صبح کی آغوش میں غنچے چمک گئے ہوں اس کا نازک جسم چمکتی سرخ باہیں حسین گلابی گردن، دراز پگھوں والی خوبصورت گہری نشلی آنکھیں چمکتے گلابی لب۔ مسکراتے سرخ عارض اسے وقت کی شہہ نشین پر ہمہ برق کی شوخی ہمہ سحر کی مستی بنائے ہوئے تھے اس کا شباب بھڑکتا شعلہ، جوانی کزکتی برق کی مانند تھی۔

خیمے میں داخل ہونے کے بعد اس نے کر یاسین سے جب سلام کیا تب کر یاسین کو اس کی آواز سن کر ایسے لگا جیسے پھولوں میں ساکر ہوائیں گنگنا رہی ہوں یا رات کے سکوت میں کاروانوں کے ان گنت جس بچ اٹھے ہوں یا سونے ہوئے ہزاروں راگ اپنی خوابیدگی سے اٹھ کر بیداری سے بغل گیر ہونے لگے ہوں۔

کر یاسین دونوں کے ساتھ بڑی محبت اور چاہت کے ساتھ پیش آیا پھر دونوں کو خیمے میں آگ کے جلنے والاؤ کے پاس اپنے آپ کو گرم کرنے کے لیے کہا ساتھ ہی اس نے زریق کو مخاطب کیا۔

”میرے عزیز! تمہاری سواریاں کہاں ہیں؟“

زریق پھر کر یاسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ہم تینوں کے پاس دو ہی گھوڑے تھے بلکہ ہیں ایک پر میں دوسرے پر یہ دونوں بہن بھائی بیٹھ کر سفر کرتے رہے ہیں گھوڑے آپ کے خیمے سے باہر کھڑے ہیں۔“

اس پر کر یاسین نے آواز دے کر کسی کو بلایا تھوڑی دیر بعد ایک نوجوان خیمے میں داخل ہوا اسے مخاطب کرتے ہوئے کر یاسین کہنے لگا۔

”خیمے سے باہر جو دو گھوڑے ہیں انہیں کاروان کے دوسرے گھوڑوں کے ساتھ باغداد اور گھوڑوں کے ساتھ جو سامان باغداد ہے وہ میرے خیمے میں لے آؤ یہ میرے مہمان ہیں انہیں تجارتی کاروان کی خبر ہوئی اور مجھ سے ملنے یہاں چلے آئے۔“ اس پر وہ جوان خیمے کے ایک طرف گھوڑوں کی طرف گیا گھوڑوں کے ساتھ باغداد ہوا سارا سامان اس نے خیمے میں لا کر رکھا پھر وہ دونوں گھوڑوں کو پکڑ کر لے گیا تھا۔

اس بار زریق کو مخاطب کرتے ہوئے کریاسین پھر کہنے لگا۔ ”گلتا ہے تم تینوں نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا۔“

زریق چونک پڑا کہنے لگا۔ ”ایسی کوئی بات نہیں ہم تینوں کھانا کھا چکے ہیں۔ ہم کو صرف رات بسر کرنے کے لئے جگہ چاہئے تھی اس کے بعد ہمیں پناہ گاہ کی بھی تلاش تھی اگر آپ برا نہ مائیں تو آپ کے تجارتی کاروان میں رہتے ہوئے ہم بھی یہاں سے بہت دور کسی اچھی پناہ گاہ کی طرف چلے جائیں گے جہاں ہم کم از کم کئی فورس کے ظلم و ستم سے محفوظ رہیں۔“

اس پر کریاسین مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ ”میرے عزیز! تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں جانتا ہوں تم تینوں تنگے ہارے ہو گے اس وقت تم تینوں بالکل آرام کرو تمہارے گھوڑوں کے ساتھ بندھے جو بستر خیمے میں لائے گئے ہیں یہ بچا لو خیمہ اس الاؤ کی وجہ سے گرم ہے تینوں آرام کرو صبح کاروان یہاں سے کوچ کرے گا۔ اگر تم پسند کرو تو میرے ساتھ باکو شہر چلو میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ ہم گھر کے صرف تین ہی افراد ہیں ایک میں اور دو میری بیٹیاں ہیں ایک کا نام نایاز اور دوسری کا نام نایہ ہے جب کبھی بھی میں تمہارت کے لئے نکلتا ہوں تو اپنی دونوں بیٹیوں کو ان کے ماموں کے ہاں چھوڑ آتا ہوں جو باکو شہر میں ہی قیام رکھتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اگر تم تینوں میرے ساتھ باکو چلو تو میرے خیال میں کم از کم کئی فورس کی گرفت سے باہر ہو جاؤ گے۔“

جب تک کریاسین بولتا رہا زریق خاموش رہ کر سنتا رہا تاہم اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات تھے کہ کریاسین کے خاموش ہونے پر وہ بول اٹھا۔

”اگر آپ ہمیں اپنے ساتھ باکو شہر لے جائیں تو میں سمجھتا ہوں یہ آپ کا ہم پر بڑا احسان ہو گا وہاں یقیناً ہم محفوظ ہوں گے اور اگر آپ کے ہاں جگہ کی تنگی ہوئی تو ہمارے پاس اس قدر سرمایہ ہے کہ وہاں رہتے ہوئے اپنے لیے کوئی اچھی رہائش گاہ بھی خرید سکتے ہیں۔“ یہاں تک کہنے کے بعد زریق لمحہ بھر کے لئے رکا اس کے بعد دوبارہ کریاسین کی

طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”محترم کریاسین! اگر آپ کے ہاں رہتے ہوئے حالات نے ہمارے ساتھ سازگاری کا معاملہ کیا تو ہم اپنی اصل منزل کی طرف نکل جائیں گے۔“

اس موقع پر کریاسین نے بڑے غور سے زریق کی طرف دیکھا پھر کسی قدر خدشات کا اظہار کرتے ہوئے اس نے پوچھ لیا۔

”تمہاری اصل منزل کیا ہے کیا تم اپنی بیٹی اور بیٹے کو خطرات میں ڈالنے کے لئے پھر قسطنطنیہ کا رخ کرو گے۔“

اس پر زریق کے چہرے پر تلخ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

”میں ایسی حماقت کیوں کر کرنے لگا کریاسین میرے محترم! ہماری اصل منزل بغداد شہر ہے بغداد میں مسلمانوں کے خلیفہ ہارون الرشید کا جو درباری طبیب ہے وہ میرے عزیزوں میں سے ہے نام اس کا جبرئیل ہے میں نے قسطنطنیہ سے نکل کر ارادہ کیا تھا کہ اپنی بیٹی اور بیٹے کو لے کر بغداد کا رخ کروں گا جبرئیل میرا قریبی عزیز ہے وہ میری بہترین حفاظت کا سامان کر سکتا ہے۔“

لیکن ہائے بد قسمتی کہ میں ایسا نہیں کر سکا اس لئے کہ قسطنطنیہ کے خزانچی اور ہمارے بدترین دشمن کئی فورس کو علم ہے کہ بغداد میں میرے کچھ عزیز رہتے ہیں لہذا اس نے بغداد کی طرف جانے والے راستوں کی ناکہ بندی کر دی تھی اسی بنا پر میں ادھر کا رخ نہیں کر سکا چھپتا چھپاتا رہا ورنہ اب تک میں بغداد پہنچ کر اپنے اور اپنی بیٹی اور بیٹے دونوں کو محفوظ کر چکا ہوتا اب حالات اگر مجھے اور میرے بچوں کو آپ کے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں ہو سکتا ہے کہ اسی ذریعے سے کبھی نہ کبھی ہم اپنی اصل منزل تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں۔“

زریق کہتے کہتے خاموش ہو گیا کریاسین کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔

”جو کچھ تم نے کہا ہے یہ درست ہے پر تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ باکو شہر جا کر میرے ہاں قیام کرو باکو شہر سے اکثر و بیشتر تجارتی کاروان بغداد اور دوسرے شہروں کا رخ کرتے ہیں اگر کوئی ایسا کاروان جانے والا ہوا تو میں تم تینوں کو اس کے ساتھ کر دوں گا باکو سے مسلمانوں کے خلیفہ ہارون الرشید کے کچھ مسلح دستے ان علاقوں کا حاصل لے کر بھی بغداد کی طرف جاتے ہیں اگر کبھی ایسے لوگ تیار ہوئے تو ان کی منت محتاجی کر کے میں تمہیں ان کے ساتھ کر دوں گا بہر حال فکر مند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں

تھیں یقین دلاتا ہوں کہ میں جلد یا بدیر تم تینوں کے ہا حفاظت بغداد جانے کے انتظامات ضرور کروں گا۔“ یہاں تک کہنے کے بعد کریاسین پھر رکا دوبارہ وہ زریق کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”دیکھو تمہارے بستر تمہارے پاس ہیں میں جانتا ہوں کہ تم تینوں جھکے ہارے ہو اور پھر سردی کے بھی مارے ہوئے ہو ایسا کرو کہ خیمے کے ایک طرف اپنے بستر لگاؤ اور آرام کرو۔“ شاریہ اور برسک دونوں بہن بھائی فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اپنے بستروں کو کھولا دونوں بستر قریب قریب لگائے ایک بستر کے اندر شاریہ گھس گئی تھی اور دوسرے میں خود زریق اور اس کا بیٹا برسک آرام کرنے لگے تھے اگلے روز صبح ہی صبح آتش پرستوں کے اس تجارتی کاروان نے بحیرہ کھسپین کے کنارے باکو شہر کی طرف کوچ کر لیا تھا۔

کاروان نے ابھی چند میل کا فاصلہ طے کیا تھا کہ کاروان کے اندر سے دو گھوڑ سوار اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے کریاسین کے گھوڑے کے دائیں بائیں آئے کریاسین کے پیچھے ایک گھوڑے پر شاریہ سوار تھی اور دوسرے پر زریق اور برسک دونوں باپ بیٹا بیٹھے ہوئے تھے جس گھوڑے پر شاریہ تھی وہ ان کا اپنا تھا دوسرا گھوڑا کریاسین نے انہیں مہیا کر دیا تھا اس لیے کہ ان کا اپنا دوسرا گھوڑا لاغر تھا۔

جو دو جوان اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے کریاسین کے دائیں بائیں آئے تھے ان میں سے ایک نے بڑی راز داری کے ساتھ کریاسین کو مخاطب کیا۔

”محترم کریاسین! یہ آپ کے ساتھ تینوں اجنبی کون ہیں اور یہ لڑکی بلا کی خوبصورت ہے۔ یہ آپ نے کہاں سے حاصل کر لی پچھلی جگہ جہاں کاروان نے پڑاؤ کیا تھا نہ یہ لڑکی آپ کے ساتھ تھی نہ وہ بوڑھا اور لڑکا یہ کہاں سے آئے۔“

کریاسین نے بڑے غور سے اس نو جوان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”شیروان کبھی ابھی ایسے معاملات بھی روٹا ہو جاتے ہیں جن کی انسان امید اور توقع نہیں کر سکتا دراصل یہ تینوں میرے جانے والے نہیں ہیں۔“ اس کے بعد کریاسین نے اختصار کے ساتھ زریق اس کے بیٹے اور اس کی بیٹی کے متعلق تفصیل کہہ دی تھی۔

یہ تفصیل سن کر شیروان اور اس کا ساتھی دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرائے پھر اس ہار شیروان کی بجائے اس کا ساتھی کریاسین کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”کریاسین ہم تاجر پیشہ لوگ ہیں تم نے ان تینوں کے ساتھ تجارتی معاملہ نہیں کیا ایک

ہر دور انسان کا تو مظاہرہ کر دیا لیکن ان کے سلسلے میں ایسے تاجر ثابت نہیں ہوئے دیکھو ان کا تعلق شاہی خاندان سے ہے ان کے ساتھ دو معاملے کرنے چاہئے تھے یا تو تمہیں ان سے ان کی ساری پونجی مانگ لینی چاہئے تھی یقیناً خالی ہاتھ نہیں نکلے ہوں گے اس طرح تمہیں بہت کچھ حاصل ہو جاتا اور اس میں شاید ہم بھی حصے دار بن جاتے اگر یہ تینوں ایسا نہیں کرتے تو کم از کم ان تینوں کو یہ دمکی دے دیجئے کہ تم انہیں واپس قسطنطنیہ پہنچاؤ گے اور قسطنطنیہ کے خزانچی نسی فورس کے حوالے کر کے اس سے ان کے سلسلے میں منہ مانگا انعام طلب کرو گے۔“

اس ہار کریاسین نے دوسرے جوان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”بیوفن! میں تمہارے خیالات سے قطعی اتفاق نہیں کرتا۔“

انسان اور انسانیت کے بھی کچھ تقاضے ہیں کسی انسان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ کسی دوسرے انسان کے لیے فریب کا سامان شک و شبہ کا بچھو کالی زہریلی فطرت سانوں کے تسلسل کو روکتا دھواں اور گناہوں کا عکس ثابت ہو۔

میرے عزیز! اگر ہم کسی کے لئے زندگی کی خوشبو نہیں بن سکتے تو ہمیں یہ بھی حق نہیں پہنچتا کہ ہم اس کے لئے قضا کی قہر مابیت ثابت ہوں اگر ہم کسی کے لئے تعبیر کی شبنم حدت ثابت نہیں ہو سکتے تو ہمیں یہ بھی حق نہیں پہنچتا کہ ہم اس کے دامن میں پیاسے پٹنے بھر دیں میرے عزیز! اگر کسی کے ساتھ گلوں کی زبان میں گفتگو نہیں کی جاسکتی تو یہ بھی نہیں ہونا چاہئے کہ ہم اس کے خلاف نفرت کے نشتر حرکت میں لے آئیں دیکھو ہر قوم کے ہادی پر نگاہ ڈاؤ کسی نے انسان سے نفرت کرنے کا درس نہیں دیا گوتم کا اپدیش ہو یا عیسیٰ کا سرمن زرخ کا کلام ہو یا مسلمانوں کے محترم نبی کا پیغام سب نے انسان سے محبت کرنے کا درس دیا بھرتم لوگوں نے کیسے سوچ لیا کہ ان تین بے بس اجنبیوں کو دھوکہ دینا چاہئے یہ ہماری پناہ میں آئے ہیں پناہ دینا ایک ثواب کا کام ہے میں تمہیں تجویز کرتا ہوں کہ آئندہ ان تینوں سے متعلق اس اعزاز میں کبھی نہ سوچنا۔“

کریاسین کی اس گفتگو سے شیروان اور بیوفن دونوں کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے ماحول ان کے لیے بد مزہ ہو گیا ہو یا ان کے منہ میں اس کی گفتگو سے راکھ بھر گئی ہو پھر وہ اپنے گھوڑوں کو موڑ کے ہوئے کاروان کے وسطی حصے کی طرف چلے گئے تھے۔

ان کے جانے کے بعد زریق اور شاریہ دونوں اپنے گھوڑوں کر سین کے گھوڑے کے قریب لائے پھر زریق نے کریاسین کو مخاطب کیا۔

”یہ دونوں کون تو جو ان تھے اور کس موضوع پر گفتگو کر رہے تھے میں نے دیکھا یہ دونوں بار بار مڑ کر میری اور میرے بچوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔“

جواب میں کریا سین نے ہنسی منہ دیا۔ کہنے لگا۔

”یہ دونوں اخلاق اور کردار کے اچھے انسان نہیں ہیں بہر حال تم تینوں کو ان سے متعلق فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے ان دونوں سے متعلق میں تم سے پہلے ہی کہوں گا کہ اگر یہ تم سے گفتگو کریں تمہارے ساتھ کھلنے، کھلنے کی کوشش کریں بے تکلفی کا مظاہرہ کرنا چاہیں تو ہرگز ان کے ساتھ ایسا مت کرنا اور نہ ہی کہی ان کے فریب میں آنا۔“

زریق شاریہ اور برسک تینوں سنجیدہ اور کسی قدر فکر مند ہو گئے، تھے تاہم سفر خاموشی سے جاری رہا۔

تجارتی کاروان ایک روز بحیرہ کیمین کے کنارے ہاکو شہر میں داخل ہوا اور کریا سین زریق شاریہ اور برسک تینوں کو لے کر اپنی حویلی میں داخل ہوا اندر سے بھاگتی ہوئی دو لڑکیاں نکل آئی تھیں اتنی دیر تک کریا سین ہی نہیں زریق، شاریہ اور برسک بھی اپنے گھوڑوں سے اتر چکے تھے ان دونوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کریا سین زریق، شاریہ اور برسک کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”یہ دونوں میری بیٹیاں ہیں نایا اور تاجہ میرا بیٹا کوئی نہیں بس یہ دونوں ہی میری پوتھی ہیں اور بیوی میری مرچکی ہے۔“ اس کے بعد اپنی دونوں بیٹیوں نایا اور تاجہ سے کریا سین نے زریق شاریہ اور برسک کا بھی تعارف کروا دیا تھا۔

تاجہ اور نایا دونوں بیٹیاں بڑے پر تپاک انداز سے شاریہ اور اس کے بھائی برسک سے ملیں دونوں نے بھاگ دوڑ کر کے سارا سامان گھوڑوں سے اتروایا اور پھر سب کو وہ حویلی کے اندرونی طرف لے گئی تھیں۔

اس طرح زریق، شاریہ اور برسک کو ایک طرح سے ہاکو شہر میں کریا سین کے ہاں پر سکون پناہ گاہ مل گئی تھی۔

زریق، شاریہ اور برسک کو کریا سین کے ہاں رہتے ہوئے چند دن ہو گئے تھے کہ ایک روز جبکہ کریا سین کسی کام کے سلسلے میں حویلی سے باہر گیا ہوا تھا دروازے پر دستک ہوئی۔

اس وقت زریق اور برسک دونوں باپ بیٹا ایک کمرے میں بیٹھے آرام کر رہے تھے جبکہ ایک کمرے میں شاریہ، تاجہ، اور نایا بیٹھی کسی موضوع پر گفتگو کر رہی تھیں جب حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی تب تاجہ اٹھ کر جب صحن میں آئی تو اس نے دیکھا کہ صحن میں اس

سے پہلے ہی دروازہ کھولنے کے لئے برسک بیرونی دروازے کا رخ کر رہا تھا تاجہ بھی اس کے پیچھے پیچھے صدر دروازے کی طرف ہوئی تھی۔

برسک نے جب دروازہ کھولا تب اس نے دیکھا دروازے پر دونوں ادبائش شیروان اور یونون کھڑے تھے برسک کو دیکھتے ہی ان دونوں کے چہرے پر خوشگوار اثرات نمودار ہوئے پھر شیروان برسک کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”عزیز برسک کیا تمہارے باپ زریق اس وقت حویلی کے اندر ہی ہیں ایک موضوع پر ہم ان سے بڑی اہم گفتگو کرنا چاہتے ہیں تم ایسا کرو ذرا انہیں حویلی کے دیوان خانے کی طرف بھیجو۔“

برسک ان کی گفتگو کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ تاجہ بھی اس وقت تک صدر دروازے کے پاس پہنچ گئی شاید وہ شیروان اور یونون دونوں کو اچھی طرح جانتی تھی سامنے نہ آئی دروازے کے پیچھے ہی سے ہاتھ کے اشارے سے اس نے برسک کو پیچھے ہٹنے کے لئے کہا پھر شیروان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”میں محترم کریا سین کی بیٹی تاجہ بول رہی ہوں بابا اس وقت گھر پر نہیں ہیں میں جانتی ہوں تم دونوں شیروان اور یونون ہو دیکھو جب تک بابا گھر نہ ہوں اس وقت تک ہم نہ جہاڑی زریق سے گفتگو کروا سکتے ہیں نہ کسی اور سے اگر تم کسی نہایت ہی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتے ہو تو بابا اس وقت گھر سے باہر ہیں وہیں ان سے گفتگو کر لینا اور دیکھو جب اور جس وقت ہمارے باپ گھر نہ ہوں ہم یہ پسند نہیں کریں گے کہ تم ہماری حویلی میں داخل ہو۔“ اس کے ساتھ ہی تاجہ نے دروازہ بند کرتے ہوئے اندر سے زنجیر لگا دی تھی تاجہ نے برسک کا ہاتھ پکڑا اور اسے حویلی کے اندرونی حصے کی طرف لے جاتے ہوئے بڑی راز داری میں کہنے لگی۔

”برسک میرے بھائی! تم ابھی چھوٹے ہو معصوم ہو یہ دونوں اچھے اخلاق اور کردار کے انسان نہیں ہیں اور میری چھوٹی بہن نایا ان دونوں کو پہلے سے جانتی ہیں یہ انتہائی برے قماش کے لوگ ہیں اور پھر بابا کے ساتھ راستے میں جو ان دونوں نے تم تینوں سے متعلق گفتگو کی اس کی تفصیل بھی ہمیں بابا بتا چکے ہیں لہذا ہم لوگ کسی بھی صورت یہ پسند نہیں کریں گے کہ یہ دونوں ہماری حویلی میں آئیں تم سے شاریہ یا تم دونوں کے باپ سے کسی موضوع پر گفتگو کریں۔“

جب تک تاجہ بولتی رہی برسک مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلاتا رہا جب وہ حویلی

جواب میں کر یا سین تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر زریق کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
”زریق میرے بھائی! آتش پرستی کی ابتدا یا اپنے مذہب کے آتش کدوں کے متعلق
جس قدر میں جانتا ہوں وہ میں آپ کو ضرور بتاؤں گا۔“

کر یا سین نے کچھ سوچا پھر وہ سب کی طرف ہاری باری دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔
”زریق میرے بھائی! جس قدر میں جانتا ہوں اس کے مطابق ایران میں ہوشک نام
کا ایک بادشاہ تھا ایک دن وہ اپنے چند مصاحبوں کے ہمراہ کسی کوہستانی سلسلے کے اوپر تفریح
طبع کے لئے گیا ہوا تھا کہ انہوں نے دیکھا کہ انتہا درجہ کا خوفناک اژدھا وہاں نمودار ہوا
جس کے منہ سے دھواں نکل رہا تھا اور سر پر دو آنکھیں خون کے کسی چشمہ کی طرح چمک رہی
تھیں اس وقت بادشاہ اور اس کے مصاحب سارے نہتے تھے لہذا اژدھے سے بچنے کے
لئے سب نے اس پر سنگ باری شروع کر دی۔“

کہتے ہیں اس سنگ باری سے وہ موذی اور خوفناک اژدھا تو ہلاک نہ ہوسکا لیکن جب
یہ پتھر جو ہوشک بادشاہ اور اس کے ساتھیوں نے کافی تعداد میں بڑی تیزی کے ساتھ پھینکے
تھے وہ جب بڑی چٹانوں سے لگا تار کرائے تو وہاں آگ کی چنگاریاں چٹانوں سے نکلنے لگیں
یہ منظر دیکھ کر ہوشک انتہا کا حیران اور پریشان ہو کر رہ گیا۔

ان چنگاریوں اور نکلنے آگ سے ہوشک ایسا متاثر ہوا کہ اس نے اس روشنی کو قابل
پریش سمجھا اور آگ کے ان شعلوں کو اس نے نور یزدانی خیال کیا۔ اژدھا تو چلا گیا لیکن اس
کے جانے کے بعد ہوشک نے خدا کی تعریف کی اور اسی شب پہاڑ پر اس نے آگ جلا کر
اپنے مدعوؤں کے جمرے میں ایک جشن سامنایا۔

ہوشک کے دور میں آگ کی پرستش کرنے کی یہی ابتدا تھی ہوشک کے بعد بطورس
ایران کا بادشاہ بنا اور اس کے بعد جشید حکمران ہوا اس کے دور میں مذہب کا عقلی طور پر
احساس ہوا اور ایرانیوں نے جشید کو نہ صرف فرماواں بلکہ ایک ربانی وجود تسلیم کر لیا یوں
جانو اس طرح جشید خود بھی خدائی کا مدعی ہوا۔

اس طرح آتش پرستی جاری رہی یہاں تک کہ گشتاسب ایران کا بادشاہ ہوا یہ پہلا بادشاہ
تھا جس نے خوارزم کے مقام پر آتش کدہ تعمیر کیا اس آتش کدے میں آگ روشن کی گئی اور
اس کی پرستش کا اہتمام کیا بعد کے دور میں جتنے بھی آتش کدے تعمیر کئے گئے خوارزم کے اسی
آتش کدے سے وہاں آگ کو منتقل کیا گیا۔ کر یا سین رکا پھر کچھ سوچتا ہوا دوبارہ کہہ رہا
تھا۔

کے برآمدے میں گئے تب انہوں نے دیکھا کہ شاریہ اور نایاذ بھی کمرے سے نکل کر وہاں
آن کھڑی ہوئی تھیں اور ان کے پیچھے زریق بھی تھا سب ایک ہی کمرے میں بیٹھ گئے پھر
ناجیہ نے انہیں شیروان اور یونوں سے متعلق بتا دیا تھا اتنی دیر تک دروازے پر پھر دستک
ہوئی۔ ناجیہ پھر بھی لیکن برسرک فوراً کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔

”میری بہن تم مجھ میں خود دیکھتا ہوں کون ہے تم فکر مند نہ ہو اگر اس ہار بھی شیروان
اور یونوں میں سے کوئی ہوا تو میں دروازہ نہیں کھولوں گا تم جانتی ہو کہ دروازے کے اندر ایک
سورخ ہے اس میں سے دیکھنے کے بعد میں دروازہ کھولوں گا۔“
ناجیہ مسکرا دی بڑے پیارے اعزاز میں اس نے برسرک کا گال تھپتہا پھر کہنے لگی،
”اچھا جاؤ دیکھو کون ہے؟“

برسرک بھاگتا ہوا جب صدر دروازے کی طرف گیا دروازے کے سورخ میں سے اس
نے دیکھا باہر کر یا سین کھڑا تھا اس نے جھٹ سے دروازہ کھول دیا کر یا سین اندر داخل ہوا
برسرک نے دروازے کو اندر سے زنجیر لگا دی پھر برسرک کے ساتھ کر یا سین اسی کمرے میں
داخل ہوا جس میں سب لوگ بیٹھے ہوئے تھے جب وہ ایک نشست پر بیٹھ گیا تب ناجیہ نے
کر یا سین کو بھی شیروان اور یونوں کی آمد کی اطلاع کر دی تھی۔

جواب میں کر یا سین کچھ سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔

”میری بہن تم نے بہت اچھا کیا آئندہ ان دونوں میں سے یا یہ دونوں کسی وقت بھی
ہماری حویلی کی طرف آئیں دروازے پر دستک دیں تو دروازہ نہیں کھولنا دونوں لوہاں ہیں
اپنے مفاد کی خاطر ایہ کچھ بھی کر سکتے ہیں بہر حال ان دونوں پر لعنت بھیجو میں کسی بھی صورت
پہ پسن نہیں کروں گا کہ یہ دونوں میری حویلی میں داخل ہوں برسرک شاریہ یا زریق کے متعلق
کسی بھی قسم کی گفتگو کریں۔“ یہاں تک کہنے کے بعد کر یا سین جب خاموش ہوا تب بڑے
خوش کن اعزاز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے زریق بول اٹھا۔

”کر یا سین میرے عزیز بھائی! ہم تینوں باپ بیٹا اور بیٹی کو یہاں رکھتے ہوئے کئی روز
ہو گئے ہیں میں آپ لوگوں کو اپنی مذہبی روایات بھاتے ہوئے بھی دیکھتا ہوں اور دل میں
ایک جھجک ایک تعجب کی راہتی ہے۔ کہ میں آپ سے آپ کے مذہب کے متعلق کوئی تفصیل
جانوں کہ آپ کے مذہب میں آتش پرستی کیسے شروع ہوئی آپ لوگوں کے بڑے بڑے
آتش کدے کہاں ہیں کیسے یہ تعمیر ہوئے ان کے اندر کیسے اور کس اعزاز میں عبادت کی
رسومات ادا کی جاتی ہیں۔“

”زرتیق میں یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ اس آتش پرستی سے پہلے ایرانیوں کا عقیدہ تھا کہ مہ آباد نام کا ایک شخص ان کا ابو البشر یعنی بابا آدم پہلا بادشاہ اور پہلا پیغمبر تھا اور یہ اس زمانے کی بات ہے کہ جس کو اصطلاحاً غیر تاریخی زمانہ قبل از تاریخ کہا جاتا ہے کہتے ہیں کہ مہ آباد کے زمانہ سے ایک ذات مطلق کی عبادت ہوتی تھی اور ہزاروں سال تک توحید قائم رہی پھر پیغمبری دور کے خاتمہ پر کفر و الجاد کا دور شروع ہوا۔

عہد قدیم میں ایران کے اندر جو پیغمبر آئے ان کے نام مہ آباد ہے افرام شانی گیلیوں اور پاسان بتائے جاتے ہیں یہ یکے بعد دیگرے آئے یہ حاملان شریعت تھے اور ان کے دور میں توحید زندہ رہی۔

ان پیغمبروں کے بعد پہلا غیر پیغمبر حکمران کیومرث تھا تاریخ میں اسے گل شاہ بھی کہا جاتا ہے کہتے ہیں کہ یہ صرف خدا کی بنجر زمین پر حکمران تھا اس کے دور میں ایرانی ہنوز دنیا کی معمولی و تمدنی ترقیوں سے بھی محروم تھے اسی کیومرث نے پہاڑوں کے غاروں کو مسکن بنایا جانوروں کی کھالوں سے اس نے اپنی ذات اور رعایا کے لئے لباس تیار کروائے جانوروں کو مطیع و فرمانبردار بنایا اور ان کے خرد و نوش کا بھی سامان کیا پھر آہستہ آہستہ توحید سے یہ لوگ دور ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ توحید کو چھوڑ کر ایران میں ستارہ پرستی کی ابتدا ہوئی اور اسی کو صابئی مذہب کہا جانے لگا۔

اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ اس دور میں ایرانی سات ستاروں کو انوار کا سایہ سمجھتے تھے اور ستاروں کو قبلہ حاجات مدبر عالم اور مقرب بارگاہ یزداں جانتے تھے اور ذات ہاری تعالیٰ سے متعلق خیال تھا کہ وہ ایک پیکر مجسم ہے اور افلاک فرشتے اور کواکب شکل و صورت میں اس مقدس ذات سے بہت ہی مشابہہ اور قریب تو ہیں۔

اس طرح ایرانیوں کے ہاں سات ستاروں کی پوجا ہونے لگی اور ان کی صورتیں بنا کر مندروں کے اندر رکھی جانے لگیں سورج کو ان سب سیاروں کا شہنشاہ یعنی نیر اعظم خیال کیا جاتا تھا لہذا سب سے پہلے آفتاب کی پوجا شروع ہوئی اور وہ نور مطلق قرار پایا اور ایرانیوں کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ انبیاء اولیاء اور حکماء ان ستاروں کے روپ میں جلوہ گر ہوا کرتے تھے اس لئے مذہب کے سرکردہ لوگوں نے ان سات ستاروں کے نام رکھے بلکہ طبعی خواص کے مطابق ان کے لیے علیحدہ علیحدہ پیکل اور مندر بھی بنائے اس طرح دن میں تین مرتبہ مندروں کے اندر ان ستاروں کی پوجا پاٹ ہونے لگی اور ہر ستارے کے معبود پجاری بھی جدا ہوا کرتے تھے ایک ستارے کا پجاری اور خادم دوسرے مندر میں جانے کا مجاز نہ تھا اور یہ

پیکل اور مندر پیکرستان شیدان کہلاتے تھے۔

ایرانیوں نے اپنے قدیم دور میں جن نسات ستاروں کی پرستش شروع کی ان کے نام کچھ اس طرح رکھے گئے۔

پہلے ستارے کا نام کیوان رکھا گیا اس کو زحل سیٹر اور سیٹرن کا نام بھی دیا گیا دوسرے ستارے کا نام ہرمز رکھا گیا اسکو برجیس، مشتری اور قاضی فلک بھی کہہ کر پکارا گیا۔

تیسرے ستارے کا نام بہرام رکھا گیا اسے ریخ منگل، جلا د فلک اور مارس کا نام بھی دیا گیا چوتھے ستارے کو آفتاب پکارا گیا اسے ہود، خورشید، مہر، شمس اوت اور سورج کا نام بھی دیا گیا۔

پانچویں ستارے کا نام ناہید رکھا گیا اور جن دوسرے ناموں سے اسے پکارا گیا وہ نام زہرہ، مکر، مطریہ فلک ہیں۔ اسے ونس بھی کہا گیا۔

چھٹے ستارے کو تیر کہہ کر پکارا گیا اسے عطارد، بدھ، میر، منٹھی فلک اور مرکز کی کا نام بھی دیا گیا۔

آخری ستارے کو یسئی ساتویں ستارے کو ماہ کا نام دیا گیا اسے مہتاب قمر، سوم، چاند کہا۔ بھی پکارا گیا۔

ہر ستارے کی صورتی دھات سے بنائی گئی تھی اور ہر ایک کی شکل و صورت لباس رنگ و روپ خواص جدا گانہ تھے یہ صورتیں مندروں میں اسی وقت نصب کی جاتی تھیں جو وقت ان ستاروں سے منسوب اور مخصوص کیا جاتا تھا ان ستاروں میں عطارد کے پجاریوں کا دائرہ بہت وسیع خیال کیا جاتا تھا اہل قلم شعرا طبیاء محاسب اور عمال عطارد کے پجاری خیال کیے جاتے تھے اسی طرح تاجر معمار اور خیاط بھی اسی مندر میں جاتے تھے۔

زہرہ کا مندر عورتوں کے لیے مخصوص کیا جاتا تھا اور اس کی پروہتائی یعنی منتظرہ عورت ہی ہوا کرتی تھی رات کے وقت کوئی مرد اس مندر میں داخل نہیں ہو سکتا تھا اس میں صرف عورتیں جاتی تھیں۔

مندروں میں جانے والے صرف اسی رنگ کا لباس پہنتا کرتے تھے جو رنگ دیوتاؤں کے لئے مخصوص تھا اور وضع بھی خاص ہوتی تھی مگر کسی مندر کے لئے شاہانہ لباس تھا کسی کے لئے صوفیانہ کہیں رندانہ لباس جتنی کیا گیا تھا مندر میں داخلہ کے وقت خاص آداب اور احترام ملحوظ رکھا جاتا بلند آواز میں مندروں کے اندر بولنا منع تھا۔

کہتے ہیں ان سات مندروں میں سورج دیوتا کا مندر سب سے بڑا تھا اور اس کا گنبد

سونے کی اینٹوں کا تھا دیواریں یا قوت الماس اور مفتیق وغیرہ سے مرصع تھیں مورتی کندہ یعنی طلائے امر کی تھی اور مرد کی صورت میں اس کے دوسرے اور دونوں پر قیمتی تاج یا قوت سے مرصع تھے اور ہر ایک تاج میں موتی جڑے ہوئے تھے اور سواری میں ایک زبردست گھوڑا دکھایا جاتا تھا اس مورتی کا چہرہ انسانی تھا جبکہ باقی جسم اڑدے کا بنایا جاتا تھا دائیں ہاتھ میں چاندی کی ایک نگلی اور گردن میں جواہرات کا گلو بند ہوا کرتا تھا تمام بیماری اور خادم زہر پوش رچے تھے۔ زرطع لباس پہنتے تھے سنہری تاج جو یا قوت اور الماس سے مرصع ہوا کرتا تھا استعمال کیا جاتا تھا کمر میں سنہری پنکا باندھا جاتا تھا اور ہاتھوں میں طلائی انگوٹھیاں رکھی جاتی تھیں۔

دوسرے درجے کا مندر چاند دیوتا کا تھا جس کا گنبد بزرگ کا ہوا کرتا تھا اس کی مورتی کچھ اس طرح تراشی جاتی تھی کہ ایک انسان سفید بتل پر سوار ہوا کرتا تھا جس کے سر پر تاج تھا اور تاج پر تین سر نمایاں ہوتے تھے ہاتھ میں سنگن اور گلے میں طوق اور دائیں ہاتھ میں ایک یا قوت کی نگلی اور بائیں ہاتھ میں ریمان کی ایک ڈالی ہوا کرتی تھی اس مندر کے تمام بیماری سفید بزر پوش اور چاندی کی انگوٹھیاں پہنتے تھے ہر مندر کے ساتھ ایک باورچی خانہ ہوا کرتا تھا جس میں ہر وقت دسترخوان بچھا رہتا تھا اور طرح طرح کے لطیف کھانے اور شربت تیار رہتے تھے جس وقت جس کا بی چاہے کھا سکتا تھا کسی قسم کی روک ٹوک نہ تھی اس طرح ہر مندر سے متعلق ایک شفا خانہ بھی ہوا کرتا تھا جس میں بیماروں کا علاج ہوتا تھا اور اس کے طبیب مندر کے بیماری ہوا کرتے تھے۔

یہ تو بڑے مندروں کے حالات تھے ورنہ پوجا کے لئے ہر گھر میں ستاروں کی مورتیاں رکھی جاتی تھیں جب تک ایران میں ستارہ پرستی قائم رہی اس وقت تک کسی نے آگ کی پوجا کو اہمیت نہ دی اور نہ ہی اس کو معبود مانا لیکن چونکہ آگ مظہر یزدانی تسلیم کر لی گئی تھی اس لئے اظہار عظمت کے لئے مندروں کے ساتھ ساتھ آتش کدے بھی تھے جن میں ہر وقت آگ جلتی رہتی تھی لیکن دیوتوں کے سامنے اس کی چمک دمک اور حرارت کو فروغ نہ دیا جاتا تھا اور ان آتش کدوں کے متولی بھی جدا گانہ ہوتے تھے۔

ہر دیوتا اور مندر کے لئے علیحدہ علیحدہ کھانوں اور روغن کا اہتمام کیا جاتا تھا اسی طرح ہر مندر اور ہر دیوتا کے لئے علیحدہ علیحدہ خوشبو کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا شفا کسی کے لئے صندل یعنی چندن، کسی کے لئے زعفران کسی کے لئے عود کسی کے لئے منگی کسی کے لئے سندروس کسی کے لئے حب الغار اور کسی کے لئے سیا کی خوشبوئیں استعمال ہوتی تھیں۔

جہاں تک صندل زعفران اور عود کا تعلق ہے اس سے متعلق عام لوگ جانتے ہیں ان کا نام بھی سن رکھا ہے جہاں تک دوسری خوشبوؤں کا تعلق ہے تو ان سے متعلق تفصیل کچھ یوں ہے۔

منگی شام آرمینہ ایشیائے کوچک اور ان کے ہمسایہ ممالک میں درخت کی صورت میں ہوتا ہے۔ یہ درخت قد و قامت میں بیلو کے درخت کے برابر ہوتا ہے جس کی مسواک بنائی جاتی ہے اس درخت کو کاٹا جاتا ہے اور اس سے قطرے ٹپک کر جم جاتے ہیں جو ایک قسم کا گوند بن جاتا ہے۔ اسی گوند کو جب جلایا جاتا ہے تو خوشبو اٹھتی ہے اسی کو منگی کہتے ہیں۔ سندروس کا اپنی ذات میں کا تو کی طرح کا ایک درخت کا گوند ہوتا ہے جس کا رنگ زرد ہوتا ہے اس درخت کو کاٹ کر جو دودھ نکالا جاتا ہے وہ بھی گوند ہی کی طرح کا ہوتا ہے اور جلنے پر خوشبو دیتا ہے۔

جب الفار بھی ایک درخت ہے جس کے پھل کو حب الفیر کہہ کر پکڑا جاتا ہے کہتے ہیں اس درخت کی عمر ایک ہزار سال ہوتی ہے یونانیوں کے ہاں اس کا درخت نہایت شہرت ہے اس کی لکڑی سے دسی چمڑیاں اور ٹوپیاں بنائی جاتی ہیں بچہ نہایت خوشبودار ہوتے ہیں دیوتاؤں کے لیے اس کی خوشبو کو بڑی رغبت سے استعمال کیا جاتا ہے۔

میا بھی ایک درخت کا گوند ہے۔ جو شام میں ہوتا ہے۔ اس کو سیا ساکد بھی کہتے ہیں اس کو جوش دے کر بخند کر لیا جاتا ہے گرم کرنے پر یہ خوشبودار بتل کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور دیوتاؤں کے مندر میں استعمال ہونے کے لیے یہ روغن شام سے ایران میں لایا جاتا تھا۔ یہاں تک کہنے کے بعد کہ یا سین جب خاموش ہوا تب زریق نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”کہ یا سین میرے محترم تم نے جو گفتگو کی یقیناً میرے علم میں اضافہ ہوا ہے لیکن میں نے سن رکھا ہے کہ آتش پرستوں کا بخیر زرتشت تھا لیکن اس ساری گفتگو کے دوران تم نے اس کا ذکر نہیں کیا۔“ اس پر کہ یا سین نے کچھ سوچا اور کہنے لگا۔

”میں تمہیں زرتشت کی تفصیل بتاتا ہوں لیکن زرتشت سے پہلے بھی آگ کی پرستش کی جاتی تھی۔

زریق میرے عزیز کبھی زرتشت ایک خیالی پیکر تسلیم کیا جاتا تھا۔ لیکن اب اس کی حیثیت کو تسلیم بھی کیا گیا ہے اور اسے ایک تاریخی وجود مانا جاتا ہے اور وہ ایرانیوں کا بخیر ہے۔

اس کی ماں کا نام دندو یہ تھا اور نانا کا نام اسرہ میرہ تھا میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ بخیروں کے

لیے یہ خصوصیت ہے کہ وہ اعلیٰ خاندان سے ہوتے ہیں اور ان کا نصب دارغ وجہوں سے پاک ہوتا ہے اس لئے یزدان زرتشت کو شہنشاہ فریدون کی نسل سے پیدا کیا۔

زرتشت کے لغوی معنی کئی ایک ہیں کوئی اس کے معانی آگ کا پجاری اور کوئی ریتی آتش کا ہے کوئی مصل کل کہتا ہے اور کوئی زریں حکومت کوئی اونٹ والا کہتا ہے۔ لیکن جو معنی قرین صحت ہیں وہ یہ کہ زرتشت کا ترجمہ یزدان پرست ہے۔

زرتشت کی ولادت کا فقر کس قریہ اور شہر کو حاصل ہے یہ تحقیق طلب ہے لیکن یہ بات تسلیم ہے کہ اس کی ماں رے کی رہنے والی تھی اور باپ آذر ہانچان کا تھا۔

زرتشت نے 660 قبل مسیح میں جنم لیا اور یوم ولادت سے تقریباً بیس سال تک کے حالات عجائب پرستی سے مالا مال ہیں لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ عام شباب میں زرتشت زہد و تقویٰ رحم و کرم اور انسانی مہم روی میں ڈوبا ہوا تھا اور کاشت کاروں پر اذہد مہربان تھا جب اس کی عمر چالیس برس کی ہوئی تو وطن عزیز سے اپنے چند عزیزوں اور دوستوں کے ہمراہ بلخ میں داخل ہوا جہاں اس وقت کیانی بادشاہ گشتاسب کی حکمرانی تھی۔

بلخ میں داخل ہونے کے بعد ایک عرصہ تک زرتشت کی دربار میں رسائی نہ ہوئی لیکن جب شہرت عام ہو گئی تو چند امراء کے توسط سے دربار میں پہنچا گیا ایک روایات یہ بھی ہے کہ کیانی بادشاہ گشتاسب کے درباری محل کی چھت شک ہو گئی۔ اور اس حادثے میں گشتاسب کو زرتشت ایک تخت پر بیٹھا ہوا نظر آیا۔

جس کی وجہ سے گشتاسب نے زرتشت کو سلام بھیجا اور اپنے پاس طلب کیا زرتشت گشتاسب کے سامنے پیش ہوا اور اس کے سامنے پرانے مذہب کے پیش وادوں سے زرتشت کا مظاہرہ ہوا بادشاہ کے حکم پر تین یوم تک مناظرہ ہوتا رہا۔ جب زرتشت نے پرانے مذہب کے پیش وادوں کے فلسفہ الہیات سے متعلق تین سوالات کے جوابات دے دیئے تو کیانی بادشاہ گشتاسب زرتشت کی پیغمبری کا قائل ہو گیا۔

کہتے ہیں اس موقع پر زرتشت نے گشتاسب سے کہا کہ میں پیغمبر ہوں اور یزدان کی دعوت دیتا ہوں میرا معجزہ ایک عود دانی ہے جس کو میں بلخ سے اپنے ساتھ لایا ہوں لہذا تو میرے مذہب کو قبول کر کیونکہ بادشاہی کے لیے لازماً ہی پسندیدہ نہیں ہے لہذا گشتاسب نے زرتشت کی دعوت کو قبول کر لیا۔ گشتاسب کے ساتھ ساتھ پرانے مذہبی پیش وادوں پرست اور ولی عہد اسفندیار یگیات اور مشیروں کے علاوہ بڑے حکیم جاماسپ اور ارکان سلطنت نے بھی زرتشت کا مذہب قبول کر لیا۔

مجوسیت میں داخل ہونے کے بعد گشتاسب نے جو مسلسل احکام جاری کئے وہ اس طرح سے ہیں۔

سب سے پہلے اس نے خیشاپور کا قدیم آتش کدہ کا ذکر مہر زین جو مدت سے سرد پڑا تھا جس میں نہ لکڑی جلتی تھی نہ عود سلگتا تھا از سر نو گرم کر لیا۔ اس سے پہلے آتش کدوں پر گنبد نہ بننے تھے لہذا امتیاز کے لئے گشتاسب نے حکم دیا کہ ہر آتش کدہ پر شاہکار گنبد تعمیر ہو اور ان گنبدوں کو گنبد زرتشت کا نام دیا گیا۔

وہ آتش کدے جو اب تک ویران تھے ان کو آباد کیا گیا اور وہاں معبد تعینات کئے گئے جنہوں نے از سر نو آگ کی دہلی ہوئی چنگاریوں کو شعلہ خیز کر دیا اور اشاعت مذہب کے لیے مختلف دفود روانہ کئے۔

جب گشتاسب نے مجوسیت کو قبول کر لیا تو اس واقعہ کی یاد میں زرتشت نے حکم دیا کہ آتش کدے کے دروازے پر ایک سرو کا درخت لگایا جائے۔ چنانچہ یہ درخت لگایا گیا۔ جو خلاف عادات چند سال میں غیر معمولی طور پر پھیلا ہوا اور اس میں ان مکت شاخیں نکلی کہتے ہیں یہ درخت صدیوں تک قائم رہا اور اس درخت کے نیچے ایک خوبصورت طلائی محل بھی بنایا گیا جو چالیس مربع گز تھا اور اس محل کی خاک مہر زین اور زرتشت کی مٹی اس کے بعد دیوار پر رونقیں تصاویر بنائی گئی ان میں فریدوں کی تصویر بھی تھی جس کے ہاتھ میں گرز تھا اس کے علاوہ قوم کے مشاہیر کی تصویریں بھی آویزاں کی گئیں اور محل کے اندر ایک شیشین کے طور پر ایک آہنی حلقہ تعمیر کیا گیا تھا جس پر گشتاسب بیٹھا کرتا تھا اس محل میں ایک کتبہ بھی لگایا گیا جس میں درج تھا کہ گشتاسب ن زرتشت کا مذہب قبول کر لیا ہے۔

زرتشت کے پیروکاروں کے لیے ایک کتاب بھی تھی جسے زرتشت کی کتاب کہا جاتا ہے اسے آسانی حیفہ کا نام بھی دیا گیا ہے جس کا نام اوستا ہے زرتشت نے قدیم پہلوی زبان میں اس کی شرح خود لکھی جس کا نام ژدہ رکھا ہوا جو تفسیر کے ژدے کی عبارت عام فہم نہ ہوئی۔ ژدے کی بھی شرح لکھی گئی اور اس کا نام پاژدہ رکھا گیا۔

کہتے ہیں اوستا کی تعلیم طبقہ اعلیٰ اور شرفاء تک محدود تھی عوام یا اجموت محروم تھے مذہبی احکام کے علاوہ اوستا عہد سلف کی تاریخ بھی تھی اور مختلف علوم مثلاً دیاہنی نجوم اور طب کا بھی اس میں کافی ذخیرہ تھا جو زرتشت کے علمی طبع کی دلیل ہے اصل کتاب کی متعدد تکمیل گشتاسب کے زمانے میں نقل ہوئی تھیں جابجا اوستا کے نسخے موجود تھے لیکن سکندر اعظم کے حملے کے باعث یہ جملہ کتب تلف ہو گئیں تاہم اب بھی مختلف ابواب باقی ہیں جن میں کچھ

اذکار احکامات اور شیاطین کے خلاف دنائیں ترک کیہ نفس کے اصول ان کے علاوہ یزدان اہرمن فرشتوں کا بیان ہے اوستا میں یہ بھی تھا کہ مہینہ کے تیس دن ہوتے ہیں اور ہر دن ایک فرشتہ یا موکل کے پردہ جو مخلوقات کے لیے احکام نافذ کرتا ہے ان فرشتوں کو رضا مند رکھنے کے لیے خاص خاص دعائیں اور دینیے بھی تھے آج کل جرمنی فرانس اور انگریزی میں اوستا کا موجودہ حصہ اصل ترجمہ کے موجود ہے۔

زرتشت کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ نظام عالم دو خداؤں کے پردہ جو نیکی اور حسات کا خدا ہے اس کا نام یزدان ہے اور جو بدی اور سیات کا خدا ہے اس کا نام اہرمن ہے یہ اپنی اپنی خدمات انجام دیتے ہیں ایک کو دوسرے کے معاملات میں دخل دینے کا استحکاف نہیں ہے لیکن نظام عالم کے اعتبار سے یزدان ہمیشہ اہرمن پر غالب رہتا ہے۔ زرتشت کے مذہب میں آگ پر ایمان لانا فرض ہے۔ اس ضرورت سے قدم قدم پر آتش کدے تعمیر ہوئے تھے اگرچہ زرتشت سے قبل دس بڑے آتش کدے موجود تھے لیکن گشتاسب کے عہد سے ساسانیوں کی حکومت تک ہزاروں کی تعداد میں آتش کدے قائم ہوئے شہروں کے آتش کدے مصلحت کے مقابلے میں زیادہ شاندار ہوتے تھے اور شاہی آتش کدے تکلفات اور آتش کے لحاظ سے عجائبات کا درجہ رکھتے تھے زرتشت کے مذہب کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ جس طرح ہندوستان میں مہاتما گوتم بدھ کو راجہ اشوک مل گیا تھا اس طرح زرتشت کا مبلغ ایران میں گشتاسب کیانی تھا اس ایرانی شہنشاہ نے اپنی کوار سے وہی کام لیا جو مسیحیت پھیلانے کے لئے رومن شہنشاہ قسطنطین نے لیا تھا۔

کہتے ہیں گشتاسب نے جو مسیحیت پھیلانے کے لیے اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ وہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر بلخ سے روانہ ہو اور بزرور ششیر جو مسیحیت کی اشاعت کرے اور پرانے مذہبوں کے جس قدر بیکل اور مندر باقی ہوں سب برباد کر دیئے جائیں اسفندیار نے جن ممالک کا دورہ کیا ان میں ہندوستان بھی شامل ہے اور اسی عہد میں ہندوستان کے مختلف صوبوں میں بھی آتش کدے قائم ہوئے جن کے حالات تاریخ اور سفرناموں میں موجود ہیں مثلاً تاریخ میں ایک آتش کدے کا ذکر ملتا ہے جو صوبہ گیا کے شہر کے جنوب میں چھ میل کے فاصلے پر دریائے ترجن کے کنارے تعمیر کیا گیا تھا اس آتش کدے کا معبد یا پروہت کا سیا پنڈت تھا اس آتش کدے میں ایک رات گوتم بدھ نے بھی مزاری تھی اور اپنی کرامت سے اس اژدھے کو جو آتش کدے کے اندر تھازیر کر لیا تھا۔

چنانچہ اس واقعے کی یاد میں بھوپال میں سانچی کے مقام پر دیواروں پر جو بدھ مت کا

تہن کیا گیا ہے اس میں بطور عجائبات کے شرقی دیوار پر اس آتش کدہ کی بھی تصویر موجود ہے اور اس کی شکل یہ ہے کہ ایک کنگول ہے جس میں پانچ پھن کا سانپ کندل مارے بیٹھا ہے اور اس کے اندر سے دھواں نکل رہا ہے اس زمانے تک بدھ کا اشیو تیار نہیں ہوا تھا نہ تصویر کا رواج تھا بلکہ ایک تخت اور پہل کا درست بنایا جاتا تھا جس سے یہ مراد تھی کہ یہاں مہاتما بدھ موجود ہیں یہی حال اس نقش کا ہے اور تصویر کا رواج راجہ کنشک کے زمانے سے ہوا اسفندیار نے اپنے دور میں یہ کام کیا کہ جتنے مندر اس کے سامنے آئے سب کو منہدم کر دیا اور ہر بڑی آبادی میں ایک نیا آتش کدہ بنایا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس مہم پر روانہ کرنے سے پہلے گشتاسب نے اپنے بیٹے سے یہ وعدہ کیا تھا کہ جب وہ اس مہم سے کامیاب واپس آئے گا تو اسے ایران کا شہنشاہ بنایا جائے گا اور وہ خود تخت سے الگ ہو جائے گا لیکن براہو حالات کا گشتاسب نے اپنے داماد کے کہنے پر اپنا وعدہ پورا نہ کیا۔

اس نے اپنے بیٹے اسفندیار پر چند الزامات لگا کر کسی دور دراز مقام پر قید کر دیا اور خود ذال پہلوان کے پاس سیستان میں جا کے اس کی مہمانی سے لطف اٹھاتا رہا اسی دوران ایران میں ایک بہت بڑا حادثہ نمودار ہوا۔

وہ یہ کہ ترکوں کا بادشاہ ارجاسب ایران پر حملہ آور ہوا اس نے ایران پر حملہ کیا اس حملے کے نتیجے میں ایرانی لشکر کا سالار لاراسب میدان جنگ میں اور زرتشت ایک آتش کدے میں قتل کر دیئے گئے۔

اس حملے کے نتیجے میں ترکوں کے بادشاہ ارجاسب نے جس قدر بڑے بڑے آتش کدے تھے سب کو منہدم کر کے رکھ دیا۔

گشتاسب کو جب اس حملے کی خبر ہوئی تو اس نے اپنے بیٹے اسفندیار کو بھی بلا لیا۔ دونوں باپ بیٹوں نے مل کر ترکوں کے بادشاہ ارجاسب کا زبردست مقابلہ کیا اور اسے ہرا دیا ہونے پر مجبور کر دیا اس فتح کے نتیجے میں کیانی بادشاہ گشتاسب نے اپنی انتہا درجے کی خوبصورت بیٹی ما کی شادی اپنے بیٹے اور ولی عہد اسفندیار سے کر دی کیونکہ زرتشتی مذہب کے مطابق بہن کی شادی بھائی سے جائز تھی۔ یہاں تک کہنے کے بعد کہ یاسین دم لیتے کے لیے رکاس کے بعد مسکراتے ہوئے اس نے زرتشت کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

میرے خیال میں جو کچھ آپ نے کہا تھا اس سے متعلق اس قدر تفصیل ہی کافی ہے۔

جواب میں زرتشت مسکرایا کہنے لگا۔

”کریا سین میرے بھائی! تو نے یہ حالات سنا کر میرے علم میں خوب اضافہ کیا میں تمہارا ممنون ہوں۔“ ذریعہ کے ان الفاظ کا جواب دینے کے بعد کریا سین اچانک چٹکا اور کہنے لگا۔

”جو خبر لے کر میں گھر میں داخل ہوا تھا وہ تو میں بھول ہی گیا۔“ کریا سین کے ان الفاظ پر اس کی بیٹی نایا، ناجہ، شاریہ، برہک اور ذریعہ سب فکر مند ہو گئے تھے پھر ذریعہ نے پوچھ لیا۔

”میرے بھائی کیسی خبر!“

”خبر یہ ہے کہ خزیر کے ترک خاقان نے آرمینیا کے مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر ان مکت مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور مسلمانوں کے قتل کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ خزیر کے ترک خاقان کی بیٹی ماری گئی ہے کہا جاتا ہے کہ اس کی بیٹی کے قتل کا انعام مسلمانوں پر لگایا گیا ہے جس کے لیے خاقان نے ہزاروں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اب خدشہ یہ ہے کہ یہ خبر مسلمانوں کے خلیفہ ہارون الرشید تک پہنچے گی تو وہ ایسے خونی اور انتقامی رد عمل کا اظہار کرے گا کہ ان علاقوں کے اعداء مسلمانوں کا انتقام لینے کے لیے وہ ایک طوفان کھڑا کر کے رکھ دے گا۔“

اس موقع پر کریا سین کی بیٹی اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی بابا چھوڑیں ان حالات کو ہمیں اس سے کیا دیکھیں مسلمان کس رد عمل کا اظہار کرتے ہیں بہر حال ہم سب آپ ہی کا انتظار کر رہے تھے اب آپ آگئے ہیں تو سب مل کر کھانا کھاتے ہیں۔“ اس کے بعد نایا، ناجہ اور شاریہ اٹھ کھڑی ہوئیں سب نے کھانے کے برتن لگائے پھر سب کھانا کھا رہے تھے۔

خلیفہ ہارون الرشید ایک روز اپنے قصر میں اکیلا تھا کہ اس نے اپنے دو شاعری داستان گوؤں کو طلب کیا ان کے نام مصممی اور حسین تھے جب دونوں داستان گو خلیفہ ہارون الرشید کے سامنے پیش ہوئے تو حسین کو مخاطب کرتے ہوئے ہارون الرشید کہنے لگا۔

”حسین آج کوئی ایسا قصہ سناؤ جس سے میرا دل بہلے۔“ جواب میں حسین مسکرایا اور پھر وہ اپنے قصے کی ابتدا کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”امیر المومنین میں ایک سال بھرہ گیا اور محمد بن سلیمان امیر بھرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر حرجہ قید اٹایا۔ اس پر امیر نے مجھے صلہ دے کر رخصت نہیں کیا بلکہ مہمان رکھا۔ پھر ایسا ہوا کہ میں ایک دن بھرہ کے مشہور بازار مرید میں گیا لیکن گرمی کی شدت سے بدحواس تھا ایک محل کے دروازے پر پانی پینے کے لیے ٹھہر گیا۔

اسے میں ایک کسن خاتون کا ایک پردے سے نکلی جس کا قد رمتا شاخ بید کی طرح نازک تھا آنکھیں سرگمیں اور بڑی بھوس چوڑی اور پیشانی کشادہ تھی سر پہ قمیض پر بدن کی روشنی چادر اوڑھے ہوئے تھی جامہ زہی کا یہ عالم تھا کہ پنڈے کی سفیدی قمیض کی سرخی پر غالب تھی اور عقلماس ہشیاف ایک خاص نقطہ پر تھا۔

اس شوخ و شنگ کا پتہ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا مرید کا تھان لپٹا رکھا ہے اور اس کی قفلیں کاغذ کی تہہ سے مٹا بہ جس سر کے بالوں سے مشک کی خوشبو اڑ رہی تھی اور پیشانی کے بالوں کو اس طرح ستوارا گیا تھا کہ بیٹی چادر کا ایک ٹکڑا معلوم ہوتا تھا۔

امیر المومنین اس کے گلے میں جواہرات کے مرصع زیور بھی تھے ناک ستواں اور وضوئی، موتی جیسی گول تھی دانت موتیوں کی لڑیاں اور منہ سے خوشبو کی لہریں آتی تھیں لیکن یہ حسن کی دیوی کافی پریشان نظر آتی تھی۔ ہار بار دلیز کے اندر آتی جاتی تھی اور بازیب کی چھکار سے اس کا آنا جانا معلوم ہوتا تھا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد حسین رکا اور پھر اپنا کلام جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”امیر المومنین میں اس کی خوبصورتی اور قد و قامت اور حسن جمال کی کیا تعریف پیش

کروں مختصر یہ کہ وہ کسی شاعر کی مجسم تخیل تھی اور میں اس کے حسن سے مرعوب ہو چکا تھا اور پھر آپ جانتے ہیں کہ حسنین کا رعب اور حسن ضرب المثل ہوتا ہے تاہم سلام کی غرض سے میں ڈیوڑھی میں ٹھہر گیا اور جب وہ باہر آئی تو اس کو ادب سے سلام کہا۔

اس نے سلام کا جواب دیا مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی زبان میں گویائی کی طاقت نہیں ہے دل زنجی ہے اور خود کہیں کھوئی ہوئی ہے اس کے بعد میں نے اسے مخاطب کیا۔

سیدہ میں ایک بوزہ مسافر ہوں پیاس کا مارا ہوا ہوں کسی کینز کو حکم دیجئے کہ وہ مجھے ایک گلاس ٹھنڈا پانی پلا دے خدا آپ کو اس کا اجر دے گا۔

یہ سن کر وہ بولی دور ہو یہاں پانی ہے نہ کھانا اس پر میں نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

آخر اس عتاب کا سبب کیا ہے کہنے لگی میں خود ہی عشق و محبت کی ستائی ہوئی ہوں اور جس کو دل دے چکی ہوں وہ بڑا ہی ظالم ہے اور میں اس کے رحم و کرم پر بڑی جی رہی ہوں۔

اب میں نے سوال کیا کہ جس کو تو پسند کرتی ہے محبت کرتی ہے وہ کہاں ہے بولی اسی عالم میں ہے اور وہ مجھ سے اس لیے الگ رہتا ہے کہ اس کو اپنے حسن و جمال پر بڑا ناز ہے۔

میں نے پوچھا کہ تم بار بار دروازے پر کیوں آتی جاتی ہو۔ کہنے لگی وہ روزانہ اسی جگہ سے گزرتا ہے اور اب وہ آنے ہی والا ہے۔

یہ جواب ملنے پر مجھے حیرت ہوئی اور دریافت کیا کہ وہ تم سے کبھی ملا بھی ہے۔

یہ سن کر اس نے ٹھنڈی سانس لی اور گالوں پر اس طرح آنسو ڈھلک پڑے جس طرح گلاب کی پتیوں پر شبنم کے قطرے جھلکتے ہیں پھر کہنے لگی۔

وہ مجھے پسند کرتا تھا اور ہم دونوں دو شاخوں کی طرح ملے جلے رہتے تھے لیکن کسی ظالم نے ایک شاخ قلم کر دی ہے اور اب صرف ایک ہی شاخ باقی ہے جو اپنے رفیق کے غم میں سوکھ کر کاٹنا ہو رہی ہے میں نے پھر سوال کیا۔

کیا تمہاری اس بے قراری کا اسے بھی علم ہے کہنے لگی۔

”اس کا علم خدا ہی کو ہو گا۔ میرا تو یہ عالم ہے کہ جب ریواروں پر سورج کی کرنیں پڑتی ہیں تو میں یہ خیال کرتی ہوں کہ وہ آگیا ہے اور جب اچانک اس کو دیکھ لیتی ہوں تو حیرت زدہ رہ جاتی ہوں معلوم ہوتا ہے کہ میرے جسم کا خون خشک ہو چکا ہے اور روح قالب سے نکل چکی ہے۔“

اس کے یہ الفاظ سن کر مجھے تعجب ہوا اور میں نے یہ بات حقیقت کے کچھ خلاف

معلوم ہوتی ہے کہ اس قدر فراق اور محبت کی زندگی صبر کرنے کے باوجود تمہارا رنگ و روپ اب بھی ٹھہرا ہوا ہے اور یہ بات حقیقت پسندی کے خلاف لگتی ہے میری یہ گفتگو کا جواب اس خاتون نے کچھ نہ دیا تب میں نے پھر اسے مخاطب کیا۔

”خاتون تم اگر اس کی محبت میں جتنا نہ ہوتی تو میں تمہیں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ بصرہ کے امیر تمہاری شمع جمال پر پروانوں کی طرح ٹوٹ پڑتے۔“ اس پر وہ جھٹ سے بولی۔

”تمہارا کہنا درست ہے اس نوجوان سے محبت سے قبل یقیناً میں سراپا حسن و جمال تھی اور بصرہ کے امراء میرے دیوانے بھی تھے۔ پر ہائے حیف میں اتفاقاً اس نوجوان پر فریفتہ ہو گئی اور گردش روزگار سے فراق میں مبتلا ہوں۔“

امیر المومنین یہاں تک کہنے کے بعد وہ کچھ رکی پھر اپنی الم بھری داستان سناتے ہوئے وہ دوبارہ کہہ رہی تھی۔

”میری اس مصیبت کی ابتداء کچھ اس طرح ہوئی کہ جشن نوروز کا دن تھا میں نے بصرہ کی چند خوبصورت سہیلیوں کو دعوت دی تھی ان مہمان لڑکیوں میں ایک بڑی آنکھوں والی چنچل شیرازی کینز بھی تھی جس کی قیمت تاجروں نے چند دن پہلے آٹھ ہزار دینار لگا رکھی تھی۔

یہ شیرازن کینز مجھ سے بے پناہ محبت کرنے لگی۔

پھر اسے نہ جانے کیا شرارت سوچھی کہ دعوت کے دوران وہ مجھے خلوت میں لے گئی اور کہنے لگی کہ جب تک کھانا تیار ہو چلو تو وہ نوش کرتے ہیں میں اس کی بات مان گئی۔ خلوت کے دوران اس سراپا ناز نے میرے ساتھ دھول دھپا اور خوش فعلیاں شروع کیں۔ اس کے ساتھ میں اس کیل میں مصروف تھی کہ وہ نوجوان آگیا۔ جو مجھے چاہتا تھا اور جس سے میں محبت کرتی تھی۔ مجھے ان لغویات میں دیکھ کر برہم ہوا اور فوراً واپس چلا گیا۔ اور تب سے ایسا بھڑکا جیسے عرب کے پتھیرے لکام کی چھکار سے چوکنے لگا ہوا جاتے ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ خاتون رکی اور پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

”اس واقع کو تین سال ہو گئے ہیں کہ اس نے مجھے نہیں دیکھا نہ خط لکھا نہ کوئی قاصد ہی بھیجا۔“ اس پر میں نے اس خاتون سے پوچھا۔

”وہ نوجوان جس کو تو نے چاہا اور جس سے تو نے محبت کی وہ عربی ہے یا عجمی۔“

اس پر وہ لڑکی بے حد خفا ہوئی کہنے لگی۔

”ارے کم بخت وہ تو عرب ہے اور بصرہ کے امراء میں سے ہے۔“

میں نے پھر اسے چھیڑنے کے انداز میں پوچھ لیا۔

”وہ بڑھا ہے یا جوان؟“

میرے اس سوال پر وہ غضبناک ہو کر اور زیادہ بھڑک اٹھی اور کہنے لگی۔ ”لگتا ہے تم کچھ سٹھیا گئے ہو وہ تو جوان ہے بدر سے زیادہ خوبصورت اور ہنوز وہ غیر شادی شدہ ہے اس کے سر کے بال کو سے کے پردوں تک کوشر ماتے ہیں بس وہ مجھ سے الگ الگ رہتا ہے اس کے سوا کوئی عیب اس میں نہیں ہے۔“

وہ لڑکی جب خاموش ہوئی تو میں نے پھر اس سے سوال کیا۔

”جس نو جوان کو تم پسند کرتی ہو اس کا نام کیا ہے؟“

خفا ہو کر بولی تھ کہ نام سے کیا غرض ہے میں نے کہا میں اس نو جوان سے ملاقات کروں گا اور یہ دیکھوں گا کہ تم دونوں میں سے زیادہ کون خوبصورت ہے۔“

اس لڑکی نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔ میں ایک شرط پر تم کو اس کا نام بتاتی ہوں۔ ”اس پر میں چونکا اور کہنے لگا تمہاری شرط کیا ہے۔ وہ لڑکی کچھ سوچ کر بولی اگر تم ایک قاصد کی حیثیت سے میرا خط اس تک پہنچا دو تو تب میں تم کو اس کا نام بتا دوں گی۔ میں نے اس کی اس شرط کو قبول کر لیا۔ تب وہ کہنے لگی۔

”اس کا نام زمرہ بن مغیرہ ہے اس کی حویلی مرید بازار میں ہے۔“

امیر المومنین اس کے بعد اس نے مجھے وہیں بٹھایا۔ اپنی کسی فہریر سے کہہ کر اس نے قلم دوات منگوایا۔ ایک نامہ اس نے تحریر کیا اور جس وقت وہ لکھ رہی تھی میں نے دیکھا۔ اس نے اپنی خوبصورت کلاہوں پر آستینوں کو چڑھایا تھا اور اس کی اس ادا نے اسے پہلے سے زیادہ خوبصورت بنا دیا تھا۔ جو نامہ اس نے مجھے لکھ کر دیا تھا اس کا مضمون کچھ اس طرح تھا۔

”میرے آقا خط کے مضمون میں میں نے جان بوجھ کر دعائیہ کلمات نہیں

لکھے ہیں تاکہ آپ یہ سمجھ جائیں کہ میں خفا ہوں اب یہ انتہا ہے کہ جب آپ میرے گھر کی طرف سے گزریں کرم فرما کر مجھے بھی ایک نظر دیکھ لیا کریں۔ کہ مردہ جسم میں جان پڑ جائی کرے اور کبھی کبھی اپنے کرم سے ایک خط بھی لکھ دیا کریں تب میں سمجھوں گی کہ آپ کی یہ عنایت خلوت و محبت کی ان دوزں کی یادگار ہے جو میں نے اور آپ نے اس نخل گوشا میں ان کے نیچے برسر کی ہیں اور وہ دن آپ کو بھی یاد ہوں گے اور خلوص و محبت کا شکر یہ ادا کروں گی اور خدا آپ کو اس کا اجر دے گا۔“

امیر المومنین میں یہ خط لے کر صبح کو بصرہ کے والی محمد بن سلیمان کے محل میں پہنچا اس

وقت امیر کی مجلس گرم تھی۔ اور اس مجلس میں ایک نہایت ہی حسین نوجوان بھی موجود تھا۔ جو رونق مطلق لگتا تھا۔ جب میں نے اس نوجوان سے متعلق دریافت کیا تو مجھے بتایا گیا کہ اس کا نام زمرہ بن مغیرہ ہے جو بصرہ کے امیر کا ایک معزز درباری ہے غرض اس جسم حسن و جمال کو دیکھ کر حلیم کرنا پڑا کہ کئی الحقیقت اس بچاری پر جو مصیبت ہو رہی ہے وہ کم ہے۔

مجلس ختم ہوئی اور سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تب میں بھی امیر کی رہائش گاہ سے نکل کر زمرہ کے دولت کدہ پر گیا اس وقت زمرہ ایک عجیب سی شان و شوکت کے ساتھ ایک نشست پر بیٹھا تھا میں نے سلام و دعا کے بعد وہ خط پیش کیا جو لڑکی نے مجھے دیا تھا۔ اس نے بڑے اطمینان سے وہ خط پڑھا اور پھر کہنے لگا۔

”میرے عزیز میں نے اس کی جگہ ایک دوسری عورت کا انتخاب کر لیا ہے اور تم بھی اس کو دیکھ سکتے ہو جس کا میں نے انتخاب کیا ہے۔“ چنانچہ اس نے کسی کو آواز دی۔ آواز دینے کے جواب میں ایک گل امدام اور نوخیز حبیبہ پردے سے نکل کر سامنے آئی جو تن آسین کی قمیض پہنے تھی اور حسن و جمال میں بے نظیر تھی۔

زمرہ نے وہ خط جو میں نے اسے دیا تھا اس لڑکی کے حوالے کیا اور یہ بھی کہا کہ تم ہی اس کا جواب دو۔ خط پڑھتے ہی لڑکی کا چہرہ زرد پڑ گیا اور رنگ و حسد کی حرارت سے پسینے پسینے ہو گئی اور ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”حضرت آپ کو یہ کیا سوچھی کہ میری سون کا خط لے کر آئے۔“ اب امیر المومنین میں اس سوال کا کیا جواب دیتا اٹھ کر چلا آیا میرے لئے یہ بڑی مصیبت کا دن تھا۔ چلنے میں پاؤں ڈمگاتے تھے اور میں خاتون کے پاس آیا اور اس نے پوچھا کہ کیا خبر لا ہے۔

میں نے جواب دیا کہ حسرت یاس کے سوا کوئی خبر نہیں ہے۔ جو کچھ میں نے وہاں دیکھا تھا اس کی تفصیل اس لڑکی سے کہہ دی اس پر اس نے کچھ رد عمل کا اظہار نہ کیا۔ مگر اس نے مجھے پانچ سو دینار دیئے۔ اور میں یہ رقم لے کر گھر آ گیا۔

پھر امیر المومنین ایسا ہوا کہ کچھ دنوں کے بعد میں پھر اس خاتون کے محل پر گیا۔ اس وقت دروازے پر سواروں پیادوں کا ہجوم تھا۔ میں گھر کے اندر گیا تو دیکھا کہ زمرہ کے احباب اس خاتون کو سمجھا رہے تھے کہ اب صلح کر لیجئے۔ اور وہ بجز کر کہہ رہی تھی کہ خدا کی قسم میں کبھی اس کی صورت نہ دیکھوں گی۔ یہ دیکھ کر میں نے شکر کا کلمہ ادا کیا۔ کیونکہ یہ صلح کے آثار تھے۔

میں اس لڑکی سے ملا تو اس نے مجھے زمرہ کا ایک خط دکھایا جس کا مضمون یہ تھا۔

”سیدہ! خدا تیری عمر دراز کرے۔ کاش میری زندگی تجھ پر منحصر نہ ہوتی اور میں تمہاری بے وفائیوں کا شکوہ کر سکتا۔ اور خیانتوں کے دہرائے کی جرأت نہ ہوتی۔ انہوں نے میری محبت کو ٹھکرا دیا۔ اور غیر کو مجھ پر ترجیح دی۔“

اس کے بعد اس خاتون نے مجھے وہ تحائف دکھائے جس کی قیمت تیس ہزار دینار تھی۔ اور زمرہ اس کے لیے لایا تھا پھر میں اور وہاں جمع ہونے والے لوگوں نے اپنی پوری کوشش کی اور اس خاتون کو زمرہ سے راضی کرا دیا۔ اور پھر اس لڑکی کا اسی روز زمرہ سے نکاح ہو گیا۔ یہاں تک کہنے کے بعد داستان کو حسین جب خاموش ہوا۔ تب خلیفہ ہارون الرشید تھوڑی دیر تک دھیرے دھیرے مسکراتا رہا۔ پھر داستان کو حسین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”اگر زمرہ سے اس لڑکی کا نکاح نہ ہو چکا ہوتا تو میں اس خاتون کو یقیناً اپنے حرم میں داخل کر لیتا اور اس کی میرے محل میں کچھ اور ہی شان ہوتی۔“

داستان کو کو مخاطب کرتے ہوئے ہارون الرشید مزید کچھ کہتا چاہتا تھا کہ اسی لمحہ ہارون الرشید کا حاجب دویم فضل بن ربیع اجازت لے کر کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے آنے پر ہارون الرشید کے چہرے پر کچھ تشویش کے آثار نمودار ہوئے۔ داستان کو کو اس نے جانے کی اجازت دے دی۔ پھر اپنے حاجب فضل بن ربیع کو مخاطب کرتے ہوئے ہارون الرشید کہہ رہا تھا۔

”ابن ربیع تمہارا اس طرح یہاں آنا کسی علت کے بغیر نہیں ہے۔ کہو کیا بات ہے۔“

اس پر فضل بن ربیع بے حد تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”امیر المومنین ارمینیا سے ایک قاصد آیا ہے۔ وہ بہت بری خبر لے کر آیا ہے۔ خزر خاقان نے مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر ہزاروں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔“ یہاں تک کہتے کہتے حاجب کو رک جانا پڑا۔ اس لیے کہ اس نے دیکھا کہ ہارون الرشید تڑپ کر سیدھا ہو بیٹھا تھا۔ اس کی حالت یکسر بدل گئی تھی۔ چہرے پر آتش و آہن کے خون کی طغیانیوں کا بحر اور قضا کی بغلیں کو برہم کر دینے والا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ نمودار ہو گیا تھا۔ حالت ایسی ہو گئی تھی کہ وہ جیسے اس کی غضبناکی ایک امداد کر دیں گی یا جھوم کر اٹھتے تیز طوفانوں کی طرح اپہل برپا کر کے دکھ دے گی یہ خبر سن کر اس کی نظر میں بجلیاں دل میں تڑپ اور سانسوں میں ایک اپہل سی برپا ہو کر رہ گئی تھی پھر قصر کے اس کمرے میں اس کی آواز اس انداز سے بلند ہوئی۔ جیسے کوہساروں پر برق کڑکی ہو۔ جیسے گہری شب میں

بادل گرے ہوں اور طوفان تک کا کلیجہ دھلا کر رکھ گئے ہوں۔ اس نے اپنے حاجب فضل بن ربیع کو مخاطب کیا تھا۔

”خزر کے غیر مسلم خاقان کو یہ جرأت کیسے ہوئی کہ وہ ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہو کر ہمارے اتنے مسلمان بھائیوں کا قتل عام کرے کیا اس سے پہلے اقوام نے ہمارے بازوؤں کا کس بل نہیں دیکھا۔ کیا آسمان پر جڑے ستاروں نے ہماری قربانی اور جہاد کی داستانیں نہیں سن رکھی۔ کیا ضمیر آدم نے نہیں دیکھا کہ مسلم قوم کے فرزند نبض وطن میں خون کی مائدہ رواں ہونا بھی جانتے ہیں کیا تہذیب انسانی نے نہیں دیکھا کہ ہم جہاں سنگ خشت پر نعل و گوبر لٹاتا جانتے ہیں۔ آہوں کو رقص غم کو چبکنا سکھاتے ہیں دل کی آنچ کو برق کانٹوں کو گدگد کر خشم زرد وادوں کا گلستان بنا سکتے ہیں۔ وہاں ہم علمی فکری قدروں کے اعر برستے شر کا بیجان بھی بن سکتے ہیں۔ لطافت و شادابی میں چمکتی تینوں کی روانی بن کر اقوام عالم کو اپنے سامنے بے ضرر بھیج کر یوں کے ریوڑ کی طرح ہانکنا بھی جانتے ہیں۔“ یہاں تک کہنے کے بعد ہارون الرشید رکا پھر اپنے حاجب دویم فضل بن ربیع کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”ابن ربیع ارمینیا سے آنے والے قاصد کو میرے سامنے پیش کرو۔“

حاجب فضل بن ربیع باہر نکل گیا تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا۔ اپنے ساتھ ارمینیا سے آنے والے قاصد کو لے کر امدار آیا ہارون الرشید اپنی جگہ سے اٹھا پر جوش انداز میں اس نے قاصد سے مصافحہ کیا اپنے سامنے اسے بیٹھنے کے لیے کہا پھر اسے تفصیل بتانے کا حکم دیا جب قاصد نے خزر کے غیر مسلم خاقان کی لڑکی کے بارے جانے اور اس کا الزام مسلمانوں پر لگانے اور مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر تباہی و بربادی کا کھیل کھیلنے کی داستان تفصیل سے کہہ دی تھی۔

ساری تفصیل سن کر خلیفہ ہارون الرشید کا چہرہ ایک بار پھر تپے ہوئے سرخ گرم لوہے کی مانند ہو گیا تھا۔ کچھ دیر تک وہ ہونٹ کاٹا اور سوچتا رہا پھر قصر میں اس کی آواز گونجی تھی۔

”ابن ربیع اس قاصد کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور اس کے طعام و قیام کا عمدہ انتظام کرو۔ سارے سالاروں علماء دین سلطنت کو اسی وقت میرے سامنے حاضر ہونے کا حکم دو فی الفور وقت ضائع نہیں کرنا۔“ ہارون الرشید کا حکم سن کر فضل بن ربیع حرکت میں آیا اور ارمینیا سے آنے والے اس قاصد کو اپنے ساتھ لے گیا۔

کچھ ہی دیر بعد قصر کا وہ کمرہ علماء دین اور سلطنت کے سالاروں سے بھر گیا ان میں

ہارون الرشید کے قریبی عزیزوں کے علاوہ لشکر کے بڑے بڑے سالاروں میں سے اسماعیل بن قاسم ابراہیم بن قاسم دونوں بھائی یزید بن مروان داؤد بن نعمان ہاشم بن صدقات عبد الملک بن صالح سلیمان بن ابی جعفر یزید بن عبدہ اور ان سب کے علاوہ ہارون الرشید کے محافظ دستوں کا سالار اعلیٰ ہرثمہ بن النین شامی طبیب جبرائیل قاضی القضاء امام ابو یوسف حاجب اول محمد بن خالد برکی وزیروں میں سے بچی برکی، موسیٰ برکی خالد برکی، ان کے علاوہ سلطنت کا جلاذ اعظم ابو ہاشم مسرور، دوسرا شامی طبیب عیسیٰ بن صید لانی شامی موسیقار ابراہیم موسلی حاجب دوم فضل بن ربیع اور دیگر عمائدین سلطنت شامل تھے۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تب ہارون الرشید نے قاصد کی لائی ہوئی خبر کی تفصیل کہہ دی تھی۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر ہارون الرشید سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”تم سب کے آنے سے پہلے میرے جانثار جو میں نے فیصلہ کیا ہے اس سے میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں۔ خزر کے خاقان نے آرمینیا میں مسلمانوں کا جو قتل عام کیا ہے اس کا ہم ان سے خوب انتقام لیں گے قاصد کا کہنا ہے کہ خزر کے خاقان نے لشکر کے کئی حصے آرمینیا پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ کئے جنہوں نے آرمینیا میں تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلنا اور مسلمانوں کا ناقابل تلافی نقصان کیا۔

اب جو فیصلہ میں نے کیا ہے وہ یہ کہ میں اپنی طرف سے یزید بن غزوان کو آرمینیا کا نیا والی مقرر کرتا ہوں۔“

جو لشکر خزر کے وحشی حملہ آوروں سے انتقام لینے کے لئے روانہ کیا جائے گا اس کا سالار اعلیٰ میں اسماعیل بن قاسم کو مقرر کرتا ہوں جبکہ عبد الملک بن صالح اسماعیل بن قاسم کے نائب کی حیثیت میں شامل ہوگا ساتھ ہی تھوڑی دیر تک میں نصیبین کی طرف تیز رفتار قاصد روانہ کر رہا ہوں وہاں جو لشکر ہے اس کی کمان داری خزیمہ بن خازم کر رہا ہے اس کے لیے میں حکم جاری کر رہا ہوں کہ وہ اپنے لشکر کو لے کر فی الفور ہا کو پہنچے۔

جہاں تک اسماعیل بن قاسم اور عبد الملک بن صالح کا تعلق ہے تو یہ دونوں اپنے لشکر کو لے کر یہاں سے سیدھا ہا کو کا رخ کریں گے وہاں خزیمہ بن خازم ان سے پہلے وہاں پہنچ چکا ہوگا خزیمہ بن خازم بھی وہاں اسماعیل بن قاسم کے لشکر میں اس کے نائب کی حیثیت سے کام کرے گا خزیمہ بن خازم کو اس لیے نصیبین سے میں ہا کو کی طرف روانہ کر رہا ہوں کہ وہ ان علاقوں سے خوب واقف ہے یزید بن غزوان بھی آرمینیا کے حاکم کی حیثیت سے آرمینیا کے حالات درست کرے گا اس کے بعد یزید بن فرید سارے انتظامات اپنے ہاتھ میں لے لے

گا۔“ یہاں تک کہنے کے بعد امیر المومنین ہارون الرشید لمحہ بھر کے رکا کچھ سوچا پھر اپنے سلسلہ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”جب تک اسماعیل بن قاسم آرمینیا میں اپنی کاروائیوں میں مصروف رہے گا اس وقت تک خزیمہ بن خازم تو پہلے ہی اس کے نائب کی حیثیت سے کام کرے گا لیکن یزید بن غزوان بھی اس کے ماتحت رہے گا اسماعیل بن قاسم کا ہر فیصلہ آخری ہوگا خزیمہ بن خازم اور یزید بن غزوان دونوں کو اس کا اتباع کرنا ہوگا اور جب اسماعیل بن قاسم ہی اس ہم کو کامیاب کرے گا تب ایک والی کی حیثیت سے یزید بن غزوان وہاں کے حالات کو اپنی گرفت میں لے لے گا میرے پاس صرف اسماعیل بن قاسم اور یزید بن غزوان بیٹھے رہیں باقی سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں۔“

اس کے ساتھ ہی سب لوگ اپنی جگہوں پر اٹھ کھڑے ہوئے اس موقع پر اچانک ہارون الرشید کو کچھ خیال گزرا اور وہ اسماعیل بن قاسم کے چھوٹے بھائی ابراہیم بن قاسم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابراہیم! تم زرا رکو۔“

ابراہیم بن قاسم رکا ہارون الرشید کے سامنے آیا ہارون الرشید نے اسے سکرارتے ہوئے مخاطب کیا مگر جا کے اپنے اہل خانہ کو اپنے بڑے بھائی اسماعیل بن قاسم کی روانگی کی اطلاع کر دینا تا کہ اس کے کوچ کی تیاریاں جلدی ہو جائیں۔

جواب میں سکرارتے ہوئے ابراہیم بن قاسم نے اپنے سر کو خم کیا پھر وہ بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ وہاں سے نکل گیا تھا۔

سب کے چلے جانے کے بعد تھوڑی دیر تک قصر میں خاموشی رہی ایک بھر پور نگاہ پہلے ہارون الرشید نے یزید بن غزوان پر ڈالی پھر اپنے قریب ہی بیٹھے ہوئے اسماعیل بن قاسم کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”اسماعیل بیٹے تم جانتے ہو تمہاری حیثیت میرے ہاں میرے بیٹوں عبد اللہ اور محمد جیسی ہے میں نے تمہیں اپنے ترحش کا سب سے کڑا تیر جان کر آرمینیا کی مہم کے لئے مقرر کیا ہے میں جانتا ہوں کہ وہاں کے حالات بڑے ابتر اور خراب ہوں گے۔

چار سو خزر کے خاقان نے تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلنا ہوگا میں تم سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ تباہی اور بربادی کے اس کھیل میں تم ہر صورت میں خزر کے خاقان کے لشکروں کو اپنے سامنے زیر کرتے ہوئے اپنے علاقوں کی حفاظت اور تحفظ کا سامان کرو گے۔

”ابن قاسم میں آج جو قاصد روانہ کروں گا ان سے پیغام پاک خزیمرہ بن خازم نصیبین سے ہا کو شہر کا رخ کرے گا وہ تمہارے نائب کی حیثیت سے کام کرے گا اس کے علاوہ اگر تم کسی سالار کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہو تو کہو۔“

اس پر اسلعل بن قاسم کہنے لگا۔

”امیر المومنین میرے لیے تو خزیمرہ بن خازم ہی کافی ہے اور پھر آپ جانتے ہیں کہ یزید بن غزوآن کمزور کا دھنی ہے۔ ضرورت کے وقت یہ بھی میرا بہترین دست راست ثابت ہو سکتا ہے آپ عبدالملک بن صالح کو بھی یہیں رہنے دیں۔“ یہاں تک کہنے کے بعد اسلعل بن قاسم جب خاموش ہوا تب ہارون الرشید نے اپنے حاجب فضل بن ریح کو آواز دی۔

تھوڑی دیر بعد فضل بن ریح جب اندر داخل ہوا تو امیر المومنین نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”ابن ریح ذرا ہرثمہ بن المین کو بلا کر لاؤ۔“

سرکوفم کرتے ہوئے فضل بن ریح وہاں سے نکل گیا تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اس کے ساتھ امیر المومنین کے محافظ دستوں کا سالار ہرثمہ بن المین بھی تھا دونوں امیر المومنین کے سامنے آکر کھڑے ہوئے پھر ہارون الرشید نے ان دونوں کو مخاطب کیا۔

”تم دونوں لشکر گاہ کی طرف جاؤ وہاں سے جس لشکر نے اسلعل بن قاسم کے ساتھ جانا ہے اس کی تیاری کی تکمیل کرواؤ۔“ اس کے بعد ہارون الرشید نے ہرثمہ بن المین اور فضل بن ریح کو اس لشکر کی تفصیل بھی بتا دی تھی جس نے اسلعل بن قاسم کے ساتھ جانا تھا پھر ہارون الرشید کے کہنے پر ہرثمہ بن المین اور فضل بن ریح دونوں وہاں سے نکل گئے تھے ان کے جانے کے بعد ہارون الرشید نے اسلعل بن قاسم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تم شروع کیا۔

”ابن قاسم اب تم اور یزید بن غزوآن بھی جاؤ اپنے گھروں کا رخ کرو اپنی تیاری کرو اس کے بعد لشکر گاہ کی طرف جاؤ اتنی دیر تک وہ لشکر تیار ہو گا جس نے تمہارے ساتھ کوچ کرنا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تم وقت ضائع کئے بغیر یہاں سے ہا کو کی طرف کوچ کر جاؤ۔“

اس کے ساتھ ہی اسلعل بن قاسم اور یزید بن غزوآن اٹھ کھڑے ہوئے پھر ہارون الرشید کو تعظیم دیتے ہوئے قصر کے اس کمرے سے نکل گئے تھے۔

قصر سے نکل کر اسلعل بن قاسم نے یزید بن غزوآن کو مخاطب کیا۔

”ابن غزوآن میرے بھائی میں گھر میں زیادہ دیر نہیں لگاؤں گا تم بھی جس قدر جلد ہو

ابن قاسم میں جانتا ہوں کہ تم ان جو جوانوں میں سے ہو جو موت کے نقش پاک کو کوچ کر دشمن کے کاسرول میں زہر بھرتے ہوئے اپنی فتح مندی کا اعلان کر دیتے ہیں۔ جو وابستہ بن کر کوئٹہ لہی کالی راتوں میں تنگ نوکیلی گھانٹوں اور نیچے پر اسرار کو ہستانی راستوں سمندر سے ساحل کی طرف بھاگتی لہروں سرکش دریاؤں اور سخت چٹانوں میں دھوپ و چھاؤں کے کھیل میں بھی دشمن پر حاوی رہتے ہوئے اس کے مقدر اور اس کی ہر تدبیر کو ریت پر لکھے نوشتے اور سلح آب پر لکھی تحریر سے بھی زیادہ ناپائیدار بناتے ہوئے اس کی حالت بے برگ و ثمر کے اشجار اور بخت رسوائی سے بھی زیادہ ہولناک بنانے کا ہنر جانتے ہیں۔

ابن قاسم شاید خزر کے خاقان کو اس سے پہلے ایسے مجاہدوں سے پالائیں پڑا جو جیلے زروں کو جیتا دیں۔ جو طوفانوں کی سانس اٹھا دیں جو ایک ہی ٹھوکر میں ستم کا راج الٹ کے رکھ دیں ہستی کو اٹھا کر سراج پر رکھ دیں ہر شے گل پر شبنم کا تاج سجا دیں نکلے نکلے کوچ بند کی سکھا کے رکھ دیں اس نے شاید ابھی تک ہماری سرفروشی کا نشہ ہماری تعمیروں کی انگریزی نہیں دیکھی۔“

ہارون الرشید جب خاموش ہوا تب اسلعل بن قاسم کی حالت یکسر ہی بدل گئی تھی وہ ایک دروازہ خوب منجھے ہوئے کڑیں جسم کا جوان تھا چہرے پر سرخی و خنکی آگئی تھی ہارون الرشید کے خاموش ہونے پر وہ اٹھا۔

”امیر المومنین میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں دشمن کو بے ضرر بھیج کر بکریوں کے ریوڑ کی طرح ہانکوں گا ان کے مقدر میں ماتی ستاروں خوفناک شاموں خانہ ویران تیرگی بھر کے رکھ دوں گا اگر شمال کے ان وحشیوں نے ہماری قوم کے دامن کو خون میں ڈبو یا ہے اگر انہوں نے نوابیں لہیہ اور قوانین قدرت سے بغاوت کی ہے تو ہم اس کے خلاف کوزہ گر کے چاک کی طرح حرکت میں آئیں گے ان کے دامن میں جرات مندی کا کوئی قاعدہ ضابطہ ترغیب و تحریص کی کوئی آمیزش اور آویزش نہیں رہنے دیں گے میرے خداوند نے چاہا تو ان کے خلاف ہم دھول اڑاتے ہواؤں کے بجھکڑوں اور بے روک طوفانوں کی طرح ایسے انداز میں حرکت میں آئیں گے کہ ان سرسبز زمینوں کے درخت ان پر بین کریں گے راستے انہیں لہو لہان دکھائی دیں گے۔“

اسلعل بن قاسم کی اس گفتگو سے شاید ہارون الرشید مطمئن ہو گیا تھا اس لئے کہ اس کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ تھی اسلعل بن قاسم جب خاموش ہوا تب ہارون الرشید اسے مخاطب کرتے ہوئے پھر کہہ رہا تھا۔

رکھا رہا ہے اب میں سوچتا ہوں کہ اس مہم میں ناجانے وہ مجھے اپنے ساتھ لے جانا پسند کرے گا کہ نہیں پر میرا دل چاہتا ہے کہ میں برصورت میں اس کے ساتھ جاؤں اس کے ساتھ رہوں اس لئے کہ خدا گواہ ہے کہ جہاں کہیں اسماعیل نہیں ہوتا وہاں میرا جی لگتا نہیں ہے۔“

عطریف دراصل کبھی قاسم کے باپ کا غلام ہوا کرتا تھا پر قاسم نے اسے آزاد کر دیا تھا عطریف عمر میں قاسم سے کافی چھوٹا تھا جو خاتون اس کے ساتھ حویلی کے اس حصے سے آئی تھی۔ وہ اس کی بیوی رویان تھی دونوں میاں بیوی کی کوئی اولاد نہ تھی اسماعیل بن قاسم ابراہیم بن قاسم اور ان کی بہن سادا کو اپنی اولاد ہی کی طرح چاہتے تھے اور قاسم نے ان دونوں میاں بیوی کو اپنے عزیز واقارب ہی کی طرح اپنی حویلی میں قیام کے لئے جگہ دے رکھی تھی۔ عطریف کی پریشانی اور فکر مندی دیکھتے ہوئے قاسم مسکرایا پھر کہنے لگا۔

”عطریف میرے عزیز بھائی! تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے اسماعیل کو آنے دو میں اس سے بات کروں گا وہ تمہیں ضرور اپنے ساتھ لے جانے پر رضامند ہو جائے گا۔“

ابن قاسم کی اس گفتگو سے عطریف خوش ہو گیا تھا۔ اس موقع پر رویان حرکت میں آئی اور سادا کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”سادا میری بیٹی آؤ دونوں مل کے پہلے اسماعیل کے لئے زادراہ تیار کریں میرے خیال میں وہ جلد لوٹ آئے گا میں چاہتی ہوں اس کی تیاری میں وقت ضائع نہ ہو۔“

ابن قاسم اور ابراہیم دونوں رویان کی اس گفتگو پر مسکرا دیئے تھے سادا آگے بڑھی رویان کا اس نے ہاتھ تھاما پھر دونوں مڑیں اور مطبخ کی طرف چلی گئی تھیں جبکہ قاسم، عطریف اور ابراہیم تینوں دیوان خانے میں بیٹھ کر باہم گفتگو کرنے لگے تھے۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ حویلی میں اسماعیل بن قاسم داخل ہوا شاید اس کے آنے کی آواز کو اس کی بہن سادا نے بھانپ لیا تھا لہذا وہ مطبخ سے بھاگتی ہوئی باہر نکلے اور بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے وہ بھاگ کر اسماعیل بن قاسم سے اپن گئی تھی پھر بڑے پیار بڑی محبت کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

”بھائی چھوٹے بھائی کہہ رہے تھے کہ آپ کسی مہم پر جا رہے ہیں اس کی تفصیل بھی کچھ بھائی نے بتادی ہے آپ کب تک روانہ ہوں گے۔“

اسماعیل بن قاسم نے جبکہ سادا کا سر چومنا پھر بڑی شفقت میں کہنے لگا۔

”میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے میں بس گھوڑا تیار کرنے لگا ہوں پھر یہاں سے میں

لنگر گاہ میں پہنچنا تاکہ ہم یہاں سے کوچ کریں۔“ یزید بن غزوہ نے اسماعیل بن قاسم کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر دونوں اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

اسماعیل بن قاسم کا چھوٹا بھائی ابراہیم بن قاسم اپنی حویلی میں داخل ہوا ابھی وہ صحن کے درمیان ہی پہنچا تھا کہ سامنے کی طرف سے اس کا باپ قاسم نمودار ہوا جس کے ساتھ قاسم کی بیٹی اور اسماعیل و ابراہیم کی بہن سادا بھی تھی قاسم ابراہیم کو مخاطب کرتے ہوئے کچھ پوچھتا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی اس کی بیٹی سادا اپنے بھائی ابراہیم بن قاسم کو مخاطب کرتے ہوئے بول اٹھی۔

”بھائی آپ اکیلے ہیں بڑے بھائی کہاں ہیں۔“ سادا جو بارہ تیرہ سال کی بچی ہوگی اس نے یہ الفاظ اس مصیبت سے ادا کیے تھے کہ ابراہیم مسکرا دیا آگے بڑھ کر اس نے سادا کا سر چومنا پھر باپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”بابا آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے امیر نے سارے سالاروں کو طلب کیا تھا اس لیے کہ آرمینیا پر خزر کے خاقان نے حملہ آور ہو کر مسلمانوں کو ناقابل حلافی نقصان پہنچایا ہے امیر نے اس کی سرکوبی کے لئے جو لشکر تیار کیا ہے اس کا کمان دار بھائی کو مقرر کیا ہے بھائی تمہوڑی دیر تک گھر آئیں گے میرے خیال میں وقت ضائع کئے بغیر وہ اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے آرمینیا کی طرف کوچ کر جائیں گے۔“

امیر المومنین نے مجھے یہ کہہ کر بھیجا ہے کہ میں یہ پیغام آپ تک پہنچاؤں تاکہ بھائی کے کوچ کی تیاری میں دیر نہ لگے سادا تم فوراً حرکت میں آؤ اس لیے کہ۔۔۔۔۔“

یہاں تک کہتے کہتے ابراہیم بن قاسم کو رک جانا پڑا اس لیے کہ حویلی کی بائیں جانب سے ذہلی عمر کا ایک شخص اور اسی عمر کی خاتون نمودار ہوئے پھر آنے والے مرد نے ابراہیم کو مخاطب کیا۔

”ابراہیم میرے بیٹے تم اسماعیل سے متعلق کیا کہہ رہے تھے۔“

اس پر ابراہیم نے جو گفتگو اپنے باپ اور بہن سے کی تھی اس کی تفصیل بتادی اس پر آنے والا وہ مرد کسی قدر اداس سا ہو گیا تھا ابراہیم نے فوراً اسے مخاطب کیا۔

”عم عطریف آپ پریشان کیوں ہو گئے۔“ اس پر وہ بوڑھا جس کا نام عطریف پکارا گیا تھا کہنے لگا۔

”ابراہیم میرے بیٹے تم جانے ہو کہ اکثر و بیشتر اپنی بہنوں میں اسماعیل مجھے اپنے ساتھ

مستقر کی طرف جاؤں گا اور وہاں سے کوچ کر جاؤں گا۔“

سادا نے اسٹعلیل بن قاسم کا ایک ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا بڑے پیار سے اسے تھپتھپایا پھر کہنے لگی۔

”بھائی آپ تھوڑی سی دیر کے لئے دیوان خانے میں بیٹھیں وہاں بابا، عم، عطفیف اور بھائی بیٹھے ہوئے ہیں میں اور خالدہ رویان آپ کے لیے زادراہ تیار کر رہی ہیں میں زیادہ دیر نہیں لگاؤں گی ان کے ساتھ تھوڑی دیر بیٹھیں اب میں آپ کے کوچ کی تیاری کرتی ہوں۔“

جواب میں اسٹعلیل بن قاسم مسکرا دیا سادا کا گال اس نے بڑے پیار سے تھپتھپایا جس پر سادا بھگتی ہوئی مٹخ کی طرف چلی گئی تھی جبکہ اسٹعلیل دیوان خانے میں داخل ہوا۔ آگے بڑھ کر وہ اپنے باپ قاسم کے پہلو میں بیٹھ گیا پھر اسے مخاطب کر کے وہ کہہ رہا تھا۔

”بابا میری روانگی کی تفصیل یقیناً ابراہیم نے بتا دی ہوگی میرے خیال میں مجھے کہنے کی ضرورت نہیں ہے میں بہت جلد یہاں سے کوچ کرنے والا ہوں میری کامیابی کی دعا کیجئے گا۔“ قاسم مسکرایا بڑے پیارے انداز میں اس نے اپنے بیٹے اسٹعلیل کی پٹہ تھپتھپائی پھر کہنے لگا۔ ”میرے بیٹے تم نے بھی کبوتب بھی میں ہمہ وقت تم دونوں بھائیوں کی کامیابی اور کامرانی کے لئے دعائیں تو مانگتا ہی رہتا ہوں بیٹے جس طرح تم پہلی مہموں میں کامیاب اور کامران رہتے رہے ہو مجھے امید ہے کہ اس مہم میں بھی تم ظفر مند لوٹو گے آرمینیا کی بغاوت یقیناً خوفناک ہوگی اور اس کے لئے میں سمجھتا ہوں کہ سالار کی حیثیت سے تمہارا انتخاب صرف تمہارے ہی نہیں ہمارے لیے بھی سعادت کا باعث ہے بیٹے زندگی میں خدمت کے ایسے مواقع بہت کم ملتے ہیں یہ بھی یاد رکھنا کہ ایک مجاہد کی زندگی سرکش ہواؤں کی موجوں میں رینگنے سلیکے سرخ لاوے تھکے ہارے بادلوں کی شانوں پر سرگرداں طوفانوں اور زمین کی ککھ سے انگڑائی لے کر اٹھتے بیجان کی مانند ہوتی ہے اسے کبھی موت و زیست کے سنگم پر کھڑی ہو کر وقت کے ناپاس لحوں کا مقابلہ کرنا ہوتا ہے کبھی سرگرداں بے سمت بھگتی آنسوؤں میں سینہ تان کر آنے والے دنوں کی خونی دلدل اور قضا کی بکھرتی کرچیوں میں اپنی فکری اور ارادی قوتوں کو تلاش کرنا پڑتا ہے۔ کبھی کانٹوں کے حصار کے اس پار سراپوں عذابوں میں کھڑے ہو کر سود و زیاں کے اندیشوں ہست کے احوال اور نیستی کی داستانوں میں تیز کرنا پڑتی ہے میرے بیٹے ان حالات ان حادثات میں کامیاب و ناکام رہتا ہے جس کی لگن بچی ہو اور وہ

روشنی کی ستون کو تھامے اندھیروں میں دھکی آگ کی چنگاری بن کر اپنی منزل کی طرف بڑھتا رہے۔ بیٹے تمہاری روانگی کے بعد میں تمہارے لیے دعا کرتا رہوں گا کہ کعبہ کا رب اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل تمہیں وقت کے لا علاج تعصب کے مرض، موروثی وراثتی اداہم حادثات کی آنسوؤں اور ناموافق زلزلوں کی قہر مانیوں سے حروف دعا کی جاگتی حدت جیسی کامیابی نگاہ و دل کو گرما دینے والی فوز مند کی طرح نکالے۔“

قاسم مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اسے رک جانا پڑا اس لیے کہ دروازے پر سادا نمودار ہوئی اور اسٹعلیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”میں نے آپ کا زادراہ تیار کر دیا ہے اگر آپ میری وجہ سے یہاں بیٹھے ہوئے ہیں تو پھر میری طرف سے آپ کی تیاری مکمل ہے۔“

اس پر اسٹعلیل اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا قاسم ابراہیم عطفیف بھی کھڑے ہو گئے سب باہر آئے سب سے پہلے ابراہیم اسٹعلیل کی طرف گیا اسٹعلیل کے گھوڑے پر اس نے زین ڈال دی گھوڑے کو دھانچہ چڑھا دیا تھا اور زین کے ساتھ اور وہاں پڑ دو خچرینیں بھی ایک طریقے اور قرینے کے ساتھ اس نے زین کے ساتھ باندھ دیں تھیں پھر وہ واپس آیا اور سادا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”سادا بھائی کا زادراہ لاؤ میں گھوڑے پر زین ڈال آیا ہوں اور زین کے ساتھ باندھی خچریوں میں میں واندہ ڈالتا ہوں۔“

اس پر سادا مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

”نہیں میرے بھائی یوں نہیں ہوگا آپ ایسا کریں اسٹعلیل سے گھوڑے کو نکال کر یہاں لائیں آپ نے بھائی کے گھوڑے پر زین ڈال دی ہے اور اسے دھانچہ میں چڑھا دیا ہوگا زین کے ساتھ خچریں بھی باندھ دیں ہیں۔ آپ کی طرف سے بھائی کے لیے اتنا کام ہی کافی ہے باقی کام میں خود اپنے ہاتھوں سے انجام دوں گی۔“

سادا کی اس گفتگو سے قاسم، عطفیف، ابراہیم اور اسٹعلیل مسکرا رہے تھے پھر بڑی تیزی سے ابراہیم اسٹعلیل کی طرف گیا اسٹعلیل کے گھوڑے کو وہ کھول کر صحن میں لے آیا اس پر سادا فوراً حرکت میں آئی اور بھاگتے ہوئے اس نے اسٹعلیل کے گھوڑے کی زین سے پہلے پانی کا مشکیزہ باندھ خچرین میں اس نے زادراہ ڈال دیا پھر وہ اداس سی ایک طرف ہو کے کھڑی ہو گئی تھی۔

اس کی کیفیت شاید اسٹعلیل نے بھانپ لی تھی اس کی طرف بڑھا جھکا اس کی پیشانی چومی

پھر کہنے لگا۔

”میری منہی بہن ایسے موافقے پر تجھے اس تو نہیں ہونا چاہئے تھا میری روائگی کے وقت میری بہن کو مسکراتا چاہئے تاکہ اپنی ہم کے دوران میرے ذہن میری آنکھوں میری خوابوں میں بہن کا مسکراتا ہوا چہرہ آئے سن میرے بعد میری کامیابی کی دعا بھی کرنا۔“

ساوا مسکرا دی تھی اسٹیل کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر انہیں بوسا دیا پھر کہنے لگی۔

”اخی آپ کس قسم کی گفتگو کرتے ہیں میں آپ کی اکلوتی بہن ہوں میں آپ دونوں بھائیوں کے لیے دعا نہیں کروں گی تو اور کون کرے گا۔“ پھر اسٹیل کا ہاتھ تمام کر وہ گھوڑے کے قریب لائی اور کہنے لگی۔

”بھائی آپ نے کچھ کھایا پیا بھی نہیں ہے میں نے آپ سے اس لئے نہیں پوچھا اس لئے کہ پہلی مہموں پر بھی جب بھی آپ جایا کرتے تو آپ بغیر کھائے پئے ہی رخصت ہو جاتے تھے بہر حال زادراہ اس قدر ہے کہ وہ آپ کے لیے کئی دن نکال جائے گا۔“

جواب میں اسٹیل مسکرا دیا پھر باری باری وہ قاسم عطرین اور ابراہیم سے گلے ملائی دیر تک رویان بھی باہر آگئی تھی پھر آخر میں اس نے رویان اور ساوا کو ہاتھ ملا کر الوداع کہا اس کے بعد وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اسے ایڑھ لگاتا چاہتا تھا کہ قاسم نے اسے مخاطب کیا۔

”اسٹیل میرے بیٹے کو عطرین بھی جہارے ساتھ جائے گا۔ یہ اس کی خواہش ہے۔ انکار نہ کرنا۔“

اسٹیل کچھ کہنے والا تھا کہ ابراہیم بول اٹھا۔

”بھائی! میں نے آپ کو بتایا نہیں عم عطرین کا گھوڑا اصل میں زین ڈال کر میں تیار کر چکا ہوں آپ کی طرف سے قبل باہم کو آپ کے ساتھ بیجئے کا وعدہ کر چکے ہیں۔“

اسٹیل نے غور سے عطرین کی طرف دیکھا۔ عطرین نے مسکراتے ہوئے جواب میں اثبات میں سر ہلا دیا۔ اسٹیل اسے ساتھ لے جانے پر رضامند ہو گیا۔ ابراہیم بھاگ کر اس کا گھوڑا لے آیا۔ دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔

اسٹیل بن قاسم کی روائگی کے اگلے روز جعفر برکی کے محل میں بجی برک فضل برک موسیٰ برک خالد برک اور محمد بن خالد برک کے علاوہ ان کے عزیز واقارب اور کچھ بیٹے بھی جمع ہوئے۔

جعفر برکی کے محل کا وہ شان دار کمرہ تھا جس میں یہ سب لوگ کسی خاص مقصد کے تحت جمع ہوئے تھے۔ جس محلے میں یہ برکی آباد تھے بغداد کا یہ محلہ شالیہ کہلاتا تھا اور یہیں سب برک آباد تھے پہلے بھی اس حصے میں خالد برکی نے ایک محل تعمیر کیا اس کی وفات کے بعد بجی اور فضل نے بھی شالیہ میں شاندار عمارتیں اور محل تعمیر کروائے اور سب سے آخر میں جعفر نے یہ محل اپنے لیے تعمیر کروایا کہتے ہیں کہ یہ ایک ایسی عظیم الشان عمارت بنائی گئی تھی جس کا مقابلہ بنو عباس کے قصر الخلا اور قصر الذہب سے ہو سکتا تھا۔

باہر کے لوگ جو سیاحت کے لئے بغداد میں آتے تھے۔ وہ جعفر کے اس محل کو ضرور دیکھتے تھے اس عمارت کی تعمیر شاہان عجم کے طرز تعمیر پر ہوئی تھی اور جس کی لاگت پر اس وقت لگ بھگ دو کروڑ درہم خرچ ہوئے تھے جعفر برکی کو خود بھی اس محل پر ناز تھا۔

اس محل کی تعمیر کے بعد ہارون الرشید کسی قدر جعفر سے برہم بھی ہوا تھا چنانچہ جعفر کو بھی اس معاملہ میں ہارون الرشید سے کسی قدر اندیشہ اور خطرہ لاحق ہونے لگا تھا اس محل کی تعمیر کے بعد جو لوگ بھی محل کو دیکھنے آتے جعفر ان سے یہ سوال ضرور کیا کرتا تھا کہ اس میں جو عیب ہوں وہ بیان کیے جائیں تاکہ اصلاح کر دی جائے۔

بہر حال یہ ایک شاندار محل تھا جس میں ہر اکمہ کے علاوہ ان کے کچھ اور عزیز واقارب اور غمی جمع ہوئے جب سب لوگ وہاں جمع ہوئے تب ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے جعفر کہہ رہا تھا۔

”میرے عزیز! تم سب لوگوں کو یہاں جمع کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تم پر یہ واضح کیا جائے کہ حالات جو سامنے آ رہے ہیں وہ اس بات کی غمازی کر رہے ہیں کہ عربوں کے خلیفہ کی طرف سے ایرانیوں پر ترجیح اور فضیلت دی جانے لگی ہے میں صرف حال ہی کا ایک

واقعہ تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں۔

آرمینیا میں جو بغاوت کھڑی ہوئی ہے اس میں اسماعیل بن قاسم کو بھیجتا کوئی زیادہ اہم اور ضروری نہیں تھا وہ اس لئے کہ اسماعیل بن قاسم ان علاقوں سے آشنا نہیں ہے اس مقصد کے لئے فضل برکی یا خالد برکی کو بھیجا جاسکتا تھا ہمارا علاقہ گورخاسان ہے لیکن آرمینیا کا علاقہ بھی ہمارا خوب دیکھا بھلا ہے کسی ایرانی یا عجمی کو اس مہم پر روانہ نہ کرنے کے کوئی اچھے نتائج نہیں نکلیں گے اس لیے کہ امیر المومنین نے جہاں آرمینیا کی اس مہم کو سر کرنے کے لئے عرب سالار اسماعیل بن قاسم کا انتخاب کیا ہے وہاں دوسری ترجیح یہ دی گئی ہے کہ آرمینیا کا والی یزید بن غزوآن کو مقرر کیا گیا ہے اور وہ بھی اسماعیل بن قاسم کے ساتھ روانہ ہو چکا ہے اب یزید بن غزوآن آرمینیا کے علاوہ خراسان پر بھی نگاہ رکھے گا اور پہلے کی طرح ہم خراسان میں سن مانی نہ کر پائیں گے۔

دیکھو! حالات خطرے کا جس بجائے لگ گئے ہیں اسماعیل بن قاسم کو اگر آرمینیا کی مہم پر روانہ نہ کرتا یہ تھا تو امیر المومنین حاجب کی حیثیت سے محمد بن خالد برکی کو یہ سارے احکامات سونپیں اس لیے کہ وہ حاجب اول ہے لیکن ایسا نہیں کیا گیا امیر المومنین نے حاجب دوم فضل بن ربیع سے یہ کام لیا ہے اس کا مطلب ہے خلیفہ آہستہ آہستہ اور دن بدن ایرانیوں کو نظر انداز اور عربوں کو فضیلت دینے لگ گیا ہے۔

میں تم پر یہ بھی واضح کروں کہ ہارون الرشید کے دونوں بڑے بیٹے یعنی مامون اور امین کے درمیان بھی عرب اور ایرانی کی حیثیت سے ملامتیں پیدا ہونا شروع ہو چکی ہیں۔ زبیدہ کا بیٹا امین عرب ہے مامون کی ماں ایرانی ہے اب ہم ایرانیوں نے سارے عجمیوں کو اپنے ساتھ ملا کر مامون الرشید کا ساتھ دینا ہے عرب امین کو مامون پر ترجیح دیں گے۔

مزید یہ کہ اسماعیل بن قاسم کی کمانداری میں جو لشکر آرمینیا کی مہم پر روانہ کیا گیا ہے اس میں زیادہ تر عرب شامل ہیں اس سے بھی نشاندہی ہوتی ہے کہ ہمیں نظر انداز کیا جانے لگا ہے سب سے اہم بات جو میں تم لوگوں سے کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اپنی گفتگو میں اپنی بول چال اپنی حرکات و سکنات میں بالکل محتاط رہنا کسی پر یہ واضح اور کسی پر یہ جھلک تک نہ آنے پائے کہ اندر ہی اندر عربوں اور ایرانیوں کے درمیان چپقلش کی ایک تحریک شروع ہو چکی ہے جن لوگوں سے بچ کر رہنا ہے ان کے نام بھی میں تم پر واضح کرتا ہوں۔

سب سے پہلے عیسائی اور نصرانی درباری طبیب جبرائیل سے بچ کر رہنا یہ عربوں کا ہم نوا ہے اور ہارون الرشید اس پر اعتماد بھی کرتا ہے۔

دوسرا شخص جس سے بچنا ہے وہ ابو ہاشم سرور شای جلاہ ہے یہ بھی انتخاب درجہ کا خطرناک آدمی ہے ہارون الرشید آنکھیں بند کر کے اس پر اعتماد کرتا ہے اور وہ ہارون الرشید کا بہتر مددگار بھی ہے۔

تیسرا شخص جس سے بچنا ہے وہ زراہہ ہے یہ ایرانی اور عجمیوں کا سب سے بڑا دشمن ہے کزقم کا عرب ہے اور امیر المومنین ہارون الرشید کے سب سے زیادہ قابل اعتماد مددگیوں میں سے ہے اور ہارون الرشید کے ساتھ اس کے تعلقات کی یہ حالت ہے کہ ہارون الرشید جب اکیلا ہوتا ہے اور وہ داستان گوؤں کو نہیں بلاتا تو زراہہ کو اپنے پاس بلا کر اس کی صحبت میں وقت گزارتا ہے۔

وہ اور مزید خطرناک آدمی ہیں جن سے بچ کر رہنا ہے ایک جعفر عبد اللہ ہاشمی اور دوسرا محمد بن لیث یہ بھی ہمارے بدترین دشمن ہیں اور ہارون الرشید ان پر اعتماد بھی کرتا ہے ان کے علاوہ دو اور بھی ہیں دونوں داستانوں گو ہیں حسین اور اسمعی ایک اور انکشاف میں تم پر کروں کہ امیر المومنین ہارون الرشید کا خادم خاص رجا بھی ہمارے لیے خطرے کا باعث بن سکتا ہے اس لیے کہ اس کے اسماعیل بن قاسم کے ساتھ بہترین تعلقات ہیں اور یہ بھی کبھی کہ شای جلاہ ابو ہاشم سرور بھی اسی اسماعیل بن قاسم کے ساتھ بھائیوں جیسا ہے اس کی بڑی قدر کرتا ہے اس کی عزت اور احترام بھی کرتا ہے بہر حال نگر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں نے کچھ آدمی ایسے مقرر کر دیئے ہیں جو حالات پر نگاہ رکھیں گے اور ہم ایرانیوں کے خلاف اگر کوئی تحریک ہے یا کوئی خطرے اور اندیشے کی بات نمودار ہونا ہوگی تو وہ لوگ مجھے بروقت اطلاع دیں گے اور میں اس کا سد باب کر لیا کروں گا بہر حال اپنی گفتگو اپنے اعمال اپنی حرکات و سکنات سے کسی پر یہ واضح نہیں ہونے دینا کہ ہم اندر ہی اندر اس تحریک سے وابستہ ہیں جو حکومتی معاملات میں ایرانیوں کو عربوں پر فضیلت اور ترجیح دینے کی خواہاں ہے۔

اس کے بعد جعفر نے مانی بجائی جس کے جواب میں کچھ لوگ اس کمرے میں داخل ہوئے ان سب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جعفر کہنے لگا۔

”یہ وہ لوگ ہیں جو حکومتی معاملات پر نگاہ رکھیں گے اور ہر اہم عرب کی نقل و حرکت سے ہمیں آگاہ کرتے رہیں گے۔“

اس کے ساتھ ہی جعفر نے ان لوگوں کو جو کمرے میں داخل ہوئے۔ جانے کی اجازت دے دی ساتھ ہی اس نے اس مجلس کو بھی ختم کر دیا تھا۔



رات گہری ہونے کے ساتھ ہی تیرگی کا جھوم یاس کے اڑدھام کی طرح چاروں طرف پھیلتا شروع ہو گیا تھا خوابوں کی تتلیاں نور کے راہ گزر تھرتی زرفشاں نمایاں شوخ وادیاں اندھے کوہستان، سنگ ریزے، سیلیاں اور گونگے بہرے کھولتے بکھرتے بحر جھیلوں کے انوکھے کس اڑتی رتوں میں سورج غمگی کی زردیاں اور کم خواب ساعتوں میں ہواؤں کے داہے سب تار کی اور اندھیرے میں ڈوب چکے تھے۔

ایسے میں آتش پرست کریا سین کے ہاں خود کریا سین شادی کا باپ زریق اور بھائی برسک تینوں دیوان خانے میں بیٹھے کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے جبکہ خود شادی اور کریا سین کی دونوں بیٹیاں ٹایاؤں اور تاجہ ایک دوسرے کمرے میں بیٹھی جاگ رہی تھیں آپس میں گفتگو کر رہی تھیں کہ اس سے حویلی کے صدر دروازے پر کسی نے دستک دی تھی۔ دستک پر کریا سین چونکا اپنے سامنے بیٹھے زریق اور برسک دونوں باپ بیٹے کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”اس وقت حویلی کے دروازے پر کون دستک دے سکتا ہے۔“

برسک فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا آپ بیٹھیں میں دیکھتا ہوں کون دستک دے رہا ہے۔“ اس کے ساتھ ہی برسک باہر نکل گیا تھا۔

کریا سین اور زریق دونوں دیوان خانے میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگے تھے کہ تھوڑی دیر بعد برسک کے ساتھ دونوں ادبش آتش پرست شیردان اور بوٹوں داخل ہوں گے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے کریا سین چونکا تھا زریق بھی فکر مندی سے ان کی طرف دیکھنے لگا تھا دونوں آگے بڑھ کے خالی نشستوں پر بیٹھ گئے کسی نے گفتگو کا آغاز نہ کیا تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر تیز لگا ہوں کریا سین نے شیردان اور بوٹوں کی طرف دیکھتے ہوئے آخر پوچھ لیا۔

”کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ رات کے اس وقت تم دونوں کا میرے ہاں آنے کا کیا مقصد ہے۔“

شیردان اور بوٹوں دونوں نے پہلے ایک دوسرے کی طرف فیصلہ کن انداز میں دیکھا پھر گفتگو کا آغاز شیردان نے کیا اور کریا سین کو دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”کریا سین! ہم آج تمہارے اور محترم زریق کے ساتھ ایک انتہائی اہم معاملہ طے کرنے کے لئے ہیں۔“

کریا سین نے پھر تیز لگا ہوں سے اس کی طرف دیکھا اور پوچھا۔ ”کیسا معاملہ؟“

شیردان نے ایک نگاہ ادھر ادھر ڈالی پھر سوچتے ہوئے کہنے لگا۔

”محترم کریا سین! میں چاہتا ہوں کہ تم اور زریق دونوں اپنی رضامندی سے شادی کر میرے عقد میں دے دو اس طرح جہاں تمہیں زریق شادی اور برسک کے بوجھ سے نجات مل جائے گی وہاں میرے ہاں شادی کی وجہ سے زریق اور برسک دونوں کو رہنے کا ٹھکانہ بھی مل جائے گا۔“

شیردان کی اس گفتگو سے زریق کا چہرہ غصے میں سرخ ہو گیا تھا برسک بھی ناپسندیدگی کی نگاہ سے ان دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا آخر کریا سین نے شیردان کو مخاطب کیا۔

”شیردان میں نے تمہیں پہلے بھی کہا تھا کہ زریق برسک یا شادی کے متعلق بالکل سوچنا ترک کر دو یہ تینوں میرے محترم اور معزز مہمان ہیں شادی کی حیثیت میرے ہاں میری بیٹیوں کی سی ہے زریق میرا بھائی برسک میرے بیٹوں جیسا ہے جہاں تک شادی کو تمہارے عقد میں دینے کا سوال ہے تو ایسا ممکن نہیں اس لیے کہ ایسی لڑکی کو تمہارے ساتھ بیاہ دینا ایسے ہی ہے جیسے عروس گل کا غرور عصمت سیاہ کاروں کے حوالے کر دیا جائے یا زیت کا سارا سرمایہ لطافت ذلیل و خوار لوگوں میں بانٹ دیا جائے اگر دنیا میں ایسا ہونے لگے تو یاد رکھو گھوٹوں کی سانسیں رک جائیں نفس اناہم ختم کے رہ جائے۔“

کریا سین کی اس گفتگو نے شیردان کو غصہ ناک کر دیا تھا وہ بارہ وہ کریا سین کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”کریا سین تم ہماری طاقت و قوت سے بھی آگاہ ہو اپنی بے بسی اور لاچارگی کا بھی علم رکھتے ہو یاد رکھنا اگر شادی کو تم اپنی مرضی اپنی رضامندی سے میرے عقد میں نہیں دو گے تو میں تم سے چین بھی سکتا ہوں یاد رکھنا شادی کے لئے اب وہی راستے ہیں یا تو اسے میرے ساتھ شادی کرنا ہوگی ورنہ اسے تمہارے ہاں سے نکال کے قلعہ خیمہ لے جاؤں گا اسے کسی فورس کے سامنے پیش کروں گا اور مجھے امید ہے کہ میرے ایسا کرنے سے وہ مجھے انعامات سے مالا مال کر دے گا اب معاملہ تمہارے ہاتھ میں ہے چاہو تو شادی کو میرے ساتھ بیاہ دو نہیں تو میں اسے زبردستی لے جاؤں گا اس کے سامنے وہی راستے رکھوں گا یا تو میرے ساتھ شادی کرے یا واپس قلعہ خیمہ جانے کے لئے تیار ہو جائے۔“

شادی کا باپ زریق ابھی تک یہ ساری گفتگو بڑے صبر اور تحمل سے سن رہا تھا شیردان کے خاموش ہونے پر وہ برسرِ پا۔

”تم زبردستی ایسا ہرگز نہیں کر سکتے میری بیٹی شادی کی شادی کہیں بھی اس کی مرضی کے خلاف نہیں ہوگی جہاں وہ چاہے گی وہیں اس کی شادی کروں گا اس کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا۔“

ہونوں بھاگتا ہوا اسے پکڑنے کے لئے جب دروازے کے قریب پہنچا تو دروازہ باہر سے بند تھا اس نے شیروان کو مخاطب کیا۔
 ”یہ لڑکا بھاگ کر دروازے کو باہر سے زنجیر لگا گیا ہے۔“ اس پر خنکی کا اظہار کرتے ہوئے شیروان برس پڑا۔
 ”دروار پھلانگ کر جاؤ اور اس کا تعاقب کرو اسے ہر صورت میں پکڑو اس کا پکڑا جانا ہمارے حق میں بہتر ہے۔“

یہاں تک کہتے کہتے شیروان کو رک جانا پڑا اس لیے کہ سامنے والے کمرے سے شاریہ نایاؤ اور تاجیہ نکل پڑی تھیں انہوں نے جب دیکھا کہ شیروان نے کریاسین اور زریق کو ہلاک (قتل) کر دیا ہے تب وہ تینوں بے پناہ غصے اور غضبناکی کا مظاہرہ کرتی ہوئی شیروان پر برس پڑی تھیں غصے کی حالت میں شیروان نے پھر تلوار برساتی اور لہجوں کے اندر اس نے نہتی نایاؤ اور تاجیہ کا خاتمہ کر دیا اور شاریہ کا اس نے بازو پکڑ لیا۔
 شاریہ نے اپنی طرف سے پوری جدوجہد کی شیروان کی گرفت سے آزاد ہو لیکن وہ ایسا نہیں کر سکی بیچاری بے بس لاچار فاختہ کی طرح شیروان کی گرفت میں پھڑپھڑا کر رہ گئی تھی۔

دیکھتے ہی دیکھتے شیروان نے اپنے سر پر بندھا ہوا رومال کھولا اور شاریہ کے دونوں بازو اس نے پشت پر کسی کر باندھ دیئے تھے۔
 پھر اس نے ایک اور کپڑا نکالا اور وہ شاریہ کے منہ پر باندھ دیا تھا شاریہ کو اٹھا کر وہ دیوان خانے میں لے گیا اور وہاں بیٹھ کر ہونوں کی واپسی کا انتظار کرنے لگا تھا۔
 ادھر ہونوں ہاکوشر کی گلیوں میں سرگرواں تھا اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ برسک کدھر بھاگ کے چلا گیا ہے جبکہ برسک بھاگتے بھاگتے ایک ایسے مکان کے دروازے کے پاس رک گیا جس کے اندر روشنی ہو رہی تھی اور دروازہ کسی قدر اندر ہونے کی وجہ سے وہاں تاریکی تھی اور چھپنے کی بہترین جگہ تھی۔
 وہاں کھڑے اسے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ اندر سے کسی نے سرگوشی کے انداز میں پوچھ لیا۔

”کون ہو یہاں کیوں کھڑے ہو کسی سے چھپتے پھر رہے ہو۔“ آواز ادھڑ عمر کے کسی شخص کی تھی۔
 برسک پہلے ہی خوفزدہ ہو رہا تھا اس آواز نے اسے اور زیادہ لرزہ کے رکھ دیا کپکپاتے

شیروان اس بار بڑی ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔
 ”اگر یہ معاملہ ہے تو پھر انھیں آؤ شاریہ کے پاس چلتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ وہ میرے ساتھ شادی کے لئے آمادہ ہے کہ نہیں اس کے جواب دینے کے بعد پھر میں اپنے رد عمل کا اظہار کروں گا لیکن میں آج ہر صورت اسے اپنے ساتھ لے کے جاؤں گا کوئی مجھے روک نہیں سکتا۔“

غضبناکی میں زریق اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا پھر کھولتے لیجے میں کہہ اٹھا۔ ”میں اس کا باپ ہوں ابھی زندہ ہوں میری موجودگی میں کوئی بھی میری بیٹی کے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتا یاد رکھنا ہم بے گھر ضرور ہوئے ہیں بے غیرت و ذلیل نہیں ہوئے۔“ یہاں تک کہتے کہتے زریق کو اٹھ جانا پڑا اس لیے کہ شیروان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اس کی طرف دیکھتے ہوئے ہونوں بھی کھڑا ہو گیا پھر دونوں آگے پیچھے دیوان خانے سے نکلے ان دونوں کی اس حرکت نے کریاسین، زریق اور برسک تینوں کو فکر مند اور پریشان کر دیا تھا وہ ان کے پیچھے پیچھے لپکے شیروان اور ہونوں آگے پیچھے اس کمرے کی طرف گئے جس میں شاریہ نایاؤ اور تاجیہ تینوں بیٹھی گفتگو کر رہی تھیں اس موقع پر کریاسین اور زریق نے کچھ سوچا پھر دونوں آگے بڑھ کر شیروان اور ہونوں کی راہ روک کھڑے ہوئے پھر کریاسین برس پڑا۔

”جس کمرے کا تم رخ کر رہے ہو اس کمرے میں میری تین بیٹیاں بیٹھی ہوئی ہیں اور میں تم دونوں کو اس کمرے میں جانے کی اجازت کسی صورت نہیں دوں گا ابھی تمہارے لیے وقت ہے یہیں سے لوٹ جاؤ شرافت کا مظاہرہ کرو کسی کی شرافت کسی کی عصمت پر کچھڑ اچھالنا انتہا درجہ کا کبیہہ فعل ہے۔“

دو تین بار شیروان اور ہونوں دونوں نے کریاسین اور زریق کو راستے سے ہٹانا چاہا جس پر شیروان نے اپنی تلوار بے نیام کر لی ہونوں بھی اس کی طرف دیکھتے ہوئے تلوار نکال چکا تھا پھر دونوں نے ایک دوسرے کی طرف اشارہ کیا دونوں کی تلواریں بلند ہوئیں شیروان نے کریاسین کو اور ہونوں نے زریق کو تلواریں برسا کر ہلاک کر دیا تھا۔
 یہ صورت حال برسک کے لئے ناقابل برداشت تھی وہ کسی رد عمل کا اظہار کرنا چاہتا تھا کہ شیروان نے ہونوں کو مخاطب کیا۔

”برسک نام کے اس لڑکے کو پکڑو اور اسے بھی ہلاک کر دو تاکہ ہمارے راستے کی کوئی رکاوٹ نہ رہے ہون جب برسک کی طرف بڑھا تو برسک نے یہ وقت کوئی فیصلہ کیا صدر دروازے کی طرف بھاگا زنجیر کھول کر باہر نکلا اور دروازے کو باہر سے زنجیر لگا دی۔

ہوئے انتہائی دھمی آواز میں کہنے لگا۔

میں اس شہر میں اٹھنی ہوں بے بس ہوں کچھ خالوں نے میرے باپ کو قتل کر دیا ہے نہ جانے اب وہ میری بہن کا انجام کیا کرتے ہیں وہ میرے درپے ہیں مجھے پکڑنا چاہتے ہیں ہلاک کرنا چاہتے ہیں میں ان سے چھپتا ہوا ادھر آیا ہوں۔

برسک کا اتنا کہتا تھا کہ دروازہ آہستہ آہستہ کھل گیا اندھیرے میں برسک نے دیکھا کہ اس کے سامنے ایک شخص کھڑا تھا وحشی ہی عمر کا تھا دروازہ کھول کر پھر اس نے سرگوشی کی۔

”اندھرا جاؤ بیٹے! اگر تم بے بس اور لاچار ہو تو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ایسے لوگوں کا خدا اور اللہ محافظہ دیکھنا ہوتا ہے۔“ اس بوڑھے کی اس گفتگو نے برسک کو بڑا متاثر کیا تھا اس کے کہنے پر وہ اندر داخل ہوا بوڑھے نے پھر دروازہ بند کر دیا برسک کو وہ اپنے ساتھ ایک ایسے کمرے میں لے گیا جس میں روشنی ہو رہی تھی وہاں پہلے سے ایک بوڑھی خاتون بیٹھی ہوئی تھی ہاتھ کے اشارے سے اس بوڑھے نے ایک نشست پر برسک کو بیٹھنے کے لئے کہا برسک وہاں بیٹھ گیا پھر اس بوڑھے کے کہنے پر برسک نے اپنے سارے حالات تفصیل کے ساتھ کہہ ڈالے تھے۔

برسک جب اپنے حالات سنا چکا تب بوڑھا انتہائی دکھ اور تاسف کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

بیٹا تمہارے اور تمہارے باپ کے حالات سن کر بے حد دکھ ہوا پر جو لوگ اس کام میں ملوث ہیں وہ بڑے دراز دست ہیں ان سے نکرانا کسی کے بس کا روگ نہیں ہے جہاں تک میرا تعلق ہے بیٹے میرا نام شامہ بن سلیمان ہے یہ میری بیوی برصومہ ہے ہم دونوں الحمد للہ مسلمان ہیں میں شہر کی شرقی سرائے کے باہر بیٹھ کے گھوڑوں کی فصل بندی کا کام کرتا ہوں گزر بسر اچھی ہو جاتی ہے بیٹے میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ یہیں ہمارے پاس پناہ لیے رکھو ہمارے ہاں تمہاری حیثیت ایک بیٹے کی سی ہوگی جس کمرے میں اس وقت تم بیٹھے ہو اس کے ساتھ والے حصے میں ایک تہہ خانہ ہے بوقت ضرورت تم اس تہہ خانے میں چھپ کر اپنے آپ کو محفوظ کر سکتے ہو۔

ایک بات میں مزید تم سے کہوں کہ یہ شیردان اور ہونوں آتش پرست ہیں انتہا درجہ کے ستم گرد اور ظالم انسان ہیں انسانی زندگی کی ان کے ہاں کوئی قدر و قیمت نہیں ہے تمہارے باپ اور تمہارے میزبان کے اہل خانہ کو قتل کرنے کے بعد وہ ہر صورت میں تمہیں تلاش کریں گے اس لئے کہ وہ تمہیں خطرہ خیال کرتے ہوئے ہر صورت میں تمہارا خاتمہ چاہیں

مے ہذا میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ جب تک حالات تمہارے حق میں چلنا نہیں کھاتے اس وقت تک باہر نہ نکلتا کسی کے سامنے نہ آنا اسی گھر میں پڑے رہنا تمہیں تلاش کرنے کے لیے اپنے مختلف کارندوں اور نمائندوں کو وہ شہر میں پھیلنا سکتے ہیں گھر گھر کا جائزہ بھی لے سکتے ہیں ایسا کوئی واقعہ پیش آئے تو میری بیوی تمہیں تہہ خانے میں چھپا دے گی وہاں تم محفوظ رہو گے میں نے جو کچھ کہا ہے تمہاری ہی بہتری کے لئے کہا ہے اس گھر میں تمہاری حیثیت ایک بیٹے کی سی ہوگی اس کے بعد اگر کوئی فیصلہ تم اپنی مرضی سے کرنا چاہو تو تم آزاد ہو گے بیٹے۔“

شامہ بن سلیمان کی گفتگو سے برسک بڑا مطمئن اور آسودہ سا دکھائی دے رہا تھا شامہ جب خاموش ہوا تب وہ انتہائی منونیت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”آپ نے جو الفاظ کہے ہیں انہیں میں زندگی بھر فراموش نہیں کر سکوں گا آپ ایک ایسے وقت میں مجھے اپنے گھر میں پناہ دے رہے ہیں جبکہ اس شہر میں ہر اکوئی ٹھکانہ کوئی پناہ گاہ نہیں ہے اگر قدرت نے کبھی موقع دیا تو میں اس احسان کا بدلہ ضرور چکاؤں گا بہر حال میں اپنی بہن سے متعلق بڑا فکر مند ہوں کرنا جانے وہ بھیڑیے میری بہن اور ہمارے میزبان کی دونوں بیٹیوں کے ساتھ کیا سلوک کریں گے کاش کوئی ایسا ہوتا جو مجھے میری بہن کی حالت سے آگاہ کرے۔“ شامہ بن سلیمان کی بیوی برصومہ جو ابھی تک خاموش بیٹھی ہوئی تھی اپنی جگہ سے اٹھ کر برسک کے قریب ہو بیٹھی اپنا ہاتھ بڑے شفقت بھرے انداز میں اس نے برسک کے سر پر رکھا پھر محبت بھرے انداز میں کہنے لگی۔

”بیٹے زیادہ فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے اس گھر میں تم محفوظ ہو گئے میرا شوہر کل سے کوشش کرے گا کہ تمہاری بہن سے متعلق کچھ جاننے کی کوشش کرے۔“ یہاں تک کہتے کہتے برصومہ کو دکھ جانا پڑا اس لیے کہ برسک بول پڑا۔

”میرا دل کہتا ہے کہ وہ میری بہن کو اپنے ساتھ لے جائیں گے اس لئے کہ شیردان میری بہن سے شادی کرنے کا خواہش مند ہے اور اگر میری بہن نے اس سے شادی نہ کی تو وہ بھی ارادہ رکھتا ہے کہ میری بہن کو تحفظ لے جائے گا اور وہاں کسی فورس کے حوالے کر کے اس سے انعام و اکرام کی توقع رکھے گا۔ بس اس وقت میری سب سے بڑی خواہش اور آرزو یہ ہے کہ شیردان کے قبضے میں رہتے ہوئے میری بہن کی عزت و عصمت محفوظ رہے۔ جہاں تک شیردان اور ہونوں سے متعلق محترم کریا سن ہمیں بتاتے رہے ہیں یہ دونوں جرائم پیشہ لوگ ہیں کریا سن نے ایک موقع پر یہ بھی کہا تھا کہ جن لوگوں سے انہیں دشمنی ہوتی ہے

بول پڑا۔

”شیروان میرے بھائی! میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی اس لڑکے کو تلاش کرنے کی لیکن وہ مجھے ملا نہیں دراصل میرے دیوار پھلانگتے تک وہ کہیں غائب ہو گیا تھا ہو سکتا ہے کسی گھر میں پھلانگ کر چھپ گیا ہو اس وقت مختلف گھروں کو پھلانگ کر تلاش تو نہیں لی جاسکتی بہر حال وہ اسی شہر میں ہے ہم سے فاصلہ نہیں پائے گا۔“

جواب میں شیروان نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا یوں میرے بھائی تمہارا کہنا درست ہے پر اسے تلاش کرنا انتہائی ضروری ہے وہ ہمارے لئے مصیبت کا باعث بن سکتا ہے قاتل کی حیثیت سے ہماری نشاندہی بھی کر سکتا ہے۔“

پرسکون ہے اعزاز میں یوں بولتے ہوئے کہنے لگا۔ ”کس سے ہماری نشاندہی کرے گا ان علاقوں میں نظم و نسق ابتر ہے خاقان کے حملہ آور ہونے کے باعث یہاں نہ کوئی انتظام کرنے والا ہے نہ کسی کی فریاد سننے والا ہے نہ نظم و نسق کو درست کرنے والا ہے مسلمانوں کا خلیفہ بغداد میں بیٹھا ہوا ہے پتہ نہیں اسے ان علاقوں میں خاقان کے حملہ آور ہونے کی خبر بھی ملی ہے کہ نہیں لہذا ان علاقوں میں جو ابتری ہے وہ ہمارے لیے سودمند ہے اس لیے کہ وہ لڑکا ہماری شکایت کرنے کے لئے یا انصاف طلب کرنے کے لئے کسی کے پاس جانی نہیں سکتا اس لئے کہ یہاں فی الوقت شہر میں نہ کوئی منتظم ہے نہ ناظم نہ شہر اور شہر کے رہنے والوں کی دیکھ بھال کرنے والا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد یوں تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر کہنے لگا میں اس حوالی کی زنجیر باہر سے کھول آیا ہوں ہمارے گھوڑے ابھی باہر ہی بندھے ہوئے ہیں میرے خیال میں ہمیں یہاں زیادہ دیر قیام نہیں کرنا چاہئے فی الفور یہاں سے نکل جانا چاہئے۔“

شیروان نے یوں سے اتفاق کیا آگے بڑھ کر اس نے شاریہ کو اٹھا کر اپنے کندھے پر ڈال لیا پھر صدر دروازے پر آئے اندر سے مکی زنجیر کھولی شیروان نے شاریہ کو اپنے گھوڑے پر ڈالا خود بھی سوار ہوا اتنی دیر تک یوں بھی اپنے گھوڑے پر بیٹھ چکا تھا دونوں اپنے گھوڑوں کو ایڑھ لگاتے ہوئے شہر کے شمالی حصے کی طرف نکل پڑے تھے۔

شاریہ کو لے کر شہر کے شمال میں ایک پرانے اور قدیم آتش کدے میں داخل ہوئے وہاں کافی مسلح جوان تھے جو شیروان اور یوں کو دیکھتے ہوئے انہیں بڑی عزت و احترام دے رہے تھے چند مسلح جوانوں کی مدد سے شیروان اور یوں دونوں شاریہ کو آتش کدے کے ایک تہ خانے میں لے گئے ایک ایسے کمرے میں داخل ہوئے جس میں آرام و قیام اور

انہیں وہ ایک آتش کدے میں تہ خانے کے اندر رکھتے ہیں جو شہر کے اندر شمال میں ہے میرا اعزاز ہے کہ جب تک میری بہن شیروان سے شادی کرنے پر آمادہ نہیں ہو جاتی اس وقت تک شیروان شاید اسے اسی آتش کدے میں بند کر کے رکھے گا اس پر سختیاں کرے گا تا کہ وہ اس سے شادی کرنے پر آمادہ ہو جائے۔“

برسک جب خاموش ہوا تب پہلے جیسے محبت بھرے اعزاز میں برصومہ نے اسے مخاطب کیا۔

”برسک میرے بیٹے فی الوقت اس واقعہ کو اپنے ذہن سے نکال دو پہلے یہ بتاؤ تم نے کھانا کھایا ہے۔“ برسک نے احسان بھرے اعزاز میں برصومہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”میں کھانا تو کھا چکا ہوں۔“ اس پر برصومہ پھر بول پڑی۔

”بچے جو حالات تم پر بیٹے ہیں ان کا مجھے بہت دکھ اور صدمہ ہے یہاں رہتے ہوئے تم مجھے ماں اور میرے شوہر کو باپ کہہ کے مخاطب کر سکتے ہو ہم دونوں میاں بیوی کی کوئی اولاد نہیں اگر تم ہمیں باپ اور ماں کہہ کے پکارو گے تو یاد رکھنا اس میں ہماری ولی آسودگی ہو گی۔“ جواب میں برسک مسکرا دیا پھر برصومہ کو مخاطب کرتے ہوئے شامہ بن سلیمان کہنے لگا۔

”میرے خیال میں اب آٹھو دونوں مل کر اس کے آرام کا اہتمام کرتے ہیں برصومہ یاد رکھنا جب کبھی بھی دروازے پر دستک ہو اگر میں گھر پہنچا ہوں تو میں خود ہی برسک کو سنبھال لیا کروں گا میری غیر موجودگی میں اگر کوئی دروازے پر دستک دیتا ہے تو سب سے پہلے برسک کو تہ خانے میں بھیجنے کے بعد دروازہ کھولنا اور دن کے وقت ہر وقت بیرونی دروازے کی زنجیر لگا کے رکھنا ایسا میں برسک کی سلامتی کے لئے کہہ رہا ہوں۔“ برصومہ نے اس سے اتفاق کیا پھر دونوں میاں بیوی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے برسک کو بھی انہوں نے ساتھ لیا پھر ساتھ والے کمرے میں دونوں میاں بیوی نے برسک کے قیام اور اس کے آرام کا اہتمام کر دیا تھا۔

دوسری جانب شیروان ہاتھ بندھی شاریہ کو ایک نشست پر ڈالے دیوان خانے میں بڑی بے چینی سے یوں کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ یوں اندر داخل ہوا پہلے اس نے لاشوں کا جائزہ لیا سانسے والے کمرے کے سامنے زرق، کرباسین اور اس کی دونوں بنٹیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں پھر یوں دیوان خانے میں داخل ہوا اسے دیکھتے ہی شیروان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا وہ یوں کو مخاطب کر کے پوچھنا چاہتا تھا کہ یوں پہلے ہی

ایک روز اسطیل بن قاسم اور یزید بن غزوہ دونوں اپنے لشکر کو لے کر باکو شہر میں داخل ہوئے عطریف بھی اسطیل بن قاسم کے ہمراہ تھا ان سے پہلے ہی دوسرا سالار خزیمہ بن خازم ہارون الرشید کے حکم پر نصیبین سے ہاکو پہنچ چکا تھا لہذا اس نے اسطیل بن قاسم یزید بن غزوہ اور ان کے لشکریوں کا بہترین اعزاز میں استقبال کیا سب سے پہلے لشکریوں کی سکونت اور آرام اور رہائش کا اہتمام کیا گیا پھر اسطیل بن قاسم یزید بن غزوہ بن خزیمہ خازم اور چند دیگر چھوٹے سالار ایک جگہ جمع ہوئے اس موقع پر اسطیل بن قاسم نے خزیمہ بن خازم کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھ لیا۔

”ابن خازم سب سے پہلے میں یہ جانا پسند کروں گا کہ یہاں پہنچنے کے بعد تم نے کیا انتظامات اور اہتمام کیا ہے؟“

اس پر ابن خازم نے کچھ سوچا پھر وہ اسطیل بن قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔
”لکن قاسم جو ہدایات امیر المومنین کی طرف سے مجھے جاری کی گئی تھیں ان کے مطابق یہاں پہنچنے کے ساتھ ہی میں اپنے کچھ خبر اور قیوب جمیل عزیزہ کے شمالی حصوں کی طرف پھیلا دیئے ہیں تاکہ وہ یہ جانیں کہ خزر کے خاقان کے لشکر کہاں کہاں اور کس کس جگہ پھیلے ہوئے ہیں ان کی طرف سے یہ اطلاعات فراہم ہونے کے بعد پھر دشمن کے خلاف ہم حرکت میں آئیں گے۔“

خزیمہ بن خازم جب خاموش ہوا تب مسکراتے ہوئے اسطیل نے پھر اسے مخاطب کیا۔
”ابن خازم میں تم سے بھی جانا چاہتا تھا تم نے بہت اچھا کیا اس لیے کہ ان مجبوروں کی اطلاعات کے بعد ہی ہم دشمن کے خلاف حرکت میں آئیں گے میں نے یہ بھی سنا ہے کہ ان علاقوں کا نظم و نسق انتہا درجہ کا درہم برہم اور برباد ہو چکا ہے اکثر علاقوں کو خاقان نے تباہ و برباد کر دیا ہے اور جو اس میں کمی رہ گئی ہے اسے غیر ذمہ دار لوگ پوری کر رہے ہیں جن میں انسانی ہمدردی کا کوئی جذبہ نہیں اور وہ جگہ جگہ ڈاکر زنی، چوری قتل و غارتگری کا کھیل کھیل رہے ہیں۔“ ابن خازم سنجیدہ ہو گیا کہنے لگا۔

ضرورت کا دیگر سامان موجود تھا وہاں شیروان نے شاریہ کے بندھے ہوئے ہاتھ کھول دیئے پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”یہ کون سی جگہ ہے تمہیں کچھ خبر نہ ہوگی لیکن اب تمہارا یہی ٹھکانہ ہے میں تمہیں پندرہ دن کی مہلت دیتا ہوں اگر اس طرح تم میرے ساتھ شادی پر آمادہ ہو جاؤ تو تمہیں میں اپنی حویلی میں منتقل کر دوں گا وہاں میری بیوی کی حیثیت سے تم انتہا درجہ کی خوشحالی کی زندگی بسر کرو گی۔“

اور اگر اس عرصے کے دوران مجھ سے شادی پر آمادہ نہ ہوئی تو یاد رکھنا میں تمہیں قتل خطہ پہنچاؤں گا نئی فورس کے حوالے کروں گا اور اس سے منہ مانگا انعام پاؤں گا میں تمہیں بے آمد بھی کر سکتا ہوں لیکن میں ایسا نہیں کروں گا اس لئے کہ اس طرح نئی فورس کے ہاں تمہاری کوئی قدر و قیمت نہیں رہے گی بہر حال پندرہ دن تک یہی تمہارا ٹھکانہ ہے سوچو کچھ کر اپنا فیصلہ دینا۔“

شیروان جب خاموش ہوا تو کھٹکنا جانے والے اعزاز میں شاریہ نے اس کی طرف دیکھا پھر انتہائی غصے اور غضب کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

”سنو! بواش انسان پندرہ دن تو بہت کم مدت ہے اگر تم اس جگہ پندرہ سال بھی رکھو تو میں تمہارے ساتھ شادی پر ہرگز آمادہ نہ ہوں میں اس سلسلے میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جان تو دے سکتی ہوں پر کسی بھی صورت تمہارے ساتھ شادی پر آمادہ نہ ہوں گی۔“ اس تہ خانے میں شیروان نے مکروہ اور طعنے بھرا قہقہہ لگایا پھر کہنے لگا۔

”یہ تو وقت بتائے گا کہ تم شادی پر آمادہ ہوتی ہو یا نہیں۔“ اس کے ساتھ ہی شیروان اور یوفون دونوں شاریہ کو وہاں چھوڑ کر وہاں سے چلے گئے تھے۔

”ابن قاسم آپ کا کہنا درست ہے یہاں کے حالات انتہائی اتر ہیں یہاں پہنچنے کے بعد جو خبریں مجھے ملی ہیں ان کے مطابق یہاں کوئی نعم و نفع نہیں ہو سکتا اپنی اپنی مرضی کے مطابق عمل کر رہا ہے بہر حال مجھے امید ہے کہ چند یوم تک ہم ان علاقوں کے انتظامات کو درست کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“ خزیمہ بن حازم کی اس گفتگو سے اسطیل بن قاسم اور یزید بن غزوہ ان دونوں مطمئن اور خوش ہو گئے تھے پھر سب اٹھ کر اپنی اپنی آرام گاہ کی طرف چلے گئے تھے۔

باکو شہر میں قیام کے دوران اسطیل بن قاسم مطریف کے ساتھ ایک روز شہر کی شرقی سرائے کے پاس آیا سرائے سے باہر ثمامہ بن سلیمان بیٹہ کرگھوزوں کی نعل بندی کرتا تھا اس کے پاس آکر اسطیل بن قاسم نے اپنے گھوڑے کو روکا نیچے اترا اتنی دیر تک مطریف بھی اپنے گھوڑے سے اتر چکا تھا اسطیل بن قاسم ثمامہ بن سلیمان کی طرف بڑھا اسے دیکھتے ہوئے ثمامہ بن سلیمان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اسطیل بن قاسم نے اسے مخاطب کیا۔

”میرے محترم اگر تمہارے پاس وقت ہو تو ذرا میرے گھوڑے کو دیکھو اور اس کی نعل بندی کرو۔“ ابن قاسم کو دیکھ کر ثمامہ بن سلیمان تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر انتہائی عقیدت بھرے انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اگر میں غلطی پر نہیں تو آپ باکو شہر میں داخل ہونے والے مسلمانوں کے عساکر کے سالار اعلیٰ اسطیل بن قاسم ہیں اور یہ کہ.....“

یہاں تک کہتے کہتے پریشان کن انداز میں ثمامہ بن سلیمان کو رک جانا پڑا اس لیے کہ اسے مخاطب کرتے ہوئے مطریف بول اٹھا۔

”بڑا بول نہ بول نہ بول بڑا بول۔“ ان الفاظ پر ثمامہ بن سلیمان پریشان اور گھبرا سا گیا تھا اس کی اس کیفیت کو دیکھتے ہوئے اسطیل بن قاسم نے اسے مسکراتے ہوئے مخاطب کیا۔

”میرے محترم پریشان اور فکر مند نہ ہونا تم میرا نام تو جان ہی چکے ہو میں یقیناً اسطیل بن قاسم ہوں اور ایک لشکر کا سالار ہوں میرے ساتھ یہ میرا نام ہے اس کا نام مطریف ہے جو کچھ اس نے کہا ہے اس سے فکر مند اور پریشان نہ ہونا یہ اس کا نیک کام ہے ہر کسی کے ساتھ گفتگو کے دوران یہ اپنے الفاظ ضرور استعمال کرتا ہے۔ گھبرانا نہیں۔“

اسطیل بن قاسم کے ان الفاظ سے ثمامہ بن سلیمان کو کسی قدر حوصلہ ہوا اسطیل کے گھوڑے کو پکڑ کر وہ اپنی دکان کے قریب لایا پہلے گھوڑے کے چاروں پاؤں کا جائزہ لیا پھر

بڑے اہتمام اور پیار کے ساتھ اس نے گھوڑے کی نعل بندی کر دی تھی جب وہ اپنا کام ختم کر چکا تب اسے بڑے احترام سے مخاطب کرتے ہوئے اسطیل بن قاسم کہنے لگا۔

”اب یہ بتائیں مجھے آپ کو کیا دینا چاہئے۔“ گردن کو خم کرتے ہوئے بڑی عزت و احترام کا اظہار کرتے ہوئے ثمامہ بن سلیمان کہنے لگا۔

”میرا آپ نے مجھے کچھ نہیں دینا آپ ان علاقوں میں مسلمانوں کے لشکر کے سالار بن کر آئے ہیں میں امید رکھتا ہوں کہ ان علاقوں کا نعم و نفع آپ درست کریں گے خاقان نے جو تعاقب و برداری پھیلائی ہے اس کا ازالہ کریں گے اگر ایسا ہو جائے تو میں سمجھوں گا کہ میں نے سب کچھ پالیا بہر حال نعل بندی کا میں کچھ نہیں لوں گا۔“ اسطیل بن قاسم مسکرایا پھر کہنے لگا۔

”نہیں جو کچھ تم نے کہا ہے میرے فرائض میں شامل ہے۔“ اس کے ساتھ ہی اس نے ایک چرمی فریبل سے کچھ سکے نکال کر ثمامہ بن سلیمان کی ہتھیلی پر رکھے پھر اس کی منہی بند کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”انکار نہ کرنا یہ تمہارا حق بنتا ہے اور میں زندگی میں کسی کی حق تلفی نہیں کرنا چاہتا۔“ ثمامہ بن سلیمان نے چند لمبے بڑی مسنونیت سے اسطیل بن قاسم کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”آپ ان علاقوں کے ناظم اور تختیم کی حیثیت سے آئے ہیں اگر آپ برانہ مانیں تو اس موقع پر میں آپ سے کچھ کہوں؟“

اپنے گھوڑے کی باگ تھامے ہی تھا ثمامہ بن سلیمان کی طرف دیکھتا رہا۔ اس موقع پر اسے مخاطب کر کے ثمامہ بن سلیمان سے کہنے ہی لگا تھا کہ مطریف پھر بول پڑا مگر کریں بڑا بول نہ بولنا نہ بولنا بڑا بول۔“ اس بار ثمامہ بن سلیمان ان الفاظ پر مسکرایا پھر وہ اسطیل کو مخاطب کرتے ہوئے برسک اس کی بہن شاریہ اس کے باپ زریق کے علاوہ کرباسین اور اس کی دونوں بیٹیوں پر جو گزری تھی تفصیل کے ساتھ کہہ دی۔

یہ سب کچھ جاننے کے بعد غصے اور دکھ میں اسطیل بن قاسم کا رنگ سرخ ہو گیا تھا مطریف کی حالت بھی اس سے مختلف تھی کچھ دیر خاموشی رہی پھر ثمامہ بن سلیمان کو مخاطب کرتے ہوئے اسطیل بن قاسم کہنے لگا۔

”آپ مجھے وقت بتا دیں کہ آپ دکان سے کب فارغ ہوتے ہیں میں یہاں آ جاؤں گا اس کے بعد میں آپ کے ساتھ چلوں گا سب سے پہلے میں برسک نام کے اس لڑکے کو

دیکھنا پسند کروں گا جس کی بہن پر یہ ظلم ہوا ہے اور جس کے باپ کو قتل کیا گیا ہے۔" اسٹیل کے ان الفاظ پر ثمامہ بن سلیمان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی بے پناہ مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"امیر وقت کے تعین کا تو سوال ہی نہیں اہمیت میں اس وقت فارغ ہوں آپ میرے ساتھ میری حویلی چلئے میں اس لڑکے سے آپ کو ملاتا ہوں۔" اسٹیل بن قاسم ثمامہ بن سلیمان کی بات مان گیا پھر اسٹیل اور عطف بن سلیمان کے ساتھ اس کے گھر کی طرف جا رہے تھے۔

اپنی حویلی کے سامنے ثمامہ بن سلیمان رک گیا اس کے رکنے پر اسٹیل بن قاسم اور عطف بن سلیمان اپنے گھوڑوں سے اتر گئے تھے پھر آگے بڑھ کر ثمامہ نے اپنی حویلی کے صدر دروازے پر دستک دی تھی۔

تھوڑی دیر تک اندر سے کسی ردعمل کا اظہار نہ کیا گیا پھر کچھ دیر بعد اندر سے دھجکی سی آواز آنی آواز ثمامہ بن سلیمان کی بیوی برصومہ کی تھی وہ پوچھ رہی تھی کون ہے۔

ثمامہ بن سلیمان نے بھی دھجے لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ "برصومہ دروازہ کھولو میرے ساتھ دو مہمان ہیں۔"

دروازہ فوراً کھل گیا سامنے برصومہ کھڑی تھی اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ثمامہ بن سلیمان نے اسٹیل کی طرف دیکھا کہنے لگا۔

"امیر یہ میری بیوی برصومہ ہے۔" ساتھ ہی ثمامہ بن سلیمان نے اسٹیل بن قاسم اور عطف بن سلیمان کا بھی تعارف کروا دیا پھر سب حویلی میں داخل ہوئے۔

گھن میں جانے کے بعد ثمامہ بن سلیمان نے اسٹیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا شروع کیا امیر میں آپ کے گھوڑوں کو اسٹیل میں باعزت ہوں اس لئے کہ۔۔۔۔۔ اسٹیل اس کی بات کا نٹے ہوئے فوراً بول پڑا۔

"ابن سلیمان اس کی ضرورت نہیں ہے گھوڑوں کو یہیں کھڑا رہنے دو میں زیادہ دیر رکوں گا نہیں پہلے مجھے اس لڑکے سے ملاقات کرواؤ جس کا نام برسک بتایا گیا ہے۔" اس موقع پر جواب طلب سے انداز میں ثمامہ بن سلیمان نے اپنی بیوی برصومہ کی طرف دیکھا جس پر وہ کہنے لگی۔

"وہ تہ خانے میں ہے۔" ثمامہ اسٹیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"امیر آپ میرے ساتھ آئیں میں آپ کو دیوان خانے میں بٹھانے کے بعد برسک کو

لے کے آتا ہوں۔" اس کے ساتھ ہی ثمامہ اسٹیل اور عطف بن سلیمان کو لے کر دیوان خانے میں داخل ہوا دونوں کو وہاں بٹھایا پھر وہ باہر نکل گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس کمرے میں وہ برسک کے ساتھ داخل ہوا ثمامہ کی بیوی برصومہ بھی ان دونوں کے ساتھ تھی دیوان خانے میں آنے کے بعد اسٹیل کو مخاطب کرتے ہوئے ثمامہ کہنے لگا۔

"امیر یہ برسک ہے اس سے متعلق میں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں آپ سے متعلق تفصیل بھی میں نے اس سے کہہ دی ہے۔" برسک کی حالت بری ہو رہی تھی وہ رو دینے والا ہو رہا تھا اسٹیل آگے بڑھا برسک کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا اس کے سر پر ہاتھ رکھا اس کے ایسا کرنے سے برسک بیچارہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا اپنے ساتھ لپٹائے اسٹیل کچھ دیر تک اسے تسلیاں دیتا رہا پھر نشست پر بیٹھا برسک کو بھی اس نے اپنے ساتھ بٹھایا اس موقع پر برسک اچانک اپنی نشست سے اٹھ اُٹھ کر اسٹیل کے اس نے پاؤں پکڑ لئے پھر اٹھ بٹھرا لہجے میں وہ اسٹیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔ "امیر میں آپ کا انتہا درجہ کا شکر گزار ہوں میری بہن کو ان خالوں کے چنگل سے بچا لیجئے۔"

برسک کے ایسا کرنے پر اسٹیل تڑپ سا گیا تھا اور اسے اٹھا کر اپنے قریب نشست پر بٹھایا پھر بڑی محبت سے اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"برسک تمہیں ایسے رویے کے اظہار کی ضرورت نہیں ہے تمہارے متعلق ثمامہ نے مجھے تفصیل بتائی تھی میں تمہاری مدد کے لئے یہاں آیا ہوں ثمامہ مجھے بتا رہا تھا کہ تم نے اس پر یہ بھی انکشاف کیا تھا کہ یہ شیردان اور یونون دونوں چپڑور ادباش ہیں اور شہر کے شمال میں جو آتش کدہ ہے اسے اپنے مسکن کے طور پر بھی استعمال کرتے ہیں دیکھو جہاں تک تمہارے باپ کا تعلق ہے تو ثمامہ نے تمام مجھے بتایا کہ اسے ان بھیڑیوں نے قتل کر دیا ہے بلکہ تمہارے میزبان کریا سین اور اس کی دونوں بیٹیوں کو بھی ہلاک کر دیا ہے اب کریا سین کی حویلی ویران پڑی ہوئی ہے ان علاقوں میں ایسے حالات اسی لیے رونما ہوئے ہیں کہ خزر کا خاقان جو اچانک ان علاقوں پر حملہ آور ہوا تباہی و بربادی کا کھیل کھیلا اور یہاں کے انعامات کو اس نے درہم برہم کر کے رکھ دیا ہے اب مجھے امید ہے کہ بہت جلد یہاں کے انعامات پہلے کی طرح کام کرنا شروع کر دیں گے پھر کسی پر میرے خداوند نے چاہا تو ظلم نہیں ہوگا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد اسٹیل بن قاسم تھوڑی دیر کے لئے رکا اس کے بعد اپنا سلسلہ

کلام وہ جاری رکھے ہوئے تھا۔

”برسک تم نے جب تک میں نہ کہوں یہاں ٹھامہ کے ہاں ہی قیام کرنا ہے باہر نہیں نکلنا وہ لوگ جنہوں نے یہ خوشی کھیل کھلا ہے وہ یقیناً تمہیں تلاش کرتے پھر رہے ہوں گے میں بہت جلد ان پر گرفت کروں گا اور گرفت بھی ایسی کروں گا کہ وہ میرے خداوند نے چاہا تو فتح نہیں پائیں گے میں تمہیں صرف قتل دینے کے لئے یہاں آیا تھا اور میں آج ہی ان اوباشوں کے خلاف حرکت میں آؤں گا اور کوشش کروں گا کہ ہر صورت میں ان کی گرفت سے تمہاری بہن کو بازیاب کرایا جائے۔“

اس کے ساتھ ہی اسلعل بن قاسم اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا عطرین بھی کھڑا ہو گیا اس موقع پر ٹھامہ بن سلیمان نے اسلعل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا شروع کیا۔

”امیر کیا ایسا ممکن نہیں کہ آج آپ کھانا یہاں ہمارے ساتھ کھائیں۔“

اسلعل نے آگے بڑھ کر اس کا شانہ چھپتایا پھر کہنے لگا۔

”میرے بزرگ کبھی موقع بنا اور خداوند نے چاہا تو یہاں آپ کے ہاں کھانا ضرور کھاؤں گا آپ کے سلوک آپ کے رویے آپ کے اطوار نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے آپ نے جو اس لڑکے کو اپنے ہاں پناہ دی ہے تو میں سمجھتا ہوں یہ بہت بڑی نیکی ہے بہر حال مطمئن رہیں میں برسک کی بہن شاریہ کے لئے آج ہی کچھ نہ کچھ کروں گا آپ مجھے اجازت دیں میں رخصت ہوتا ہوں۔“ اس کے ساتھ ہی اسلعل اور عطرین دیوان خانے سے نکلے ٹھامہ بن سلیمان ان کے ساتھ تھا پھر مڑ کر اپنی بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”برصومہ دروازے کو اندر سے زنجیر لگا دو میں دکان پہ جاؤں گا۔“ پھر تینوں باہر نکلے ٹھامہ اپنی دکان کی طرف چلا گیا جبکہ اسلعل اور عطرین دونوں مستقر کا رخ کر رہے تھے۔

شیردان اور یوفون دونوں اوباش باکوشر کے شمالی آتش کدے میں داخل ہوئے جس کے اندر ایک تہہ خانے میں انہوں نے شاریہ کو رکھا ہوا تھا بہت سے مسلح جوان اس وقت آتش کدے میں موجود تھے وہ بھی ان دونوں کے گرد جمع ہو گئے تھے اس موقع پر شیردان نے کسی قدر فکر مندی کا اظہار کرتے ہوئے ان مسلح جوانوں کو مخاطب کر کے کہا شروع کیا۔

”میرے عزیزو! حالات کسی قدر شدت اختیار کرنے لگے ہیں مسلمانوں کا ایک سالار اسلعل بن قاسم خاصے بڑے لشکر کے ساتھ یہاں پہنچ چکا ہے اس کے ساتھ اس کا ایک نائب خزیمہ بن خازم بھی ہے ساتھ ہی مسلمانوں کے خلیفہ کی طرف سے ایک شخص یزید بن فرید کو آرمینیا کے سارے علاقوں کا حاکم مقرر کیا گیا ہے وہ بھی یہاں پہنچ چکا ہے میرے

خیال میں یہ لوگ حرکت میں آئیں گے۔ خزر کے خاقان کے لشکر جو مختلف جگہوں پر پھیلے ہوئے ہیں ان سے ٹکرائیں گے اور ان سرزمینوں کو ان سے پاک کرنے کی کوشش کریں گے۔ دیکھو شاریہ کا بھائی بھگ چکا ہے اس شہر میں اس نے کہیں نہ کہیں تو پناہ لے لی ہوگی جہاں اس نے پناہ لی ہوگی ان کی مدد سے وہ اپنی بہن کو بھی تلاش کرنے کی کوشش کرے گا ہو سکتا ہے اس کا رابطہ ایسے لوگوں سے ہو جائے جن کو یہ معلوم ہے کہ میرا اور یوفون کا اس آتش کدے میں اکثر و بیشتر آنا جانا ہوتا ہے ہمارے یہاں آنے جانے کی وجہ سے اس آتش کدے پر بھی شک کیا جاسکتا ہے کہ ذریعہ کر یا سین ناجیہ اور نایا ذ کو قتل کرنے کے بعد ہم نے شاریہ کو یہاں ہی نہ رکھا ہوا ہو۔

اس شک کی بناء پر شاریہ کا بھائی خود یا جن کے ہاں اس نے پناہ لے رکھی ہے وہ لوگ مسلمانوں کے سالار اسلعل بن قاسم کے پاس گئے اور اس سے مدد طلب کی تو یاد رکھنا وہ شخص بری طرح ہمارے خلاف حرکت میں آئے گا اس سے متعلق میں نے سن رکھا ہے کہ وہ بڑا سخت قسم کا سالار ہے اور ہارون الرشید نے اسے اپنا سب سے کڑا تیر اور بہترین سالار سمجھ کر آرمینیا کی طرف روانہ کیا ہے اور اگر اس نے اس آتش کدے سے شاریہ کو بازیاب کر لیا تو پھر یاد رکھنا ہماری کم سختی کی ابتدا ہو جائے گی اور کسی بھی صورت وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد شیردان رکا پھر وہ مسلح جوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”ان حالات میں یوفون کے ساتھ مشورہ کرنے کے بعد جو میں نے فیصلہ کیا ہے وہ کچھ یوں ہے کہ آج جو نبی سورج غروب ہوتا ہے تم لوگ اپنے چند ساتھیوں کو تیار کرنا جو اپنے آپ کو خوب مسلح کر کے شاریہ کو یہاں سے نکالیں گے اور اپنے کسی قابل اعتماد ساتھی کے گھر میں اسے منتقل کر دیں گے آپس میں مصلح و مشورہ کرنا تم میں سے جس کا مکان یا حویلی زیادہ محفوظ ہو وہاں شاریہ کو رکھا جائے اور پھر مجھے اطلاع دی جائے کہ اسے کہاں رکھا گیا ہے جو آدمی شاریہ پر مقرر کیے جائیں انہیں خاص طور پر تنبیہ کی جائے کہ شاریہ کی حیثیت انہی تک ہمارے ہاں معزز مہمان کی سی ہے اس کی تا صرف عزت و آبرو محفوظ رہنی چاہئے بلکہ یہ خود بھی تحفظ میں رہنی چاہئے اس سے ہم بہت فوائد اٹھائیں گے۔

دیکھو اول تو میں نے اسے پیش کش کی ہوئی ہے کہ وہ مجھ سے شادی کرے اگر کر لیتی ہے تو میری دیرینہ آرزو ہے جو پوری ہو جائے گی اور اگر یہ شادی نہیں کرتی تو اسے ہم

قطنیہ بھجوائیں گے اور وہاں سے اس کے بدلے خاصی بڑی رقم حاصل کریں گے بہر حال آخری فیصلہ یہ ہے کہ آج سورج غروب ہونے کے بعد جب تاریکی پھیل جائے تم لوگ شاریہ کو یہاں سے کسی بھی محفوظ حویلی میں منتقل کرنے کے بعد مجھے اطلاع کر دینا کہ اسے کہاں منتقل کیا گیا ہے۔“ اس کے ساتھ ہی شیروان اور یونوں دونوں جانے کے لئے جب مڑے تو اچانک شیروان مڑا اور پھر اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں اور یونوں دونوں چند دنوں کے لئے روپوش ہو جائیں گے جو نبی مجھے اطلاع ملے گی کہ شاریہ کو کہاں اور کس جگہ حفاظت کے ساتھ رکھا گیا ہے میں اور یونوں اس وقت تک زیر زمین چلیں جائیں گے جب تک مسلمانوں کا یہ سالار اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے آگے کوچ نہیں کر جاتا اور ہم یہاں محفوظ نہیں ہو جاتے۔“ اس کے ساتھ ہی شیروان اور یونوں دونوں وہاں سے چلے گئے تھے۔

عشاء کی نماز کے بعد اسماعیل بن قاسم عطف اور خزیمہ بن خازم تینوں باکوشہر کے شالی آتش کدے میں داخل ہوئے ان کے ساتھ کافی مسلح جوان تھے آتش کدے کے چاروں طرف بھی مسلح جوان کھڑے کر دیئے گئے تھے اس وقت آتش کدے میں جس قدر شیروان اور یونوں کے آدمی تھے ان سب کو اسماعیل بن قاسم کے کہنے پر ایک جگہ جمع کر دیا گیا پھر خزیمہ بن خازم کی طرف دیکھتے ہوئے اسماعیل کہنے لگا۔

ابن خازم میرے بھائی! مجھے بتایا گیا ہے کہ اس آتش کدے کے تہ خانے بھی ہیں یہ جو جوان کھڑے ہیں ان میں سے ایک کو ساتھ لو اپنے کچھ مسلح جوانوں کو ساتھ لے کے جاؤ اور سارے تہ خانوں کا جائزہ لو اگر یہ لوگ تہ خانے سے متعلق نہیں بتاتے تو پھر میں ان کا کوئی دوسرا علاج شروع کروں گا ہمیں ہر صورت میں شاریہ کو برآمد کرنا ہے۔“

اس پر خزیمہ بن خازم فوراً حرکت میں آیا چند مسلح جوانوں کے ساتھ شیروان کے ایک آدمی کو بھی ساتھ لیا شیروان کے آدمی نے بڑی شرافت کا مظاہرہ کیا سارے تہ خانے دکھائے لیکن وہاں شاریہ نہ ملی خزیمہ بن خازم ناکام واپس آیا اور اس سے لہجہ میں اسماعیل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابن قاسم! میں ان کے ایک آدمی کی مدد سے سارے تہ خانے دیکھ چکا ہوں یہاں کوئی لڑکی نہیں ہے۔“ اسماعیل پہلے کی نسبت زیادہ سنجیدہ ہو گیا تھا کچھ دیر سوچتا رہا پھر اپنے چند مسلح جوانوں کو اس نے حکم دیا کہ آتش کدے کے سارے لوگوں کو ایک قطار میں کھڑا کر دیا جائے۔

آٹا فانا ایسا کیا گیا شیروان اور یونوں کے سارے آدمیوں کو ایک قطار میں کھڑا کر دیا گیا پھر چاروںوں تک اسماعیل بڑے غور سے ان سب کا جائزہ لیتا رہا اس کے بعد انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”کیا تم میں سے کوئی بتائے گا کہ وہ لڑکی جس کا نام شاریہ ہے جسے شیروان اور یونوں نے اس کے باپ کو قتل کر کے اٹھایا تھا اسے کہاں رکھا گیا ہے دیکھو جھوٹ مت بولنا جہاں

تک مجھے علم ہوا ہے اسے اسی آتش کدے میں رکھا گیا تھا۔“
یہاں تک کہنے کے بعد اسلعل کچھ دیر انتظار کرتا رہا شیروان اور یوفون کے کسی بھی آدمی نے زبان نہیں کھولی بالکل چپ رہے۔
اس موقع پر اسلعل بن قاسم نے پھر کوئی فیصلہ کیا اور خزیمہ بن خازم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ابن خازم میرے بھائی! یہ یوں اٹھیں گے نہ بولیں گے مجھے سب پیشہ وادہاں اپنے اور جرائم پیشہ لوگ لگتے ہیں اور ان کے ساتھ بھی معاملہ کرنے کے لئے ہمیں اپنا رویہ اپنا سلوک بدلنا ہو گا۔“

یہ پہلے ہی ایک قطار میں کھڑے ہیں تم ان کے دائیں جانب ہوا اپنی تلوار بے نیام کر لو دائیں جانب سے ان کے سر کاٹنے شروع کر دو ان میں سے بچے گا وہی جو یہ بتائے گا کہ شاریہ نام کی لڑکی اس وقت کہاں ہے۔“

اسلعل بن قاسم کے ان الفاظ نے ان سب کو بوکھلا کے رکھ دیا تھا سب سرسوں ہو گئے تھے اور عجب سے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے تھے اس موقع پر جب ایک جھٹکے کے ساتھ خزیمہ بن خازم نے اپنی بھاری چمکتی ہوئی تلوار بے نیام کی اور قطار میں سب سے پہلے آدمی کی طرف بڑھا تب وہ پہلا آدمی ایک دم بول پڑا مجھے مل نہ کیجئے میں بتاتا ہوں وہ لڑکی کہاں ہے۔

اسلعل بن قاسم کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”تم مجھے عقل مند اور سیانے لگتے ہو اپنی جان بچا گئے ہو ورنہ سب سے پہلے تمہاری ہی گردن کٹتی تھی اب تم ایک طرف ہٹ کے کھڑے ہو جاؤ۔“ اسلعل نے پھر دوسرے لوگوں کو مخاطب کیا۔
”تم میں سے ایسا کون سا شخص از خود تیار ہوتا ہے جو ہمیں شیروان اور یوفون کی رہائش گاہوں تک لے جائے نہیں لے کے جائے گا تو تم سب کی گردنیں کٹیں ہی گی۔“

اس پر ایک اور شخص شیروان اور یوفون کی رہائش گاہ تک راہ نمائی کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔

جب ایسا ہو چکا تب مطمئن انداز میں اسلعل بن قاسم پیچھے ہٹا خزیمہ بن خازم کے پاس آیا اور راز داری میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابن خازم میرے بھائی! یہ جو دونوں جوان بولے ہیں ان میں سے پہلے کو میں اپنے ساتھ لے جاتا ہوں اور اس لڑکی کو برآمد کرتا ہوں اپنے ساتھ کچھ مسلح جوانوں کو بھی لے

جاؤں گا دوسرا جوان جو بولا ہے اسے تم اپنے ساتھ لے جاؤ باقی سارے مسلح جوان تمہارے ساتھ جائیں گے اور یہ جو شیروان اور یوفون کے باقی ساتھی ہیں انہیں بھی تم ساتھ لے جاؤ تم ان کی راہنمائی میں شیروان اور یوفون پر گرفت کرو اور شیروان اور یوفون اور ان کے ساتھیوں کو لے کر اس جگہ آنا جہاں انہوں نے شاریہ کو رکھا ہوا ہے کیونکہ یہ سب اس جگہ سے واقف ہوں گے وہاں تک تمہاری راہنمائی کریں گے۔“

خزیمہ بن خازم نے اسلعل بن قاسم کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر دونوں مسلح جوانوں کے علاوہ شیروان اور یوفون کے آدمیوں کو لے کر اس آتش کدے سے نکل گئے تھے۔

شیروان کے اس آدمی کی راہنمائی میں اسلعل بن قاسم اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ ہاکو شہر کی ایک وسیع حویلی میں داخل ہوا اسلعل بن قاسم نے احتیاط کے طور پر اپنے کچھ آدمیوں کو حویلی کے اندرونی حصے میں پھیلا دیا پھر اپنے چند مسلح جوانوں کے ساتھ شیروان کے آدمی کے ساتھ اندر داخل ہوا کسی کو اس نے آواز دے کر بلایا جن پر وہ مسلح جوان باہر نکلے انہیں مخاطب کرتے ہوئے شیروان کا آدمی کہنے لگا۔

”یہ مسلمانوں کے لشکر کے سالار ہیں دیکھو شاریہ کو باہر لے کے آؤ ورنہ ہم سب مارے جائیں گے یہ ہمیں آتش کدے سے پکڑ کے لائے ہیں ان کے کچھ مسلح جوان شیروان اور یوفون کو گرفتار کرنے کے لئے بھی جا چکے ہیں ان کے ساتھ تم مسلح جوان دیکھ رہے ہو حویلی کے ارد گرد بھی مسلح جوان پھیلے ہوئے ہیں کوئی غلط قدم نہ اٹھانا سب مارے جائیں گے۔“

شیروان کا وہ آدمی یہیں تک کہنے پایا تھا کہ اسے رک جانا پڑا اس لیے کہ اسلعل بن قاسم کے اشارے پر اس کے مسلح جوانوں نے ان دونوں رومیوں کو اپنی گرفت میں کر لیا جنہوں نے دروازہ کھولا تھا پھر تھکسانہ انداز میں انہیں مخاطب کر کے اسلعل کہنے لگا۔

”میری اور میرے ساتھیوں کی اس جگہ تم راہنمائی کرو جہاں تم نے اس لڑکی کو رکھا ہوا ہے۔“ اس کے ساتھ ہی کچھ مسلح جوانوں کو اسلعل نے مخصوص اشارہ کیا اور انہوں نے اپنے خنجر نکال کر ان دونوں کی پیٹھ میں جمادینے تھے اور آگے بڑھنے کا حکم دیا تھا۔

اس پر وہ دونوں آگے آگے چل دیئے شیروان کا آدمی جو راہنمائی کرتا ہوا آیا تھا وہ بھی ان کے ساتھ تھا اسلعل بن قاسم اور عطرین دونوں اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ ان کے ہمراہ تھے۔

سب ایک کمرے میں داخل ہوئے وہاں شاریہ ایک معمولی سی کھاٹ پر انتہائی بے بسی اور لاچارگی کی حالت میں پڑی ہوئی تھی جب سب لوگ اس کمرے میں داخل ہوئے تو

پجاری پر پھڑ پھڑاتی فاختہ کی طرح بدحواس ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

کسی رد عمل کا اظہار کرتا ہی چاہتی تھی کہ اسماعیل بن قاسم آگے بڑھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”بہی بی تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے جن لوگوں نے تمہیں یہاں مجبوس کر رکھا ہے یوں جانو ان کا آخری وقت آچکا ہے مجھے افسوس ہے کہ اس شہر میں تمہارے ساتھ زیادتی ہوئی میں مسلمانوں کے اس لشکر کا سالار اسماعیل بن قاسم ہوں جو چند دن پہلے یہاں پاکو شہر میں داخل ہوا ہے یہاں کے انتظام دیکھ کر مجھے بے حد دکھ اور صدمہ ہوا ہے مجھے اس بات کا بھی بہت دکھ ہے کہ ان ظالموں نے تمہارے باپ کو قتل کر دیا ہے اس کے لئے مجھے دلی دکھ اور افسوس ہے اب شہر میں تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کرے گا۔“

اسماعیل بن قاسم کے ان الفاظ پر شاریہ کا دل بھر آیا تھا پجاری کھٹک پر سر رکھتے ہوئے بیٹھ گئی زار و قطار رونے لگی تھی کچھ دیر ایسا ہی سارا یہاں تک کہ اسماعیل بن قاسم نے پھر اسے مخاطب کیا۔

”بہی بی تمہارا رونا اپنی جگہ درست اور معقول ہے ان ظالموں نے تم لوگوں پر بڑے ظلم کیے ہیں بہر حال اٹھو یہاں سے نکلو۔“ شاریہ نے فوراً اپنے آپ کو سنبھال لیا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اس موقع پر اسماعیل بن قاسم نے اپنے مسلح جوانوں کو مخاطب کیا۔

”یہ شیروان اور یوفون کے سارے آدمیوں کو گرفت میں رکھو ان کا انجام ابھی باقی ہے۔“

اس پر شیروان کا وہ آدی جو راہنمائی کرتے ہوئے وہاں لایا تھا وہ بول اٹھا۔

”میں نے یہاں تک آپ کی راہنمائی کی ہے کیا میرا بھی انجام ان لوگوں جیسا ہو گا۔“

اس کے سوال کا جواب اسماعیل بن قاسم دینا ہی چاہتا تھا کہ عطر لطف بول پڑا۔

”بڑا بول نہ بول نہ بول بڑا بول۔“

اس کے ان الفاظ پر وہ شخص اور زیادہ بوکھلا گیا تھا اسماعیل کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

”تمہارا فیصلہ کرنا ابھی باقی ہے اس شخص کے الفاظ سے فکر مند نہ ہو نہ گھبراؤ یہ میرا عم ہے جو کچھ اس نے کہا ہے یہ اس کا تکیہ کلام ہے چلو تم بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ آگے چلو۔“

جب اسماعیل کے سارے مسلح جوان انہیں ہانکتے ہوئے باہر نکلنے لگے تب شاریہ جو

اسماعیل کے پیچھے آ رہی تھی کچھ سوچتے ہوئے اس کے پہلو میں آئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”میرے محترم! آپ نے اپنا نام اسماعیل بن قاسم بتایا ہے آپ مسلمانوں کے لشکر کے سالار ہیں کیا میں آپ کو ابن قاسم کہہ کے مخاطب کر سکتی ہوں۔“

اسماعیل کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

”یقیناً تم مجھے ابن قاسم کہہ سکتی ہو جب میں ابن قاسم ہوں تو تمہیں مجھے اسی نام سے مخاطب کرنا چاہئے۔“

شاریہ کے لبوں پر پرسکون سائبم نمودار ہوا پھر وہ ایک تجسس بھرے انداز میں کہنے لگی۔

”میرے باپ کو تو ان ظالموں نے قتل کر دیا ہے کیا میرے بھائی کا کچھ پتا چلا۔“

اسماعیل بن قاسم نے پھر ہمدردی بھرے انداز میں شاریہ کو مخاطب کیا۔

”تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے تمہارا بھائی زندہ ہے محفوظ ہے اور اس وقت یوں جانو کہ وہ میری حفاظت میں ہے میں یہاں سے تمہیں تمہارے بھائی سے ملانے کے لئے لے کر جاؤں گا۔“ شاریہ نے اس موقع پر ممنونیت اور شکرگزاری سے بھری ہوئی نگاہ اسماعیل بن قاسم پر ڈالی پھر چپ چاپ اس کے ساتھ چلنے لگی سب حویلی کے کونکوں حصے سے نکل کر باہر آئے تھے۔

اپنی دریک خزمہ بن خازم بھی اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ حویلی میں داخل ہوا جب وہ اسماعیل کے قریب آیا تو اسماعیل نے ابن خازم اور شاریہ کا تعارف کروایا اس موقع پر خزمہ نے شاریہ کو مخاطب کیا۔

”میری بہن تیرے ساتھ جوان لوگوں نے زیادتی کی ہے اس کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں۔“ خزمہ بن خازم جب خاموش ہوا تب اسماعیل بن قاسم نے اسے مخاطب کیا۔

”میرے بھائی پہلے یہ تناؤ شیردان اور یوفون کا کیا ہوا کیا انہیں گرفتار کیا گیا۔“ دکھ بھرے انداز میں خزمہ بن خازم کہنے لگا۔

”نہیں امیر وہ گرفتار نہیں ہو سکے میرے خیال میں انہیں پہلے پتہ چل گیا تھا کہ ہم ان کے خلاف حرکت میں آچکے ہیں اس لئے اپنی جانیں بچانے کے لئے اپنے کچھ مسلح جوانوں کے ساتھ بھاگ چکے ہیں۔“ اسماعیل بن قاسم نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

”کہاں تک بھائیس گے ایک نہ ایک روز ہماری گرفت میں آئیں گے اور انہیں ان ک مظالم کے سارے گناہوں کی سزا ضرور ملے گی اب ایسا کرو یہ شیروان اور یوفون کے جتنے

آدی ہیں انہیں ایک طرف کھڑا کرو۔“

اپنے چند مسلح جوانوں کے ساتھ خزیمہ بن خازم نے شیروان اور یونوں کے سارے آدمیوں کو محکم میں ایک طرف کھڑا کر دیا پھر بھر کے لئے اسماعیل بن قاسم کی گردن جھکی رہی اس موقع پر بڑے فکرمند بنے انداز میں شاریہ خزیمہ بن خازم اور دوسرے لوگ دیکھ رہے تھے پھر انہوں نے دیکھا رات کی تاریکی میں چھوٹی چھوٹی مشطوں کی روشنیوں میں اسماعیل بن قاسم کا چہرہ غضبناک ہو گیا تھا۔ آنکھیں قہر برسانے لگی تھیں پھر خزیمہ بن خازم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ابن خازم اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ آگے بڑھوان سب کا خاتمہ کر دو یہ جرائم پیشہ لوگ ہیں ادھاش ہیں انہیں زندہ رکھا گیا تو شہر کے اندر پھر شیروان اور یونوں کی مدد کرتے ہوئے جرائم ہی پھیلائیں گے ایسے لوگوں سے بہتری کی امید نہیں کی جاسکتی۔“

اسماعیل بن قاسم کا یہ حکم سن کر اپنے چند مسلح جوانوں کے ساتھ ابن خازم آگے بڑھا اور ان سب کا خاتمہ کر دیا تھا پھر اسماعیل بن قاسم کے حکم پر دیں گڑھا کھود کر ان سب کو اس میں دبا کے رکھ دیا گیا تھا۔

جب یہ کارروائی مکمل ہو گئی تب اسماعیل بن قاسم نے خزیمہ بن خازم کی طرف دیکھا کہنے لگا۔ ”ابن خازم میرے بھائی! سارے ساتھیوں کو لے کر مستقر کی طرف چلے جاؤ میں اور عطف بن اس بے بس اور مظلوم لڑکی کو اس کے بھائی سے ملاتے ہیں۔“

خزیمہ بن اس نے اپنے ساتھیوں کو لے کر مستقر کی طرف چلا گیا تھا جبکہ اسماعیل بن قاسم اور عطف بن اس شاریہ کو لے کر شامہ بن سلیمان کے گھر کی طرف ہو لیے تھے اسماعیل بن قاسم نے عطف بن اس کو اپنے پیچھے اپنے گھوڑے پر بٹھالیا تھا جبکہ عطف بن اس کے گھوڑے پر شاریہ کو بٹھایا گیا تھا۔

شامہ بن سلیمان کی حویلی کے باہر آ کر اسماعیل اور عطف بن اس دونوں اتر گئے اور انہیں دیکھتے ہوئے شاریہ بھی اپنے گھوڑے سے اتر گئی پھر آگے بڑھ کر اسماعیل نے دروازے پر دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد اندر سے کسی کی دھیمی سی آواز سنائی دی۔ ”کون ہے۔“

اسماعیل اپنا منہ دروازے کے قریب لے گیا اور سرگوشی کے اندر میں کہنے لگا۔ ”ابن سلیمان دروازہ کھولو میں اسماعیل بن قاسم ہوں۔“

دروازہ فی الفور کھل گیا تینوں اندر داخل ہوئے ایک گھوڑے کی ہانگ اسماعیل نے دوسرے کی عطف بن اس نے پکڑ رکھی تھی ان کے پیچھے پیچھے شاریہ بھی حویلی میں داخل ہوئی

اسماعیل نے شامہ بن سلیمان کو مخاطب کیا۔

”ابن سلیمان ہم دونوں کے گھوڑوں کو یہیں رہنے دو ہم زیادہ دیر یہاں رکھیں گے نہیں یہ ہمارے ساتھ شاریہ ہے برسک کی بہن ذرا برسک کو دیوان خانے میں لاؤ۔“ اس کے ساتھ ہی شامہ بن سلیمان وہاں سے ہٹ گیا تھا اسماعیل اور عطف بن اس دونوں شاریہ کو لے کر دیوان خانے میں داخل ہوئے اور وہاں نشستوں پر بیٹھ گئے تھے۔

کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ دیوان خانے میں شامہ بن سلیمان اور برصومہ کے ساتھ برسک داخل ہوا اسے دیکھتے ہی شاریہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی دونوں بہن بھائی بھاگے اور ایک دوسرے سے لپٹ کر زار و قطار رونے لگے تھے۔

اس موقع پر برصومہ نے آگے بڑھ کر دونوں کو علیحدہ کرنا چاہا لیکن ہاتھ کے اشارے سے اسماعیل نے روک دیا کہنے لگا۔

”خالد رک جاؤ دونوں بہن بھائی کو گلے کر پیچھے خوب رونے دو تاکہ ان کا دکھ اور غم بھٹکا ہو جائے۔“ برصومہ نے اس سے اتفاق کیا پھر پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئی تھی تھوڑی دیر تک دونوں بہن بھائی ایک دوسرے سے لپٹ کر خوب روئے پھر اپنی آنکھیں خشک کرتے ہوئے علیحدہ ہوئے ہاتھ کے اشارے سے اسماعیل نے برسک کو اپنے پاس بیٹھنے کے لئے کہا اس پر برسک حرکت میں آئے ہوئے اسماعیل کے پہلو میں بیٹھ گیا شاریہ کو پکڑ کر برصومہ نے اپنے پاس بٹھالیا اور اپنا تعارف بھی کر دیا تھا۔

کمرے میں اب اسماعیل بن قاسم کی آواز گونجی تھی اس نے شاریہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا شروع کیا۔

”بی بی میں ایک بار پھر تمہارے سامنے دکھ افسوس اور تاسف کا اظہار کرتا ہوں کہ کاش ہم تمہارے باپ کو بچا سکتے لیکن ہم ایسا نہیں کر سکتے تم دونوں کے باپ کے مرنے کا ہمیں بے حد دکھ اور صدمہ ہے دیکھو اب تم دونوں بہن بھائی مل چکے ہو خاتون تم بیوی ہو برسک ابھی چھوٹا ہے نادان ہے اب تم یہ بتاؤ کہ تم کہاں رہنا پسند کرو گی۔“

تم دونوں بہن بھائی کو یہاں محترم بن سلیمان کے ہاں بھی رکھا جاسکتا ہے اس لیے کہ ابھی تک شیروان اور یونوں زندہ ہیں ہانی ہو گئے ہیں اگر انہیں خبر ہوئی کہ برسک نے یہاں پناہ لی تھی اور اس کے کہنے پر ہم نے تمہیں بازیاں کر دیا ہے تو وہ لوگ شامہ بن سلیمان کے دشمن ہو جائیں گے اور میں ایسا نہیں چاہتا دوسری بات یہ ہے کہ بی بی! میں چند روز تک لشکر کے ساتھ یہاں ہوں میرے کچھ بھڑاپے کام میں لگے ہوئے ہیں جو نئی انہوں نے

مجھے اطلاع دی کہ خزر کے خاقان کے لشکریوں نے کہاں کہاں اپنے پڑاؤ کر رکھے ہیں میں فوراً یہاں سے کوچ کروں گا اور ان سے نمٹنا ہی میرے یہاں آنے کا مقصد اور مدعا ہے اپنی ساری کارروائی کی تکمیل کے بعد میں واپس بغداد چلا جاؤں گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد اسماعیل بن قاسم جب خاموش ہوا تو تھوڑی دیر تک گردن جھکا کر شاریہ کو سوجھتی رہی پھر کہنے لگی۔

”میں جانتی ہوں آپ کس مقصد کے تحت یہاں آئے ہیں بہر حال ہم دونوں آپ کے لشکر میں رہنے سے تو رہے دیے جب ہم قسطنطنیہ سے چلے تھے تو ہماری منزل بغداد شہر تھا وہاں درباری طیب جرائیل ہمارا قریبی عزیز ہے ہم اس کے پاس جانا چاہتے تھے لیکن حالات ہمیں یہاں ہاکوشر کی طرف لے آئے اب میری آپ سے استدعا ہے کہ ہاکوشر کے مغرب میں ایک خاصہ بڑا کلیسا ہے آپ مجھے اور میرے بھائی کو وہاں کلیسا میں چھوڑ دیجئے میں اور میرا بھائی دونوں یہی سمجھیں گے کہ وقتی طور پر اپنے آپ کو کلیسا کے لئے وقف کر چکے ہیں۔ ساتھ ہی آپ سے یہ بھی التجا اور استدعا کروں گی کہ جب آپ آرمینیا کی اس مہم سے فارغ ہو جائیں تو ہمیں اپنے ساتھ بغداد لے جائیں اس لئے کہ یہاں ہم محفوظ نہیں رہیں گے جتنا عرصہ آپ مہم میں مصروف رہیں گے میں سمجھتی رہوں گی کہ کلیسا میں ہم دونوں بہن بھائی کسی قدر تحفظ اور امن میں رہیں گے بغداد جا کر میں اپنے عزیز جرائیل بن یحییٰ شوع کے ہاں رہنا پسند کروں گی۔“

شاریہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اسماعیل بن قاسم اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

”جیسا تم چاہ رہی ہو ایسا ہی ہو گا میں اور عم عطریف۔ اب اپنے مستقر کی طرف جاتے ہیں تم دونوں بہن بھائی رات یہیں بسر کرو صبح فجر کی نماز کے بعد ابھی سورج طلوع نہیں ہوا ہو گا تو میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ یہاں ہوں گا اس وقت تم دونوں بہن بھائی تیار رہنا میں تم دونوں کو لے کر کلیسا لے جاؤں گا اور تم دونوں کو تمہاری حفاظت کے لئے کلیسا والوں کے حوالے کر دوں گا۔“ اس کے ساتھ ہی اسماعیل بن قاسم اور عطریف رخصت ہو گئے جبکہ ثمامہ بن سلیمان نے حویلی کے صدر دروازے کو اندر سے زنجیر لگا دی تھی۔

✽.....✽

اگلے روز صبح ہی صبح برسک اور شاریہ دونوں بہن بھائی کھانا کھانے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی اس پر چونکے سے انداز میں ثمامہ بن سلیمان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا

”میرا دل کہتا ہے کہ یہ امیر اسماعیل بن قاسم کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔“ شاریہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی پھر ثمامہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”اگر آپ کہیں تو میں اور برسک دونوں بہن بھائی تہ خانے میں چلے جاتے ہیں۔“ ثمامہ نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

”بہنیں بنی! یہاں سے اٹھ کر ساتھ والے کمرے میں چلے جاؤ اگر کوئی خطرے والی بات ہوئی تو میں دروازے پر دستک دینے والوں سے دور سے گفتگو کروں گا جو تمہارے لیے اشارہ ہو گا اور تم دونوں بہن بھائی تہ خانے میں چلے جانا اگر ایسا نہ ہوا تو پھر سمجھنا کہ خطرے کی کوئی بات نہیں۔“ اس کے ساتھ ہی ثمامہ بن سلیمان حویلی کے صدر دروازے کی طرف بڑھا تھا جبکہ شاریہ اور برسک دونوں بہن بھائی اس کمرے سے نکل کر ساتھ والے کمرے کی طرف چلے گئے تھے۔

ثمامہ نے جب دروازہ کھولا تو دیکھا کہ باہر اسماعیل بن قاسم اور عطریف دونوں اپنے گھوڑوں کی بھاگیں پکڑے کھڑے تھے ثمامہ نے سارا دروازہ کھول دیا۔

”اندر آئیں میں چاہتا ہوں آپ کھانا ہمارے ساتھ کھائیں۔“ اسماعیل بن قاسم اپنی جگہ پر کھڑا رہا پھر مجھے لہجے میں کہنے لگا۔

”بہنیں! بن سلیمان تمہارا بہت شکریہ ذرا تم شاریہ اور اس کے بھائی برسک کو فوراً لے کے آؤ میں انہیں فی الفور کلیسا میں پہنچانا چاہتا ہوں تاکہ انہیں یہاں سے کوئی نکتے ہوئے دیکھ نہ لے۔“

ثمامہ نے دروازہ کھلا ہی رہنے دیا پھر بڑی تیزی سے مڑا تھوڑی دیر بعد وہ لوہا اس کے ساتھ شاریہ اور برسک دونوں بہن بھائی تھے برسک نے آگے بڑھ کر باری باری اسماعیل اور عطریف سے مصافحہ کیا پھر کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اسماعیل بن قاسم نے اسے مخاطب کیا۔

”برسک میرے بھائی! تم دونوں بہن بھائی عطریف کے گھوڑے پر ہو جینو عطریف کو میں اپنے پیچھے بٹھالوں گا جلدی کرو وقت ضائع نہ کرو۔“

دونوں بہن بھائی آگے بڑھے عطریف نے اپنے گھوڑے کی بھاگ پکڑے رکھی دونوں بہن بھائی گھوڑے پر جب بیٹھ گئے تب گھوڑے کی بھاگ عطریف نے شاریہ کو تھما دی تھی اس لیے کہ شاریہ نے برسک کو اپنے پیچھے بٹھایا تھا اس کے ساتھ ہی اسماعیل اور عطریف بھی گھوڑے پر سوار ہوئے پھر اپنے گھوڑوں کو ایڑھ لگاتے ہوئے وہ آگے بڑھ گئے تھے۔

تیزی سے گھوڑوں کو ہانکتے ہوئے وہ ہاکوشر کے مغرب میں ایک کلیسا کے سامنے رکنے

کلیسا کی خاصی بڑی عمارت تھی گھوڑوں سے اترنے کے بعد دونوں گھوڑوں کو کلیسا سے باہر باندھ دیا پھر چاروں کلیسا میں داخل ہوئے۔

جو سب سے پہلا شخص انہیں دکھائی دیا اسے اسٹیل بن قاسم نے بڑی عاجزی سے بڑے پادری کے متعلق پوچھا وہ شخص ان کی راہنمائی کرتے ہوئے ایک کمرے میں لے کے گیا جس کے اندر ایک شخص بیٹھا ہوا تھا اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ شخص کہنے لگا۔ ”یہ کلیسا کے بڑے پادری ہیں آپ جو کچھ ان سے کہنا چاہتے ہیں کہہ لیں۔“ اس کے ساتھ ہی وہ واپس چلا گیا تھا

پادری نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کا استقبال کیا پھر کہنے لگا میرا نام فلطس ہے میں اس کلیسا کا پادری ہوں کہو کیا بات ہے۔

اسٹیل بن قاسم نے اپنا اور ساتھیوں کا تعارف کروایا تو وہ پادری فلطس بڑا متاثر ہوا آگے بڑھ کر پر جوش انداز میں اس نے اسٹیل، عطریف اور برسک سے مصافحہ کیا اور پیار بھرے انداز میں شفقت بھرا ہاتھ اس نے شاریہ کے سر پر پھیرا پھر جب وہ اپنی نشست پر بیٹھ گیا تب اسٹیل بن قاسم نے اسے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”میرے عزیز! آپ جانتے ہوں گے کہ ان علاقوں میں خنز کے خاقان نے تباہی اور بربادی کا مکمل کھیلا ہے میں بغداد سے اپنے لشکر کے ساتھ اسی تباہی اور بربادی کا اس سے انتقام لینے کے لئے آیا ہوں اور میرے ذمے مسلمانوں کے خلیفہ ہارون الرشید نے ان علاقوں کا انتظام درست کر کے یہاں حاکم مقرر کرنے کی ذمہ داری لگائی یہ شاریہ اور برسک دونوں بہن بھائی ہیں کچھ غیر ذمہ دار لوگوں سے انہیں خطرہ ہے اگر میں نے اپنی مہموں پر نہ نکلنا ہوتا تو میں خود ان کی حفاظت کا سامان کر لیتا میں شاید چند روز تک یہاں سے کوچ کر جاؤں گا میرا رخ شمال مغرب کے علاقوں کی طرف ہو گا ان حالات میں میں ان غیر ذمہ دار لوگوں سے ان دونوں بہن بھائی کی احسن طریقے سے حفاظت نہیں کر سکتا یہ دونوں بہن بھائی نصرانی ہیں اور ان کی خواہش ہے کہ میں ان دونوں کو آپ کے اس کلیسا میں چھوڑ جاؤں جب تک واپس آ کر میں مکمل طور پر ان کی حفاظت کا سامان نہیں کرتا یہ چاہتے ہیں کہ یہاں آپ کے کلیسا میں رہیں اور کلیسا کی خدمت کرتے ہوئے یہاں امن اور حفاظت میں رہیں۔“

اسٹیل بن قاسم کے ان الفاظ سے فلطس بڑا متاثر ہوا تھا کہنے لگا۔

”مسلمانوں کے عظیم سالار میں آپ کے جذبے کے ساتھ ساتھ آپ کے کردار اور

اخلاق کی قدر کرتا ہوں آپ مطمئن رہیں یہ کلیسا ان دونوں بہن بھائیوں کے لئے بہترین پناہ گاہ ثابت ہو گا یہاں ان کی حفاظت کا بہترین اہتمام کیا جائے گا اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس سلسلے میں آپ کو کوئی شکایت نہیں ملے گی جب آپ اپنی مہم سے لوٹیں گے تو جس قدر یہ برائے امن انداز میں بیٹھے ہوئے ہیں ایسے ہی میں ان دونوں کو آپ کے حوالے کروں گا۔“ اسٹیل بن قاسم کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی کہنے لگا۔

”میرے محترم! مجھے آپ سے ایسے ہی جذبے ایسے ہی رد عمل کا انتظار تھا اب یہ دونوں بہن بھائی آپ کے حوالے ہیں میں آپ کا ایک بار پھر شکر یہ ادا کرتا ہوں اور آپ سے جانے کی اجازت لیتا ہوں۔“ اس کے ساتھ ہی اسٹیل بن قاسم کھڑا ہو گیا اس کی طرف دیکھتے ہوئے عطریف بھی کھڑا ہو گیا تھا شاریہ اور برسک بھی اپنی جگہوں پر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے اسٹیل بن قاسم نے اپنے لباس کے اندر ہاتھ ڈالا چوہے کے اس نے نکالے وہ سب کے اس نے جب برسک کی طرف بڑھائے تو اس نے لینے سے انکار کر دیا لیکن سب کے برسک کو اسٹیل بن قاسم نے زبردستی تھما دیئے۔

”کہنے لگا میرے بھائی! یہاں رہتے ہوئے تمہیں اور تمہاری بہن دونوں کو نقدی کی ضرورت پڑے گی یہ رکھ لو تمہارے کام آئیں گے۔“ اس موقع پر اسٹیل بن قاسم کو مخاطب کرتے ہوئے شاریہ کچھ کہنا چاہتی تھی پر کہ نہ سکی اس کے ہونٹ پھڑپھڑا کر رہ گئے تھے اتنی دیر تک اسٹیل اور عطریف اس کمرے سے نکلے پادری فلطس ان کے ساتھ تھا شاریہ اور برسک بھی دونوں ان کے ساتھ ہوئے۔

کلیسا کے بیرونی دروازے پر جا کر اسٹیل بن قاسم پھر مڑا اور دونوں بہن بھائی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”شاریہ! چند ہفتوں یا چند مہینوں تک میری تم سے کوئی ملاقات نہ ہو سکے گی۔ کلیسا سے باہر نہ نکلتا نہ زیادہ اس کلیسا کے اس کھلے احاطے میں گھومنا کوشش کرنا کہ کلیسا کی عمارت کے اندر ہی رہو۔“ اس کے ساتھ ہی اسٹیل بن قاسم گھوڑے کی رقبہ میں پاؤں جمائے بغیر جست لگا کر اپنے گھوڑے پر ہو بیٹھا تھا عطریف بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہوا پھر اپنے گھوڑے کو اڑھ لگاتے ہوئے وہ وہاں سے چلے گئے تھے جبکہ پادری فلطس شاریہ اور برسک دونوں کو لے کر کلیسا کی عمارت کی طرف لے جا رہا تھا۔

اسٹیل بن قاسم اور عطریف دونوں ایک روز اپنی رہائش گاہ میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے کہ دروازے پر خزیرہ بن خازم نمودار ہوا اور اسٹیل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
 "ابن قاسم ہمارے وہ مخبر اور نقیب جو ہم نے خزر کے خاقان شالی کے لشکر کی نقل و حرکت اور ان کے کل وقوع جاننے کے لئے بھیجے تھے وہ لوٹ آئے ہیں میرے بھائی! اگر تم کہو تو میں انہیں تمہارے پاس لے کے آؤں۔" خزیرہ بن خازم کے اس انکشاف پر اسٹیل بن قاسم چونک پڑا تھا۔ خلوص بھری آواز میں کہنے لگا۔

"ابن خازم تم کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو میں انہی کے انتظار میں تو یہاں باکو شہر میں بیٹھا ہوا ہوں اور دن رات بڑی بے چینی سے ان کا منتظر ہوں انہیں فوراً میرے پاس لے کے آؤ۔" خزیرہ بن خازم وہاں سے ہٹ گیا تھوڑی دیر بعد وہ چند جوانوں کو اپنے ساتھ لایا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر اسٹیل بن قاسم اور عطریف دونوں نے ان کا بہترین استقبال کیا اور انہیں اپنے سامنے بیٹھنے کے لئے کہا جب سب بیٹھ گئے تب اسٹیل بن قاسم نے آنے والے ان مخبروں کو مخاطب کیا۔

"میرے عزیزو! سب سے پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ خزر کا خاقان شالی بذات خود اس وقت کہاں ہے اور آرمینیا میں اس وقت کس کس مقام پر اس کے لشکر پھیلے ہوئے ہیں اس کے بعد میں دیکھوں کہ مجھے کیسے ان کے خلاف حرکت میں آنا ہوگا۔"

اسٹیل بن قاسم کی اس گفتگو کے جواب میں آنے والے مخبروں نے آپس میں صلاح و مشورہ کیا پھر ان میں سے ایک ابن قاسم کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"امیر! شالی کے کچھ لشکر مختلف مقامات پر اپنی کاروائیاں تقریباً مکمل کرنے کے بعد پڑاؤ کھے ہوئے ہیں کسی نے ان لشکروں کے سامنے مزاحمت نہیں کی لہذا ان کے پاس ذخیروں مال اسباب اور نقدی ہے جو انہوں نے مسلمانوں کے علاقوں سے لوٹی ہے۔

جہاں تک خاقان شالی کا تعلق ہے تو اپنے لشکر کے ایک بڑے حصے کے ساتھ وہ بل میں ہی کے مقام پر پڑاؤ کئے ہوئے ہے یہ چھوٹا سا ایک شہر ہے جو جمیل غریہ کے شمال کی طرف

واقع ہے باکو سے اگر مغرب کی طرف رخ کریں تو پہلے تاؤس شہر آتا ہے اس کے بعد تمانیاں جو جمیل غریہ کے قریب شمال میں ہے پھر تمانیاں سے ایک شاہراہ کیرکن سے ہوتی ہوئی بل میں کی طرف جاتی ہے بل میں ہی کے باہر ہی خاقان شالی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ قیام کیے ہوئے ہے۔

شالی کا دوسرا لشکر لوان کے مقام پر اس وقت پڑاؤ کئے ہوئے ہے یہ شہر جمیل غریہ اور جمیل وان کے درمیان جبل ارارات کے دائیں جانب کھلے اور وسیع میدانوں کے اندر ہے اس حصے کے لشکر کے پاس کافی مال غنیمت بھی ہے۔

تیسرا لشکر تاؤس کے مقام پر ہے یہ جمیل غریہ کے شمال مشرق میں ہے یہاں بھی کافی بڑا لشکر ہے۔ شالی کا چوتھا بڑا لشکر لنیاکن کے مقام پر پڑاؤ کئے ہوئے ہے اور یہ شہر جمیل غریہ کے شمال مغرب میں واقع ہے اس طرح خاقان شالی کے گویا چار عساکر اس وقت آرمینیا میں اپنی کاروائیوں میں مصروف ہیں۔

ایک خود خاقان شالی کے پاس بل میں ہی قیام کیے ہوئے ہے دوسرا لوان میں تیسرا تاؤس اور چوتھا لنیاکن میں۔" مخبر جب خاموش ہوا تب اسے مخاطب کرتے ہوئے اسٹیل کہنے لگا۔

"یہ جو تم نے خاقان شالی کے چار عساکر کا ذکر کیا ہے یہ تعداد کے لحاظ سے کیسے ہیں۔" اس پر غرندی کے سے انداز میں خبر کہنے لگا۔

"شالی کے ان سارے عساکر کی مجموعی تعداد تو بہت زیادہ ہے لیکن میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ ان میں سے ہر لشکر کی تعداد اس لشکر سے کہیں زیادہ ہے جو اس وقت آپ کی کمان داری میں ہے۔" کچھ دیر خاموش رہ کر اسٹیل بن قاسم نے سوچا پھر اپنے پہلو میں بیٹھے عطریف کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"عطریف ذرا ایک سفید کپڑا لے کر آؤ۔" عطریف فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا قریب ہی ایک گھڑی پڑی ہوئی تھی اس میں سے اس نے سفید رنگ کا ایک کپڑا نکالا اور اسٹیل کی گود میں رکھ دیا اسٹیل نے پھر عطریف کو مخاطب کیا۔

"جس گھڑی سے یہ کپڑا نکالا ہے اس میں کیرد کے کچھ ٹکڑے بھی ہوں گے اس میں سے ایک ٹکڑا نکالو۔" عطریف پھر لپکا گھرو کا ایک ٹکڑا نکال کر اس نے اسٹیل کے سامنے رکھ دیا تھا اسٹیل نے وہ کپڑا اور کیرد کا وہ ٹکڑا اس مخبر کی طرف بڑھایا جو اس سے محو گفتگو تھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”جس علاقے میں خاقان شالی کے لشکر پھیلے ہوئے ہیں اور جس جگہ اس کے لشکروں نے پڑاؤ کئے ہوئے ہیں اس کپڑے پر ان کی نشاندہی کرو ان کے محل وقوع کو ظاہر کرو اس میں اس جگہ کی بھی نشاندہی کرو جہاں جمیل غریہ ہے اور جمیل وان میں ساتھ ہی ساتھ دونوں جھیلوں کے درمیان جو جبل ہیں اس کی بھی نشاندہی کرو۔“

اس خبر نے وہ کپڑا اور گیردہ کا ٹکڑا لے لیا پھر اسماعیل بن قاسم کے کہنے پر اس نے بڑی تفصیل کے ساتھ اس کپڑے پر اس کے سج اور شمال میں جو شہر پڑتے تھے ان کی بھی نشاندہی کر دی تھی اور جہاں جہاں کو ہستانی سلسلے تھے وہاں بھی اس نے انہیں نمایاں کیا تھا۔ وہ خبر جب نقشہ مکمل کر چکا تب بڑے اطمینان سے کپڑے پر ہٹا ہوا وہ نقشہ اس نے پھیلا کر اسماعیل بن قاسم کے سامنے رکھ دیا تھا اسماعیل بن قاسم تھوڑی دیر بڑی گہری نگاہوں سے کپڑے پر بنے اس نقشے کا جائزہ لیتا رہا پھر اس نے ہاتھ کے اشارے سے خزیمہ بن خازم کو اپنے قریب بلایا پھر سرگوشی کے انداز میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”لکن خازم پہلے ہم دونوں دشمن پر حملہ آور ہونے کا سارا معاملہ طے کر لیں اس کے بعد میں یزید بن غریہ سے گفتگو کروں گا میں چاہوں گا کہ وہ فی الوقت ہاکو میں ہی قیام رکھے اور جب ہم حالات سازگار کر لیں گے پھر معاملات اس کے حوالے کرنے کی کوشش کریں گے۔ میرے بھائی اس نقشے کو دیکھنے کے بعد میں نے ایک فیصلہ کیا ہے۔“

سن میرے بھائی آنے والی شب کو میں اور تم اپنے پورے لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کریں گے ہاکو سے نکل کر یہ جو حریر شہر کی نشاندہی کی گئی ہے یہاں پہنچیں گے اگلا شہر اگدام آتا ہے اس شہر میں ہم داخل نہیں ہوں گے اس شہر کے شمال میں رہیں گے۔ اس سے آگے جمیل غریہ آ جاتی ہے جمیل غریہ کے شرقی کناروں کے ساتھ ساتھ بڑی تیزی سے سفر کرتے ہوئے ہم شمال کا رخ کریں گے اس کے بعد جمیل کے ساتھ ہی ساتھ مغرب کی طرف بڑھتے ہوئے ہم جنوب مغرب کا رخ کرنے کی کوشش کریں گے جس رخ پر لسوان شہر ہے۔

اب جنوب مغرب کا رخ کرنے سے پہلے ہم اپنے خبر چاروں طرف پھیلا دیں گے جو آس پاس سارے شہروں میں یہ افواہ پھیلا دیں گے کہ مسلمانوں کا ایک لشکر جسے مسلمانوں کے خلیفہ ہارون الرشید نے بھجوایا ہے وہ خاقان شالی کے اس لشکر پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہا ہے جس نے لسوان کے مقام پر پڑاؤ کر رکھا ہے۔

بھائی میرے ار کا ایک روحل ظاہر ہو گا اور یہ کہ جب خاقان شالی کے اس لشکر کو طم ہو

گا کہ ہم لسوان پر حملہ آور ہونے والے ہیں جس نے لنیاکن کے مقام پر پڑاؤ کر رکھا ہے یاد رکھنا لنیاکن کا یہ لشکر اپنے اس لشکر کی مدد کو پہنچے گا جس نے لسوان کے مقام پر پڑاؤ کر رکھا ہے اس لسوان سے قریب ترین شہر لنیاکن ہی ہے اس مقام پر پڑاؤ کرنے والا شالی کا لشکر لسوان کی مدد کو پہنچے گا ہائی دولشکر جو ہیں ان میں سے ایک تو خود شالی کے پاس ہے بل میسی کے مقام پر پڑاؤ کئے ہوئے ہے وہ شمال میں دور پڑتا ہے ان کا چوتھا لشکر تاؤس کے مقام پر ہے اور وہ بھی لسوان سے خاصہ دور پڑتا ہے اس لیے میرا اندازہ ہے کہ ہم اگر لسوان پر حملہ آور ہونے کی شان لیں تو یاد رکھنا لسوان والوں کی مدد کے لئے جو لشکر پہنچے گا وہ وہی ہو گا جس نے لنیاکن کے مقام پر پڑاؤ کر رکھا ہے۔

فی الحال میں یہیں تک ہی کہتا پسند کروں گا اس کے بعد میں نے کیا کرنا ہے عین وقت پر بتاؤں گا بہر حال یہ طے شدہ ہے کہ آنے والی شب کو ہم ہاکو سے نکل کر حریر سے ہوتے ہوئے جمیل غریہ کے کنارے شمال کی طرف بڑھیں گے اور تمانیان شہر سے پہلے ہی مغرب کی طرف بڑھنے کے بعد جنوب کا رخ کریں گے جنوب کا رخ کرنے سے پہلے میرے بھائی میں تمہیں بتاؤں گا کہ میں دشمن پر کیسے اور کس طرح ضرب لگانا چاہتا ہوں۔ اسماعیل بن قاسم کی اس گفتگو نے خزیمہ بن خازم کو ایک طرح کی جستجو اور پریشانی میں ڈال دیا تھا اس کے چہرے کے تاثرات کو اسماعیل بڑے غور سے دیکھ رہا تھا پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں جانتا ہوں میری اس گفتگو نے تمہیں تجسس میں ڈال دیا ہے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے میرا کام کرنے کا ایک طریقہ ہے اور میرے خداداد نے چاہا تو تم دیکھو گے کہ میں خاقان شالی کے لشکروں کو اپنے آگے آگے بے ضرر ریوز کے جانوروں کی طرح ہاکوں کا دشمن سے نمنے کا جولا بھل میں تیار کرتا ہوں اسے میں صیڑہ راز میں رکھنے کا عادی ہوں اور یہاں معاملہ بڑا میڑھا اور سخت ہے اس لیے کہ خاقان کے چار لشکر مختلف مقام پر پڑاؤ کئے ہوئے ہیں اور چاروں انفرادی طور پر ہمارے لشکر سے عددی لحاظ سے زیادہ ہیں اس بناء پر مجھے ان سے کسی طریقے کی ڈھنگ سے نمٹنا ہو گا میرے بھائی جو کچھ میں نے کہا ہے اس میں اگر تمہیں کوئی شک شبہ ہو تو کہو۔“ خزیمہ بن خازم مسکرا دیا کہنے لگا۔

”تمہیں امیر میں جانتا ہوں دشمن سے نمنے کے لئے جو بھی طریقہ آپ طے کریں گے وہ ہمارے حق میں بہتر اور سودمند ثابت ہو گا۔“

بڑے پیارے انداز میں اسماعیل بن قاسم نے ابن خازم کا شانہ چھپتایا پھر کہنے لگا۔

”اگر یہ بات ہے تو اٹھوان مجھوں کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور انہیں آرام کرنے کا موقع فراہم کرو اس لیے کہ آنے والی شب کو یہ ہمارے ساتھ یہاں سے کوچ کریں گے ان علاقوں میں بھی ہماری راہنمائی کریں گے۔ ساتھ ہی لشکریوں کو آنے والی شب کو کوچ کرنے کی خبر بھی دے دو۔“ اس کے ساتھ ہی خزیمہ بن خازم سارے مجھوں کے ساتھ اسطیل بن قاسم کی قیام گاہ سے نکل گیا تھا آنے والی شب کو اسطیل بن قاسم اور خزیمہ بن خازم اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کر گئے تھے۔

اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی کے ساتھ سفر کرتا ہوا اسطیل بن قاسم جب جمیل فریرہ کے شمال میں اس جگہ آیا جہاں مختلف ستوں کو شاہراہیں جاتی تھیں وہاں اس نے اپنے لشکر کو روک دیا اس نے دیکھا ایک شاہراہ سیدی شمال کی طرف تمانیان، کیروکن سے ہوتی ہوئی مل نسی کی طرف چلی گئی تھی ایک دائیں ہاتھ تاؤس شہر کی طرف جاتی تھی تیسری بائیں ہاتھ لتیان کی طرف جاری تھی چوتھی کچھ دور تک جمیل عزیرہ کے کنارے آگے بڑھنے کے بعد ایک خشک نالے کو عبور کر کے قاسم، لسوان اور ادرات سے ہوتی ہوئی جمیل وان کی طرف چلی گئی تھی۔

لشکر کو وہاں روکنے کے بعد اسطیل بن قاسم نے خزیمہ بن خازم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا شروع کیا۔

”ابن خازم میرے بھائی! یہاں میں نے لشکر کو اس لیے روکا ہے کہ اپنے کچھ آدمیوں کو اطراف میں پھیلا دو خصوصیت کے ساتھ اپنے تجربہ کار مجھوں کو جو اطراف میں یہ خبر پھیلا دیں کہ مسلمانوں کا ایک لشکر شمالی کے اس لشکر پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہا ہے جس نے لسوان کے مقام پر پڑاؤ کر رکھا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد اسطیل بن قاسم رک گیا خزیمہ بن خازم حرکت میں آیا اپنے کچھ آدمیوں کو فوراً اس نے اطراف میں پھیل کر جو خبر پھیلانے کے لئے اسطیل نے کبھی بھی اس کے لئے روانہ کر دیا تھا جب اندھیرا ہو چکا تب اسطیل بن قاسم نے پھر پیش قدمی شروع کر دی۔ جمیل عزیرہ کے ٹھکانے کے پاس سے ہوتا ہوا اپنے لشکر کے ساتھ اسطیل بن قاسم جنوب مغرب کے رخ پر اس شاہراہ پر چڑھ گیا تھا جو قاسم سے ہوتی ہوئی لسوان کو جاتی تھی توڑا سا آگے جا کر پھر اس نے اپنے لشکر کو روکا اس کی طرف دیکھتے ہوئے خزیمہ بن خازم کسی قدر پریشانی کا اظہار کر رہا تھا اس موقع پر اسطیل کے چہرے پر مسکراہٹ تھی پھر وہ خزیمہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”ابن خازم میں یہاں وہ قدم اٹھانے لگا ہوں یا دوسرے معنوں میں یہ کہہ سکتے ہو کہ یہاں میں تم سے وہ بات کہنے لگا ہوں جو میں نے ہا کو شہر میں تم سے نہیں کہی تھی دیکھ میرے بھائی! سورج مغرب میں غروب ہونے والا ہے یہاں توڑی دیر رکتے ہیں لشکر کی آرام بھی کر لیں گے نماز پڑھی جائے گی کھانا بھی کھا لیں گے اس کے بعد جو ہم نے کرنا ہے وہ میری بات غور سے سنو۔

ہمارے آدمی توڑی دیر تک یہ بات تو چاروں طرف پھیلا چکے ہوں گے کہ مسلمانوں کا لشکر شمالی کے اس لشکر پر حملہ آور ہونے کی پیش قدمی کر رہا ہے جس نے لسوان میں پڑاؤ کر رکھا ہے اس طرح یہ خبر لتیان شہر بھی پہنچے گی جہاں شمالی کے ایک لشکر نے پڑاؤ کر رکھا ہے۔ اب میرے بھائی! تم یہ کام کرو اپنے کچھ مجھوں کو کھانا کھلانے اور کچھ توڑا سا ستانے کا موقع فراہم کر کے اس شاہراہ کی طرف روانہ کرو جو یہاں سے لتیان کی طرف جاتی ہے جب یہ خبر پھیلے گی کہ ہم لسوان پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہے ہیں تو یاد رکھنا شمالی کا وہ لشکر جو لتیان کے مقام پر پڑاؤ کئے ہوئے ہے وہ ضرور وہاں سے نکل کر لسوان کا رخ کرے گا جب اس کی پیش قدمی کی اطلاع ہمارے خبر دیں گے میں اور تم دونوں اپنے لشکر کو حرکت میں لائیں گے ہم لسوان کا رخ نہیں کریں گے ہم آدمی اور طوفان کی طرح لپٹ کر شمال کی طرف بڑھیں گے اور اس لشکر پر حملہ آور ہوں گے جس نے لتیان سے ہماری طرف کوچ کیا ہو گا رات کی گہری تاریکی میں اس لشکر پر شب خون مارنے کے اعزاز میں حملہ آور ہو کر میں چاہتا ہوں کہ ہم دونوں بھائی مل کر اسے نیست و نابود کر دیں اور اس لشکر کی شکست ریخت کرنے کے بعد پھر ہم دونوں شمالی کے اس لشکر کا رخ کریں گے جس نے لسوان میں پڑاؤ کر رکھا ہے اور مجھے امید ہے اس کی حالت بھی ہم بدتر نہیں بلکہ بدترین کریں گے۔“

اسطیل بن قاسم جب خاموش ہوا تب بے پناہ سکون اور آسودگی کا اظہار کرتے ہوئے ابن خازم کہہ رہا تھا۔

امیر آپ نے میرے سارے دوسات سارے شکوک و شبہات بالکل ہی مٹا کے رکھ دیئے ہیں جس وقت ہا کو میں آپ نے اپنی بات مکمل نہیں کی تھی اس وقت میں ایک عجیب سے تجسس میں تھا کہ جانے دشمن سے نینٹے کے لئے آپ کیا طریقہ کار استعمال کرتے ہیں لیکن اب میرا ذہن بالکل ہلکا اور پرسکون ہو گیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جو طریقہ کار آپ اپنا رہے ہیں اس کے تحت ہم دشمن کو بدترین شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

جواب میں اسمٰعیل بن قاسم مسکرا دیا پھر اس نے لشکر کو وہاں پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ جمیل عزیرہ کے شال میں اسمٰعیل نے اپنے لشکر کا عارضی پڑاؤ کر لیا تھا لشکر کو سستانے کا موقع فراہم کیا گیا وہاں کھانے کا اہتمام کیا گیا کچھ خبروں کو اس لشکر کی نگاہ داری پر بھی مقرر کر دیا گیا تھا جو لٹیاکن کے مقام پر پڑاؤ کئے ہوئے تھا عشاء کی نماز کے بعد اودھا لشکر جاگن رہا ہائی آدمی لشکر کو آرام کرنے کا حکم دے دیا گیا تھا اس طرح باری باری سارے لشکریوں نے کسی حد تک آرام کر لیا تھا سستانا تھا۔

آدمی رات کے بعد وہ مجر سوائے جنہیں شالی کے اس لشکر پر نگاہ رکھنے کے لئے مقرر کیا گیا تھا جو لٹیاکن کے مقام پر پڑاؤ کئے ہوئے تھا انہوں نے اسمٰعیل کو آکر یہ اطلاع دی کہ ”اس لشکر کو خبر ہو چکی ہے کہ مسلمانوں کا ایک لشکر شالی کے اس لشکر پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہا ہے جس نے لسوان کے مقام پر پڑاؤ کر رکھا ہے لہذا شالی کا وہ لشکر لسوان والے حصے کی مدد کے لئے لٹیاکن سے کوچ کر چکا ہے۔“

یہ خبر یقیناً اسمٰعیل اور خزیمہ دونوں کے لئے حوصلہ افزاء تھی اس لیے کہ سارے حالات ان کی مرضی ان کی خواہش کے مطابق رونما ہو رہے تھے۔

یہ خبر ملنے ہی اسمٰعیل نے اپنے لشکر کو ہر چیز سمیٹنے کا حکم دیا اس کے بعد لشکر اس کی کمان داری میں شمال مغرب کے رخ پر کوچ کر رہا تھا وہ خبر جنہوں نے شالی کے لشکر پر نگاہ رکھی تھی اور اس کی پیش قدمی کی خبر دی تھی وہ لشکر کے آگے رہتے ہوئے لشکر کی راہنمائی کر رہے تھے۔ اب اسمٰعیل اس شاہراہ پر ستر کر رہا تھا جمیل عزیرہ کے شہر کامو سے نکلنے کے بعد لٹیاکن سے ہوتی ہوئی کاسوان کی طرف چلی گئی تھی یہی وہ شاہراہ تھی جو پورے آرمینیا سے گزرنے کے بعد آگے روسی علاقوں کی طرف چلی جاتی تھی۔

اس شاہراہ پر کافی آگے جانے کے بعد خبروں کے کہنے پر اسمٰعیل نے اپنے لشکر کو رُک جانے کا حکم دیا اس لیے کہ خبروں نے اطلاع دے دی تھی کہ تھوڑا آگے شالی کا لشکر بڑی تیزی سے جنوب کی سمت پیش قدمی کر رہا ہے یہ خبر ملنے ہی اسمٰعیل اور خزیمہ دونوں نے اپنے لشکریوں کو شاہراہ سے ہٹا کر دائیں جانب جو چھوٹے بڑے ٹیلے تھے ان کی لوٹ میں کر لیا تھا۔

اسمٰعیل بن قاسم نے ایسا شاید اس لیے کیا تھا کہ وہ دشمن کے لشکر کا جائزہ لینے کے بعد اس پر ضرب لگانا چاہتا تھا بہر حال شاہراہ سے ہٹ کر اس نے نیلوں کے پیچھے ایک طرح سے گھات لگائی تھی تھوڑی ہی دیر بعد شاہراہ پر گھوڑوں کی ٹاپیں سنائی دیں جس کا مطلب تھا

کہ شالی کا لشکر بڑی برقی رفتاری سے عزیرہ جمیل کے شہر کی طرف جانے والی شاہراہ پر پیش قدمی کر رہا تھا۔

تاہم اسمٰعیل اور خزیمہ دونوں اپنے لشکر کے ساتھ چمکے اور مستعد تھے شالی کے لشکر سے اپنے والی آوازیں اب لمحہ بہ لمحہ قریب سے قریب تر ہوتی جا رہی تھیں۔

جونہی شالی کا لشکر شاہراہ کے کنارے ان نیلوں کے پاس سے گزرنے لگا جہاں اسمٰعیل اور خزیمہ دونوں نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا تب ایک خونی رد عمل کی ابتدا ہوئی۔ اسمٰعیل اپنے لشکر کے ساتھ نیلوں کی گھات سے غم انگیز تباہی کے نزول خوش بختی کو بد بختی میں بدل دینے والے بے روک ہجیان کی طرح نمودار ہوا پھر وہ اپنے لشکریوں کے ساتھ طوفانی تاختوں، خشونت آمیز بجلیوں کی کڑک اور دلوں تک کو ہلا دینے والے عناصر کی ہولناک غضبناکی کی طرح بھیڑیں بلند کرتا ہوا شالی کے لشکر پر رات کے سرد تابوت میں موت کی راہ رکھتے شہنشاہ گجولوں دشمن کی ہر قید و تدبیر ہر جزو و احتیاط اور اس کے ہر قسم و عتاب کو اپنی خواہشوں کی مسافتوں میں سمیٹ دینے والے آئینی عزم و استقلال کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

گو اپنے پہلے اور اچانک حملے میں اسمٰعیل بن قاسم نے شالی کے لشکر کو بے پناہ نقصان پہنچایا تھا اور اپنے سامنے آنے والی کئی صفیں نامصرف یہ کہ اس نے الٹ کے رکھ دیں تھیں بلکہ انہیں مکمل طور پر کاٹنے ہوئے ان کے لشکر کی تعداد کافی حد تک کم کر دی تھی لیکن جلد ہی شالی کا وہ لشکر سنبھل گیا اور پھر جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی اسمٰعیل بن قاسم کے لشکر پر قوت قاہرہ رکھنے والے سیاہ دل ستم گروں خرابی اور یاسیت انگیزی پھیلاتے موذی اور کمینہ فطرت بھیڑیوں اور احمق امانیت رکھنے والے خونخوار پہاڑی دشمنوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

جمیل عزیرہ کی طرف جانے والی شاہراہ پر دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے موت کے ظالم خیز طوفان اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ قضا کے بیچ و تاب کھاتے تیور اپنا رنگ دکھانا شروع ہو گئے تھے۔ خیالوں تک کو مسمار کر دینے والی خونخاک زہریلی آوازوں نے اطراف و اکناف میں بڑی تیزی سے پھیلنا شروع کر دیا تھا۔ اندھیری رات کی خاموشیوں میں تاریخ کا سرمایہ بنتے حادثے اور وقت کی رفتار کا کردار بنتے بے تاب انگلوں کے جنوں اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

شالی کے لشکر جو شروع میں فنا کے شر رہا رگجولوں، درد کے اڑتے ذرات تھے آہستہ

زود بجزنا اور نفرت کے بے لگام ہانیوں کی طرح حملہ آور ہوئے تھے۔ اب اسطیل بن قاسم اور خزیمہ بن خازم کی جوابی کارروائی سے ہولکھانے لگے تھے۔ اسطیل اور اس کے لشکری میدان جنگ کی جس سمت میں رخ کرتے اپنے پیچھے شالی کے لشکریوں کی نعشوں کے ڈھیر لگاتے چلے گئے تھے۔ رات اب اپنے انہماک کو پہنچ رہی تھی مشرق کی طرف سے روشنی کے آثار نمودار ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اور پھر شالی کے لشکریوں نے دیکھا کہ بہلول اسطیل بن قاسم خزیمہ بن خازم اور ان کے لشکریوں کے حملوں میں زیادہ رعتائی خونخاکی اور شدت پیدا ہونا شروع ہو چکی تھی یہاں تک کہ بڑی تیزی کے ساتھ شالی کے لشکریوں کی حالت اجاز اجاز سرد راتوں کی المناک سسکیوں شب کی گھبر سیاحتی میں ذلت و ہستی کے کلن اور زعمی کے مصائب بھرے طوفانوں میں بدھنسی کے سایوں سے بھی زیادہ اتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔ پھر وقت کی آنکھ نے دیکھا جمیل عزیرہ کی طرف جانے والی شاہراہ پر اسطیل، خزیمہ شالی کے لشکر کو بدترین شکست دی تھی جس وقت مشرق کی طرف سے سورج نے زمین کے نیچے پڑنے کو جھانکا اس وقت تک اسطیل اور اس کے لشکریوں نے شالی کے لشکر کے بڑے حصے کو کاٹ کے رکھ دیا تھا روشنی میں جب شالی کے لشکریوں نے دیکھا کہ ان کے لشکر کا بڑا حصہ کٹ چکا ہے اور ان کے بڑے بڑے سالار تک مارے جا چکے ہیں تب انہیں اپنے سامنے اپنی شکست پیشنی دکھائی دینے لگی لہذا ہزیمت قبول کرتے بھاگ کھڑے ہوئے۔

اسطیل اور خزیمہ نے بڑی شدت اور قہرمانی کے ساتھ دور تک ان کا تعاقب کیا اور مزید ان کی تعداد کو کم کیا بہت کم شالی کے لشکری اپنی جانیں بچا کر شمال کی طرف بھاگنے میں کامیاب ہوئے تھے یہاں تک کہ اسطیل اور خزیمہ دونوں تعاقب ترک کر کے اس جگہ آئے جہاں دشمن کے ساتھ جنگ ہوئی تھی۔

میدان جنگ میں واپس آ کر اسطیل اور خزیمہ یہ دونوں اپنے گھوڑوں سے نیچے اترے پھر آگے بڑھ کر اسطیل نے خزیمہ کو گلے لگایا اور بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”ابن خازم میں تمہیں اپنی پہلی کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں۔“ جواب میں خزیمہ مسکرایا بڑے پیارے انداز میں اسطیل کے کندھے دباتے ہوئے کہنے لگا۔

”میرے بھائی! یہ الفاظ تو مجھے آپ کے لئے ادا کرنے چاہئے تھے خدا کی قسم میں آپ کی کارگزاری کا جائزہ لینا رہا ہوں قسم خدا واحد کی میں نے اپنی زندگی میں آج تک ایسا سالار نہیں دیکھا جو دشمن کی صفوں کے اندر گھس کر انہیں لٹکارتے ہوئے اور بحیریں بلند

کرتے ہوئے بڑی تیزی سے مرگ کے جام پلاتا چلا جائے۔ میرے بھائی کسی کی جائزہ تعریف نہ کرنا بھی بخل ہے آپ یقیناً ان مجاہدوں ان سالاروں میں سے ہیں جو شب و روز کی گردشوں میں سراپوں کو حقیقت میں ڈھال سکتے ہیں۔ جو دیمک کی طرح چاقی بدھگونیوں کی لہروں کو آزادی کے ترپتے جذبوں اور شیطانوں کی ازلی پکار کے سامنے ریت کے گجکوں کی حشر سامانیاں اور نزع کی بے صوت حکایتیں کھڑی کرنے کا ہنر بھی جانتے ہیں۔“

خزیمہ جب خاموش ہوا تب مسکراتے ہوئے اسطیل کہنے لگا۔

”میں میرے بھائی زیادہ تعریف نہ کرو یہ جو ہمیں خداوند قدوس نے فتح عطا کی ہے یہ سب ہماری اجتماعی کوششوں کا نتیجہ ہے اس میں میری انفرادی ہمت و جوان مردی کا فرما نہیں ہے۔ بہر حال اب جو قدم ہم نے اٹھایا ہے وہ کچھ یوں ہے۔

سب سے پہلے اپنے زعمیوں کی دیکھ بھال کرنی ہے لشکریوں کے کھانے کا بھی اہتمام کرتے ہیں اس کے بعد میں یہ چاہوں گا کہ اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کیا جائے اسی لئے کہ میں اب اپنا اگلا ہدف شالی کے اس لشکر کو بنانا چاہتا ہوں جس نے لسان کے مقام پر پڑاؤ کر رکھا ہے۔

میرے بھائی! جنوب کی طرف بڑھ کر ہم کا موشرہ کے ارد گرد ویرانوں میں پڑاؤ کر لیں گے اس جگہ پڑاؤ کریں گے جہاں ہم رات کے کسی بھی حصے میں اٹھ کر آسانی کے ساتھ لسان میں مقیم شالی کے لشکر پر شب خون مار سکیں۔

میرے عزیز بھائی! شالی کے اس لشکر کو جس نے لسان میں قیام کر رکھا تھا اس کا تو تقریباً ہم نے صفایا کر دیا ہے بہت کم لشکری جانیں بچا کر بھاگے ہیں اور یقیناً وہ ملی نسی کے مقام پر شالی کے پاس جائیں گے اور اس سے اپنے لشکر کی تباہی کی اطلاع دیں گے۔

اب شالی جس رد عمل کا اظہار کرے گا میرے خیال میں اپنے لشکر کے ساتھ وہ حرکت میں آئے گا جس نے تاؤس کے مقام پر قیام کیا ہوا ہے میرے اندازے کے مطابق جو لشکر شالی لے کے آئے گا اور جو لشکر تاؤس میں مقیم ہے وہ تمانیان کے مقام پر دونوں آ کے ملیں گے اس لیے کہ کبھی وہ جگہ ہے جہاں دونوں لشکر آپس میں مل سکتے ہیں جب ایسا ہو جائے گا تو پھر ہم دیکھیں گے کہ ہم نے ان کے جواب میں کس رد عمل کا اظہار کرنا ہے۔

شالی کا جو لشکر لسان میں قیام کئے ہوئے ہے اس پر کامیاب شب خون مارنے اور اس کا خاتمہ کرنے کے بعد ہم وہاں زیادہ دن نہیں ٹھہریں گے دشمن کے پڑاؤ سے لڑنے والی ہر چیز کو سمیٹتے ہوئے بڑی تیزی سے ہم جمیل عزیرہ کے کنارے کنارے مغرب سے نکل کر شمال کی

طرف آئیں گے اور پھر شمال میں جو کوہستانی سلسلہ ہے اس کے اندر گھات لگائیں گے اور ساتھ ہی اپنے مجبوروں کو ہدایت کر دیں گے کہ وہ شالی کے لشکر کی نقل و حرکت اور اس کے عمل وقوع سے ہمیں آگاہ کرتے رہیں اس کے بعد حالات میں جو تبدیلی آئے گی اس کے مطابق ہم بھی اپنے حملوں اور اپنی پورش میں تبدیلی پیدا کریں گے۔

اس سلسلے میں میرے بھائی جہیں کوئی شک و اعتراض ہو تو کہو؟" خزیمہ نے جواب میں خزیمہ نے بڑے خوش کن انداز میں اسماعیل کی طرف دیکھا پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"اس میں کسی اعتراض کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔" خزیمہ کے اس جواب پر اسماعیل مسکرایا تھا پھر دونوں اپنے لشکریوں کے امداد گئے انہیں رخ کی سہارا دینے کے ساتھ ساتھ وہ زخیبوں کی دیکھ بھال کرنے کے علاوہ لشکریوں کے لئے کھانا تیار کرنے کا حکم بھی دے چکے تھے۔

اسماعیل نے زخیبوں کی مکمل مرہم پٹی کرنے اور لشکر کو کچھ دیر وہاں آرام کرنے اور سستانے کا موقع فراہم کرنے کے بعد وہاں سے کوچ کیا پھر اس نے جمیل عزیرہ کے غریبی کناروں کے پاس دیرانوں کے امداد اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔

آدھی رات سے کچھ پہلے تک اسماعیل نے اپنے کچھ لشکریوں کو وہاں سستانے کا موقع فراہم کیا اس کے بعد اس نے شالی کے اس لشکر پر شب خون مارنے کے لئے کوچ کیا تھا جس نے کوہستان ارارات کے دامن میں لسوان کے مقام پر پڑاؤ کر رکھا تھا۔

دوسری جانب لسوان کے مقام پر مقیم خاقان شالی کے لشکر کو ابھی تک یہ خبر نہ ہوئی تھی کہ ان کے لشکر کا وہ حصہ جس نے لٹیا کن کے مقام پر پڑاؤ کر رکھا ہے اس پر اسماعیل بن قاسم نے حملہ آور ہو کر اسے تباہ و برباد کر دیا ہے۔

اس کی تباہی کی خبر لسوان میں اس لئے پہنچی تھی کہ اسماعیل بن قاسم کے ساتھ جنگ کے دوران لشکر کے اس حصے کے جو لشکری بچے تھے وہ لسوان کی طرف نہیں بھاگے تھے لسوان چونکہ ان کے جنوب میں تھا اور جنوب کی طرف سے اسماعیل بن قاسم حملہ آور ہوا تھا لہذا وہ شمال کی طرف بھاگے تھے اور ان کا شمال کی طرف بھاگنا بھی بنتا تھا اس لیے کہ ان کے خاقان شالی نے شمال میں علی نسی کے مقام پر پڑاؤ کر رکھا تھا یوں لسوان کا جو لشکر تھا اسے اپنے اس حصے کے لشکر کی تباہی اور بربادی کی خبر نہ پہنچی تھی۔

صبح کے آثار نمودار ہونے سے کچھ پہلے جبکہ رات دقت کے زنگ آلود گراں قفل تو زنی ہوئی اپنے انجام سے قریب تر ہوتی جا رہی تھی۔ چاروں طرف کلک و حرف زمین و قلم موت کے کنوؤں اور چٹا کے دھوئیں جیسی خاموشی اور سکوت طاری تھا ایسے میں اچانک اسماعیل بن قاسم خزیمہ بن خازم شالی کے اس لشکر پر محدود دھکم اور طغیانوں کے کرب وصال کی گھڑیوں تک کو زیر و برزہ کر دینے والی گردابوں کی پورش رگوں تک کو چوس لینے والے دیو مالائی طلسم اور لبو میں زنگ اتار دینے والی بے جیت اذیتوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے شالی کے لشکر کی بد قسمتی کہ وہ سنبھل نہ سکے وہ توقع بھی نہیں کر سکتے تھے کہ آرمینیا کی ان کے ہاتھوں تباہی کے بعد کوئی لشکر اچانک ان پر حملہ آور ہو کر ان کی بربادی اور تباہی کا باعث بھی بن سکا ہے جب تک وہ اٹھ کر تیاری کرتے یا ہتھیار سنبھالتے اس وقت تک اسماعیل بن قاسم نے اپنے لشکریوں کے ساتھ پوری طرح ان پر تباہی، بربادی اور گھسٹ رینٹ کی طیلان بچھانا شروع کر دی تھی۔

اسماعیل بن قاسم کے اس ہولناک شب خون کے باعث لسوان شہر کے نواح میں خند کے پھندوں میں پھنسی کئی کئی آوازیں، اجڑی کھنڈر پناہ گاہوں میں موت کے قہقہوں کی کیفیت طاری ہونے لگی تھی میدان جنگ میں کس لرزے لگے تھے دلوں کو قضا کی کالی چائے لگی تھی اب پھر جذبے ابانچ ہونا شروع ہو گئے تھے نفس نفس میں نظر نظر میں خوف کے بہتے جھرنے چل پڑے تھے۔

اگلے روز کا سورج جب طلوع ہوا تو وقت کی آنکھ نے دیکھا کہ لسوان کے مقام پر جو خاقان شالی کا لشکر تھا اسے اسماعیل بن قاسم نے بدترین گھسٹ دے دی تھی۔ اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا بہت کم لوگوں کو جانیں بچا کر بھاگنے کا موقع ملا اور سورج طلوع ہونے تک ساری لاشوں کو کوہستانی گڑھوں میں پھینک کر ایک طرح سے میدان جنگ بھی صاف کر دیا گیا تھا۔

یہاں لسوان میں بھی اسماعیل کے ہاتھ مال فینیت کی صورت میں بہت کچھ لگا دھن کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹا گیا پھر اپنے لشکر کو آرام فراہم کرنے کے لئے اور زخیبوں کی دیکھ بھال کے لئے اسماعیل اپنے مجبوروں اور زخیبوں کی راہنمائی میں مغرب کی طرف بڑھا اور کوہستان ارارات کے دامن میں پڑاؤ کر لیا تھا۔

باکوشہر کے ایک خفیہ تہ سے ایک روز شیروان اور یونون دونوں نمودار ہوئے جس شخص نے باہر سے اس تہ خانے کا دروازہ کھول کر انہیں باہر آنے کے لئے کہا تھا شیروان نے اسے مخاطب کیا۔

”یہ تو کہو کہ حالات کیا ہیں؟“ وہ غصص مسکرایا کہنے لگا۔

”حالات پوری طرح ہمارے حق میں ہیں گو مسلمانوں کے سالار اسماعیل بن قاسم نے ہمارے کچھ ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے لیکن ان کے ہاتھ آپ دونوں تک نہیں پہنچ سکے۔“ اس پر شیروان نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

”اور اس وقت مسلمانوں کا سالار کہاں ہے؟“ دروازہ کھولنے والا پھر بول اٹھا۔

”وہ باکوشہر سے جا چکا ہے جو اطلاعات ہمیں ملی تھیں ان کے مطابق وہ خاقان شالی کے لشکریوں سے ٹکرائے گا۔“ شیروان کے چہرے پر اس اطلاع پر گہری مسکراہٹ پھیل گئی دروازہ اس نے دروازہ کھولنے والے کو مخاطب کیا۔

”شاریہ کا کیا ہوا؟“ دروازہ کھولنے والا مسکرایا کہنے لگا۔

”شاریہ کو اس کا بھائی برسک مل گیا ہے انہیں مسلمانوں کے سالار نے شاید ان دونوں بہن بھائی کی خواہش پر شہر کے مغرب میں کلیسا ہے وہاں چھوڑ دیا ہے ان دنوں وہ دونوں بہن بھائی اسی کلیسا میں ہیں۔“ اس موقع پر شیروان نے یونون کی طرف اس اعزاز میں دیکھا کہ اس کے دیکھنے کے اعزاز میں ایک طرح کی شیطانت جوش مار رہی تھی پھر مسکراتے ہوئے یونون کو شیروان نے مخاطب کیا۔

”یونون حالات تو خود بخود ہی ہمارے حق میں ہوتے جا رہے ہیں گو ہمیں اپنے کچھ ساتھیوں کی قربانی دینی پڑی جنہیں مسلمانوں کے سالار نے قتل کرا دیا لیکن پھر بھی گو ہر تو ابھی بھی ہماری گرفت میں ہے کسی مناسب موقع پر اور کسی ایسے دن کا انتخاب کر کے کلیسا میں داخل ہوں گے اور شاریہ اور اس کے بھائی برسک دونوں کو وہاں سے رہائی دلائیں گے اب انہیں یہاں کسی پناہگاہ میں نہیں رکھا جائے گا کلیسا سے نکالنے کے بعد میں چاہتا ہوں

انہیں اپنے چند قابل اعتبار ساتھیوں کے حوالے کر کے اور ان کی نگرانی میں قلعہ کی طرف روانہ کر دیا جائے جبکہ ہم تھوڑی دیر پہلے قلعہ کی طرف روانہ ہوں گے یعنی ہمارے وہ ساتھی جو شاریہ اور برسک کو لے کر قلعہ کی طرف روانہ ہوں گے ہم ان سے تھوڑا آگے رہیں گے تاکہ راستوں پر نگاہ رکھی جائے میں چاہتا ہوں کہ ان دونوں بہن بھائی کو با حفاظت قلعہ میں ہی فورس کے ہاں پہنچا کر اس سے منہ مانگا انعام حاصل کیا جائے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد شیروان رکا دوبارہ اس نے دروازہ کھولنے والے کو مخاطب کیا۔

”اب شہر کی کیا حالت ہے لقمہ و نسق تبدیل ہوا ہے یا دیسے کا ویسا ہی ہے۔“ اس پر وہ غصص کہنے لگا۔

”میں شہر میں تبدیلی ہو چکی ہے میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ آپ دونوں گھروں کو نہ جائیں بلکہ اسی آتش کدے میں ہی چند دن گزاریں اس لیے کہ شہر میں مسلمانوں کا ایک چھوٹا سا لشکر قیام کئے ہوئے ہے اور ایک شخص نام جس کا یزید بن خزدان ہے نئے مسلمانوں کے خلیفہ نے آرمینیا کا حاکم مقرر کیا ہے وہ بھی یہیں قیام کیے ہوئے ہے مسلمانوں کا سالار اسماعیل بن قاسم پہلے آرمینیا کے حالات کو درست کرے گا پھر ان علاقوں کی عسکرانی یزید بن خزدان کے حوالے کر کے وہ لوٹ جائے گا۔“

یزید بن خزدان کو آپ دونوں کے حالات کی پوری خبر ہے مسلمانوں کا سالار اسماعیل بن قاسم اسے تم دونوں سے متعلق تفصیل بھی بتا کے گیا ہے لہذا ان حالات میں میں تمہیں یہی مشورہ دوں گا کہ مزید کچھ دن تک آپ اسی تہ خانے میں رہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کے مسلح جوان آپ دونوں کو تلاش کرتے پھر رہے ہوں۔“ شیروان نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

”میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں ہم دونوں تہ خانے ہی میں چند دن مزید رہیں گے اس وقت بموک لگی ہے پہلے ہمارے کھانے کا اہتمام کرو۔“ اس کے ساتھ ہی شیروان اور یونون ایک دوسرے کمرے میں جا کے بیٹھ گئے وہ شخص ان کے لئے کھانا لانے کے لئے آتش کدے کے دوسرے حصے کی طرف گیا تھا۔



ایک روز شاریہ اور برسک دونوں بہن بھائی کلیسا کے ایک کمرے میں بیٹھے کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ ایک دم اٹھ کھڑے ہوئے اس لیے کہ اس کمرے کے دروازے پر ٹھہرنا سلیمان نمودار ہوا تھا اسے دیکھتے ہی برسک اس کی طرف بھاگا اور اس سے لپٹ گیا پھر یزید بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے اس نے اسے مخاطب کیا۔

”ہا! اماں کیسی ہیں؟“ ثمامہ بن سلیمان نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی ایک گھڑی برسک کو تھما دی کہنے لگا۔

”اماں ٹھیک ہے بیٹے اس نے یہ تھمارے لئے کھانے کی مختلف اشیاء بھجوائی ہیں وہ تمہارے متعلق جاننے کے لئے بڑی بے چین اور گھر مند تھی میں نے کہا تم گھری رہو میں ان دونوں بہن بھائی کو دیکھ آتا ہوں۔“

اتنی دیر تک شادی بھی آگے بڑھی ثمامہ بن سلیمان کا ہاتھ تمام کراہنے والی ایک نشست پر بٹھایا پھر دونوں بہن بھائی بھی اس کے سامنے بیٹھ گئے تھے۔

سامان کی گھڑی جو برسک نے اٹھا رکھی تھی وہ شادی نے اس سے لے لی اس نے دیکھا کہ گھڑی ابھی گرم تھی اس پر اس نے مسکراتے ہوئے ثمامہ بن سلیمان کو مخاطب کیا۔

”ہا! لگتا ہے اس میں کھانے کی گرم گرم چیزیں ہیں۔“ اس پر ابن سلیمان مسکرا دیا کہنے لگا۔

”بنیا تمہارا کہنا درست ہے دراصل تمہاری اماں میرے ساتھ آنا چاہتی تھی پر میں نے ہی اسے روک دیا وہ تم دونوں بہن بھائی کو دیکھنے کی بڑی مانگ کر رہی تھی پر حالات ایسے ہیں کہ میں اسے اپنے ساتھ فی الحال نہیں لاسکتا اب دعا کرو کہ حالات ہمارے حق میں پلٹا کھائیں اور تم دونوں بہن بھائی آزادی کے ساتھ کلیسا سے نکل کر جہاں چاہے جا سکو۔“

ثمامہ بن سلیمان جب خاموش ہوا تب کچھ سوچتے ہوئے شادی بول پڑی۔

”ہا! مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی ابن قاسم نے نہ صرف اداہاشوں اور بد معاشرہ کے ہاتھوں میری جان بچائی میرے بھائی کی حفاظت کا بھی سامان کیا اور پھر ہا حفاظت انتہائی عزت و احترام کے ساتھ وہ ہمیں یہاں کلیسا میں چھوڑ کے گئے اور میں اتنی نادان اتنی احمق اور بیوقوف ہوں کہ ان کی ان ساری کاروائیوں پر میں ان کا شکریہ ادا کرنے کے لئے دو جیلے تک نہیں کہہ سکتی اب میں سوچتی ہوں تو مجھے بڑی شرمندگی ہوتی ہے کہ ابن قاسم میرے متعلق کیا سوچتے ہوں گے کہ یہ ایسی بد دماغ اور گھمنڈی، مغرور لڑکی ہے کہ اس پر اتنا احسان کئے جانے کے باوجود یہ نہیں جانتی کہ کسی کا شکریہ بھی ادا کیا جاتا ہے۔“ برسک سنجیدہ اور گھر مند دکھائی دے رہا تھا ثمامہ بن سلیمان چپے ہوئے کہنے لگا۔

”تم دونوں بہن بھائی تو یہی سنجیدہ اور گھر مند ہو رہے ہو کیا تم دونوں سے کسی نے باز پرس کی ہے کہ تم نے ابن قاسم کا شکریہ کیوں ادا نہیں کیا گو میری اس کی ملاقات میں کچھ زیادہ نہیں لیکن صرف دو ملاقاتوں میں ہی میں اس کی شخصیت کا جائزہ لے چکا ہوں وہ ان

جوانوں میں سے نہیں جن کی آرزو کہیں سٹائش کے لئے بھلتی ہیں۔ خود پسندی جن کا مادہ وہ مانڈ ہوتا ہے ابن قاسم جیسے جوان اداسیوں کی جاں گداز مسامحتوں میں بھی تحفہ کا پیرا بن پھولوں کی مسکراہٹ بن جاتے ہیں۔ خزاں نصیب مسامحتوں اور مرجھائے وقت کے لوحوں میں بھی محبت کا وجدان اور رفاقت سے غم گسار ثابت ہوتے ہیں۔

بڑی آتش میں بھی ایسے جوان دوستی کی طرح مہربان نیکی کی طرح یاد آور ہو جاتے ہیں ایسے لوگوں کا شکریہ نہ بھی ادا کیا جائے پھر بھی وہ ماں کی باہوں کی مانند مہربان باپ کی دعاؤں جیسے شفیق ہی رہتے ہیں۔“

جب تک ثمامہ بن سلیمان بولتا رہا برسک اور شادی دونوں بہن بھائی دھمے دھمے دھمے دھمے مسکراتے رہے ابن سلیمان جب خاموش ہوا تب شادی نے پوچھ لیا۔

”ہا! کیا بات پوچھوں؟“

مسکراتے ہوئے ثمامہ کہنے لگا۔ ”پوچھو بیٹی کیا پوچھتا ہے میں بھی تمہیں کچھ بتانا چاہتا ہوں۔“

”چھاپیلے آپ بتائیں کہ آپ کیا بتانا چاہتے ہیں۔“ ثمامہ بن سلیمان مسکرایا اور کہنے لگا میں تو تمہیں یوں جان دوں بہن بھائی کو ابن قاسم سے متعلق کچھ بتانا چاہتا ہوں۔“ اس پر شادی چونک سی اٹھی کہنے لگی۔

”میں کچھ تو میں آپ سے پوچھنے لگی تھی میں یہ جاننا چاہتی تھی کہ اس شہر میں ان سے متعلق کوئی خبر آئی ہے۔“ ثمامہ مسکرایا کہنے لگا۔

”بیٹی مسلمانوں کے خلیفہ نے آرمینیا کے علاقوں کا حاکم ایک شخص یزید بن غزدان کو مقرر کیا ہوا ہے وہ آج کل شہر میں قیام کیے ہوئے ہیں مسلمانوں کے چند دسے بھی یہاں موجود ہیں ان کے پاس خبریں آئی ہیں کہ اسٹیل بن قاسم نے آرمینیا کے مقام پر خاقان شالی کے دو لشکریوں کو بدترین شکستیں دی ہیں اور بہترین فتوحات حاصل کی ہیں آخری خبر جو آئی تھی وہ یہ تھی کہ ایک لشکر کو اس نے عزیزہ جمیل کے شمال میں اور دوسرے کو مزیدہ اور دان کے درمیان جبل ارارات کے قریب لسان کے مقام پر شکست دی اب سنا ہے وہ جبل ارارات کے دامن میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے ہے اور خاقان شالی کے رد عمل کا شکر ہے اب دیکھیں آگے کیا بنتا ہے۔“

اس کے ساتھ ہی ثمامہ بن سلیمان اٹھ کھڑا ہوا اور دونوں بہن بھائی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

سراپنے عروج پر آ رہا تھا سردی زور پکڑتی جا رہی تھی برف باری اور بارشوں کے موسم کی ابتدا ہونے والی تھی ایسے میں ایک روز اسطیل بن قاسم، ابن خازم، مطریف اور چند چھوٹے سالار کو بہتان ارارات کی چٹانوں پر دھوپ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اسطیل بن قاسم کے جو قاصدان کے سامنے آئے۔

انہیں بڑی عزت بڑا احترام دیتے ہوئے اسطیل نے اپنے قریب بیٹھے کے لئے کہا جب وہ بیٹھ گئے جب اسطیل نے انہیں مخاطب کیا۔

”اب کب میرے عزیز! تم خاقان شالی کے دوسرے لشکروں کی طرف سے کیا خبر لے کے آئے ہو۔“ اسطیل کے اس سوال پر ان دونوں میں سے ایک بول اٹھا۔

”امیر خاقان شالی کو آپ کے ہاتھوں اپنے دو لشکروں کی تباہی اور بربادی کی خبر ہو چکی ہے آپ کو معلوم ہے اس کا ایک اور لشکر تاؤس کے مقام پر پڑاؤ کئے ہوئے ہے اور ایک لشکر خود اس کے پاس ہے جو لشکر اس کے اپنے پاس ہے اس میں سے صرف چند دستے اس نے اپنے پاس رکھے ہیں باقی کے سارے لشکر کو اس نے تاؤس کی طرف روانہ کر دیا ہے تاکہ تاؤس والے مجھے سے مل کر آپ پر یلغار کی جائے اپنے دو لشکروں کی تباہی اور بربادی کی وجہ سے شالی انتہا درجے کا برم اور غضبناک ہے اور اپنے جس سالار کو اس نے تاؤس کی طرف روانہ کیا ہے اس کے لئے اس نے سخت ہدایات جاری کی ہیں چہ سالار تاؤس کے مقام پر لشکر کی کمانداری کر رہا ہے اس کو بھی اس نے ایسی ہدایات جاری کی ہیں اور دونوں سے کہا ہے کہ ہر صورت میں مسلمانوں کے لشکر کو شکست دے کر اس کے سالاروں کو گرفتار کر کے میرے سامنے پیش کیا جائے۔

اپنے دو عساکر کی بربادی کی وجہ سے شالی کسی قدر فکر مند بھی ہے وہ امید تک نہیں کر سکتا تھا کہ مسلمانوں کا کوئی سالار یوں آرمیٹا میں آ کر بڑی آسانی سے اس کے لشکریوں کو شکست دے کر اس کے لشکر کا قتل عام کرے گا وہ خود لشکر کی کمانداری کرتے ہوئے آپ کی طرف نہیں بڑھا بلکہ بل ٹی کے مقام پر قیام کئے ہوئے ہے اور اس نے تیز رفتار قاصد

”جو چیزیں میں لایا ہوں دونوں بہن بھائی بیٹھ کے کھاؤ میں اب جاتا ہوں تمہاری اماں بڑی بے چینی سے میرا انتظار کر رہی ہوگی۔“ اس پر شاریہ اور برسک دونوں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے اس موقع پر شامہ بن سلیمان نے تڑپ کر ان کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”اپنی بیٹیوں پر بیٹھے رہو ہرگز باہر نہیں نکلتا میرے بچے جب تک حالات درست نہیں ہو جاتے یا تمہیں میں نہ کہوں یا ابن قاسم یہاں آ کر تمہاری حفاظت کا کوئی سامان نہیں کرتا اس وقت تک تم دونوں بہن بھائی کلیسا سے باہر نہیں نکلو گے۔“ شامہ بن سلیمان کے کہنے پر دونوں بہن بھائی وہیں کھڑے رہے جبکہ وہ خود ہاتھ ملاتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔



اپنے مرکز کی طرف روانہ کیے ہیں اور وہاں سے اس نے مزید لشکر آپ کا مقابلہ کرنے کے لئے طلب کر لیے ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ قاصد جب خاموش ہوا تو تھوڑی دیر سوچنے کے بعد اسماعیل بن قاسم نے اسے مخاطب کیا۔

”اس شالی کا جو لشکر بل ٹی سے تاؤس کی طرف بڑھا ہے وہ اس وقت کہاں ہے؟“

اس سوال پر قاصد دوبارہ بول اٹھا۔ ”امیر چند دن پہلے وہ لشکر تاؤس پہنچا تھا اور اب شالی کے دونوں لشکر متحد ہو کر ان علاقوں کا رخ کر رہے ہیں جس رفتار سے میں نے انہیں ادھر آتے دیکھا تھا اس کے مطابق وہ تاؤس سے نکل کر میرے خیال میں جمیل مزیرہ کے شمال میں قنایان شہر سے گزر کر ادھر کا رخ کر رہے ہوں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد جب وہ قاصد خاموش ہوا تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولے۔

”میں تم دونوں بھائیوں کی کارگزاری کو سلام پیش کرتا ہوں اب تم دونوں جاؤ لشکر گاہ میں کھانا کھاؤ اور آرام کرو۔“ وہ دونوں بخراٹھے اور وہاں سے ہٹ گئے تھے ان کے جانے کے بعد اسماعیل بن قاسم تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا پھر اپنے پہلو میں بیٹھے خزیمہ بن خازم کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”ابن خازم میرے بھائی گتتا ہے آرمینیا کی جنگوں کا سلسلہ کوئی جلد ختم ہونے والا نہیں ہے لیکن قاصدوں نے جو باتیں کہی ہیں ان کے مطابق ایک اچھی خبر بھی ہمارے لئے نکلتی ہے اور وہ یہ کہ خاقان شالی بذات خود ہمارے مقابلے پر نہیں آ رہا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہم سے کسی قدر خوفزدہ ہے اسی بناء پر اس نے قاصد اپنے مرکز کی طرف بھجوائے ہیں اور وہاں سے اس نے مزید ہمارے طلب کر لئے ہیں۔“

میرے بھائی اب شالی کے جو دو متحدہ لشکر ہماری طرف بڑھ رہے ہیں سب سے پہلے ہم نے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ان سے کیسے نمٹنا ہے میرے بھائی دیکھ جو لشکر تم حصین سے لے کر آئے ہو وہ تمہاری کمان داری میں رہے گا جو لشکر میں بغداد سے لے کر آیا ہوں وہ میرے ساتھ کام کرے گا۔

جس طرح قاصدوں نے تفصیل بتائی ہے اس کے مطابق دو روز تک شالی کے دونوں متحدہ لشکر یہاں جبل ادرارات میں ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے پہنچ جائیں گے میرے بھائی تم حصین والے لشکر کو لے کر یہیں پہاڑ میں قیام کئے رکھنا لیکن چوکس و چوکنے رہنا ایسا نہ ہو

کر شالی کے لشکر ہی ہم پر شب خون مارنے کی کوشش کریں۔

آنے والی شب میں اپنے حصے کے لشکر کو لے کر کوہستانی سلسلے کے اندر گھات میں چلا جاؤں گا اپنے لشکر کے لئے دو تین دن کی خوراک اور دیگر سامان بھی ساتھ لے جاؤں گا رات کو میں بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ چوکس رہوں گا تاکہ دشمن تم پر شب خون نہ مارنے پائے تم بھی اپنے آدمے حصے کے لشکر کو مستعد رکھا کرنا۔

اب جو صورتحال یہاں ہوگی وہ اس طرح ہے کہ جب شالی کے دونوں لشکر یہاں پہنچیں تو تم اپنے پہاڑ سے آگے بڑھ کر ان کے خلاف صف آراء ہونا ان سے جنگ کی ابتدا کرنا میں جانتا ہوں اپنے سامنے تمہارے چھوٹے لشکر کو دیکھ کر وہ خوش و آسودگی کا اظہار کریں گے کہ اتنے چھوٹے لشکر کو وہ لمحوں میں نہیں کے رکھ دیں گے تم بلا جھجک ان سے جنگ کی ابتدا کرنا اور جب وہ تم سے ٹکرا رہے ہوں گے تو پھر دیکھنا میں اپنی گھات سے نکل کر کیسے ان پر ضرب لگاؤں اور کیسے ان کے دامن ان کی جھولی میں گھسٹ و برہادی کے لئے ڈالوں۔“

تھوڑی دیر کے لئے اسماعیل بن قاسم رکا تھا اس کے بعد اپنی گفتگو کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”ابن خازم میں جانتا ہوں شالی کے لشکر کی وحشیانہ حملہ آور ہونے کے عادی اور خورگ ہیں لیکن میرے بھائی ہم نے ان کی ساری وحشت ان کی ساری حکمت ان کی ساری ستم گری کو نکال پھینکتا ہے مجھے امید ہے کہ اگر ہم دونوں بھائی اپنی پوری مستعدی اور جان نثاری سے کام لیں تو شالی کے دونوں متحدہ لشکر زیادہ دیر تک ہمارے سامنے ٹھہر نہیں سکیں گے۔“

اسماعیل بن قاسم جب خاموش ہوا تو بڑی جرأت مندی اور شجاعت کا اظہار کرتے ہوئے ابن خازم کہہ رہا تھا۔

”ابن قاسم میرے بھائی! آپ مطمئن رہیں آپ دیکھیں گے کہ میں آپ کی امیدوں آپ کی خواہشوں کے مطابق دشمن پر ضرب لگاؤں گا اور میں امید رکھتا ہوں کہ جس طرح ہم نے شالی کے پہلے دو لشکروں کو ڈھیر کیا ہے ان دو نئے لشکروں کی حالت بھی ان سے مختلف نہیں ہوگی۔“

ابن خازم کے اس جواب سے اسماعیل خوش ہو گیا تھا پھر دوبارہ وہ راز داری میں کہنے لگا۔

”ابن خازم آنے والی شب کو میں اپنے حصے کے لشکر کو لے کر اور ضرورت کا سامان

سمیت کھات میں چلا جاؤں گا میرا تہارار رابطہ قاصدوں کے ذریعے رہے گا فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے اب اٹھو سورج غروب ہونے والا ہے مغرب کی نماز کی تیاری کریں پھر کھانے کے بعد میں اپنے حصے کے لشکر کو لے کر کھات میں چلا جاؤں گا۔ اس کے ساتھ ہی سب اٹھ کھڑے ہوئے اور لشکر گاہ کی طرف جا رہے تھے مغرب کی نماز کے بعد جب لشکریوں نے کھانا کھالیا تب خزیمہ بن خازم اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ پڑاؤ ہی میں مقیم رہا جبکہ اسماعیل بن قاسم اپنے حصے کے لشکر کو لے کر کوہستانی سلسلے کی گھات میں چلا گیا تھا۔

شالی کے دونوں متحد لشکر عظیم کی سرمستی غوث کی بے زاری اور نفرت کی بھڑکتی آگ میں فرق بڑی تیزی سے کوہستان ارارات کا رخ کئے ہوئے تھے شاید وہ پہلے کی طرح آرمینیا کی سرزمینوں میں خوار کی تماشے برپا دی کر کہیں قتل گاہ کے حادثے اور جبر و ستم کے مظالم کھڑے کرنے کا عہد کیے ہوئے تھے بڑی تیزی سے یلغار و یورش کرتے ہوئے وہ اس جگہ آئے جہاں جبل ارارات کے بالکل سامنے وادی کے اندر خزیمہ بن خازم کے لشکر کا پڑاؤ تھا۔ مسلمان خبر شالی کے لشکریوں کی ان نقل و حرکت کی پہل پہل کی اطلاعات ابن خازم اور اسماعیل دونوں کو سمیٹ کر رہے تھے جس وقت شالی کے دونوں متحد لشکر جبل ارارات کے دامن میں پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے خزیمہ بن خازم پہلے ہی اپنے لشکر کی صفیں درست و استوار کر چکا تھا یہ صورت حال خاقان کے لشکریوں کے لئے نئی نہ تھی ایسے تماشے اس سے پہلے وہ بہت دیکھ چکے تھے لہذا آتے ہی مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے انہوں نے پڑاؤ کی ہر چیز کو استوار کیا اور پھر جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے اپنے لشکر کی صفیں وہ درست کرنے لگے تھے۔

شالی کے ان دونوں متحد لشکروں نے دیکھا کہ ان کے مقابلے میں مسلمانوں کے لشکر کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے تب انہوں نے حملہ آور ہونے میں پہل کرنے میں تاخیر نہیں کی اپنی صفیں درست کرتے ہی وہ خزیمہ بن خازم کے لشکر پر شام کے لباس میں پھیلتی دکھ بھری چادر شوریدہ سر زمانے کی خیالی نقش میں کھلتی موت کی تاریکیوں غلٹ کی اندھی لہ میں تعصب کی کھولن اور حیات کے اوطاقوں میں آگ لگتی بستی بستی اجاڑتی آتش آندھیوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

پہلے سے طے شدہ لائحہ عمل کو سامنے رکھتے ہوئے خزیمہ بن خازم نے کوئی جوانی کارروائی نہیں کی وہ صرف دفاع تک محدود رہا شالی کے لشکریوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ ابن

خازم کو اپنا دفاع کرنا بھی انتہائی دشوار اور مشکل ترین ہو رہا تھا ایسے میں اس کے حق میں انقلاب اٹھ کھڑا ہوا۔

کوہستانی سلسلے کی اپنی گھات سے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اسماعیل بن قاسم اس طرح نمودار ہوا جیسے خاموشیوں کی ہولناکی میں جنوں کے ارتعاش لئے کوئی باز نفرت لکھا ہے جیسے دشت و دریا سے ساحلوں کے قیب، آندھیوں کے قائم نگل کر اپنی کارروائی کی ابتدا کرنا چاہتے ہیں اور جیسے کوہ صحرا سے طوفانوں کے انتقام بھرے غبار کے ساتھ وارد ہونے کا ارادہ کر لیتے ہیں پھر دیکھتے ہی دیکھتے اسماعیل بن قاسم شالی کے اس متحدہ لشکر کے ایک پہلو پر اس طرح حملہ آور ہوا جس طرح تاریخ کے اوراق پر تشدد کے الاء خس و خاشاک پر خیر و شر کی آندھیاں بکھیرے غبار پر کھولتے طوفان اور اڑتے شرر پر بھرے سیل رواں نزول کرتے ہیں۔

اسماعیل بن قاسم کے ان حملوں نے دریاؤں اور آبشاروں کی رفتار میں تیزی خون سے لکھی جانے والی داستانوں کی سی ہولناکی لہو کو بجھد کرتے برفانی طوفانوں جیسا زور و قوت کے پراسرار نقیوں کا سا نکھار، صدیوں کے تیرگی کے غبار میں ذرے ذرے پر کرنوں کی مہر کی لگتی روشنی جیسی تازگی و شگفتگی تھی۔

شالی کے لشکر کے لئے اب دوسرا مخالف انقلاب اٹھ کھڑا ہوا اس لئے کہ خزیمہ بن خازم ابھی تک اپنے آپ کو ان کے مقابلے میں دفاع تک محدود کیے ہوئے تھا وہ جانتا تھا کہ اسے بڑے لشکر کے خلاف وہ کسی بھی صورت جارحیت اختیار نہیں کر سکتا اب اس پر دباؤ اور بوجھ کم ہو گیا تھا اس لئے کہ شالی کے لشکر کے ایک پہلو پر حملہ آور ہو کر اسماعیل بن قاسم نے ان کی صفیں کی صفیں الٹا شروع کر دی تھیں لہذا ان کے لشکر کا بڑا حصہ سمٹ کر اسماعیل بن قاسم کی طرف بڑھا تھا ایسے میں خزیمہ بن خازم نے بھی دفاع کا لبادہ اتار پھینکا اور وہ بھی سولت وقت کے سیلاب اور طوفانوں کے حصار کے اچانک نکل پڑنے والے آندھیوں کے شانہ و آندھیوں کے محرم کی طرح نوٹ پڑا تھا۔

اب شالی کے اس لشکر کا دو طرف سے قتل عام شروع ہو گیا تھا پہلو پر اسماعیل بن قاسم نے اس قدر زور دار حملے کئے تھے دشمن پر ایسا زور ڈالا تھا کہ وہ ان کی صفیں کی صفیں ختم کرتا ہوا ان کے لشکر کے وسطی حصے تک موت کا کھیل اور رقص شروع کر چکا تھا۔

اپنے لشکر کی یہ حالت دیکھتے ہوئے شالی کے لشکر کی بڑی تیزی سے اسماعیل بن قاسم کی طرف مڑے تھے لیکن ان کا مڑنا ان کے لئے ہی موت کا پیغام دے گیا اس لیے کہ پشت

کی جانب سے خزیر بن خازم جارحیت اختیار کرتے ہوئے وارد ہوا اور اس نے بھی ان کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔

مزید جنگ کے بعد شالی کے لشکریوں نے اپنی شکست حلیم کر لی اور میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے اسماعیل بن قاسم اور ابن خازم نے دور تک ان کا تعاقب کرتے ہوئے ان کی تعداد کو مزید کم کیا کچھ دور تک تعاقب کرنے کے بعد وہ اپنے لشکر کے ساتھ کوہستان اراکات کے ان میدانوں میں داخل ہوئے جہاں جنگ ہوئی تھی۔

دونوں اپنے گھوڑوں سے اترے خزیر بن خازم بھاگ کر اسماعیل بن قاسم سے بغل گیر ہوا اور بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”ابن قاسم میرے عزیز بھائی میں تمہیں اس شاعر فتح پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔“
عجب سے اعزاز میں ابن خازم کی طرف دیکھتے ہوئے اسماعیل مسکرایا پھر اس کا شانہ چھپتاتے ہوئے کہنے لگا۔

”ابن خازم تم بھی عجب انسان ہو تم مجھے مبارکباد اس طرح دے رہے ہو جیسے میں اکیلے نے یہ فتح حاصل کی ہے۔“

میرے عزیز بھائی یہ شاعر فتح حاصل کرنے میں میری تمہاری اور سارے لشکریوں تک کی کوششیں شامل حال ہیں اب آؤ پہلے اپنے لشکریوں کو اس شاعر فتح پر مبارکباد پیش کریں اس کے بعد زخموں کی دیکھ بھال کا سامان کریں۔ ساتھ ہی دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سینے ہوئے مال غنیمت میں سے اپنے لشکریوں میں بھی کچھ تقسیم کریں اس طرح ان کی حوصلہ افزائی ہوگی۔“ خزیر بن خازم نے اس تجویز سے اتفاق کیا دونوں آگے بڑھے پھر بلند آواز میں انہوں نے لشکریوں کو اس فتح پر مبارکباد دی پھر وہ زخموں کی دیکھ بھال کرنے لگے تھے۔

رات خوب گہری ہو گئی تھی سرما اب اپنے عروج پر آ گیا تھا آسمان پر گہرے بادل چھائے ہوئے تھے ایسا لگتا تھا کہ بارش یا برف باری کا امکان تھا شیردان اور یونوں دونوں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ باکو شہر کے غریب کلیسا کے دروازے پر نمودار ہوئے گھوڑے انہوں نے ایک طرف بانہ دے دیئے پھر صدر دروازے پر کھڑے ہونے کے بعد شیردان نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کیا میں اور یونوں دونوں یہیں کھڑے ہوتے ہیں تم اندر جا کر شاریہ کو اٹھا لاؤ اگر کوئی مزاحمت کرتا ہے تو اس کا خاتمہ کرتے چلے جانا یہ گفتگو اس نے بہت دھیمے لہجے میں کی تھی لیکن خاموشی چاروں طرف اس طرح گہری تھی گنتا تھا اس کی گفتگو نے

خاموشی کا گریبان چاک کر دیا ہوایسے میں یونوں نے اسے بڑی راز داری میں مخاطب کیا۔
”شیردان آہستہ بولو جس کام کو ہم ہاتھ ڈال رہے ہیں اس کے لئے لمبے لمبے میں بے قرار طوفان اٹھ سکتے ہیں۔“ شیردان مسکرا دیا تاہم پہلے کی نسبت دھیمے لہجے میں کہنے لگا۔

”طوفان کہاں سے اٹھنے ہیں شاریہ کی مدد صرف مسلمانوں کا سالار اسماعیل بن قاسم کر سکتا ہے اور وہ شالی کے لشکر کے ساتھ الجھا ہوا ہے وہ ہمارے خلاف کوئی کارروائی یا شاریہ کی کوئی مدد کرنے والا نہیں۔“

اس کے بعد شیردان نے ایک نگاہ کلیسا کی عمارت پر ڈالی چاروں طرف ایسا سنا تھا جیسے سارے جسم خواب آلود ہو گئے ہوں فکر تک خوابیدہ ہو گئی ہو اور فطرت کے عناصر نے ہر سو بوسیدہ کھن کی سی حیرانی اور قبرستانوں کی سی خاموشی پھیلانے کے رکھ دی ہو۔

شیردان جب خاموشی ہوا تو یونوں نے راز داری میں اسے مخاطب کیا۔
”صرف اکیلی شاریہ کو کیوں اٹھاتے ہو پہلے بھی میں نے تم سے میرے بھائی کہا تھا کہ اکیلی شاریہ نہیں ساتھ اس کا بھائی برسک بھی اٹھایا جانا چاہئے دونوں بین بھائی کو ہم قحطی میں نئی فورس کے سامنے پیش کریں گے تو مجھے امید ہے کہ وہ ہمیں انعامات سے مالا مال کر دے گا۔“

شیردان نے سر کو جھک دیا ہلکا سا ایک طویہ تہقید لگایا پھر کہنے لگا۔

”یونوں بہت فوفوں اور امتحان والی بات نہ کرو فی الحال برسک کو یہیں رہنے دو ہم صرف شاریہ کو لے کے جائیں گے اگر نئی فورس نے ہمیں شاریہ کا انعام دیا تو ہم اس سے وعدہ کر کے آئیں گے کہ ہم اس کے بھائی برسک کو بھی پکڑ کے اس کے پاس لائیں گے اس طرح ہمیں دوہرے انعام کی امید ہو سکتی ہے اور اگر ہم اسی وقت برسک کو بھی ساتھ لے جائیں تو ایک ہی وقت میں ایک انعام دے کر فارغ کر دے گا۔“

شاریہ کو حوالے کرنے کے بعد جب وہ ہمیں انعامات سے نوازتا ہے تو ہم اس سے کہیں گے کہ ہم برسک اور اس کے باپ کو بھی تلاش کر رہے ہیں جونہی ملے ہم انہیں اس کے پاس پہنچا دیں گے پھر چند ہفتوں کا وقت ڈال کر برسک کو بھی کسی نہ کسی طرح سے اٹھائیں گے اور نئی فورس کے پاس لے کے جائیں گے اور اس سے کہیں گے ہم نے دونوں باپ بیٹے کو گرفتار کر لیا تھا لیکن چونکہ برسک کا باپ راستے میں ہم سے الجھ پڑا لہذا ہم نے اسے ہلاک کر دیا میرے خیال میں جب ہم ایسا کہیں گے تو نئی فورس خوش ہو گا اور پہلے کی نسبت ہمیں زیادہ نوازے گا۔“

ہون شاید شیروان کی اس گفتگو سے مطمئن ہو گیا تھا لہذا اس کی طرف سے توجہ ہٹا کے شیروان نے پھر اپنے مسلح جوانوں کو مخاطب کیا۔

”اب وقت ضائع نہ کرو اندر جاؤ اور شاریہ کو اٹھا کے لاؤ کیسا کے اندر جو بھی مزاحمت کرے اس کا خاتمہ کر دینا پس و پیش نہ کرنا لیکن برسک کو کچھ مت کہتا اس کو زندہ اور سلامت رہنا چاہئے اگر وہ بھی مزاحمت کرے تو اسے کیسا کے کسی کمرے میں بند کر کے شاریہ کو اپنے ساتھ لے آنا احتیاط یہ کرنا کہ شاریہ کے منہ پر کپڑا باندھ دینا ہاتھ پشت پر کس دینا اور اگر برسک شور کرنے کی کوشش کرے تو اس کے منہ پر بھی کپڑا باندھ کر اس کے ہاتھ پشت پر باندھنے کے بعد کسی کمرے میں ڈال دینا اور شاریہ کو باہر لے آنا۔“

اس کے ساتھ ہی شیروان اور ہونوں کے وہ مسلح جوان کیسا میں داخل ہوئے تھے۔ جونہی وہ کیسا کے اندرونی دروازے میں گئے ایک شخص نے جو شاید کیسا کا ملازم تھا انہیں مخاطب کیا۔

”تم کون ہو رات کے اس وقت کیسا میں داخل ہونے میں تمہارا کیا مقصد ہے۔“ اس پر ایک مسلح جوان اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے ہم بے ضرر لوگ ہیں ایسا کرو ہمیں کیسا کے بڑے پادری کے پاس لے کے چلو۔“ وہ شخص ان کے آگے آگے چل دیا پھر دروازے کے سامنے رک گیا کہنے لگا۔

”اندر بڑا پادری بیٹھا ہوا ہے اگر تم اس سے ملنا چاہتے ہو تو مل لو۔“ سارے مسلح جوان اندر داخل ہوئے انہیں دیکھتے ہوئے بڑا پادری گھبرا اٹھا اپنی جگہ کھڑا ہو گیا ایک مسلح جوان آگے بڑھا اور پادری کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”فکر مند اور خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے دیکھو ہمارا کہا مانتے جانا دیے ہی کرنا جیسے ہم کہیں اگر ہمارے ارادوں ہمارے مقاصد میں حائل ہونے کی کوشش کی تو نقصان اٹھاؤ گے اب کمرے سے باہر نکلو اور ہمیں اس کمرے تک لے کے چلو جس میں شاریہ اور اس کا بھائی برسک رہتے ہیں۔“ اس کے ساتھ ہی مسلح جوان نے بڑے پادری کو مزید خوفزدہ کرنے کے لئے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی کھوار بے نیام کر لی تھی۔

پادری بڑا دلیر شخص تھا ہمت کر کے انہیں مخاطب کیا۔

”تم شاریہ اور اس کے بھائی سے کیا چاہتے ہو دیکھو وہ بڑے بے بس ہیں دونوں بہن بھائی ظلم و ستم کے مارے ہوئے ہیں انہیں کچھ مت کہنا۔“ اس مسلح جوان نے پھر کھوار لہرائی کہنے لگا۔

”وہ کرو جو ہم کہتے ہیں ہم ان پر کوئی ظلم و ستم کرنے والے نہیں ہیں ہمارے آگے لگو اور ان تک ہماری راہنمائی کرو۔“ پادری چپ چاپ آگے لگ گیا پھر ایک دروازے پر اس نے دستک دی تو دبی دیر بعد دروازہ کھلا دروازہ کھولنے والا برسک تھا پادری اندر داخل ہوا اس کے پیچھے پیچھے سارے مسلح جوان بھی کمرے میں داخل ہو گئے تھے سامنے ایک مسمری پر شاریہ بیٹھی ہوئی مسلح جوانوں کو دیکھتے ہوئے بچاری بدک مٹی خوفزدہ ہو گئی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہو گئی تھی اور بڑے خوفزدہ انداز میں وہ بھی پادری بھی مسلح جوانوں کی طرف دیکھتی تھی کمرے میں داخل ہونے کے بعد پادری نے پھر مسلح جوانوں کو مخاطب کیا۔

”یہ شاریہ ہے اور یہ اس کا بھائی برسک ہے دیکھو تمہیں ان دونوں سے کیا کام ہے۔“ اس پر وہی مسلح جوان جس نے کھوار بے نیام کی مٹی گھورنے کے انداز میں پادری کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ہمیں برسک سے کوئی واسطہ نہیں اور نہ اس سے لینا دینا ہے نہ ہم اس سے کوئی سروکار رکھنا چاہتے ہیں ہم صرف شاریہ کو اپنے ساتھ لے جائیں گے۔“

اس مسلح جوان کے ان الفاظ پر شاریہ اور برسک دونوں بہن بھائی لرز کانپ گئے تھے تاہم پادری بڑا بے خوف اور دلیر انسان تھا جرات مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے شاریہ اس کیسا کی بیٹی ہے اور ہم اتنے بے غیرت اور بے میت نہیں ہو گئے کہ اپنے ہاتھوں سے کیسا کی بیٹی کو تمہارے حوالے کر دیں اور پھر یہ بھی یاد رکھنا کہ شاریہ اس کیسا میں مسلمانوں کے سالار اعلیٰ اسماعیل بن قاسم کی پناہ میں تھی وہ امانت کے طور پر اسے اس کیسا میں چھوڑ کے گیا ہوا ہے لہذا میں اس کیسا میں امانت میں خیانت تو نہیں ہونے دوں گا دیکھو جن راستوں سے آئے ہو ان راستوں سے امن و سلامتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے لوٹ جاؤ شاریہ سے کوئی غرض و غانت نہ رکھو اس لیے کہ بیٹیاں بیٹیاں ہوتی ہیں اور ان کی عزت ان کی عصمت ان کی عفت و ناموس سب کے لئے برابر ہوتے ہیں لڑکی خواہ نصرانی ہو یا مسلمان یہودی ہو یا آتش پرست سب کی عزت و عصمت برابر کی ہوتی ہے میں دیکھتا ہوں کہ تم سب نہ مسلمان ہو نا نصرانی نا یہودی تینوں سے تمہارا کوئی تعلق نہیں تو میرا دل کہتا ہے کہ تم آتش پرست ہو اس لیے کہ اس سے پہلے بھی شاریہ اور اس کے بھائی کو آتش پرستوں نے ہی ڈسا تھا۔“

پادری کی اس ساری گفتگو کو نظر انداز کرتے ہوئے شاریہ کو پکڑنے کے لئے جب دو مسلح جوان آگے بڑھے تو پادری ہمت و جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے شاریہ اور ان مسلح جوانوں

کے درمیان کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔

”دیکھو اس بچی سے کچھ مت کہو اس نے تمہارا کیا بگاڑا ہے پہلے بھی ایک ہارن نے اس پر مظالم کئے تھے اس کے باپ کو موت کے گھاٹ اتارا تھا تو تمہیں کیا ملا اب بھی جب تم اس کو لے کر جاؤ گے تو اس کا کوئی والی وارث یا اس کا کوئی محافظ ہوا تو یاد رکھنا کہ وہ تم سے ایسا انتقام لے گا کہ تمہاری سلیس تک چچ چلا اٹھیں گی یہ بھی یاد رکھنا جب تک میرے جسم میں جان ہے اور جب تک میں زندہ ہوں تم شاریہ کو اس کیسا سے نہیں لے جا سکتے۔“

سلججوان پادری کی گفتگو سے عیش کھا گئے شاید وہ وقت ضائع نہ کرنا چاہتے تھے ایک نئے نکوار بے نیام کی اور بلند کر کے برساتی اور بڑے پادری کا اس نے خاتمہ کر دیا ایک دوسرا آگے بڑھا اس نے برسک کے منہ پر کپڑا باندھ دیا پھر اس کے ہاتھ پشت پر باندھنے کے بعد کمرے کے ایک کونے میں ڈال دیا شاریہ ایسی خوفزدہ اور بدکلی ہوئی تھی کہ منہ سے آواز تک نہ نکال سکی اس کی اس بے بسی سے ان سلججوانوں نے پورا فائدہ اٹھایا اس کے منہ اور آنکھوں پر کپڑا باندھ دیا پھر ایک سلججوان نے اسے اٹھالیا سب باہر نکلے اس دروازے کو باہر سے انہوں نے زنجیر لگا دی تھی۔

کیسا میں جو دوسرے لوگ تھے وہ شاید پتھارے امن و آشتی کی گہری نیند سوئے ہوئے تھے اس سے انہوں نے فائدہ اٹھایا شاریہ کو لے کر وہ کیسا کی عمارت سے باہر نکلے جب وہ صدر دروازے پر آئے تو انہوں نے دیکھا کہ شیروان اور یونون اپنے گھوڑوں پر سوار ہو چکے تھے پھر شیروان نے انہیں مخاطب کیا۔

”میں اور یونون آگے نکل جائیں گے ہمارے اور تمہارے درمیان چند میل کا فاصلہ رہتا چاہئے تاکہ ہم آگے آگے رہے ہوئے دیکھ سکیں کہ کوئی مزاحمت کرنے والا تو نہیں ہے اس طرح تم ہمارے پیچھے پیچھے شاریہ کو لے کر آنا۔“ اس کے ساتھ ہی شیروان اور یونون دونوں اپنے گھوڑوں کو ایڑھ لگاتے ہوئے آگے بڑھ گئے تھے انہوں نے اپنے گھوڑوں کو سر پٹ دوزنا شروع کر دیا تھا باقی سلججوان بھی اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے شاریہ کو بھی انہوں نے ایک گھوڑے پر ڈال دیا اور وہ بھی وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔

※.....※

ہاگو شہر سے نکل کر شیروان یونون اور ان کے پیچھے ان کے سلججوانوں نے عجیب و غریب راستہ اختیار کیا وہ شاہراہ جو ہاگو سے حریر سے ہوتی ہوئی آگے بڑھ کر عزیرہ جمیل کے شمال سے گزرنے کے بعد مغرب کا رخ کرتے ہوئے جمیل وان کے پاس سے ہوتی

ہوئی اناطولیہ کے مقاموں کی طرف جاتی تھی اس پر ستر کرنے کی بجائے انہوں نے ہاگو سے جمیل عزیرہ کے جنوب میں اگدام شہر کے پاس سے جو شاہراہ گزرتی تھی اس پر ستر کیا آگے بڑھتے ہوئے جبل ارارات سے وہ گزرے پھر جمیل وان کے شرق میں جو کوہستانی سلسلہ تھا جب وہ اس میں گزر رہے تھے تو ایک مسلح جوان نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا شروع کیا۔

”میرے عزیز ساتھیو میں سمجھتا ہوں کہ اب ہم خطرے سے باہر آ گئے ہیں جمیل عزیرہ کے اطراف میں ہمارے لئے خطرات تھے اس لیے کہ مسلمانوں کے لشکر اسی علاقے میں پہلے ہوئے ہیں جبل ارارات تک ہمارے لیے خطرہ تھا اب ہم جبل ارارات کو پیچھے چھوڑ آئے ہیں جمیل وان یہاں سے قریب ہے اور ہمارے سامنے جو اب بڑا شہر آئے گا وہ ارس ہے اور کوئی قوت مزاحمت نہیں کرے گی نہ کوئی ہمارا راستہ روکنے کے لئے آئے گا اور مجھے امید ہے کہ ہم شاریہ کو با حفاظت قسطنطنیہ پہنچا کر انعامات حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور اب ہمارے لئے یہ بھی آسانی ہے کہ ہم سے کافی آگے شیروان اور یونون جا رہے ہیں اگر کوئی آگے خطرہ ہوا تو وہ ہمیں مطلع بھی کر سکتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ اس سے آگے کوئی خطرہ نہیں اٹھے گا اس لیے کہ مسلمانوں کا لشکر بہت پیچھے رہ چکا ہے آگے اب کوئی ایسی قوت نہیں ہے۔“

دو پہلیں تک کہیں پایا تھا کہ چچ مار کر خاموش ہو گیا اس لئے کہ ایک تیر سنسناٹا ہوا آیا تھا اور اس کی گردن چیرتا ہوا نکل گیا تھا اس کے ساتھی سم کر چوٹے ہو گئے تھے اس وقت وہ ایک کوہستانی تک راستے سے گزر رہے تھے جس کے تھوڑا سا آگے ایک کھلا میدان تھا۔

ابھی وہ سراسیمہ سے ہی دکھائی دے رہے تھے جس کے تیر لگا تھا وہ اپنے گھوڑے سے گر گیا تھا دوسرے جب اس کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگے تو لگا تار دو تیر اور آئے اور سنسناٹے ہوئے ان کے دو اور ساتھیوں کے جسوں کو پھٹکی کر کے رکھ گئے تھے وہ بھی زمین پر ڈھیر ہو گئے تھے آسمان پر اب ہادل کافی جھک گئے تھے بلی بلی بوعدا باعدی ہونے لگی تھی سلججوانوں کا ایک ساتھی چلا کر کہنے لگا۔

”گناہ ہے کوئی ہمارے تعاقب میں ہے فوراً چٹانوں کی اوٹ میں بیٹھ جاؤ جو کوئی ہمارے پیچھے آیا ہے بڑے بڑے وقت آیا ہے اس لیے کہ بلی بلی ہارن شروع ہو گئی ہے اور موسم تاتا ہے کہ برف ہاری بھی شروع ہو جائے گی ایسے میں ہمارے لیے بے انت مشکلات اٹھ کر پڑیں گی یہ شاریہ کو بھی اٹھا کر ایک چٹان کے پیچھے ڈال دو۔“

اس جوان کے مشورے پر سب اپنے گھوڑوں سے اتر کر چٹانوں کی اوٹ میں بیٹھ گئے۔ شاریہ کو بھی انہوں نے گھوڑے سے اتار کر ایک بڑی چٹان کے پیچھے ڈال دیا تھا پھر سب کسی رد عمل کا بڑی بے چینی سے انتظار کرنے لگے تھے اسنے کسی کی انتہائی دھڑاتی ہوئی اور خوفزدہ کرنے والی آواز ان کی سماعت سے ٹکرائی تھی۔

”آتش کدے آباد کرنے والو مشیت خداوندی کا مذاق و تمسخر اڑانے والو قسم کی آگ خون کی بارش سے نہ کھیلو اپنی اپنی گھات سے باہر نکل آؤ ورنہ پچھتاؤ گے قبل اس کے کہ میں قضا کے حصار تہہارے لئے تنگ کر دوں قبل اس کے کہ میں موت کی گھات چار سو گہری کر کے پھیلا دوں قبل اس کے کہ سردی اور بارش میں تہہارے ذہنی رشتے ایک دوسرے سے منقطع ہو جائیں گھات سے باہر نکل آؤ اگر ایسا نہیں کرو گے تو یاد رکھنا میرے سامنے تہہارے سارے قیاس و گمان تہہاری ساری تاب و تابش ہے ریلہ مسائی کی طرح بے کار اور دھواں دھواں دھول دھول ہو کر تہہاری تباہی و بربادی کا باعث بن جائے گی۔“

بولنے والے کی اس گفتگو نے ان سب کو حیران و پریشان کر دیا تھا اور وہ سوالیہ سے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے جب کچھ دیر تک کسی رد عمل کا اظہار نہ ہوا تو انہوں نے دیکھا دائیں جانب سے ایک جموں نیلے پر ایک سوار نمودار ہوا پھر وہ بڑی تیزی سے نیچے اترا تھا اس نے اپنا چہرہ ڈھانپ رکھا تھا اسے پہچانا نہیں جاسکتا تھا کہ وہ کون ہے۔ جب شیروان کے ساتھی نے دیکھا کہ ان کے مقابلے میں صرف ایک ہی سوار ہے تب وہ سب گھات سے باہر نکل آئے ایک جگہ جمع ہوئے جب وہ سوار جس نے اپنا چہرہ ڈھانپ رکھا تھا وہ قریب آیا تب شیروان کے مسلح جوانوں میں سے ایک نے اسے مخاطب کیا۔

”تم ایک ہو کر ہم سب کو قزاقوں کی طرح دھونس اور دھمکی دیتے ہو تم نے ہمارے تین جوانوں کا خاتمہ کیا ہے اب تم بچ کر نہیں جاؤ گے۔“ اس کے ساتھ ہی سب نے اپنی کھواریں بے نیام کر لی تھیں چاہے تھے کہ اس سوار پر حملہ آور ہوں کہ اس سوار نے جب ان کی پشت کی طرف اشارہ کیا تو انہوں نے مز کے دیکھا ان کے پیچھے بھی کچھ مسلح جوان کھڑے تھے جنہوں نے اپنے گھوڑوں کی بھاگیں کھینچ رکھی تھیں چہرے انہوں نے سامنے والے کی طرح ڈھانپ رکھے تھے۔

یہ صورت حال شیروان اور یونوں کے ساتھیوں کے لئے بڑی قابلِ رحم تھی اتنے میں سامنے والا پھر دھاڑا۔

”اپنے ہتھیار ڈال کر ایک طرف کھڑے ہو جاؤ ایسا نہیں کرو گے تو میرے ایک

اشارے پر میرے مسلح جوان تم پر حملہ آور ہوں گے اور انہوں کے اندر تم سب کو کئی گھڑوں میں کاٹ کے رکھ دیں گے میں زیادہ وقت نہیں لوں گا اس لیے کہ میرے پاس وقت نہیں ہے میں تین منوں کا تین گھنٹے سے پہلے پہلے اگر تم سب نے اپنے ہتھیار ڈال کر اور دس قدم بائیں جانب ہٹ کے کھڑے ہو گے تو میں کبھوں گا کہ تم پر امن رہتا چاہتے ہو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو میرا ہاتھ فضا میں بلند ہوتے ہی میرے ساتھی تم پر حملہ آور ہوں گے پھر تم سے کوئی بچ نہیں پائے گا۔“

اس کے ساتھ ہی اس سوار نے صرف ایک ہی گنا تھا کہ شیروان کے سارے ساتھیوں نے اپنی کھواریں پھینک دیں پھر سب ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ سوار نے اپنے ساتھیوں کو کھوار بلند کر کے اشارہ کیا جس پر وہ آگے بڑھے پھر ان مسلح جوانوں کا انہوں نے گھراؤ کر لیا تھا وہ سوار بھی قریب آیا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”دیکھو جو کچھ میں پوچھنے لگا ہوں اس کا جواب سچائی پر رچے ہوئے دینا جموت بولو گے تو کاٹ کے رکھ دیئے جاؤ گے یہ بتاؤ کہ شیروان اور یونوں کہاں ہیں۔“ اس پر خوفزدہ سے لہجے میں ایک بول پڑا۔

”وہ ہم سے چند میل آگے جا رہے تھے ہماری منزل قسطنطنیہ ہے شیروان اور یونوں دونوں شاریہ نام کی لڑکی کو کسی فورس کے حوالے کر کے اغوا حاصل کرنا چاہتے تھے۔“

کچھ دیر خاموشی رہی پھر سوار نے اپنے ساتھیوں کو جب اشارہ کیا تو ان کی کھواریں بلند ہوئیں اور انہوں نے شیروان اور یونوں کے سارے ساتھیوں کا خاتمہ کر دیا۔

پھر اس سوار نے اپنے چہرے سے جب نقاب ہٹایا تو وہ اسٹیل بن قاسم تھا۔ اسٹیل نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”تم فوراً شیروان اور یونوں کے حواقب میں لگ جاؤ انہیں ہر صورت میں زندہ گرفتار کر کے میرے پاس لاؤ میں شاریہ کو سنبھال کر واپس جاتا ہوں دیکھو بنگلی بنگلی برف باری بھی شروع ہو گئی ہے اگر بارش اور برف باری تیز ہو گئی تو تم نے دیکھا کہ راستے میں ایک بہت بڑی چٹان کافی آگے ابھری ہوئی تھی جس کے نیچے بارش اور برف باری میں پناہ لی جاسکتی ہے بچا جاسکتا ہے تیز برف باری یا بارش کی صورت میں وہیں پناہ لے لوں گا تم شیروان اور یونوں کو لے کر وہیں مجھ سے آن ملنا۔“

اسٹیل کے کہنے پر اس کے سارے ساتھی اپنے گھوڑوں کو ایڑھ لگاتے ہوئے آگے بڑھ گئے تھے اسٹیل نے کچھ سوچا پھر ان چٹانوں کی طرف گیا جہاں شیروان کے ساتھیوں نے

بڑی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے شاریہ نے اسے مخاطب کیا۔
 ”امیر! آپ نے اپنی پوتین تو اتار کر مجھے پینا دی آپ بھگ جائیں گے آپ کو بھی سردی لگ جائے گی۔“ مسکراتے ہوئے اسٹیل کہنے لگا۔

”میں اس کا بندوبست کر لیتا ہوں۔“ پھر وہ اپنے گھوڑے کی طرف بڑھا گھوڑے کی زین کے ساتھ بندھا ہوا ایک کبل اتار کر اس نے اپنے اوپر ڈال لیا پھر مرنے والوں کے سارے گھوڑوں کو اس نے ایک دوسرے سے باہر دیا پھر وہ شاریہ کے قریب آیا آ کر کہنے لگا۔

”دیکھو ان سب کے گھوڑوں کو میں نے ایک دوسرے سے باہر دیا صرف ایک گھوڑا رکھا جس پر تم سوار ہو گی اب آؤ میں تمہیں اس گھوڑے پر بٹھاتا ہوں میں پیچھے پیچھے رہتے ہوئے سارے گھوڑوں کو ہانکتا ہوں تم دیکھتی ہو کہ برف بارہ تیز ہوتی جا رہی ہے ایسے میں ہمیں کہیں پناہ لینا ہو گی راستے میں میں اور میرے ساتھیوں نے ایک بہت بڑی چٹان دیکھی جو مجھے کی صورت میں شاہراہ کی طرف بڑی ہوئی تھی اس کے نیچے ہم ان سارے گھوڑوں سمیت محفوظ رہ سکتے ہیں۔“ شاریہ نے اسٹیل کی تجویز سے اتفاق کیا پھر اسٹیل نے سہارا دے کر شاریہ کو ایک گھوڑے پر بٹھایا خود اپنے گھوڑے پر بیٹھا پھر دونوں گھوڑوں کو اپنے آگے آگے ہانکتے ہوئے واپس جا رہے تھے۔

کچھ دور آگے جا کر ایک ایسی جگہ آ گئی جہاں شاہراہ چٹانوں کے اندر تک چھٹی چلی گئی تھی اور چٹانوں کا اوپر کا حصہ مجھے کی صورت میں کافی آگے بڑھ آیا تھا۔ وہاں اسٹیل نے قاتلوں گھوڑوں کو روک کر ان میں سے ایک کی نگام مجھے کے نیچے ایک پتھر کے ساتھ باہر دی اپنے گھوڑے کو وہ مجھے کے نیچے لے گیا شاریہ نے بھی اپنے گھوڑے کو قریب لا کر کھڑا کیا تھا پھر دونوں اپنے گھوڑوں سے اتر گئے شاریہ نے دائیں بائیں اوپر دیکھا پھر کسی قدر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”برف باری تیز ہو گئی ہے لیکن یہاں اس چٹان کے نیچے بالکل سکون ہے نیچے جگہ صاف پتھر کی اور خشک بھی ہے۔“

اسٹیل نے شاریہ کی اس گفتگو کا کوئی جواب نہ دیا تھا آگے بڑھ کر وہ مرنے والوں کے گھوڑوں سے بستر کھول کر چٹان کے نیچے پھینکے لگا تھا۔ پھر اس نے چند بستر کھول کر چٹان کے نیچے بچھائے جو قاتلوں کبل بچھتے تھے وہ اس نے گھوڑوں کے اوپر ڈال دیئے اور گھوڑوں کو صبح کے نیچے کھڑا کر دیا پھر شاریہ کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

گھات لگائی تھی وہاں ایک چٹان کے پیچھے شاریہ پڑی ہوئی تھی اس کے منہ آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی ہاتھ بھی پشت پر بندھے ہوئے تھے۔

اسٹیل نے بڑی ہمدردی سے اس کی طرف دیکھا پہلے اس نے شاریہ کے منہ اور آنکھوں پر باہر دیا ہوا کپڑا کھولا جو کئی شاریہ نے اپنے سامنے اسٹیل بن قاسم کو دیکھا وہ دنگ رہ گئی کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اتنی دیر تک اسٹیل پشت پر بندھے اس کے ہاتھ کھولے لگا تھا شاریہ تھوڑی دیر تک عجیب سے اعزاز میں اسٹیل کو دیکھتی رہی ساتھ ہی اپنے بازو بھی سہلاتی رہی پھر کسی قدر روٹی ہوئی آواز میں اس نے اسٹیل کو مخاطب کیا۔

”امیر! آپ کب آئے میں اپنی زندگی اپنی زیت سے بالکل مایوس ہو چکی تھی اور ان کے ساتھ سزا کرتے ہوئے میں نے کلی طور پر اپنے آپ کو قضا اور موت کے حوالے کر دیا تھا میں جان گئی تھی کہ اب یہ لوگ مجھے کسی فورس کے حوالے کریں گے جو کسی بھی صورت مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا لیکن میں حیران ہوں کہ آپ کیسے یہاں آ نمودار ہوئے اور آپ کو کیسے خبر ہو گئی کہ ان لوگوں نے مجھے کیسا سے اٹھایا ہے۔“ اس پر مسکراتے ہوئے اسٹیل کہنے لگا۔

”شاریہ تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں میں نے تمہاری حفاظت تمہارے تحفظ کی ذمہ داری لی تھی اور کیسا والوں سے میں نے کہا تھا کہ جب کوئی برا وقت آئے مجھے اطلاع کریں جس وقت ان لوگوں نے تمہیں کیسا سے اٹھایا تھا کیسا کا ایک ملازم ان سے پہلے ہی میری طرف روانہ ہو گیا تھا کیسا والے ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے لہذا انہوں نے ہر وقت مجھے اطلاع دی اور میں ان کے تعاقب میں لگ گیا آگے جو کچھ ہوا ہے وہ تم دیکھ رہی ہو میرے کچھ ساتھی آگے بڑھ گئے ہیں اس لئے شیردان اور یونون چند میل آگے جا چکے ہیں وہ ان دونوں کو پکڑ کے لائیں گے ان کے سارے مسلح جوانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اب اٹھو دیکھو برف باری شروع ہو چکی ہے بارش بھی ہو رہی ہے تم کمزوری لڑکی ہو سردی لگ گئی تو خواہ مخواہ ضائع ہو جاؤ گی۔“

اسٹیل بن قاسم کی اس گفتگو پر ہنسنے اور مسکراتے ہوئے شاریہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی پھر اچانک اسٹیل بن قاسم حرکت میں آیا بیٹھنے کی کھال کی وہ پوتیں جو اس نے سردی سے بچنے کے لئے پہن رکھی تھی وہ اتاری اور خود اس نے شاریہ کو پینا دی جس وقت وہ اسے پوتین پینا رہا تھا شاریہ بڑی شکرگزاری اور ممنونیت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے رہ گئی تھی منہ سے کچھ نہ بولی تھی پوتین کا ایک حصہ شاریہ نے اپنے سر پر رکھتے ہوئے سر کو بھی ڈھانپ لیا تھا تاکہ سردی نہ لگے پھر جب اسٹیل وہاں سے ہٹے لگا تو دھیمے سے لہجے میں

کر نہیں دیکھے گا۔“
اسٹیل کو کہتے کہتے رک جانا پڑا اس لئے کے بچ میں شادی بول پڑی۔ ”امیر کیا ایسا ممکن نہیں کہ میں آپ کے لشکر میں رہوں ہا کو شہر کی طرف جاتے ہوئے میرا دل نہیں کرتا وہاں مجھے خطرات ہی خطرات خوف ہی خوف اندیشے ہی اندیشے دکھائی دیتے ہیں شیروان اور ہونوں اگر مل بھی گئے اور ان کا خاتمہ بھی ہو گیا تب بھی ہا کو شہر میں ان کے اوباش ساتھی تو ہوں گے جو مجھ سے میرے بھائی سے انتقام لے سکتے ہیں۔“

شادیہ مزید کچھ کہتا چاہتی تھی کہ اس کی بات کانٹے ہوئے اسٹیل بول پڑا۔ ”جہاں تک جنہیں اپنے لشکر میں رکھنے کا سوال ہے تو ایسا ممکن نہیں ہے کیونکہ شادیہ میرے لشکر میں کوئی ایک عورت بھی نہیں ہے لہذا تم اکیلی میرے لشکر میں نہیں رہ سکتی اگر لشکر میں مزید عورتیں بھی ہوں تو ان کے اندر میں جنہیں لشکر میں رکھ سکتا تھا اب تم اکیلی کو لشکر میں رکھنا انتہا درجہ کا معیوب اور قابل اعتراض معاملہ ہے۔“

اب جہاں تک تمہارے اس سوال کا تعلق ہے کہ تمہاری پناہ گاہ کہاں ہوگی۔ تمہارے تحفظ کا کیا سامان ہوگا۔ تو اس کا میں اہتمام کروں گا۔ تم برسک کے ساتھ کلیسا میں ہی رہو گی۔ یہ جو مسلح جوان میں نے شیروان اور ہونوں کے پیچھے بھجوائے ہیں جو نبی وہ پکڑ کے انہیں لاتے ہیں شیروان اور ہونوں کا خاتمہ کرنے کے بعد انہی مسلح جوانوں کے ساتھ میں جنہیں ہا کو کے کلیسا کی طرف روانہ کر دوں گا۔ تم اور برسک کلیسا میں ہی رہو گے اور جو مسلح جوان نہیں یہاں سے ہا کو شہر لے جائیں گے۔ وہ کلیسا میں ہی قیام کریں گے۔ وہاں تم دونوں بہن بھائی کی حفاظت کا سامان کریں گے۔ ہا کو شہر میں آرمیا کا نامزد والی یزید بن مزید بھی قیام کئے ہوئے ہے۔ میں اس کے نام بھی ایک پیغام بھجواؤں گا۔ کہ کلیسا میں قیام کے دوران تمہاری حفاظت اور تمہارے تحفظ کا بہترین اہتمام کیا جائے۔ بہر حال فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے کلیسا میں تمہاری اور تمہارے بھائی برسک کی حفاظت کے لیے ہر وقت مسلح جوان موجود ہوں گے۔ اب بولو اس کے علاوہ مزید جنہیں کیا پریشانی یا فکر مند ہے۔“
اسٹیل جب خاموش ہوا تب کسی قدر پرسکون انداز میں مسکراتے ہوئے شادیہ بول اٹھی۔ ”جو تین تفکرات اور پریشانیاں تھیں۔ آپ نے رفع کر دیں۔ اب تینوں سے بھی بڑی ایک فکر مند ہے مجھے لائق ہے۔ جس نے ایک طرف سے مجھے اور میرے ضمیر کو مطمئن کر کے رکھ دیا ہے۔“ اس موقع پر عجیب سے انداز میں اسٹیل نے اپنے دونوں ہاتھ دعا کے انداز میں آسمان کی طرف اٹھائے خود بھی آسمان کی طرف دیکھا پھر مزید سے انداز میں کہنے لگا۔

”میں نے صاف ستری جگہ کھل بچھا دیئے ہیں یہاں بیٹھ جاؤ کچھ فالتو بھی ہیں لوہے لے لو بیٹھنا چاہتی ہو تو بیٹھو آرام کرنا چاہتی ہو تو سو جاؤ۔“ اسٹیل نے ایک کھل زمین پر ڈالا دوسرا اپنے اوپر لے کر بیٹھ گیا تھا۔ شادیہ نے پستین اتار کر ایک نوکیلے پتھر کے لٹکا دی تاکہ خلک ہو جائے اور خوردہ کھیلوں کے اندر گھس گئی تھی کچھ دیر خاموشی رہی اسٹیل نے دیکھا شادیہ بیچاری اداس افسردہ اور ابھی ابھی بیٹھی ہوئی تھی۔
اس کا دکھ بانٹنے کے لئے اسٹیل نے اسے مخاطب کیا۔

”اب جب کہ تم اوباشوں کے ہاتھوں سے نجات پا چکی ہو تو اب اس قدر تفکرات میں ڈوبنے کی کیا وجہ ہے۔“

اسٹیل کے ان الفاظ پر شادیہ چونکی اور کہنے لگی۔ ”آپ کا کہنا درست ہے اس وقت مجھے تین قسم کے فکر لاحق ہیں جو میری جان کھا رہے ہیں۔“
اسٹیل نے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ ”اب کون سے تین تفکرات اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔“

شادیہ نے اپنے سامنے دیکھا زمین برف سے سفید ہو چکی تھی جس کی وجہ سے رات کے اندر میرے میں ایک چمک پیدا ہو چکی تھی اس نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔ ”مجھے پہلی فکر جو کھائے جا رہی ہے وہ یہ کہ میری وجہ سے کلیسا کا پادری مارا گیا اس کا مجھے بے حد دکھ ہے دوسری فکر مجھے اپنے بھائی کی لائق ہے کہ ان خالوں نے اس کے منہ پر کپڑا اور اس کے ہاتھ پشت پر باندھ کر کلیسا کے کمرے کے کونے میں ڈال دیا تھا تا جانے اس کا کیا بنا ہوگا۔ اور تیسری پریشانی جو میرے دکھ کا باعث بنتی جا رہی ہے وہ یہ کہ اب میرا ٹھکانہ کیا ہوگا کہاں رہوں گی کہاں مجھے تحفظ ملے گا کس جگہ کو میں اپنی پناہ گاہ کہہ سکوں گی۔“

شادیہ جب خاموش ہوئی تو اس کی تشفی و تسلی کے لئے اسٹیل کہنے لگا۔ ”جہاں تک بڑے پادری کے مارے جانے کا معاملہ ہے تو اس کا مجھے بھی بے حد دکھ اور صدمہ ہے اس نے یقیناً جرات مندی اور شجاعت اور غیرت کا ثبوت دیا کہ ان اوباشوں کے سامنے تمہاری حفاظت کا سامان کرنا چاہا۔ جہاں تک تمہارے بھائی کا تعلق ہے تو جو آدمی میری طرف گیا تھا اس کا کہنا تھا کہ شیروان اور ہونوں کے ساتھیوں کے کلیسا سے جانے کے بعد کلیسا کے لوگوں نے برسک کو اس کمرے سے نکال لیا تھا لہذا تمہاری دوسری فکر مندی ختم ہوئی۔ تمہاری تیسری پریشانی یہ ہے کہ تمہاری حفاظت کا سامان کیا ہوگا اس پریشانی کو تم پس پشت ڈال دو اس ہار تمہاری حفاظت اور تحفظ کا ایسا سامان ہوگا کہ کوئی تمہاری طرف میل آنکھ اٹھا

”یا اللہ خراب کیا مصیبت آن پڑی ہے۔“ اس کے اس انداز پر شاریہ کل کے ہنس دی تھی۔ پھر اسٹیل ہاتھ اوپر کر کے کہنے لگا۔ ”اللہ تیرا شکر ہے تو ہنس تو۔“ شاریہ نے پھر اسٹیل کو مخاطب کیا۔

”امیر اب جو پریشانی ہے وہ آپ کی وجہ سے ہے اور وہ پریشانی یہ ہے کہ پہلی بار جب آپ نے مجھے شیروان اور یوفوں سے نجات دی تھی تو میں ایسی احمق اور بے وقوف لڑکی ہوں کہ اس موقع پر میں نے آپ کا شکر یہ ادا کرنے کے لئے ایک لفظ تک نہ کہا۔ اب ان ویرانوں میں جب آپ نے مجھے شیروان کے ساتھیوں سے نجات دی تھی بھی میری بدبختی کہ میں ایسی بدحواس ایسی ابھی ہوئی تھی کہ اس موقع پر بھی میں آپ کا شکر یہ ادا نہ کر سکی۔ اب سوچتی ہوں کہ آپ کے سامنے ممنونیت کا اظہار کرنے کے لئے آپ کا شکر یہ ادا کرنے کے لئے کیا کہوں اس لئے کہ آپ دوبار مجھ پر احسان کر چکے ہیں اور یہ احسانات ایسے ہیں جن کا بدلہ چکانے تو بہت دور کی بات ان احسانات کا شکر یہ ادا کرنے کے لئے مجھ بے بسی کے پاس مناسب الفاظ بھی نہیں ہیں۔“

شاریہ کے خاموش ہو جانے پر اسے تسلی اور تسفی دیتے ہوئے اسٹیل کہنے لگا دیکھو جنہیں شکر یہ ادا کرنے کے لئے الفاظ تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس اپنے ذہن میں یہ بات بٹھا لو کہ تم نے میرا شکر یہ ادا کر لیا ہے اپنے ضمیر اپنے ذہن کو ہلکا کر لو۔“ اسٹیل کے ان الفاظ پر شاریہ کسی قدر مطمئن ہو گئی تھی یہاں تک کہ اسٹیل نے پھر اسے مخاطب کیا۔ ”ابھی وقت ہے کوئی اور پریشانی اور فکر مندی لاحق ہو تو وہ بھی کہہ دو۔“ شاریہ کل کرفس دی کہنے لگی۔ ”نہیں اب کوئی فکر مندی تو نہیں لیکن آپ برا نہ مائیں تو آپ سے ایک بات کہوں۔“ اسٹیل نے پہلے آسمان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ ”اللہ خیر کرے اب کوئی برا ماننے والی بات اٹھ کھڑی ہوئی ہے کہو میں تمہاری کسی بات کا برا نہیں مانوں گا۔“

اس پر شاریہ اپنے اوپر کلبوں کو درست کرتے ہوئے کہنے لگی۔ ”امیر یہاں اس ویرانے میں نہ جانے ہم دونوں کو کتنی دیر بیٹھنا پڑے آپ جانتے ہیں کہ میری منزل بغداد ہے۔ بغداد کا درباری طبیب، جبرائیل ہمارا قریبی رشتہ دار ہے۔ ہم دونوں بہن بھائی اس کے پاس ہی قیام کریں گے۔ اگر آپ زحمت محسوس نہ کریں تو کیا ایسا ممکن نہیں کہ مجھے بغداد شہر کے متعلق کچھ تفصیل بتائیں۔ اس طرح جہاں ہمارا وقت اچھا کٹ جائے گا وہاں مجھے بغداد سے متعلق آپ سے معلومات بھی فراہم ہو جائیں گی۔ یہ اس لیے کہ آنے والے دنوں میں

میں نے اسی الف لیلوی شہر میں رہتا ہے۔“ اسٹیل نے کچھ سوچا اور پھر کہنے لگا۔ ”چلو وقت گزرنے کے لیے یہ بھی اچھا ہی ہے میں جنہیں بغداد کی تفصیل بتاتا ہوں۔ پھر چند لمبے رک کر اسٹیل نے کہا شروع کیا۔ ”شاریہ معاملہ کچھ یوں ہوا کہ ہمارے رسول اور خلفاء کے عہد میں مسلمانوں کا دارالحکومت اور مرکز مدینہ النبی تھا۔ بعد میں کوفہ بنا اس کے بعد مصلحت ملکی کے تحت دمشق دارالحکومت بن گیا۔ جب عباسی دور شروع ہوا تو انہوں نے وقتی طور پر انبار کو اپنا دارالحکومت بنایا لیکن عباسی خلیفہ سفاح کے بعد جب منصور خلیفہ بنا تو اس کے دل میں نیا دارالحکومت بنانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ انبار کا رقبہ محدود تھا اور وسعت استحکام سلطنت کی غرض سے منصور سمجھتا تھا کہ وسیع پیمانہ پر پایہ تخت آباد کیا جائے۔ دوسری صورت یہ بھی تھی کہ نیا دارالحکومت کوفہ اور دمشق کی بعادت انگیز آغوشوں سے محفوظ رہے۔ اس لیے پر فضا اور وسیع اراضی کی تلاش ہوئی ملک کے گوشہ نشین بوڑھے راہبوں اور دیگر لوگوں کو طلب کیا گیا۔ اور ان سے گرمی سردی بارش اور مشرات الارض کے حالات دریافت کئے گئے۔ چنانچہ کامل تحقیقات کے بعد اس جگہ کا انتخاب کیا گیا۔ جہاں آج کل بغداد شہر آباد ہے۔

عرب کا یہ زرخیز خطہ سیاسی اسباب کے علاوہ اعتدال آب و ہوا میں بھی ضرب المثل تھا اور اس کے چاروں طرف زرخیز شہر اور صوبے ہیں عباسی خلیفہ منصور کے مزاج میں تفتیش اور تحقیق بہت تھی اس لیے نیا دارالحکومت تعمیر کرنے سے پہلے وہ انبار سے بغداد کی طرف آیا جہاں پہلے ویرانے ہوا کرتے تھے۔ موصل تک گھوم کر اس نے پورے علاقے کا جائزہ لیا اس کے اس سفر میں اس کے ہمراہ کاتبوں کے علاوہ کچھ سرکردہ لوگوں کی ایک مجلس بھی تھی۔ ان سب سے اس نے مشورہ کیا ساتھ ہی اس نے اہل امراء کو بھی طلب کیا۔ اراضیات کے ماہروں سے بھی مشورہ کیا۔ چنانچہ سب نے مل کر ان ویرانوں میں جو رقبہ چننا اس پر بغداد شہر آباد کیا گیا۔

جس رقبے کا انتخاب کیا گیا وہ ہر لحاظ سے موزوں تھا اور بڑی خوبی یہ کہ وہ دریائے دجلہ اور فرات کے قریب واقع ہے جس کی حدود میں جنگ کے موقع پر حفاظت کے لیے خندقیں تیار ہو سکتی ہیں نیز دجلہ کے اتصال سے دیار بکر سے لے کر بصرہ بحرین ہندوستان اور چین تک اور فرات کے راستے سے شام مصر خراسان اور آذربائیجان کا تجارتی مال بغداد آ جاسکتا ہے۔

منصور کا خیال تھا کہ اس طرح بغداد تجارت کی ایک مشترکہ منڈی بن سکتی تھی۔ بہر حال جس طرح دریائے نیل مصر کے لیے زیب و زینت ہے ایسے ہی دجلہ اور فرات بغداد کے

لے زیب و زینت ہیں۔

بہر حال جبکہ کا احتساب کرنے کے بعد منصور نے اس علاقے کو پسند کیا۔ یہ بات اس کے ذہن نشین ہوگئی کہ بصرہ کو نہ واسطہ اور موصل کے اتصال سے بغداد میں بہت جلد ترقی ہو جائے گی۔ سننے دار الخلافہ کے لیے جو رقبہ تجویز ہوا تھا۔ اس میں بیشتر کھنڈرات تھے لیکن ایک قدیم حصہ آبادی کا موجود تھا۔ جس میں ایرانی اور عیسائی آباد تھے ان کے متعدد گرجے اور خانقاہیں بھی موجود تھیں جنہیں مناسب معاوضہ ادا کرنے کے بعد منہدم کیا گیا۔

صدیوں سے یہ روایت مشہور رہی ہے۔ کہ جس رقبہ میں منصور نے نیا شہر آباد کیا وہاں نوشیروان عادل کا ایک باغ ہوا کرتا تھا۔ جہاں بیٹھ کر وہ مقدمات کا فیصلہ کیا کرتا تھا۔ اسی مناسبت سے یہ رقبہ باغ داد مشہور ہوا یعنی ”انصاف کا باغ“ جو مخفف ہو کر بغداد ہو گیا۔ یہ وجہ صدیوں سے صحیح سمجھی جاتی رہی لیکن جدید تحقیقات نے اس وجہ تسمیہ کو غلط ثابت کر دیا۔ جدید تحقیقات یہ ہے کہ کلدانی شہروں میں بغداد پہلے سے دجلہ کے شرقی جانب ایک قدیم شہر کی صورت میں موجود تھا۔ جو سب سے تقریباً دو ہزار سال پہلے آباد تھا۔ جس پر گیارہ سو قبل مسیح نے اشوری حکمرانوں نے حملہ آور ہو کر قبضہ کر لیا تھا۔ اس عہد میں یہ ایک چھوٹا سا خوبصورت شہر تھا۔ لیکن بخت نصر نے اپنے زمانہ یعنی چھ سو گیارہ قبل مسیح بغداد کو بڑی ترقی دی تھی اور دجلہ کے مغربی ساحل پر ایک ریع الشان محل تعمیر کیا تھا جس کی دیواریں محکمہ آثار قدیمہ عراق نے 1848ء میں برآمد کی ہیں۔ جو قدیم بغداد کی شکل و صورت ظاہر کرتی ہیں یہ شہر 538ء میں ایرانی حکمران کوروش کے زمانے میں بھی تھا۔ پھر سن 226ء میں ساسانی اس پر قابض ہوئے اور ہمارے پہلے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور میں خالد بن ولید نے عراق فتح کیا اس وقت قدیم بغداد کا صرف ایک حصہ باقی تھا۔ جو سوانہ بغداد کے نام سے مشہور تھا اس زمانے میں یہاں ایک بازار لگا کرتا تھا۔ اور نستوری عیسائیوں کے گرجے اور خانقاہیں بھی آباد تھیں۔ اب بغداد کے نام کی اصل وجہ پر روشنی ڈالنے کے لیے ہمیں موجودہ تحقیق کو ماننا پڑتا ہے۔ محکمہ آثار قدیمہ نے عمارات سے جو انشیں برآمد کی ہیں ان پر مسامری رسم الخط میں قدیم بغداد کا نام باغ دار اور کہیں بل دودو لکھا گیا ہے جس کی تشریح لسانیات کے ماہر کچھ اس طرح سے کرتے ہیں۔

لسانیات کے ماہر کہتے ہیں کہ داد اور دودو دونوں کے معنی شہر کے ہیں۔ جہاں تک ان کے پہلے لفظ باغ یا بل کا تعلق ہے۔ تو بل وہی دیوتا ہے جسے کنانی بلعل کہتے تھے اور جس کے نام پر شہر آباد ہوا تھا۔ اسی طرح بل بھی بعل دیوتا کا دوسرا نام ہے اور اس سے قدیم بغداد

کے نام کی وجہ یہ سامنے آتی ہے کہ بغداد یا بلدودو کے معنی ہوئے ”دیوتا کا شہر“ مصری آثار قدیمہ کے ماہرین اور محققین نے بھی بغداد کا ترجمہ مدہ الہا یعنی خدا کے شہر کے نام سے کیا ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ بل قدیم گلدانی لفظ ہے۔ جس کا مترادف الہہ ہے اور یہی لفظ عرب میں جا کر الہہ یعنی اللہ ہو گیا۔ اور یونان میں یہ لفظ لقیاس کے نام سے مشہور ہوا۔

بہر حال ابتدائی مراحل طے ہو جانے کے بعد خلیفہ منصور نے بڑے ماہر اور قدیم مہموں کو اپنے پاس جمع کیا اور ان سے شہر کی تعمیر کے لیے ساعت سعید دریافت کی۔ زائچے مرتب کیے گئے اس کے بعد تعمیر کا کام شروع کیا گیا کہتے ہیں کہ منصور نے اپنے ہاتھ سے بنیادی پہلی اینٹ رکھی اور جب وہ پہلی اینٹ رکھ رہا تھا تو قرآن مقدس کی وہ آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ بنتا ہے ”کہ یہ زمین خدا کی ہے اور اپنے بندوں میں سے جسے چاہے عنایت کر دیتا ہے۔“ منصور نے بغداد شہر کی تعمیر کے لیے جہاں بہترین مناخ مقرر کیے وہاں عالم اسلام کے محترم امام اعظم کو اس نے اینٹوں کا جمع خرچ رکھنے پر مقرر کیا۔ اینٹوں کا چٹا لگا کر شمار کرتا امام ابو حنیفہؒ کی ایجاد ہے۔ عمارت کا کوئی نقشہ نہ بنایا جاتا تھا۔ بلکہ مناخ اپنی رائے سے بنیاد ڈال کر کام شروع کر دیتے تھے۔ عام طریقہ یہ تھا کہ پہلے ریت بچھائی جاتی تھی اور اس پر مجوزہ عمارت کا یہ نقشہ کھینچا جاتا تھا۔ پھر نشانات کو پختہ کرنے کی غرض سے ان نشانات پر بنولے جلائے جاتے تھے۔ جب یہ نشان پختہ ہو جاتے تھے اس کے بعد عمارت کی تعمیر کا کام شروع کر دیا جاتا تھا۔

کہتے ہیں کہ سب سے پہلے شہر کی حد بندی کے لیے ایک فسیل اور شہر پناہ کا کام شروع ہوا۔ شہر پناہ یعنی فسیل کی بلندی میں گز کے لگ بھگ ہے اور اسی قدر چوڑی بھی ہے اور سوار بڑی آسانی سے گھوڑا دوڑا سکتے ہیں اور لشکر کا سامان حرب و ضرب لانے لے جانے کے لیے چمڑے اور گھوڑوں کی بگیاں بھی چل سکتی ہیں۔ شہر کی یہ پہلی فسیل ہے۔

اس کے بعد مناسب فاصلے پر دو فسیلیں اور ہیں اس طرح بغداد شہر کے اندر تیسری فسیل ہے۔

فسیل کے گرد چار بڑے آہنی دروازے ہیں جو نقش و نگار میں بالکل مختلف ہیں اور ایک دروازے سے دوسرے دروازے تک لگ بھگ ایک ایک میل کا فاصلہ ہے ہر دروازہ ٹھیک دوسرے دروازے کے مقابل ہے اور ان میں سے دو دروازے شہر واسطے آئے تھے تیسرا شام سے اور چوتھا کوفہ سے لایا گیا تھا یہ چاروں قدیم عمارات کی یادگار ہیں۔

شہر کے جو چار دروازے ہیں ان کے چار مختلف نام ہیں پہلے دروازے کا نام باب کوز ہے جنوب و مغرب تہا و یمن سے آنے والے اسی دروازے سے داخل ہوتے ہیں۔

دوسرے دروازے کا نام باب المہصر ہے فارس اہواز واسطہ بحارہ بحرین کے قافلے اسی دروازے سے بغداد شہر میں داخل ہو سکتے ہیں۔

تیسرے دروازے کا نام باب خراسان ہے یہ دروازہ سب سے زیادہ بلند اور شاندار ہے اور عباسی خلافت کے قیام میں چونکہ خراسانوں کا غالب حصہ رہا ہے۔ لہذا ان کی تالیف قلوب کے لئے دروازے کا نام باب خراسان رکھا گیا۔

چوتھے دروازے کا نام باب شام ہے اسے باب الاسلام بھی کہتے ہیں شمال مغرب سے آنے والوں کے علاوہ شام اور مصر سے آنے والے لوگ اسی دروازے سے بغداد شہر میں داخل ہوتے ہیں۔

ہر دروازے پر شاندار تہ بنے ہوئے ہیں جن کی بلندی پچاس گز ہے اور آبادی کے بعد حفاظت کے لئے ہر دروازے پر ایک عسکری سالار ہوتا ہے جس کے تحت لگ بھگ ایک ہزار مجاہد ہر وقت مستعد رہتے ہیں بغداد شہر کے یہ دروازے اس قدر بلند ہیں کہ ان میں سے گھوڑ سوار اپنا نیزا بالکل سیدھا کیے بغیر آسانی سے گزر سکتا ہے۔ دروازے اس قدر بھاری اور مضبوط ہیں کہ ان کو بند کرنے اور کھولنے کے لئے کم از کم بیس پچیس آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

بغداد شہر تقریباً ایک گول دائرے کی شکل میں ہے اور یہ چار ہزار مربع گز پر پھیلا ہوا ہے اس پر تین بڑے ہل بھی ہیں ایک ہل کا نام جسر اعلیٰ دوسرے کا نام جسر اوسط اور تیسرے کا نام جسر اسفل ہے اور شہر کے اندرونی اور بیرونی سڑکوں کا ان ہلوں سے اتصال ہے ہلوں کے مابین کشتیوں کی آمد و رفت کے لئے بھی دو بڑے گھاٹ بنے ہوئے ہیں اور پھر دجلہ اور فرات سے کئی بڑی اور چھوٹی نہریں نکالی گئی ہیں جو شہر کے اندر باغات کو سیراب کرتی ہیں ان کے علاوہ گھروں کے اندر کاریزوں کے ذریعے بھی پانی رواں دواں رکھا گیا ہے بغداد میں کنوئیں بھی کھودے جاتے ہیں اور تقریباً 15 گز کے فاصلے پر پانی نکل آتا ہے لیکن یہ پانی کھاری ہے عموماً کپڑے دھونے کے کام آتا ہے۔

نہروں کے کنارے خوبصورت بازار اور امراء کے قصر و ایوان ہیں اور ہر نہر کا خاص نام ہے جو وزیر امیر یا صاحب ثروت نہروں کے ٹکس پر ذاتی روپیہ خرچ کر سکتے تھے انہیں کے نام پر ان کے نام رکھے گئے ہیں ہر گلی کو بچہ خوب چڑے اور کھلے ہیں سب سے چوڑی

سڑک شاہراہ کوفہ ہے جو لگ بھگ 70 فٹ چوڑی ہے۔

ان کے علاوہ باب خراسان کے سامنے ایک وسیع میدان ہے جس میں لشکر کو جمع کر کے اس کا جائزہ لیا جاتا ہے باب شام کے مقابل لشکریوں کے رہنے کے لیے رہائش گاہیں بنی ہوئی ہیں باب کوفہ کے مقابل ایک بڑی سیرگاہ ہے جو زہرہ کہلاتی ہے اور باب بصرہ کے سامنے ایک نہر ہے جس کے کنارے عموماً کتب فروشوں کی دکانیں ہیں۔

شہر کے اندر سلطنت کی تین بڑی عمارتیں ہیں جو دیکھنے کے لائق ہیں ان میں پہلی عمارت قصر شامی ہے اس کو قصر اللذہب بھی کہتے ہیں اس کی تعمیر فیصل کے ساتھ ہی شروع ہوئی تھی یہ خلیفہ منصور کا سکونت گاہ تھا شہر کے وسط میں قصر لگ بھگ دو سو مربع گز اراضی پر تعمیر ہوا تھا جس کا درمیانی کمرہ تیس گز لمبا اور 20 گز چوڑا ہے اس کے وسط میں خلیفہ کی نشست کے لئے ایک چبوترہ تھا یہ قصر بہت بلند تھا جس کی کھڑکیوں میں بیٹھ کر منصور شہر کی حالت اور امراء دولت کی شان و شوکت دیکھا کرتا تھا کہتے ہیں اس قصر کی تعمیر میں چار ہزار آٹھ سو تراسی اشرفیاں یعنی طلائی سکہ خرچ ہوا تھا قصر کے بیرونی حصہ میں باغ ہے جس کے اندر سنگ مرمر کے خوش ہیں اور ان کے قیوں پر سونے چاندی کا پانی چڑھا ہوا ہے جن پر آیات قرآنی یا بہترین اشعار لکھے گئے ہیں اور باغ کی ہر روش پر سرخ سنگ ریزوں کے فرش ہیں۔

قصر اللذہب پر ایک بہت بڑا برج ہے جس کا نام قلعہ الخضر ہے اس پر گہرا پختہ بزرگ کیا ہوا ہے اس کی بلندی لگ بھگ 80 گز ہے اور بغداد کے اندر آنے والے قافلوں کو میلوں دور سے نظر آ جاتا ہے کہتے ہیں کہ اس ایوان کی عظمت و دل کشی اسی برج کی وجہ سے ہے۔

دوسری عمارت جو دیکھنے کے لائق ہے وہ بھی محل اور قصر ہی ہے اس کو قصر الخلد کہا جاتا ہے یہ ایوان دجلہ پر باب خراسان کے باہر ہے موقع اور رہائش کے لحاظ سے فی الحقیقت یہ فردوس اور خلد کا نمونہ ہے اس کا صدر دروازہ بہت بڑا ہے جس میں چاندی اور سونے کی کیلیں جڑی ہوئی ہیں قصر الخلد کے قریب قصر اسلام تھا جس میں مرحوم خلیفہ منصور قصر الذہب کی تعمیر سے قبل رہا کرتا تھا۔

تیسری عمارت جو دیکھنے کے لائق ہے وہ بغداد کی مسجد ہے جسے جامع منصور عباسی کا نام دیا گیا ہے جو باب کوفہ اور باب خراسان کے سامنے واقع ہے مسجد کا رقبہ 100 مربع گز ہے اور بڑا دروازہ طلائی دروازہ کہلاتا ہے یہ مقدس عمارت لاگت سامان اور آرائش میں عدیم العظیم ہے۔

مسجد کے ایوان میں سالاروں اور اہم لوگوں کی حویلیاں ہیں۔ مجھ غریب کی حویلی ان

حوطیوں میں سے ایک ہے اس کے علاوہ سلطنت کے دفاتر دیوان عام، دیوان خراج، دیوان جنگ، دیوان برید اسلحہ خانہ سب اس مسجد کی عمارت کے ارد گرد ہیں۔“
یہاں تک کہنے کے بعد اسٹیل بن قاسم تھوڑی دیر کے لیے رکاوٹ لیا وہ بارہ وہ شادی کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”بغداد اور اس کے اہم دروازوں اور عمارتوں کے متعلق جس قدر میں جانتا تھا وہ میں نے تم سے کہہ دیا ہے میرے خیال میں آج کے لئے اتنی تفصیل ہی کافی ہے۔“ اس پر مسکراتے ہوئے شادیہ کہنے لگی۔

”میں آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے میرے لئے اس قدر تفصیل سنائی آپ نے یہ ساری تفصیل بتا کر ایک طرح سے میری اطلاعات میں اضافہ کیا ہے اور اب بغداد میں رہتے وقت مجھے امید ہے کہ میں اپنے آپ کو انجینیئرس محسوس نہیں کروں گی اس لیے کہ میں نے آپ کی بتائی ہوئی تفصیل کے مطابق شہر کا نقشہ اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا ہے۔“

شادیہ جب خاموش ہوئی تو چونکے کے اعزاز میں اسٹیل نے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ ”شاید جس طرح تم سے غلطی ہوئی کہ تم نے دو مواقع پر میرا شکریہ ادا نہیں کیا ایسی ہی غلطی مجھ سے بھی سرزد ہو گئی ہے۔“

قریب بیٹھی شادیہ نے تیز نگاہوں سے اسٹیل کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔ ”آپ سے کون سی غلطی سرزد ہوئی ایسا کوئی موقع آیا ہی نہیں کہ آپ سے کوئی غلطی ہوئی ہو۔“
اس پر بڑی سنجیدہ آواز میں اسٹیل کہنے لگا

”شادیہ دراصل بات یہ ہے کہ تمہارے ساتھ ہاتوں میں میں بھول ہی گیا کہ ان خالوں نے تمہیں کھانا بھی نہیں کھلایا ہو گا اور تمہیں بھوک بھی لگی ہو گی۔“

شادیہ کی گردن جھک گئی منہ سے کچھ نہ بولی اس کی طرف دیکھتے ہوئے اسٹیل پھر بول اٹھا۔ ”دیکھو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے جب بھوک لگی ہے تو اس میں شرمانے کی کیا بات ہے۔ میرے گھوڑے کی خرچین میں کھانے پینے کی کافی اشیاء ہیں میں تمہیں لا کے دیتا ہوں۔“

اس پر کبیل ایک طرف کرتے ہوئے شادیہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی کہنے لگی۔ ”آپ بیٹھے رہیں مجھے بھوک تو واقعی لگی ہے میں خود سامان نکال لیتی ہوں آپ بھی کھائیں آپ کو بھی بھوک لگی ہوگی۔“

شادیہ اسٹیل کے گھوڑے کی زین سے بندھی ہوئی خرچین اور مٹیکیز کھول لائی کھانے کی

چیزیں دونوں نے اپنے سامنے پھیلائیں اور مل کر کھانا کھایا اس کے بعد شادیہ نے خرچین اور مٹیکیز پہلے کی طرح گھوڑے کی زین سے ہاتھ دیا تھا اس کام سے فارغ ہونے کے بعد وہ اسٹیل کے قریب آ کر بیٹھی ہی تھی کہ چونک سی پڑی اس لیے کہ گھوڑوں کی ٹانگیں سنائی دی تھیں اس طرح چونکنے پر اسٹیل مسکرا دیا اور کسی قدر تسلی دینے کے انداز میں اس نے شادیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”فکر مند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے یہ جو تم گھوڑوں کی ٹانگیں سن رہی ہو کوئی ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے نہیں آ رہا ذرا ٹاپوں کی سمت کا جائزہ لو یہ بانیں جانب سے آ رہی ہیں اس کا مطلب ہے میرے مسلح جوان لوٹ آئے ہیں اور یقیناً وہ شیروان اور یون دونوں کو اپنے ساتھ لے کے آرہے ہوں گے۔“

اسٹیل کی اس گفتگو سے شادیہ کو کسی قدر حاسر ہوئی پھر وہ کبیل اپنے اوپر ڈالتے ہوئے اسٹیل کے قریب ہو بیٹھی تھی تھوڑی دیر بعد سوار نمودار ہوئے وہ اسٹیل کے مسلح جوان تھے اور اپنے ساتھ شیروان اور یون کو بھی لے کے آئے تھے۔

انہیں دیکھتے ہوئے اسٹیل اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا پستین اس نے ہمکن لی پھر وہ بڑے غور سے شیروان اور یون کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

اسٹیل جب چند قدم آگے بڑھا تو اس کے ایک مسلح جوان نے اسے مخاطب کیا۔
”امیر! یہ وہ دونوں مجرم ہیں جن کے نام شیروان اور یون ہیں انہوں نے بھاگنے کی بڑی کوشش کی لیکن ہم نے بہر حال انہیں پکڑ لیا ہے۔“ اسٹیل آگے بڑھا ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم دونوں میں سے شیروان کون ہے۔“ اس پر شیروان نے ہاتھ بلند کیا اور کہنے لگا
”میں شیروان ہوں۔“ طنزیہ سے اعزاز میں اسٹیل نے اسے مخاطب کیا۔

”تو تم شیروان ہو اور تمہارے ساتھ تمہارا ساتھی یون ہے۔ کیا تم دونوں اس لڑکی کو جانتے ہو۔“ اسٹیل نے شیروان کو مخاطب کرتے ہوئے اپنے قریب آ کر کھڑی ہونے والی شادیہ کی طرف اشارہ کیا تھا۔

شیروان نے جھوٹ اور دردغ گوئی سے کام لیتے ہوئے نہیں میں گردن ہلائی اور کہنے لگا۔ ”ہم اس لڑکی کو ہرگز نہیں جانتے یہ کون ہے آپ اسے کہاں سے پکڑ کے لائے ہیں۔“
جھوٹ بولنے کی وجہ سے اسٹیل تاؤ کھا گیا پھر اس کا ہاتھ حرکت میں آیا ایک ایسا زور دار طنپہ اس نے شیروان کے منہ پر مارا کہ شیروان برف پر گر گیا تھا۔

تم لوگوں نے کتنی دہنیوں کے معصوم سہاگ لوٹے ہوں گے عظیم ماؤں کی مسکرائشیں جھنجھٹی ہوں گی بے ضرر بچوں کی مسکرائشیں دفن کر دی ہوں گی ان گنت گھروں کے خوش رنگ چراغ بجھا دیئے ہوں گے پر یاد رکھنا وہ خدا جو باپ کو وفا عطا کرتا ہے ماں کو مٹا دیتا ہے اس کی اہلیت اس کی ربوبیت بیدار رہتی ہے تم جیسے ستم گردوں کے سیاہ اعمال کو وہ خوب دیکھنے والا ہے وقت تقدیر اور انسانیت کا مذاق اڑانے والے تم جیسے سرکش اور وحشی اس کی گرفت سے آزاد نہیں رہ سکتے یاد رکھنا اس کا عذاب جب آتا ہے تو بڑی بڑی قہر مانیت رکھنے والے سرگرم ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہنے کے بعد اسطیل رکا پھر وہ گرجتی دھماکتی آندھیوں جیسی آواز میں کہہ رہا تھا۔

”تم لوگ صدیوں کے فاصلوں کی گرد میں فنا کی آغوش پھیلانے والے ہو۔“ اس موقع پر شاریہ نے محسوس کیا کہ اسطیل بن قاسم کے لہجے کی سنگینی میں موت کی صداؤں جیسی کیفیت طاری تھی گرجے دھماکتے ہوئے وہ پھر شیردان کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

”دیکھ قدرت کا انتقام تو نے کچھ سوچا تو نے کسی کو جہنم و دوزخ میں بھیجنے کی کوشش کی اور تیری قضائیری موت تجھے کھینچ کر خود تجھے فنا کے کٹہرے میں کھڑا کر گئی ہے اب یوں جانو تم لوگ جو آہ و فغاں کے ہنگامے حشر خیزیاں ظلم آرائیاں کھڑی کرتے رہے ہو ان کا خاتمہ ہو گا تم جیسے بد بختوں کو موت کی نیند نہ سلاتا عظیم انسانیت کی سراسر خانی ہے لہذا میں ان دیرانوں میں برف گرئی اس رات میں تم دونوں کے قتل کا حکم دیتا ہوں۔“

پھر اسطیل بن قاسم کے ساتھی شیردان اور یونوں کو پکڑ کر چٹانوں کی اوٹ میں لے گئے اور دونوں کا انہوں نے خاتمہ کر دیا تھا۔

شیردان اور یونوں کے خاتمے کے بعد اسطیل کے سارے ساتھی جب اس کے پاس جمع ہوئے تب انہیں مخاطب کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

”میرے عزیز ساتھیو! یہاں اس بڑی چٹان تلے رات تو گزاری نہیں جاسکتی ہم تو کسی نہ کسی طرح کنبلوں میں دیک کر گزارہ کر لیں گے لیکن گھوڑے خضر کر رہ جائیں گے میرا ارادہ یہ ہے کہ یہاں سے کوچ کریں گھوڑے جب سفر کے دوران دھڑتے رہیں گے گرم رہیں گے سردی محسوس نہیں کریں گے گو برف گر رہی ہے لیکن جب تک برف گرئی رہے گی تب سردی نہیں پڑے گی برف گرنے کا سلسلہ جب ختم ہو جائے گا اور ہوا طے گی تو سردی کا زور بخد جائے گا لہذا میرا مشورہ یہی ہے کہ یہاں سے اپنی منزل کی طرف کوچ کرنا چاہئے تم سب آپس میں صلاح و مشورہ کر لو اگر تم سب مل کر یہ خیال کرتے ہو کہ ہمیں یہاں آرام کرنا

اس موقع اسطیل نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم سب لوگ اپنے گھوڑوں سے اتر کر اس جگہ کے نیچے ہو جاؤ یہاں برف سے محفوظ رہا جاسکتا ہے گھوڑوں کو بھی اس کے نیچے کر لو۔“

سارے جوان جگہ کے نیچے کھڑے ہوئے تھے اتنی دیر تک شیردان بھی کھڑا ہو گیا۔

دھماکتی آواز میں اسطیل نے پھر اسے مخاطب کیا۔

”جھوٹ بولتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی تم نے اسے کر یا سین کے ہاں سے اٹھایا کر یا سین اور اس کی دونوں بینیوں کو قتل کیا پھر اسے شہر کے شمالی آتش کدے میں رکھا اور جب تمہیں معلوم ہو گیا کہ میں پہنچ گیا ہوں اور لوگ اس کی شکایت لے کے آسکتے ہیں تو تم نے اسے آتش کدے سے نکال کر ایک حویلی میں نخل کر دیا جہاں سے میں نے اسے نکالا اب تم جھوٹ کہتے ہو تم اسے جانتے نہیں ہو جبکہ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسے قلعہ لے جا رہے تھے تاکہ اسے کسی فورس کے سامنے پیش کر دو اور اس سے انعام حاصل کر دو۔“

اسطیل بن قاسم کی اس گفتگو سے شیردان پٹلا ہو کر رہ گیا تھا گردن اس کی جھک گئی تھی اسطیل بن قاسم ٹھوڑی دیر کھا جانے والے انداز میں اس کی طرف دیکھ رہا پھر دوبارہ اسے مخاطب کیا۔

”دیکھو تمہارے وہ ساتھی جو تمہارے پیچھے پیچھے شاریہ کو قلعہ لے جا رہے تھے ان کا میرے ساتھیوں نے خاتمہ کر دیا ہے اب تم یہ کہو کہ تمہارے دوسرے کتنے ساتھی ہیں کہاں کہاں ہیں بچ بولنا جھوٹ بولو گے تو یاد رکھنا تمہارے جسم کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ کر میں اس برف گرئی رات میں دور دور تک پھیلا دوں گا تمہارا انجام بڑا عبرت خیز اور درس آموز بنا دوں گا۔“ شیردان لرز کا نپ گیا کہنے لگا۔

”ہا کو شہر کے شمال میں جو آتش کدہ ہے اس کا بڑا مذہبی راہنسا جسے ہم منغ کہہ کے پکارتے ہیں وہ میرے ساتھیوں کو جانتا ہے ان سے متعلق وہ تفصیل بتا سکتا ہے۔“ لہجہ بھر کے لیے اسطیل بن قاسم کے چہرے پر انتہائی طنز یہ مسکراہٹ نمودار ہوئی کچھ سوچا اس کے بعد اس نے جانے والے انداز میں شیردان کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم لوگ اوروں کی چٹائیوں کے خون آلود اور نہ ختم ہونے والے بدی کے گہن ہو نا جانے تم لوگوں نے کتنی رتوں سے جسوں کو جدا کیا ہو گا تم لوگوں نے کسی کے باپ کا دل توڑا ہو گا کسی ماں کا نور جھینا ہو گا کسی کی بیٹی کو بے حرمت کسی کی بہن کو بے وقور کیا ہو گا تم جیسے غرض کے بندے اور زر کے پسندے صرف اپنے مفاد کی خاطر کام کرتے ہیں نہ جانے

چاہتے تو میں تمہیں ایسا کرنے کی اجازت دے دوں گا۔“

بصورت دیگر یہاں سے کوچ کیا جائے گا۔ اسماعیل بن قاسم جب خاموش ہوا تب ایک نوجوان جو چھوٹا سالار تھا بڑی عقیدت مندی اور بڑی ارادت سے اسماعیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”امیر آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں آپ ہمارے سربراہ ہمارے سرکردہ ہیں آپ ہم سے کیوں پوچھتے ہیں کہ کیا کرنا ہے ہمارے لیے تو آپ کا مشورہ ہی قیام کا حکم ہے اگر آپ کوچ کرنا چاہتے ہیں تو ہم میں سے کوئی بھی یہاں ٹھہرتا اور قیام کرنا پسند نہیں کرے گا۔“ اس نوجوان کی گفتگو سے ابن قاسم کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر کہنے لگا۔ ”اگر یہ معاملہ ہے تو سنو یہاں سے ابھی کوچ کیا جائے گا پہلے میں نے سوچا تھا کہ تم لوگوں کو شاریہ کے ساتھ باکوشر کی طرف روانہ کر دوں گا وہاں تم لوگ مزید بن غزدان سے بھی ملنے اور شاریہ پہلے کی طرح کلیسا میں قیام کر لیتی اور تم وہاں اس کی حفاظت کا سامان کرتے لیکن اب میں اپنا ارادہ تبدیل کر چکا ہوں میں چاہتا ہوں کہ اب سب مل کے اپنے لشکر میں جائیں گے تم لوگ وہاں آرام کرنا وہاں سے میں ایک تازہ دم دستہ شاریہ کے ساتھ کر دوں گا جو اسے باکوشر لے جائے گا اور وہاں اس کی حفاظت کا بھی سامان کرے گا۔“ اسماعیل بن قاسم جب خاموش ہوا تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے شاریہ انتہائی نرم لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی ”ابن قاسم اگر آپ مائیں تو اس موقع پر میں کچھ کہوں۔“ ہلکی سی مسکراہٹ اسماعیل بن قاسم کے چہرے پر نمودار ہوئی پھر کہنے لگا۔

”کچھ کہنے کے لئے تمہیں مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے کہ تم کیا کہنا چاہتی ہو۔“ اس پر شاریہ بول اٹھی۔

”امیر کیا ایسا ممکن نہیں کہ میں کلیسا کے بجائے گھوڑوں کی نعل بندی کرنے والے محترم شامہ بن سلیمان کے ہاں قیام کروں میرے پاس وہ نقدی ہے جو آپ نے مجھے کلیسا میں دی تھی وہ میں نے کلیسا والوں کے پاس امانت کے طور پر رکھ دی تھی وہ نقدی میں شامہ بن سلیمان کو دے دوں گی تاکہ اس میں سے وہ میرے اور میرے بھائی کے اخراجات پورے کرے ایسا میں اس لیے کہہ رہی ہوں کہ کلیسا میں بھی میں محفوظ نہیں تھی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لئے شاریہ رکی اس کے بعد اپنے سلسلہ کام کو آگے بڑھا رہی تھی۔

”ابن قاسم اس سے پہلے میں نہ آتش پرستوں کے ہاں محفوظ رہی نہ ان کے آتش کدے

میں پھر میرے کہنے پر آپ نے مجھے میرے ہم مذہبوں کے حوالے کر دیا میں وہاں کلیسا تک میں محفوظ نہ رہی کلیسا میری حفاظت نہ کر سکا اور یہ لوگ مجھے اٹھا کر قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہو گئے کلیسا کھلی اور وسیع جگہ ہے جو چاہتا ہے اس میں داخل ہو سکتا ہے شامہ بن سلیمان کا گھر میں نے دیکھ رکھا ہے وہ بڑا محفوظ ہے چاروں طرف سے ڈھکا ہوا ہے اگر کسی نے وہاں آنا ہے تو صدر دروازے سے آئے گا اس کے علاوہ اس مکان میں داخل ہونے کا اور کوئی ذریعہ نہیں اگر آپ برآمدہ مائیں تو میں اپنے بھائی کے ساتھ وہاں رہنا پسند کروں گی۔“

شاریہ جب خاموش ہوئی تو اسے مخاطب کر کے اسماعیل کہنے لگا۔ ”اب باکوشر میں تمہارے لیے کوئی خطرہ نہیں رہے گا اس لیے کہ میں جو مسلح جوان تمہیں باکوشر پہنچانے کے لئے مقرر کروں گا وہ مزید بن غزدان کے پاس بھی جائیں گے اور اسے میرا یہ پیغام دیں گے کہ سب سے پہلے باکوشر کے شال میں جو آتش کدہ ہے اس کے منہ سے رابطہ قائم کرے اور اس سے شروان اور ہونوں کے سارے ساتھیوں کا پتہ کر کے سب کا قلع قمع کر دے۔ اس کے باوجود اگر تم کلیسا میں نہیں رہنا چاہتی تو تمہیں شامہ بن سلیمان کے ہاں رکھا جائے گا اس لئے کہ شروان کے سارے ساتھیوں کا خاتمہ ہونے کے بعد وہاں تمہاری لیے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں رہے گا اس کے باوجود بھی شامہ بن سلیمان کے ہاں تمہاری حفاظت کے لئے کچھ لوگ اس کے مکان پر نگاہ رکھیں گے۔ جہاں تک اس نقدی کا سوال ہے جو تم نے کلیسا میں رکھی ہوئی ہے اس کو اپنے پاس ہی رکھنا جو جوان تمہیں اپنے ساتھ لے کر باکوشر کی طرف جائیں گے وہ شامہ بن سلیمان کو میرا یہ پیغام دیں گے کہ تم دونوں بہن بھائی پر جس قدر اخراجات انھیں گے میں اس بہم سے واپسی پر اسے ادا کر دوں گا۔“

اسماعیل بن قاسم کی اس گفتگو سے شاریہ خوش اور مطمئن ہو گئی تھی پھر اسماعیل اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا کچھ نوجوان آگے بڑھے انہوں نے سارے کسبوں کو لپیٹ کر گھوڑوں کی زینوں کے ساتھ باندھ دیا تھا شاریہ کو ایک گھوڑے پر سوار کرایا گیا پھر اسماعیل بھی اپنے گھوڑے پر بیٹھا اس کے بعد وہ سب فالتو گھوڑوں کو اپنے آگے آگے ہانکتے ہوئے اس شاہراہ پر سفر کر رہے تھے جو مغرب کی طرف سے ارسس شہر سے آتی ہوئی کوہستان ارارات سے گزر کر لوان شہر کی طرف جاتی تھی۔



میرے عزیز بھائیو! یہ جو جعفر برکی دوسرے ایرانیوں کے ساتھ ہمارے خلاف سازشیں کر رہے ہیں میں آج ہی اس کی اطلاع امیر المومنین ہارون الرشید سے کروں گا ہماری پہلی اور اولین کوشش یہ ہونی چاہئے کہ عربوں اور ایرانیوں میں اخوت بھائی چارہ قائم رہے مسلمانوں کی حیثیت سے دونوں بھائیوں کی طرح زندگی بسر کریں۔

لیکن اگر یہ ایرانی عربوں کے خلاف سازشیں کرنے سے باز نہ آئے تو پھر میں نے لشکر کے اندر جس قدر عرب سالار ہیں ان سب کو اس کی سازش سے آگاہ کروں گا اور انہیں تنبیہ کروں گا کہ ہر صورت میں عربوں اور ایرانیوں کے اندر چمٹاؤ اور نفرت اور تعصب کو جگہ نہیں ملنی چاہئے میں تم لوگوں پر یہ بھی واضح کر دوں کہ اس وقت ان ساری سازشی عناصر کا مرکزی کردار جعفر برکی ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ اس اسلامی سلطنت کی ساری دولت لے کر اپنے پاس رکھ لے کوئی اسے پوچھنے والا نہ ہو۔

وہ چاہتا ہے کہ سلطنت کا ہر کام اس کی خواہش اس کی مرضی کے مطابق ہو۔ وہ یہ بھی خواہش رکھتا ہے کہ خراسان اور آرمینیا کے والی برکی یا دیگر ایرانی مقرر کئے جائیں۔ اور ان علاقوں میں وہ دولت کے ذخیرہ لگا کر اپنی ذاتی عسکری قوت کھڑی کرنے کی کوشش کریں۔ تم دیکھتے ہو دو دیا کے کنارے ان برکوں اور دیگر ایرانیوں کے شاندار محلات و قصر ہیں۔ جن پر انہوں نے لوگوں کے خون پسینے سے کمائی جانے والی دولت بیکار پانی کی طرح بہائی ہے۔

ان کے مقابلے میں عربوں کو دیکھو کیا دریائے وادی کے کنارے عربوں کے بھی ایسے محل ہیں۔ ہرگز نہیں۔ اس کے باوجود ہم ان لوگوں کو برداشت کر رہے ہیں۔ اور ان ایرانیوں کی حالت یہ ہے کہ یہ ہمارے ہی خلاف سازشیں کرنے میں مصروف ہیں۔

زرادہ جب خاموش ہوا تو حاجب دوئم فضل بن ریح بول اٹھا۔ ”ساتھیو! برکوں کو میرے حاجب ہونے پر بھی اعتراض ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ حکومتی معاملات میں مکمل طور پر ان کی گرفت رہے اور کسی بھی عرب کا براہ راست امیر المومنین ہارون الرشید سے رابطہ نہ رہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد فضل بن ریح جینہ گیار شامی جلا دسرور اٹھا اور کہنے لگا۔ ”یہ جعفر برکی سب عرب کے سالاروں کے خلاف ہے۔ خصوصیت کے ساتھ یہ اسلمیل بن قاسم اور ابانیم بن قاسم دونوں بھائیوں کو نا پسند کرتا ہے۔ گو جعفر مکمل کر ان دونوں بھائیوں کی طرف حرکت میں نہیں آسکا۔ بہر حال میرے بھائیو سب سے پہلے ہمیں اپنی طرف سے یہ کوشش کرنی چاہئے کہ عربوں اور مجھیوں میں بھائی چارہ قائم رہے اور ایک

ایک روز دریائے وادی کے کنارے فضل بن ریح، محمد بن لیث زرادہ جعفر عبد اللہ ہاشمی، شامی جلا دبو ہاشم سرور ہارون الرشید کے محافظ دستوں کا سالار اعلیٰ ہرقلہ بن المین اور کچھ دیگر عرب سالار جمع ہوئے جب سب اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تب زرادہ جو امیر المومنین ہارون الرشید کے قابل اعتماد عیوں میں سے ایک تھا سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”عزیز بھائیو! تم لوگوں کو یہاں آنے کی زحمت دینے کا مقصد یہ ہے کہ سلطنت کے اندر ایک چمٹاؤ سی چل پڑی ہے کچھ لوگ عربوں اور ایرانیوں میں تفرقہ ڈالنے کے لئے تعصب پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ان میں جعفر برکی سرفہرست ہے۔ میرے کچھ قابل اعتماد لوگوں نے یہ بھی خبر دی ہے کہ امیر المومنین نے جو لشکر اسلمیل بن قاسم کی کمانداری میں آرمینیا کی ہم پر بھیجا ہے تو اس پر بھی جعفر نے نا پسندیدگی کا اظہار کیا ہے اس کا کہنا تھا کہ آرمینیا کی ہم کو سر کرنے کے لئے لشکریوں کا سالار کسی ایرانی کو ہونا چاہئے تھا۔ یہ ایک بہت بڑی سازش ہے۔ جو اسلامی سلطنت کو کھوکھلا کرنے اور اس کی بنیادوں کو کمزور کرنے کے لئے برکی برادران مرتب کر رہے ہیں۔ سلطنت کو نقصان پہنچانے کے ساتھ ساتھ یہ برکی ایرانیوں کو ترجیح دے کر عربوں کو مکمل طور پر دیوار سے لگانا چاہتے ہیں۔ میں تم لوگوں کو بتا دوں کہ یہ سازش بڑی تیزی سے اپنا کام کر رہی ہے اور اس سازش کے مرکز جعفر برکی کے علاوہ ان کی اولاد میں سے بھی بہت سے ان کا ساتھ دے رہے ہیں ساتھ ہی کچھ دیگر ایرانی سرکردہ لوگ بھی عربوں اور ایرانیوں کے اندر نفرت پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ لشکر کے اندر بھی ان کی مکمل گرفت ہو۔

تم لوگ جانتے ہو حکومتی معاملات میں ایرانی چمٹائے ہوئے ہیں۔ جبکہ عساکر میں زور اور گرفت عربوں کی ہے۔ ہمارا نقطہ نظر یہ ہونا چاہئے کہ عربوں اور ایرانیوں میں اخوت بھائی چارہ اور یکجہتی کی فضا قائم رہے۔ اسی صورت میں اسلامی سلطنت کے اندر استحکام تعاون کی فضا پیدا ہو سکتی ہے۔

دوسرے کے خلاف کسی کونفرت پھیلانے کا موقع فراہم نہ کیا جائے۔“

شاہی جلاذ ابو ہاشم سرور جب خاموش ہوا جب ہارون الرشید کی محافظ دستوں کا سالار اعلیٰ ہرشہ بن المین بول اٹھا۔

”میرے عزیز! جو کچھ تم لوگوں نے کہا ہے وہ اپنی جگہ درست ہے ہماری پہلی کوشش یہی ہونی چاہئے کہ امت کے اندر اتفاق تعاون اور یکجہتی قائم رہے لیکن اگر ان چند سرکردہ عجمیوں نے اپنی سازشوں کا سلسلہ جاری رکھا عربوں اور عجمیوں کو آپس میں لڑانے کی کوشش کی تو پھر ہم ان فریب اور دھوکہ دینے والے عجمیوں کے خلاف حرکت میں ضرور آئیں گے۔ میرے خیال میں اب اس مجلس کو ختم کرتے ہیں اور اپنی طرف سے چند دن تک پوری کوشش کرتے ہیں کہ عربوں اور ایرانیوں کے درمیان نفرت کی سازش کرنے والوں کو سمجھائیں اور امن و امان قائم رکھنے کی کوشش کریں اور اگر ایسا نہ ہوا تو پھر ہم کل کر سامنے آ جائیں گے۔“

اس پر ابن زرادہ کہنے لگا۔

”میرے بھائیو مجلس کو ختم کرتے ہیں لیکن آپ لوگوں کو بتا دوں کہ میں یہاں سے سیدھا امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوں گا جو حالات رونما ہو رہے ہیں اور جعفر جو ہم عربوں کے خلاف سازشوں کا جال بچھا رہا ہے اس سے میں امیر المومنین کو آگاہ ضرور کروں گا۔“ اس کے ساتھ ہی ابو زرادہ اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا دوسرے لوگ بھی اٹھے اور اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تھے۔

خلیفہ ہارون الرشید اپنے قصر کے وسیع باغ میں بے شمار کنیزوں کا گھاناں رہا تھا ایک طرف عود نواز کنیزوں کا جھنڈا تھا دوسری جانب دف نواز تھی تیسری جانب بانسریاں والیاں تھیں چوتھی طرف بریل بجانے والیوں کا پرا تھا۔ پھر ایک گروہ طہورہ بجانے والیوں کا تھا یہ سب ایک ساتھ مل کر گاتی تھیں جس طرح کنیزوں میں جب پہلا پردہ اٹھتا ہے اور ایک ساتھ رقاصائیں گاتی نظر آتی ہیں یہ اسی مہک تھید ہے۔

دراصل عباسی خلیفہ سناخ اور مہدی عباس جب گانا سنتے تھے تو پردے لٹکا دیے جاتے تھے مٹنی پردہ کی آڑ میں بیٹھ کے گایا کرتے تھے اور خلیفہ جو راگ سنتا چاہتا تھا وہ حاجب آ کر مغنیوں سے کہتا تھا اور پردہ کے اندر سے خلیفہ کو ان مغنیوں کی آواز سنائی دیتی رہتی تھی لیکن عباسی خلیفہ ہادی اور ہارون الرشید نے پردہ چھ میسے اٹھا دیا۔

وہ اعلان اپنے محرموں کے ساتھ مطربوں اور مغنیہ کنیزوں کا گانا سناتے تھے اور خصوصیت کے ساتھ عباسی خلیفہ ہادی گانے والی کنیزوں کو سب سے زیادہ نوازا کرتا تھا مشہور مغنی اسحاق موصلی کا بیان ہے کہ اگر ہادی چند سال اور زندہ رہتا تو میرے گھر کی دیواریں طلائی ہو جاتیں۔

ہارون الرشید کے دور میں موسیقی کا رواج عام ہو گیا تھا مردوں کے علاوہ عیالات کی مجلس میں بھی کنیزوں کا گانا ہوتا تھا ہارون الرشید کے محل میں ماہر فن مغنیہ کنیزوں کی تعداد لگ بھگ سو سے زیادہ تھی اور چند ایسی تھیں جو شاہی مغنی ابراہیم موصلی اور اسحاق موصلی اور ابن جابح کے ہم پل تھیں اور ان میں مشہور کنیزیں ابراہیم اسحاق اور ابن جابح کی شاگرد بھی تھیں جو مغنیہ کنیزیں ہارون الرشید کی منگور نظر تھیں جن کا وہ گانا بہت پسند کرتا تھا ان میں فوز، فریدہ اور منت وغیرہ بہت مشہور تھیں اور اپنے فن میں باکمال تھیں۔

جس طرح ہارون کے محل میں مغنیوں کی چہل پہل رہتی تھی اس طرح ہر اکہ کی محل سرا میں بھی گانے والوں کی چہل پہل رہتی تھی یعنی ہر کئی، جعفر ہر کئی کے ہاں مغنیہ کنیزوں کی افراط تھی ہر ایک کی ڈویژن میں مشابہ کنیزیں موجود تھیں جس طرح ہارون الرشید کے ہاں سب سے اچھی گانے والی مغنیوں میں سے فریدہ مشہور تھیں اسی طرح ہر محلوں کے ہاں سب سے عمدہ گانے والی کنیز و قافیہ کی تھی یعنی ہر کئی کی بیویوں میں سے فاطمہ ام جعفر ہر کئی موسیقی کی بڑی شائق تھی اس کے محل میں بھی مشہور کنیزیں تھیں جو روزانہ اس کو گانا سنایا کرتی تھیں ہر اکہ کی تھید میں دیگر امراء عرب و عجم کے محلات میں بھی زنانہ مجلسیں ہوتی تھیں جن میں کنیزیں اپنا کمال دکھاتی تھیں اور جب گانے کا یہ مزاج ترقی کر گیا تو بہت سے لوگوں نے خوبصورت کنیزوں کو خاص کار موسیقی کی تعلیم دلوائی شروع کی کیونکہ حسن و جمال کی رعنائیاں موسیقی کو اور زیادہ دلکش بنا دیتیں۔

ہارون الرشید کے دور میں موسیقی کی ترقی اور اشاعت کا راز یہ تھا کہ حکومت وقت ان کی دل جوئی کرتی تھی عباسی خلفاء بعض مغنیوں کو ایک وقت میں تین تین لاکھ درہم انعام دیا کرتے تھے اور ہر اکہ اس سے بھی زیادہ مغنیوں کو نوازتے تھے اسی وجہ سے اس دور میں گانے والوں اور گانے والیوں نے کمال کی ترقی کی۔

ہارون الرشید نے فنی ترقی اور کمال کے اعتبار سے مغنیوں کو مختلف طبقات میں تقسیم کیا ان میں اول و دوم اور سوئم طبقات تھے اور ان طبقات کے مطابق ان میں انعامات کی تقسیم ہوا کرتی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہر مغنی اور ہر مغنیہ شانہ روز کسب کمال میں مصروف رہتے

تھے اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے اس کے علاوہ ہارون الرشید یہ بھی کرتا کہ جب دربار میں باکمال مفتی جمع ہوتے تو وہ ان میں مناظرہ کروانا تھا اور یہ موسیقی کے مناظرے نہایت قیمتی ہوا کرتے تھے۔

عباسی خلفاء میں دراصل موسیقی کا یہ شوق عجیبوں کی وجہ سے پیدا ہوا اس لیے کہ ایرانی امراء اپنے ملک کی تہذیب و تمدن کے بڑے شیفتہ تھے لہذا ان کی صحبت میں خلفائے عباسیہ بھی عرب کی سادہ تمدن کو بھول گئے اور ان پر عجیب غالب ہو گئی اس وجہ سے خلفائے بنو عباس کے عہد میں ایرانی موسیقی کو بھی ترقی حاصل ہوئی۔

عباسیوں کے عہد میں چونکہ فنون لطیفہ نے خوب ترقی کی تھی اپنے کمال کو چھوا تھا شاعری اور مصوری کی طرح موسیقی کو بھی چونکہ فنون لطیفہ میں شامل کیا جاتا ہے لہذا عباسیوں کے دور میں موسیقی نے بڑی ترقی کی موسیقی دراصل انسانوں کی طبع اور ان کے جذبات پر اثر ڈالتی ہے اور ایک باکمال مفتی گویا اپنے زیر و بم اور دلکش دھن سے اسی خیال اور جذبہ کو اس خوش اسلوبی سے ادا کرتا ہے کہ روح پھڑک اٹھتی ہے اسی بناء پر لوگ موسیقی کو جادو کا دوسرا نام دیتے ہیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ انسان تو اشرف المخلوقات ہے اس کے ذکر کو چھوڑیے اس میں تو متاثر ہونے کا مادہ فطرتاً موجود ہے موسیقی سے حشرات الارض وغیرہ بھی متاثر ہوتے ہیں اور جس طرح لوگوں میں مشہور ہے کہ سانپ پیڑے کی جین کو اس طرح مستانہ آواؤں سے بڑھ بڑھ کر چومتا ہے اور اس کے سامنے سر نیام جھکاتا ہے۔

سانپ کے بعد اونٹ پر نظر ڈالئے کہ اس پر بدؤں کی حدی خوانی کا بڑا گہرا اثر ہوتا ہے جس وقت حدی گائی جاتی ہے تو اونٹ پر اگر دس من بوجھ بھی لدا ہوا ہو تو اس موسیقی کی وجہ سے ہلکا کر اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور یہ سب کچھ موسیقی کی وہ کرامت ہے یہ فن انسان اور حیوان پر برقی اثر ڈالتا ہے۔

کہتے ہیں موسیقی خود فطرت نے ایجاد کی اور وہی اس کی معلم اول ہے اس کا کوئی خاص موجد اس کا کوئی خاص وطن نہیں ہے ابتدا میں یہ فن خود رو ہوتا تھا پھر تہذیب و تمدن کی آغوش میں پرورش پاتا رہا بعض لوگ کہتے ہیں کہ بلحاظ قدامت اور جامعیت اور اثرات کے ہندوستان کی موسیقی سب سے افضل ہے۔

اور ہندوؤں کے اعتقاد کے مطابق اس کے موجد مہادیوی ہیں اور یہی سبب ہے کہ ہندوستان میں موسیقی جزو عبادت ہے اور یہی اس کی ترقی کا راز بھی ہے جس کی تصدیق

ہندوؤں کی مذہبی کتابوں رگ وید اور زمانہ مابعد کے بھجوں سے ہوتی ہے۔
بڑے بڑے مندروں میں پروہتوں کے سامنے پری جمال لڑکیاں ناچتی گاتی تھیں اور ہندوستان کی تاریخ بتاتی ہے کہ ہندو مذہب کے زیر سایہ شاہی ہند میں متھرا، اجودھیا اور یاترس موسیقی کے مرکز تھے علی قدر دانی کے لحاظ سے دکن میں بجا نگر کے راجہ بھی موسیقی کے دلدادہ تھے۔

ہندوستان کے بعد مصر و بابل کی موسیقی بھی مشہور تھی ان ممالک میں بھی موسیقی عبادت کا ایک حصہ تھی اور تورات مقدس سے بنی اسرائیل کی موسیقی کا حال معلوم ہوتا ہے حضرت داؤد علیہ السلام زبور پر ربط پر گاتے تھے اور ان دگش نغمات کا نام ذامیر تھا اس کے علاوہ مذہبی رسومات ادا کرتے وقت بھی ارباب کمال کی چوکیاں نغمہ سرائی کرتی تھیں لیکن بیت المقدس کی تباہی کے بعد یہ فن بنی اسرائیل سے جاتا رہا۔

مصر اور بابل کے علاوہ یونانیوں نے بھی موسیقی کو علمی حیثیت سے ترقی دی اور حکماء یونان نے اس فن میں مخصوص کتابیں لکھیں اور آلات بھی بنائے۔

یونانیوں کا موسیقی میں ترقی کا دوسرا سبب یہ ہوا کہ یونانیوں نے قص و سرود اور شاعری کو بھی مذہب کا جزو قرار دیا اور یونانی شعراء بھی عربوں کی طرح مشہور میلوں میں نظم کو گا کر پڑھا کرتے تھے کہتے ہیں موسیقی کے فن میں یونانی مصریوں کے شاگرد ہیں جبکہ رومن یونانیوں کے شاگرد ہیں اور مسلمانوں نے اپنے عروج کے زمانہ میں دونوں قوموں کی موسیقی سے فائدہ اٹھایا تھا۔

دراصل موسیقی ایک عملی فن ہے اور اس کا تعلق ہر قوم کی زبان لہجہ اور گلے کی آوازوں پر منحصر ہے جب قومیں اپنے مرکز سے نکل کر دوسرے مقامات پر آباد ہوتی ہیں اس وقت زبان اور لہجہ میں فرق آ جاتا ہے اور موسیقی میں تغیر و تبدل پیدا ہوتا ہے یہی سبب ہے کہ جب عرب عجم و شام میں آباد ہوئے تو ان کی قدیم موسیقی میں فرق آ گیا اور یہی حال ایرانی موسیقی کا ہندوستان میں بھی ہوا۔

بعض لوگوں کا خاص کر ایرانیوں کا خیال ہے کہ موسیقی کا لفظ موسیقار سے نکلا ہے یہ ایک پرندہ تھا جس کی چوچ میں سات بڑے سوراخ تھے اور ہر سوراخ سے (70) ستر راگ نکلتے تھے لیکن علمی تحقیقات نے اس روایت کو لفظ ثابت کر دیا ہے۔

دراصل موسیقی کا ماخذ لفظ میوسز ہے اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ یونانی دیوتا زیوس کی نو بیٹیاں تھیں جو کہ میوسز کہلاتی تھیں اور یہ مختلف علوم و فنون کی موجد تھیں جن میں ادب،

شاعری، نقد و سرور بھی داخل تھے اس بناء پر موسیقی کی عام نسبت میسر کی طرف ہوتی ہے اور یہی نقطہ مختصر ہو کر موسیٰ رہ گیا جس پر یونانیوں نے حرف نسبت ق کا اضافہ کر کے موسیق بنادیا چنانچہ یہی نقطہ برطانیہ میں میوزک فرانس میں سیویک اٹلی میں میو سیکا جرمن میں میوزیکا اور عربوں نے موسیق پر ہائے نسبت آخر میں اضافہ کر کے اسے موسیقی بنادیا۔

کہتے ہیں عربوں میں موسیقی کا رواج قوم عاد سے شروع ہو چکا تھا اس لیے کہ قوم عاد کی دو مغنیائیں کا ذکر ملتا ہے آغاز بعثت نبوی تک امیر حمزہ کی بزم میں گانا ہوا کرتا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داخلہ مدینہ پر انصار کی لڑکیوں نے دف پر طلع البدر علیہا کا مشہور ترانہ سنایا تھا کہتے ہیں ایک سفر میں جب رات ختم ہو رہی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شربا ہوں کا بھی راگ سنا تھا مزید یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت سوز بن وقاص کا غلام قد آپ کو گانا سنایا کرتا تھا لیکن اس موسیقی کی حقیقت یہ ہے کہ بچوں کا گانا کوئی تال سر کا گانا تھا جو شرعاً ممنوع ہے بلکہ وہ جوش حقیقت کے پھول تھے جو لڑکیوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نچا کر دیے تھے۔

اسلام نے موسیقی کے اس حصہ کو ممنوع قرار دیا ہے جو قدیم زمانہ میں بتوں کے سامنے بطور عبادت کے ہوتی تھی وہ راگ ممنوع ہیں جن سے فسق و فجور بدکاری کے جذبات ابھرے ہیں لیکن اسلام حسن صوت کا مخالف نہیں ہے وہ تو لغویات کی ممانعت کرتا ہے۔ بعد کے دور میں صوفیوں نے موسیقی کو اپنا ابتدا میں انہوں نے معتدل طریقہ اختیار کیا لیکن جب وہ حد اعتدال سے گزر گئے تو علماء تربیت نے حرمت کا فتویٰ جاری کیا مگر پھر بھی مشائخ چشت نے ہندوستان میں موسیقی کو بہت فروغ دیا یہاں تک کہ ایک صوفی کا ارشاد ہے کہ "الغناء غلڈارہ دواح" یعنی گانا روح کی غذا ہے۔

بہر حال اس طبقہ میں ساز و نغمہ کو مفرغ قلب و روح خیال کیا جاتا ہے۔

کہتے ہیں حضرت عثمان کے دور میں جو پہلا مفتی ہوا وہ طویس تھا طویس چھوٹے مور کو کہتے ہیں اس طویس نے کہتے ہیں عربی اصول موسیقی کے تحت راگ گائے۔ یہ بخی حمزہ کا غلام تھا اس کا پورا نام یحییٰ بن عبد اللہ تھا نیت عبد اللہ تھی۔ لیکن اس کے گانے کی وجہ سے اسے طویس یعنی چھوٹا مور کہہ کر پکارتے تھے۔

بہر حال زرادہ جب عربوں اور ایرانیوں کے اتحاد سے متعلق گفتگو کرنے کے لیے ہارون الرشید کے قصر میں داخل ہوا۔ اس وقت ہارون الرشید اپنے قصر کے باغ میں کزویوں کا گانا

سننے کے بعد قصر کے کمرے کی طرف روانہ ہوا تھا کہ اسی وقت زرادہ بھی قصر میں داخل ہوا۔ اسے دیکھ کر ہارون رک گیا۔ اس لیے کہ ہارون الرشید کی نگاہ میں ایک عظیم اور مصاحب کی خفیہ سے زرادوں کی بڑی قدر اور بڑا احترام تھا۔

زرادہ آگے بڑھا ہارون الرشید پر جوش انداز میں اس سے ملا اور اسے قصر کے کمرے میں لے گیا اور دونوں جب بیٹھ گئے تو اسی وقت ہارون الرشید کا وزیر معر جعفر برکی بھی اسی کمرے میں داخل ہوا۔

زرادہ چونکہ جعفر برکی کے خلاف تھا ہارون الرشید سے گفتگو کرنا چاہتا تھا اور جعفر وہاں پہنچ گیا تھا زرادہ کھڑا ہو گیا اور ہارون الرشید کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"امیر المومنین! اس وقت آپ نے اپنے وزیر جعفر ملک سے متعلق کوئی اہم گفتگو کرنا ہو گی لہذا میں جاتا ہوں۔ پھر کسی وقت حاضر ہوں گا۔"

لیکن ہارون الرشید نے زرادہ کو جانے کی اجازت نہیں دی بیٹھنے کا حکم دیا۔ اور زرادہ وہاں بیٹھ گیا۔ ہارون الرشید کی اس گفتگو سے جعفر برکی کو فکر لاحق ہوئی وہ پہلے ہی زرادہ کی طرف سے مشکوک تھا۔ سمجھ گیا کہ زرادہ شاید امیر المومنین کے ساتھ کسی اہم مسئلہ پر گفتگو کرنا چاہتا ہے لہذا اس نے ہارون الرشید سے جانے کی اجازت طلب کی تو خلیفہ نے اسے جانے کی اجازت دے دی۔

لیکن جعفر برکی بڑا ہوشیار بڑا تیز انسان تھا۔ چونکہ وہ ہارون الرشید کے دربار کے سب ملازموں اور خدام کو خوب نوازتا رہتا تھا لہذا وہ سب اس کے اشاروں پر کام کرتے تھے قصر سے نکلتے ہوئے وہ کچھ خدام کو کہہ گیا کہ امیر ہارون الرشید کے پاس زرادہ بیٹھا ہے جس موضوع پر وہ ہارون الرشید سے گفتگو کرے اس سے مجھے آگاہ کریں۔ اس کے ساتھ ہی وہ قصر سے چلا گیا تھا۔

تہاں میں زرادہ نے تفصیل کے ساتھ گفتگو کی کہ کس طرح کچھ لوگ ایرانیوں اور عربوں کو آپس میں لڑانے کی کوشش کر رہے ہیں دونوں کے درمیان نفرت اور تفرقے کی بیج پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہتے ہیں اس موقع پر ہارون الرشید نے زرادہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔

"جہاں تک ہو سکے اس جعفر سے بچ کے رہنا کیونکہ میری تم پر خاص مہربانیاں جعفر کے لئے رکھ حاسد کا باعث ہوں گی ایسا نہ ہو کہ تم کو کچھ صدمہ پہنچ جائے۔" زرادہ نے عرض کیا۔ "امیر المومنین کی شفقت اور خیر خواہی میری محافظ ہے جب تک یہ مستحکم ہے کوئی تکلیف

پوچھے تو یہ کہہ دینا کہ زرادہ ان دونوں بیمار ہے۔
ساتھ ہی جعفر نے محل کے خدام کو بھاری انعامات دیتے ہوئے یہ بھی کہہ دیا کہ چند دن بعد خلیفہ سے یہ بھی کہہ دینا کہ بیمارے زرادہ کا انتقال ہو چکا ہے۔
چنانچہ جعفر برکی کے حکم کے مطابق سب نے ایسا ہی کیا اور جب خلیفہ ہارون الرشید کو زرادہ کے انتقال کی خبر پہنچی تو سن کر اسے بڑا دکھ اور افسوس ہوا اس کے اہل و عیال کے لیے اس نے وظیفہ مقرر کر دیا۔

اب جو لوگ جعفر کے ساتھ اس سازش میں شریک تھے ان کو اس سر بیج جھوٹ سے خوف پیدا ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ راز کھل جائے اس لیے سب کو یہ فکر ہوئی یا تو زرادہ کو حقیقی معنوں میں قتل کر دینا چاہئے یا اسے جلا وطن کر دینا چاہئے اور خلیفہ کو اس سے متعلق خبر نہ ہو۔

اتفاق سے ان دونوں عبداللہ ہاشمی کو اس سازش کی خبر ہو گئی عبداللہ ہاشمی ہارون الرشید کے شکار کا شیر تھا اور یہ جعفر برکی کا بدترین دشمن بھی تھا۔ عبداللہ ہاشمی عرب تھا جعفر برکی سے اس کی دشمنی کچھ اور امور کی بنا پر بھی تھی۔ جب اسے خبر ہوئی کہ زرادہ کے خلاف قصر میں سازش تیار کی جا رہی ہے تب وہ جا کر زرادہ سے ملا اور سارے حالات اس سے بیان کئے۔ ساتھ ہی زرادہ کو تسلی دیتے ہوئے یہ بھی کہنے لگا کہ وہ اس کے ساتھ چلے ہارون الرشید جب شکار کے لیے جائے گا تو اسے ساتھ لے گا اور ہارون الرشید سے اس کے متعلق تفصیل سے گفتگو کرے گا۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا جب شکار گاہ میں عبداللہ ہاشمی نے زرادہ کو ہارون الرشید کے سامنے پیش کیا تو ہارون الرشید بڑا خوش ہوا اور سمجھ گیا کہ یہ سب شرارتیں جعفر برکی کی ہیں جب شکار سے واپس آیا تو مجلس مرتب کی اور زرادہ کی زبانی سب حالات سنے۔ جعفر برکی کی اس حرکت نے اسے ہارون الرشید کی نظروں میں گرا دیا تھا۔

کوئی رنج نہیں پہنچا سکتا۔“ بہر حال زرادہ کچھ دیر وہاں بیٹھا تفصیل کے ساتھ گفتگو کی پھر اٹھ کر چلا گیا جعفر بڑا چالاک تھا جب وہ چلا گیا تو اس نے قصر کے خدام سے پوچھا کہ ہارون الرشید سے زرادہ نے کیا گفتگو کی۔ لیکن قصر کے کسی خادم کو اس کا پتہ ہی نہیں چلا اس لئے کہ زرادہ نے بالکل تنہائی میں رازدارانہ انداز میں ہارون الرشید سے گفتگو کی تھی لہذا قصر کا کوئی بھی خادم جعفر کو اس کی تفصیل نہ بتا سکا جعفر اب زرادہ اور ہارون الرشید کی گفتگو جاننے کے لیے بڑا بے چین بے صبر ہو رہا تھا۔ لہذا وہ سیدھا زرادہ کے مکان پر پہنچ گیا۔

زرادہ نے حسب توقع جعفر کی عزت و تعظیم کی اسے بٹھایا جعفر کچھ دیر تک ادھر ادھر کی گفتگو کرتا رہا پھر بغیر کسی تمہید کے کہنے لگا زرادہ آج جو تمہاری گفتگو ہارون الرشید کے ساتھ ہوئی ہے میں اس کی تفصیل جانتا چاہتا ہوں۔

زرادہ نے جعفر کی اس گفتگو کو سخت ناپسند کیا اور کہنے لگا مجھے یہ زیب نہیں دیتا کہ امیر المومنین کے راز کسی غیر کو کہوں اور غالباً تم بھی اس کو جائز ہی رکھو گے۔

جعفر نے جب اصرار کیا تو زرادہ برہمی کا اظہار کرنے لگا۔ اس پر جعفر خاموش ہو رہا اور اس کے مکان سے رخصت ہو گیا اس کے جانے کے بعد کہتے ہیں زرادہ ہارون الرشید کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو گفتگو جعفر نے اس کے مکان پر کی تھی اس کی تفصیل بھی ہارون الرشید سے کہہ دی تھی۔

زرادہ کی اس گفتگو کے جواب میں ہارون الرشید اپنے وزیر جعفر پر بہت برہم ہوا اور زرادہ سے کہنے لگا کہ جعفر تمہارا دشمن ہو گیا ہے لیکن اطمینان رکھو اس کی کوئی بات تمہارے خلاف ہوگی نہ سنوں گا بلکہ تمہارے موجودہ اعزاز میں مزید اضافہ کروں گا چنانچہ زرادہ قصر سے رخصت ہو گیا۔

جب جعفر کو خبر ہوئی کہ زرادہ دن بدن ہارون الرشید کے نزدیک سے نزدیک تر ہوتا جا رہا ہے اور یہ کہ اس کا مخالف بھی ہو چکا ہے تب جعفر برکی نے ہارون الرشید کے قصر کے اندر سارے خدام اور مصاحبوں کو انعام و کرام سے نوازتے ہوئے اپنا ہم راز بنالیا اور کسی کی مجال نہ تھی کہ کوئی جعفر برکی کے خلاف ایک لفظ بھی کہے۔

پھر اس نے اپنے حاجب بھائی کے علاوہ قصر کے سارے خدام کو کہہ دیا کہ جب کبھی بھی زرادہ ہارون الرشید سے ملنے کے لیے آیا کرے اسے کہہ دیا جائے کہ اب ملاقات کا وقت گزر چکا ہے یا یہ کہ خلیفہ کے پاس کسی کو حاضر ہونے کی اجازت نہیں ہے۔

اس نے قصر کے سارے ملازموں کو یہ بھی کہہ دیا کہ جب ہارون الرشید زرادہ کے متعلق

اسٹیل بن قاسم ایک دن شاریہ اور اپنے مسلح ساتھیوں کے ساتھ کوہستان امارات کے دارن میں اپنے پڑاؤ میں داخل ہوا شاریہ کو لے کر وہ اپنے خیمے میں آیا۔ گھوڑے اس نے پھینکے تھے۔ پھر شاریہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”خاتون یہ میرا خیمہ ہے۔ میں جانتا ہوں تم حکامات محسوس کر رہی ہو گی اور جہیں جھوک بھی گئی ہو گی سب سے پہلے تمہارے کھانے کا اہتمام کیا جاتا ہے اس کے بعد تم خیمے میں آرام کر لو۔ سنا لو بعد میں اپنے چند مسلح جوانوں کے ساتھ جہیں ہاکو شہر کی طرف روانہ کرتا ہوں تمہاری اور تمہارے بھائی کی حفاظت کا اہتمام بھی کیا جائے گا۔“

شاریہ اسٹیل کی اس گفتگو کا جواب دینا ہی چاہتی تھی کہ خیمے کے دروازے پر ایک مسلح جوان آیا اور اسٹیل بن قاسم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”امیر تھوڑی دیر پہلے خور کے خاقان شالی کا ایک قاصد آیا ہے۔ اس کے پاس اپنے خاقان کا ایک خط ہے جو وہ آپ کے نام ہے۔ وہ خط آپ کو پیش کرنا چاہتا ہے۔“ اسٹیل بن قاسم نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

”لگتا ہے یہ خاقان شالی اپنے مختلف لشکروں کی تباہی کے بعد جنگ کی کوئی نئی طرح ڈالنے کا عزم کئے ہوئے ہے۔ تم چلو سارے سالاروں سے کہو کہ وہ خزیرہ بن خازم کے خیمے میں فوراً جمع ہوں میں آتا ہوں۔“

مسلح جوان وہاں سے ہٹ گیا اس کے جانے کے بعد اسٹیل بن قاسم نے پھر شاریہ کو مخاطب کیا۔ شاریہ جہیں زحمت ہو گی میں جاتا ہوں مجھے لوٹنے میں کچھ دیر ہو جائے گی۔ میں تمہارا کھانا بھجواتا ہوں تم کھانا کھا کے آرام کرنا سوچنا تاکہ تم تازہ دم ہو کر جاسکو۔“

شاریہ نے اسٹیل بن قاسم کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر اسٹیل بن قاسم وہاں سے چلا گیا تھا۔

جب وہ خزیرہ بن خازم کے خیمے میں داخل ہوا تو وہاں خزیرہ کے علاوہ دیگر چھوٹے بڑے سالار جمع ہو چکے تھے۔ پھر اسٹیل بن قاسم کے کہنے پر خور کے خاقان شالی کے قاصد کو بلایا گیا قاصد اسٹیل بن قاسم کے پاس آیا۔ اس موقع پر اسٹیل بن قاسم نے اسے

مخاطب کیا۔ ”میرے عزیز! میں ابھی ابھی تم سے ملنا ہوں۔ تمہیں انتظار کرنا پڑا ہو گا۔ اس کے لیے میں معذرت خواہ ہوں۔ اب کہو تم اپنے خاقان کی طرف سے میرے نام کیا پیغام لے کر آئے ہو۔“ اس پر اس شخص نے اپنے لباس کے اندر سے خط نکالا اور اسٹیل بن قاسم کی طرف بڑھاتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہوں گا۔ یہ خط ہمارے خاقان کی طرف سے آپ کے نام ہے۔ پڑھ لیں۔“

اسٹیل بن قاسم نے خط کھول کر پڑھا۔ نکلتا تھا۔

”مسلمانوں کے سالار تم نے ہمارے چھوٹے چھوٹے لشکروں کو شکست دینے اور تباہ کرنے کے بعد یہ ٹھان لیا ہو گا کہ تو ناقابلِ تغیر ہے یاد رکھنا ہم تمہارے سامنے شکست خوردہ نہیں ہوئے مغرب ایک بہت بڑا لشکر لے کر تمہارے مقابل آئیں گے۔ ہم تم پر ثابت کریں گے تم پر کئے خوابوں کی کرچیوں میں آرزوؤں کے چاند تلاش کرنے کی عبت کوشش کر رہے ہو۔ تم لب بستہ کو حسین رتوں اور اماؤں راتوں میں پر شوق محبت کا گداز تلاش کرنے کی ناکام کوشش میں ہو۔ مسلمانوں کے سالار وقت کے پر خوف سیلاب اور زمین پر رنگینی راتوں میں ہم نے بہت سی استوں کی قسمت میں در بدری کھسی بہت سے گروہوں کے ہیکلوں کی قند گری کو اپنے پاؤں سے روکھا ہوا ہے بڑے سوراخوں کو بڑی بڑی سرکش اقوام کو ہم نے ریزہ ریزہ لمبوں کی طرح نکیر کر رکھ دیا۔ ان کے لب چتر جذبہ اپانج اور خوشیاں مرگ کے قہقہوں میں تبدیل کرتے ہوئے ان کے لشکروں کو تنہائی کی نوک پر لٹکا کر رکھا۔

ہمیں اس قدر نقصان پہنچانے کے بعد مطمئن نہ ہو جانا۔ تیار رہنا مغرب میں ہواؤں میں اڑتے موت کے ہیولوں آگ کی بمزک کے گورکھ دھندوں پر اسرار بے نام خوابوں میں روحوں کی طرح تم پر وارد ہوں گا اور تمہاری حالت ٹوٹنے خوابوں کی دجیوں بے آب چشموں کی طرح اداس اور تشنہ دمن سر بریدہ مسافر فاختاؤں اور حسرتوں اور نوحوں کے نقوش سے بھی بدتر بنا کر رکھوں گا اب بھاگنا نہیں انتظار کرنا پھر دیکھنا میں تم سے اپنے لشکریوں کا کیسا ہولناک انتقام لیتا ہوں۔“

خز کے حکام کا وہ خط پڑھنے کے بعد اسطیل بن قاسم نے مسکراتے ہوئے خزیر بن خازم کو بلایا اور پھر کہنے لگا۔ ابن خازم یہ خط بلند آواز میں پڑھو تا کہ میرے سالار اسے سن لیں۔

خزیر بن خازم نے وہ خط لے لیا اور بلند آواز میں پڑھا۔ اس طرح اس کے متن سے سالار مطلع ہو گئے تھے اس کے بعد وہ خط ابن خازم سے اسطیل بن قاسم کے سامنے اس خط کو پھاڑ دیا اور اسے ہواؤں میں بکھیرتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں تمہارے خاقان کو کوئی تحریری جواب نہیں دوں گا۔ جس طرح اس خط کے پڑوں کی طرح میں نے اس کے پہلے لشکروں کی حالت کی تھی۔ ایسی ہی حالت اس لشکر کی بھی کروں گا۔ جس کی کمان داری خود تمہارا خاقان ثمالی کرتے ہوئے آئے گا۔

میری طرف سے زبانی اسے یہ پیغام دینا کہ ہم داستانوں کا کوئی رنگین باب نہیں۔ ندری وقت کی دہلیز پر خوابوں کا کوئی زعمان ہیں جیسے وہ ختم اور تمام کر کے رکھ دے گا۔ اسے کہنا کہ جب وہ ہم سے ٹکرائے گا تو اسے سرائے وحشت آشوب محشر اور گر جتے ہادلوں کے محشر میں سے گزرتا ہوگا میرے خداوند نے چاہا تو وہ جس لشکر کی خود کمان داری کرتے ہوئے ہمارے سامنے آئے گا۔ اس پر بھی ہم ایلوں کے خوفناک مراحل، برق کے لشکاروں، دکھ درد کی زندگی کے بوجھ کی طرح وارد ہوں گے اور اس کے ہر لشکر کی کوتاہی کی طرح احماسی کی طرح مطیع بنا کے رکھیں گے میری طرف سے اسے کہنا کہ مسلمانوں کا سالار کہتا ہے کہ جب وہ ہم سے ٹکرائے گا تو وہ محسوس کرے گا کہ ہم اس کی سانوس اس کی آہوں اس کے اعصاب پر خوف پھیلا دینے والی ہتھی آگ ثابت ہوں گے اڑتے مرگ کے خوف ناک بیولوں کی طرح اسے بے جیت کر کے رہیں گے۔ اسے کہنا کہ وہ اور اس کے ساتھی بے ضحیر روشنی کے مٹلائی ہیں زمین کے گناہگار مسافر ہیں سایوں کی جستجو کرنے والے بڑی کے اعدے سوداگر ہیں۔ اسے کہنا کہ اس کے جبر کی وجہ کو ہم دھویں کی طرح بکھیر دیں گے۔ اس کی نظروں کے شکلوں میں غم کی کھرتی کہانیاں اس کے نونے قصے گز کے رکھ دیں گے۔ ہم اس کے ایک نہیں تین لشکروں کو موت کے گھاٹ اتار چکے ہیں اس طرح اب تک وہ قتل گاہوں کا مقروض ہے۔ اسے کہنا بھانجئے والے نہیں ہیں یہیں کوہستان ارارات میں اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ اسے کہنا کہ دیر نہ کرے اگر بھاد رہے جرات مند ہے انسان کا بچہ ہے نہ جلد ہم سے ٹکرائے پھر دیکھیں ہم کیسے اس کی حالت نفاذوں کی ماتم کئی شاخوں کے قصے اور ہواؤں کے بدترین ٹوخنوں سے بھی زیادہ ہولناک بنا کر رکھتے ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد لحد بھر کے لیے اسطیل بن قاسم رکا پھر دوبارہ اس کا قصد کو خطاب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”کیا میرے لشکر میں تمہارے طعام کا اہتمام کیا گیا ہے؟“

”اس پر کوئی شک نہیں میری بہتری ضیافت کی گئی ہے۔“ قاصد نے مطمئن اعزاز میں کہا تھا۔ اسطیل فیصلہ کن اعزاز میں بولا کہنے لگا۔

”اگر یہ بات ہے تو کوچ کر جاؤ۔ جو الفاظ میں نے کہے ہیں یہی جا کر اپنے خاقان سے کہنا ہم یہیں پڑاؤ کے ہوئے ہیں جبل ارارات کے دامن میں اس کا بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں۔ وہ جلد ہماری طرف آئے اگر وہ ہماری طرف نہیں آتا تو ہم خود اس کی طرف کوچ کریں گے اور اسے اس کے مرکزی شہر تک مارتے بھاگتے چلے جائیں گے اب تم جا سکتے ہو۔“

اس کے ساتھ ہی وہ قاصد نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد اسطیل بن قاسم نے خزیر بن خازم کو اشارہ کیا کہ یہ ساری تفصیل کہہ دی تھی پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور دوبارہ ابن خازم کو خطاب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”ابن خازم مسلح جوانوں کا ایک دستہ بھی تیار کر دینا جو آنے والی صبح کو شاریہ کو لے کر باکو شہر کی طرف روانہ ہو جائے گا۔ میں اس دستے کے جوانوں کو سمجھا دوں گا کہ وہ یزید بن خزوان سے کہیں کہ شہر کے شمال میں جو آتش کدہ ہے وہ اس کے منہ سے بات کرے کہ وہ شروان اور دیونوں کے سارے ساتھیوں کو جانتا ہے اور ان پر گرفت کر کے ان کا خاتمہ کرنے کی کوشش کرے۔ دوسری بات میری طرف سے ان مسلح جوانوں کو یہ بھی سمجھا دینا کہ شاریہ کو لے کر سیدھے کلیسا کی طرف جائیں وہاں سے اس کے بھائی کو ساتھ لے کر ان دونوں بھائی بن کو شہر کی غریب سرائے میں باہر گھوڑوں کی نعل بندی کرنے والے ثمانہ بن سلیمان کے گھر پہنچا دیں وہاں باری باری اس نعل بندی کرنے والے کے گھر کے گرد پھر دیں تا کہ دونوں بن بھائی کا احسن طریقے سے تحفظ کیا جاسکے۔

دیکھو ابن خازم باکو شہر کے اودھانوں کی وجہ سے پہلے ہی اس لڑکی کے باپ کو ہلاک کیا جا چکا ہے اور ان کے میزبان اور اس کی دونوں بیٹیوں کو بھی نہ بچھ کیا جا چکا ہے میں نہیں چاہتا کہ باکو شہر میں اس قسم کی ستم آرائی کو پھر دہرایا جائے۔

اس کے علاوہ میں تم سے یہ بھی کہوں کہ یہ شب میں تمہارے ساتھ تمہارے خیمے میں بسر کروں گا ہر باری میں لگا تار سفر کرتے ہوئے اور شروان و دیونوں کے ساتھیوں کی تختیاں

جھیلے ہوئے یہ لڑکی تھی ہادی ہوگی میں چاہتا ہوں وہ میرے خیمے میں آرام کرے اگر وہ اکیلی رہتا پسند نہ کرے اور خیمے کے اندر اکیلے اسے خوف محسوس ہو تو میں عطریف سے کہوں گا کہ وہ خیمے میں سو رہے لیکن مجھے حیرت ہے کہ شام ہونے کے بعد مجھے عطریف ملا نہیں ہے۔

اس پر اسٹیل کی طرف دیکھتے ہوئے خزیرہ کہنے لگا۔

”امیر جس وقت آپ آئے اس وقت لشکر گاہ میں لشکروں کے لئے کھانا تیار ہو رہا تھا میں نے ہی عطریف کو وہاں بھیجا ہے تاکہ وہ خود کھانے کی نگرانی کرے میرے خیال میں اب تک اس نے آپ کی آمد کا سن لیا ہو گا اور وہ آپ کے خیمے میں آچکا ہو گا۔“

اس کے ساتھ ہی اسٹیل، خزیرہ کے خیمے سے نکل کر اپنے خیمے کے دروازے پر آیا اس نے دیکھا خیمے کے اندر شاریہ اور عطریف کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ اسٹیل کو دیکھتے ہی عطریف مسکراتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھا شاریہ بھی کھڑی ہو گئی اتنی دیر تک اسٹیل خیمے میں داخل ہوا تھا۔ عطریف تیزی سے آگے بڑھا اسٹیل سے گلے ملا اس موقع پر اسٹیل نے شاریہ کو مخاطب کیا۔

خاتون جھیں اٹھنے کی زحمت نہیں کرنی چاہئے تھی اپنی نشست پر بیٹھی رہو۔ اسٹیل بھی آگے بڑھ گیا اور عطریف اور شاریہ بھی اس کے سامنے بیٹھ گئے تھے پھر اسٹیل نے شاریہ کو مخاطب کیا۔

”خاتون میرے خیال میں اب تک تم نے کھانا کھا لیا ہو گا۔“

اسٹیل کے اس استفسار پر اس لیے میں شاریہ کہنے لگی۔

”میں نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا۔ بابا نے مجھ سے کہا بھی کہ میں کھانا کھا لوں۔ اس کا کہنا تھا کہ یہ خود آپ کے ساتھ کھالیں گے لیکن ایک فکر مندی کی وجہ سے کھانا کھانے کو میرا جی نہیں چاہا۔“ اسٹیل نے بڑی پریشانی میں شاریہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”یہاں اس خیمے میں جھیں کوئی فکر مندی لاحق ہو گئی ہے۔“ شاریہ نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

”امیر! جس وقت آپ مجھے اپنے اس خیمے میں لے کر آئے تھے اس وقت ایک مسلح جوان آیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ خزر کے خاقان شالی کی طرف سے ایک قاصد آیا ہوا ہے جو آپ کے نام کوئی پیغام لایا ہے۔ ظاہر ہے یہ پیغام کوئی اس کا پیغام تو نہیں ہو گا۔ وہ اس لیے کہ آپ اس کے لشکر کے خلاف نبرد آزما ہیں۔ اس نے ضرور کوئی دھمکی دی ہوگی۔ یادہ

لشکر لے کر آپ کی طرف امنڈ رہا ہو گا۔ بس اس کے ان الفاظ نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ اب نہانے حالات کیسی کروٹ لیں گے اس کے علاوہ۔“

شاریہ کو رک جانا پڑا اس لیے کہ اس کی بات کا نفع ہوئے اسٹیل بول اٹھا تھا۔

”فکر مند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے زندگی میں رشتوں کی رسمی زور پیاں کاٹنے والے شیشہ جان اور روجوں کے ساغر کو ریزہ ریزہ اور ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے بہت دیکھے ہیں دکھ کے نگر آباد کرنے والے ہالے کتوں سے پالا پڑ چکا ہے ان سب کو اپنے خداوند قدس کی حمایت سے ہمیشہ مار بھگانے میں کامیاب رہا ہوں۔“

یہ خزر کا خاقان شالی تو کوئی چیز ہی نہیں ہے میری قوم نے زندگی کے صحرا میں موت کی اعمی چا پ آنگھوں کے مسجد حار میں جبر کی محول زیت کے زعمان میں اعمی جوانی کی کالی آندھیاں کھڑی کرنے والوں کا سامنا کر رکھا ہے اور ہر بار میری قوم کے فرزندوں نے ایسے لوگوں کی حالت قبروں پر گرتے انگوں میلی عمر بھوں کے پرانے بند دروازوں سے پلٹ کر دوئی غصرتی کا پختی یادوں سے بھی زیادہ بدتر بنا کر رکھی۔ میرے خداوند نے چاہا تو خزر کے خاقان شالی کی حالت اس سے بھی بدتر ہو کر رہے گی۔“

اسٹیل جب خاموش ہوا تو کس قدر فکر مندی کا اظہار کرتے ہوئے شاریہ کہنے لگی۔

”امیر! شالی اپنے لشکر کے ساتھ آپ کے پڑاؤ پر شب خون بھی مار سکتا ہے۔“ اسٹیل کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

”میں وہ ایسا نہیں کر سکتا اس لئے کہ میرے لشکر کے پڑاؤ کے اطراف میں لگ بھگ دو دو فرسنگ کے فاصلے پر میرے لشکر کے خبر ملا یہ گر اور قیب پھیلے ہوئے ہیں اگر کوئی قوت ہم پر شب خون مارنے کی کوشش کرے تو وہ لوگ بروقت ہمیں مطلع کر سکتے ہیں۔“

اسٹیل بن قاسم جب خاموش ہوا تو کچھ دیر خاموشی رہی اس کے بعد شاریہ نے کچھ سوچتے ہوئے اسٹیل کو مخاطب کیا۔

”آپ کے آنے سے پہلے میں عم عطریف سے ان کے گھر سے متعلق سوالات کر رہی تھی مجھے بے حد دکھ اور صدمہ ہوا کہ ان کی کوئی اولاد نہیں ہے لیکن یہ جان کر خوشی بھی ہوئی کہ دونوں میاں بیوی آپ لوگوں کے ہاں رہے ہیں۔ ابھی ان سے میں نے سوال و جواب کا سلسلہ پورا نہیں کیا تھا کہ آپ آ گئے اگر آپ برمانہ مانیں تو میں آپ سے بھی چند سوال کر سکتی ہوں۔“ اسٹیل نے بڑے غور سے شاریہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”اگر سوال برمانے والے ہیں تو میں برا مانوں گا۔“ شاریہ پہلے کی نسبت سنجیدہ ہو گئی

کہنے لگی۔

”میں سوالات آپ کی ذات سے متعلق نہیں آپ کے گھرانے سے متعلق کرنا چاہتی ہوں اگر واقعی آپ برامائیں گے تو نہیں پوچھوں گی۔“ اٹھیل ہنس دیا اور کہنے لگی۔

”بی بی ہم لوگوں نے برا کیا مانتا ہے تم جو چاہے پوچھو بغیر برامائے تمہیں جواب دیں گے۔“ اس پر شاریہ کو کچھ حوصلہ ہوا کہنے لگی۔

”کیا آپ بتائیں گے کہ آپ گھر کے کتنے افراد ہیں۔“ اٹھیل مسکرایا پھر کہنے لگا۔

”ہم گھر کے چھ افراد ہیں۔ میں میرا چھوٹا بھائی ابراہیم بن قاسم، میرا باپ قاسم میری چھوٹی مضمی بہن سواوعم عطریف اور ان کی بیوی اور ہماری خالہ ردیان۔“

اٹھیل بن قاسم کے خاموش ہونے پر غریہ انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے شاریہ کہنے لگی۔

”میں آپ کی ذات اور آپ کے جواب دینے پر جس قدر بھی فخر کروں میرے خیال میں کم ہے۔ اس لیے کہ سب سے خوشی کی بات یہ کہ عطریف اور ان کی بیوی دونوں کو آپ اپنے اہل خانہ میں شمار کرتے ہیں۔“ اٹھیل پھر ہنس دیا۔

”ہم شامل کریں نہ کریں یہ ہمارے گھرانے کا ایک حصہ ہیں۔ یوں جانو ان دونوں میاں بیوی کے بغیر ہم چاروں نامکمل ہیں۔ اب میں آپ سے ایک اور سوال پوچھنا چاہتی ہوں۔ وہ دیوں کہ بغداد میں جو شاہی طبیب جبرائیل وہ ہمارا قریبی عزیز ہے لیکن نہ میں نے اسے شکل سے کبھی دیکھا نہ وہ شکل سے مجھے پہچانتے ہیں۔ میرے بابا انہیں جانتے تھے وہ میرے بابا کے عزیز ہیں اور اب جبکہ میرے باپ فوت ہو چکے ہیں تو کیا میں آپ سے سوال کر سکتی ہوں کہ محترم جبرائیل کے کتنے بیٹے بیٹیاں ہیں۔“ کچھ سوچتے ہوئے اٹھیل کہنے لگا۔

”طیب جبرائیل کا ایک ہی بیٹا ہے اور نام اس کا عیسیٰ ہے اس کے علاوہ نہ اس کا بیٹا ہے نہ بیٹی عیسیٰ کی شادی ہو چکی ہے۔ میرے خیال میں اس کی شادی کو چند ماہ ہی ہوئے ہیں وہ گھر کے تین ہی افراد ہیں خود جبرائیل اس کا بیٹا عیسیٰ اور اس کی بیوی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد کچھ دیر خاموشی رہی اس کے بعد اٹھیل نے شاریہ کو مخاطب کیا۔

”کیا تم اکیلی اس خیمے میں رات کو رہ لوگی۔“ شاریہ چونک پڑی کہنے لگی۔

”اگر ایسا ہے تو میں آپ دونوں کے ساتھ جاؤں گی میں اکیلی تو کبھی بھی اس خیمے میں رات بسر نہیں کروں گی۔ مجھے تو نیند ہی نہیں آئے گی۔ ایک سردی ہے اس سے کاہتی رہوں

میں دوسرے خوف اور ڈر کے مارے لرزتی رہوں گی۔“ اٹھیل ہنس دیا کہنے لگا۔

”سردی کا تو تھوڑی دیر تک سدباب ہو جائے گا ابھی خیمے میں دیکھتے ہوئے انگاروں کی آگ بجھائی آجائے گی۔ خیمے کے اس کونے میں کھڑیاں پڑی ہوئی ہیں۔ ساری رات ہلکی ہلکی آج میں آگ بجھاتی رہے گی اور اس سے خیمہ گرم رہے گا۔ لہذا سردی کا تو تم بالکل فکر نہ کرو۔“

شاریہ بیچ میں بولنے ہوئے کہہ اٹھی۔ ”چلو سردی کی تو میں کوئی پروا نہیں کرتی ٹھنڈے ٹھنڈے کر بھی رات بسر کروں گی لیکن میں اکیلی تو نہیں رہ سکتی اور پھر آپ نے یہ بھی نہیں بتایا کہ آپ اور عم عطریف کہاں جا رہے ہیں۔“

”ہم نے کہیں بھی نہیں جانا۔ میں آج کی رات اپنے سالار خزیمہ بن خازم کے خیمے میں بسر کروں گا۔ ایسا ہم تمہاری خاطر کر رہے ہیں ہم نہیں چاہتے کہ خیمے میں ہم بھی تمہارے ساتھ رہیں ہو سکتا ہے۔ ہمارے ایسا کرنے کو تم معیوب جانو۔“

بڑی فراخ دل اور کسی قدر مسکراہٹ میں شاریہ کہنے لگی۔ ”میں معیوب نہیں جانوں گی آپ دونوں یہیں اسی خیمے میں رہیں گے خیمہ کافی بڑا ہے ایک طرف آپ دونوں سو جائیے دوسری طرف میں بستر میں گھس کر پڑی رہوں گی لیکن میں بہر حال اکیلی نہیں رہوں گی۔“

اس پر اٹھیل نے عطریف کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

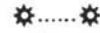
”بابا میں خزیمہ بن خازم سے کہہ آیا ہوں کہ میں آج کی رات اس کے خیمے میں بسر کروں گا تم ایسا کر دو تم یہاں میرے خیمے میں سو رہو تمہاری موجودگی میں شاریہ کم از کم ڈر اور خوف محسوس نہیں کرے گی۔“

یہاں تک کہنے کہنے اٹھیل کو دک جانا پڑا کہ ایک نوجوان خیمے میں داخل ہوا اور دیکھتے ہوئے انگاروں سے بھری آگ بجھائی اس نے ان تینوں کے بیچ میں لا کر رکھ دی تھی جب وہ چلا گیا تب شاریہ بول اٹھی۔

”امیر اگر آپ برانہ مانیں تو کیا میں یہ سمجھ لوں کہ میری موجودگی میں آپ اس خیمے میں رہتے ہوئے اپنی توہین اور اپنی بے عزتی خیال کرتے ہیں۔“ اٹھیل بن قاسم ہنس دیا کہنے لگا۔

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ میں تو صرف تمہارے سکون اور آسودگی کے لیے کہہ رہا تھا۔ کہ شاید ہماری موجودگی کی وجہ سے تم پر سکون نیند نہ کر سکو میں خزیمہ کو پیغام بھجوا دیتا ہوں کہ میں اور عطریف دونوں اپنے خیمے میں رات بسر کریں گے۔“

جواب میں شادیہ کچھ نہ کہہ سکی اس لیے کہ اسی لمحہ عطریف نے آگ بھری انگلیوں سے پاس کھانے کے برتن رکھ دیئے تھے تینوں نے مل کر کھانا کھایا اگلے روز شادیہ ایک خانہ دستے کے ساتھ کوہستان ارارات کے دامن سے ہاکوشہر کی طرف کوچ کر چکی تھی۔



اسٹیل بن قاسم کے مقرر کردہ دستے کے مسلح جوانوں کے ساتھ شادیہ ایک روز ہاکوشہر کے مغربی کیسا میں داخل ہوئی۔ ابھی وہ کیسا کی اندرونی عمارت کی جوئیزھیاں تھیں۔ ان کے قریب ہی پہنچی تھی کہ اندر سے برسک بھاگتا ہوا نکلا بہن بھائی ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ برسک بیچارہ شادیہ سے گھلے ل کر سسک سسک کر روتا رہا۔ شادیہ نے اسے تسلی دے کر سنبھالا جب وہ علیحدہ ہوا تب دونوں بہن بھائی عمارت میں داخل ہوئے کیسا کے کارخانے بھی ان کے گرد جمع ہو گئے تھے اس موقع پر شادیہ نے برسک کو مخاطب کیا۔

”برسک میرے بھائی کیسا میں جو ہماری نقدی ہے وہ لو اور یہاں سے چلیں۔ دیکھو میں مسلح جوان کھڑے ہیں وہ ہم دونوں بہن بھائی کا انتقاد کر رہے ہیں۔“

بڑے غور سے شادیہ کی طرف دیکھتے ہوئے برسک نے پوچھ لیا۔ ”کہاں چلیں؟“

”گھوڑوں کی فصل بندی کرنے والے ٹامہ بن سلیمان کے ہاں میں سمجھتی ہوں کیسا کی نسبت ہم دونوں بہن بھائی وہاں زیادہ محفوظ رہیں گے۔“ جواب میں برسک گہری سوچوں میں ڈوب گیا تھا کہ شادیہ نے پھر اسے مخاطب کیا۔

”تم نے ابھی تک پوچھا نہیں مجھے کون لوگ اٹھا کر لے گئے مجھ پر کیا جتنی کس نے مجھے ان شیطانوں سے رہائی دلائی۔“

اس پر برسک نے بڑے پیار سے شادیہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ ”میری بہن! کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جس وقت وہ ستم گر لوگ مجھے باغہ کر چلے گئے تھے تو ان لوگوں نے مجھے کھول دیا تھا کیسا کا ایک شخص میری بہن کی مدد کرنے کے لیے اسٹیل بن قاسم کی طرف چلا گیا تھا میں غلطی پر نہیں تو میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میری بہن کی مدد کرنے والا اسٹیل بن قاسم کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا۔“ شادیہ مسکرا دی اس نے آگے بڑھ کر برسک کو اپنے ساتھ لپٹا لیا اور کہنے لگی۔

”تمہارا اعزاز میرے بھائی! درست ہے میں نے ان سے کہا تھا کہ ہم دونوں بہن بھائی کیسا کے بجائے ٹامہ بن سلیمان کے ہاں قیام کریں گے۔“ ساتھ ہی اس پر جو جتنی تھی اس کی روداد بھی اختصار کے ساتھ کہہ دی تھی۔

پھر جلدی جلدی دونوں بہن بھائی نے کیسا کے اندر جو سامان اور نقدی تھی وہ لی اور مسلح جوانوں کے ساتھ ہو لئے تھوڑی دیر بعد وہ ٹامہ بن سلیمان کی حویلی پر دستک دے رہے تھے۔

دروازہ جب کھلا تو انہوں نے دیکھا کہ دروازہ کھولنے والا ٹامہ بن سلیمان تھا دروازے پر جب اس نے شادیہ اور برسک دونوں بہن بھائی کو دیکھا تو وہ بڑے خوش کن اعزاز میں ان دونوں سے ملا۔ شادیہ کو مخاطب کر کے وہ کچھ کہتا ہی چاہتا تھا کہ جو محافظ انہیں اپنے ساتھ لے کر آئے تھے۔ ان کا سرخیل شادیہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میری عزیز بہن! آپ دونوں بہن بھائی یہاں محترم ٹامہ بن سلیمان کے ہاں قیام کریں میں اور میرے ساتھی پہلے یزید بن غزدان کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور جو پیام اسٹیل بن قاسم نے ان کے نام دیا ہے اسے پہنچانے کے بعد ہم شیروان اور یونون کے جو ساتھی اس شہر میں موجود ہیں ان سے غنیمت کے آپ دونوں بہن بھائی فکرمند نہ ہوں یہاں آپ کی حفاظت کا بہترین اہتمام کیا جائے گا۔ ہمارے ساتھیوں میں دو یا تین ہر وقت آپ لوگوں پر نگاہ رکھیں گے اور آپ کی حفاظت کا سامان کریں گے۔“ اس کے ساتھ ہی وہ مسلح جوان وہاں سے ہٹ گئے تھے۔

شادیہ اور برسک دونوں بہن بھائی حویلی میں داخل ہوئے ٹامہ بن سلیمان نے دروازہ بند کیا اپنی دیر تک اس کی بیوی برصومہ بھی حویلی کے صحن تک آگئی تھی شادیہ اور برسک کو دیکھا تو بڑی تیزی سے آگے بڑھی اور ان کو گھلے لگا کے ٹی پھر سب دیوان خانے میں جا کے بیٹھ گئے تھے۔

نفست سنبھالنے کے بعد سب سے پہلے گفتگو کا آغاز ٹامہ بن سلیمان نے کیا تھا شادیہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”جینی تمہارے کیسا سے اٹھائے جانے پر میں اور میری بیوی دونوں فکرمند اور پریشان تھے۔ ہماری بد قسمتی کہ ہم کچھ کر نہیں سکتے تھے۔ جینی جو کچھ تجھ پر جتنی وہ تفصیل سے بتا۔“

شادیہ نے کیسا سے اٹھائے جانے سے لے کر شیروان اور اس کے ساتھیوں کے قتل کی طرف روانہ ہونے اور پھر راستے میں اسٹیل بن قاسم کے ساتھیوں کے ساتھ نمودار ہونے اور شیروان اور اس کے ساتھیوں کی گرفت سے آزاد کرانے اور ان دونوں کے قتل ہونے کے واقعات پوری تفصیل کے ساتھ کہہ ڈالے تھے۔

شادیہ جب خاموش ہوئی تب خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ٹامہ بن سلیمان کہنے لگا۔

”میری بیٹی! تمہاری ان باتوں سے مجھے سب سے اچھی جو بات لگی ہے وہ یہ ہے کہ تم نے اسماعیل بن قاسم سے کہہ کر قیام کے لیے یکساں پر میرے گھر کو ترجیح دی۔ میری اور میری بیوی کی نظروں میں تم دونوں کی حیثیت بیٹی اور بیٹے کی سی ہے۔ اللہ پاک نے ہم دونوں میاں بیوی کو اولاد نہیں دی اور ہم بھی سمجھ گئے کہ اللہ نے ہم دونوں میاں بیوی کو پلے پلائے دو بچے عطا کر دیئے ہیں۔ یہ اس کی مہربانی ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد شامہ بن سلیمان جب خاموش ہوا تب شادی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر نقدی کی ایک حیلی اس کی گود میں رکھ دی حیلی کھول کر شامہ نے اس کا جائزہ لیا پھر اس کا منہ بند کر دیا اور جواب طلب اعزاز میں شادی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”بیٹی یہ کیا ہے؟“ شادی نے اس موقع پر کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

”ہا! نقدی کی یہ حیلی امیر اسماعیل بن قاسم نے اس وقت مجھے دی تھی جب میں اور میرے بھائی برسک دونوں نے یکساں میں قیام کیا تھا۔ اب نقدی کی یہ حیلی میں آپ کے حوالے کرتی ہوں۔ اس میں سے آپ گھر کے اخراجات پورے کریں گے۔“ جواب میں شامہ بن سلیمان مسکرا دیا۔

”میری بیٹی یہ بھی تم نے خوب کہا گھر کے اخراجات تو میں نفل بندی سے پورے کر لیتا ہوں۔ اچھی خاصی رقم پس انداز بھی کر لیتا ہوں۔ میری بیٹی تم دونوں کے آنے سے جس قدر خوشی مجھے اور میری بیوی کو ہے۔ اسے میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ نقدی کی یہ حیلی میرے پاس تمہاری امانت کی حیثیت سے رہے گی۔ جب تم کہیں جانا چاہو گی تو بیٹی نقدی کی یہ حیلی تمہارے ساتھ جائے گی۔ یوں جالتو تم دونوں کے آنے سے جو خوشی جو جنتی دلتی سکون مجھے اور میری بیوی کو حاصل ہوا اس کے ہم بڑی مدت سے منتظر تھے۔

بیٹی میں جانتا ہوں تم دونوں بہن بھائی کی منزل بغداد ہے۔ میرے بچے مجھے اس بات کا بھی بے حد صدمہ اور سخت دکھ دہم ہے کہ آتش پرستوں نے تمہارے باپ کے علاوہ تمہارے میزبان کا بھی خاتمہ کر دیا۔ بھلا ہو اس اسماعیل بن قاسم کا اس نے ان سے تمہارا خوب انتقام لیا اب جو سچ جوان جھیں لے کر آئے تھے وہ کہہ رہے تھے کہ وہ یزید بن غزو ان سے مل کر اس شہر میں شیردان اور بوٹوں کے جو ساتھی ہیں ان سے نہیں گے۔ میرا خیال ہے اس طرح اس شہر میں کسی حد تک امن اور آشتی ہو جائے گی۔ اس لیے کہ ان اودھش آتش پرستوں نے باکو شہر میں ایک طرح کا بے راہ روی کا کبریا کر رکھا تھا۔“ یہاں تک کہنے کے بعد شامہ بن سلیمان تھوڑی دیر کے لیے رکا کچھ سوچا پھر وہ شادی کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”میری بیٹی! کیا تم مجھے نذر کے خاقان شادی کے خلاف اسماعیل بن قاسم کی مہموں کی تفصیل نہیں بتاؤ گی۔“ شامہ بن سلیمان کے اس سوال پر شادی کچھ سوچتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

”ہا! یوں جانیں خاقان شادی کے خلاف اسماعیل بن قاسم بہترین اعزاز میں کامیاب اور فتح مند رہے ہیں۔ اب تک وہ شادی کے چار عساکر کو بدترین شکست دے چکے ہیں جس دن میں امیر کے لشکر میں داخل ہوئی تھی۔ اسی دن شادی کا ایک قاصد آیا تھا۔ شادی نے ایک خط کے ذریعے امیر کو دھمکی دی ہے اور مغربیہ وہ امیر کے خلاف جنگ کی طرح ڈالنے والا ہے۔ اب دیکھیں اس متوقع جنگ کے کیا نتائج نکلتے ہیں۔“ شادی سے تفصیل جان کر شامہ بن سلیمان تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر دوبارہ بول اٹھا۔

”بیٹی! جہاں تک مجھے بتایا گیا ہے اس کے مطابق باکو شہر تمہاری منزل نہیں تھی۔ تم دونوں نے اپنے باپ کے ساتھ بغداد کا رخ کرنا تھا۔ جہاں خلیفہ کا طبیب جبرائیل نہ صرف شہزادہ جانے والا ہے بلکہ قریبی عزیز ہے۔ اب جب کہ حالات پلٹا کھانچے ہیں تمہارا باپ دراجا چکا ہے تو میری بیٹی کیا تم امید کرتی ہو کہ تم بغداد میں جبرائیل کے پاس رہ سکو گی۔ وہ تم دونوں کی پذیرائی کرے گا۔ تمہارے باپ کے مارے جانے کے بعد تم دونوں کو اہمیت دے گا۔“ اس پر شادی کہنے لگی۔

”ہا! جبرائیل مجھے اور میرے بھائی کو شغل سے نہیں جانتا وہ ہمارا قریبی عزیز ہے اور رشتہ دار ہے۔ اسے جب ہمارے حالات کا علم ہو گا تو مجھے یقین ہے وہ ہماری پذیرائی کرے گا۔ ہم دونوں بہن بھائی کو اپنے ہاں رکھنے پر آمادہ ہو جائے گا۔ ہا! اگر اس نے ہم دونوں بہن بھائی کو رکھنے پر آمادگی ظاہر نہ کی تب بھی میں زیادہ فکر مند نہیں ہوں۔ اگر اس نے ہم دونوں بہن بھائی سے اجنبیت کا اظہار کیا تو میں امیر اسماعیل بن قاسم سے گزارش کروں گی کہ وہ بغداد شہر میں ہم دونوں بہن بھائی کے قیام کا بندوبست کر دیں اور مجھے امید ہے کہ امیر مجھے ہاوس نہیں کریں گے۔

ہا! قطعاً تو ہم واپس نہیں جاسکتے۔ وہاں ہمارے عزیز و اقارب ہیں بہت سے رشتہ دار ہیں۔ لیکن جب تک کسی فورس زعمہ ہے وہ ہماری جانوں کے درپے رہے گا۔ لہذا واپس قطعاً نہ جانے کا تو ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔

تہاں تک اس شہر باکو میں رہنے کا تعلق ہے یہاں بھی حالات ہمارے حق میں نہیں ہیں۔ ہماری وجہ سے شیردان اور بوٹوں کے علاوہ بہت سے آتش پرست مارے جا چکے

ہیں۔ شیروان اور بونون کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ وہ ان آتش پرستوں کے سرکردہ تھے جنہوں نے ادباشی اختیار کر رکھی تھی یزید بن غزوہ نے اگر ان کے ہائی مسلح ساتھیوں کا بھی خاتمہ کر دیا تب بھی اس شہر میں ہم دونوں بہن بھائی کو خطرہ رہے گا کہ شیروان اور بونون کی باقیات میں سے کوئی نہ کوئی اٹھ کھڑا ہو گا ہم دونوں بہن بھائی کے لیے خطرے کا باعث بن سکتا ہے لہذا ہم نہ خطبہ دہیں جاسکتے ہیں نہ ہاکو میں قیام کر سکتے ہیں اب بغداد ہی ہماری آخری منزل ہے۔" شاریہ جب خاموش ہوئی تب برصومہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔

"تم دونوں بہن بھائی! بابا! کے پاس بیٹھ کر باتیں کرو میں تم دونوں کے لیے کھانا تیار کرتی ہوں۔"

اس پر شاریہ فوراً جست لگانے کے انداز میں کھڑی ہو گئی۔ برصومہ کا بازو اس نے پکڑ لیا۔ پھر کہنے لگی۔

"ماں! آج کے بعد گھر میں آپ کوئی کام نہیں کیا کریں گی سارے کام میں نینالوں کی۔ آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ میرے ساتھ مطبخ میں چلیں مجھے ساری چیزوں کے متعلق بتا دیں کھانا میں خود تیار کروں گی۔" شاریہ کے ان الفاظ سے برصومہ خوش ہو گئی تھی پھر وہ دونوں دیوان خانے سے نکل کر مطبخ کی طرف چلی گئی تھیں۔



خاقان شالی کے قاصد کے آنے اور پھر اسماعیل بن قاسم کے جواب لے جانے کے بعد شالی نے ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ کوہستان ارارات کا رخ کیا تھا۔ تاکہ اسماعیل بن قاسم پر ضرب لگا کر اس کے ہاتھوں تباہ و برباد ہونے والے اپنے لشکروں کا انتقام لے سکے۔

اسماعیل بن قاسم کے بھڑ بھی پوری طرح متحرک تھے وہ شالی کی نقل و حرکت سے اسے آگاہ کر رہے تھے اسماعیل بن قاسم کو جب خبر ہوئی کہ اس پر حملہ آور ہونے کے لیے شالی قریب آ گیا ہے تب جس جگہ اس نے پڑاؤ کیا ہوا تھا وہاں سے اس نے پڑاؤ اٹھایا اور کوہستان ارارات کے قریب ہوا۔ وہاں اس نے ایک جگہ کا انتخاب کیا۔ وہ ایسی جگہ تھی جس کے پیچھے وہ بڑے نیلے تھے اور ان کے درمیان میں درے کی صورت میں ایک کافی کھلا اور وسیع راستہ کوہستانی سلسلے کے اندر گھسٹتا تھا۔

ان دو ٹیلوں کے سامنے خاقان شالی کا استقبال کرنے کے لیے اسماعیل بن قاسم نے اپنے لشکر کو استوار کر لیا تھا۔

شالی اپنے تجربوں کی رہنمائی میں وہاں پہنچا اور آتے ہی اس نے لشکر کا پڑاؤ کیا اور پھر جنگ کی ابتدا کرنے کے لیے صفیں درست کرنے لگا تھا۔

وہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے کہ اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس کے مقابلے میں مسلمانوں کے لشکر کی تعداد کافی کم ہے۔ آتے ہی ضرب لگا کر وہ اپنے لیے فائدہ حاصل کرنا چاہتا تھا اور اپنے تباہ ہونے والے لشکریوں کا انتقام لینے کے لیے انتہائی بے چین ہو رہا تھا۔

جنگ کی ابتداء خاقان شالی نے کی اور وہ اسماعیل بن قاسم کے لشکر پر فیس کی ملامتوں میں اضافہ کرتی ہوس کی خواہشوں خوف کے جیلے دشت میں خناس کے دوسوں اور ہستی ہستی قریہ قریہ رقص کرتی درد کی جبر کہانیوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اسماعیل بن قاسم اور خزیمہ بن خازم نے بھی بڑے خوبصورت انداز میں اپنی کارروائی کی

ابتدا کی تھی۔ اور وہ بھی شالی کے لشکر پر وقت کے جملہ تاریک سے نکلنے موت کے الجھنے میں تھیل کی تفصیل میں سرایت کر جانے والی آتش جہراں اور سنسار کی رن بھوی میں وقت کی یلغار کی طرح انقلاب برپا کر دینے والے عذاب و کرب کے لحوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

کچھ دیر ہولناک رن پڑا میدان جنگ کے اندر چار سو غول و بدروح آسیب و چھلاوے و ہم و دھشت لہر عصیان محرم و مصر سے جذبے اور دل آشوب مناظر پھیلاتی کو بہ کو بھیل ہی رہی۔

پھر اچانک اسلعل بن قاسم اور خزیمہ بن خازم نے پسپا ہوتا شروع کیا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ خاقان شالی کے لشکر کا دباؤ نہ برداشت کر سکتے ہوں۔ اور اس دباؤ کو کم کرنے کے لیے پیچھے ہٹے ہوں۔ اس موقع پر شالی اور اس کے لشکر نے بے پناہ خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ اب مسلمانوں کے لشکر کو پسپا کرنا اور شکست دینا اتنا مشکل نہیں ہوگا۔ جب اپنے لشکر کے ساتھ اسلعل بن قاسم نے پسپا ہونا شروع کیا تب شالی اور اس کے لشکریوں نے اپنے حلوں میں اور زیادہ تیزی اور شدت پیدا کر لی تھی۔

اسلعل بن قاسم اور خزیمہ بن خازم دونوں اپنے لشکروں کو لے کر ٹیلوں کے بیچ و بیچ پیچھے ہٹے۔ شالی کا لشکر جب دونوں ٹیلوں کے بیچ جو کھلا وسیع درہ تھا اس میں آیا تب ایک خوبی انقلاب اٹھ کھڑا ہوا۔

شالی اور اس کے لشکریوں نے محسوس کیا جیسے دونوں ٹیلوں کے درمیان زیت کو قیامت کا ہنگامہ بناتی محرمیوں کی نامہربانیاں گردش میں آگئی ہوں یا خراب و خستہ بد حال و بے نوا کر کے اور رگوں میں زہر کا خون بھرتے لافنا ہیولے اٹھ کھڑے ہوئے ہوں اس لیے کہ درے کے دونوں جانب جو نیلے تھے ان کے اوپر سے شالی کے لشکر پر اس تیزی سے تیر اندازی کی گئی تھی کہ شالی کے لشکر کی گلی کئی صفیں ادھر کر رہ گئی تھی۔ اس کے بعد تیر اندازی بھیل صفوں پر بھی شروع ہو گئی تھی۔

اس اچانک تیر اندازی نے شالی کے لشکر میں ایک ہلچل برپا کر کے رکھ دی تھی لگتا تھا یہ سب کچھ اسلعل بن قاسم نے ایک سوچی سمجھی تدبیر کے تحت کیا تھا اور جان بوجھ کر پسپا ہوا تھا تاکہ شالی کے لشکر اس کے ان تیر اندازوں کی زد میں آئیں جو پہلے سے اس نے ٹیلوں پر گھات میں بٹھا رکھے تھے۔

اپنی اگلی کئی صفوں کے نقصان ہونے اور اس کے بعد بھیل صفوں پر بھی تیر اندازی

ہونے کے باعث شالی کے لشکر نے پیش قدمی بند کر دی تھی اب وہ ایک جگہ رک گئے تھے بلکہ کئی صفیں پیچھے ہٹنا شروع ہو چکی تھیں۔

اس سے ایک اور نئی چیز رونما ہوئی وہ یہ کہ اسلعل بن قاسم نے فوراً اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا۔ جو حصہ وہ بغداد سے لے کر آیا تھا وہ اس نے اپنی کمان داری میں رکھا جو حصہ خزیمہ بن خازم نصیبین سے لایا تھا وہ اس کی کمان داری میں رہنے دیا گیا بائیں جانب کے نیلے کے اوپر سے خزیمہ بن خازم نے چکر لگایا اور جو ٹیلا دائیں ہاتھ میں تھا اس پر سے چکر لگاتے ہوئے اسلعل بن قاسم شالی کے لشکر کے پہلو پر زیت کی بے شالی کے قصبے کھڑے کرتی نفرتوں صدیوں کے پرچوں غذاہوں کی طرح موت کے عناصر اور لحوں کے ارم کو جنم بنا دینے والے صدیوں کے پہول غذاہوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اتنی دیر تک بائیں جانب کے نیلے سے کاوا کاٹنے ہوئے خزیمہ بن خازم بھی شالی کے لشکر کے دوسرے پہلو پر خراب و خستہ اور بے نام مسافٹوں کو زیت کا عنوان بناتے بد نصیبی کے اولوں کی بارش اور مٹی عمل کو اپنی فطرت بناتے تحریر کے جنوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

اب ایک بار بھر جبل ارارات کے دامن میں سانوں کے سلسل میں لہو بہو حروف پھرنے لگے تھے۔ چار سو ہر نہر کو بے اثر کرتی آسیب اثر موت کی اندھی چاپ اور مرگ کی موجوں کا ایک نہ ختم ہونے والا بحس اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

اب ایک طرح سے شالی کے لشکر پر تین اطراف سے حملہ ہو چکا تھا دائیں پہلو پر اسلعل بن قاسم ضرب لگا رہا تھا بائیں پہلو سے خزیمہ بن خازم ان کی تعداد کم کر رہا تھا اور سامنے کی طرف سے اسلعل بن قاسم کے وہ تیر انداز جو کوہستانی سلسلے کے اوپر گھات میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے تیز تیر اندازی کرتے ہوئے بڑی تیزی سے شالی کے لشکر کی تعداد کم کرنی شروع کر رکھی تھی۔

کچھ دیر کی مزید جنگ کے بعد خاقان شالی کو بدترین شکست اٹھانا پڑی اور وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ پوری طاقت اور قوت کے ساتھ اسلعل بن قاسم اور خزیمہ بن خازم نے شالی کا تعاقب شروع کیا۔ اپنے اور دشمن کے پڑاؤ پر نظر رکھنے کے لیے کچھ دے پیچھے چھوڑے یہ تعاقب کافی دور تک جاری رہا یہاں تک کہ شالی کے ساتھ کتنی کے چند مسلح جوان رہ گئے جن کے ساتھ وہ بڑی مشکل کے ساتھ اپنی جان بچا کر اپنے علاقوں کی طرف بھاگ گیا تھا۔ پھر تعاقب ترک کر کے اسلعل بن قاسم اور خزیمہ بن خازم اپنے لشکر کے ساتھ اس جگہ آئے جہاں کوہستان ارارات کے دامن میں شالی کے ساتھ جنگ ہوئی تھی۔

کرمین میں آگئی تھیں ثمامہ بن سلیمان کے ساتھ اسلعل بن قاسم اور عطرین دونوں محن کے وسط میں آئے تو سب سے پہلے شاریہ نے اسلعل کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔
 ”امیر آپ کیسے ہیں؟“ جواب میں اسلعل بن قاسم مسکرایا کہنے لگا۔
 ”میں اور عطرین تم دیکھتی ہو ٹھیک ہیں ہم تم دونوں بہن بھائی کا احوال جاننے کے لیے آئے ہیں۔“

اس پر شاریہ نے بھی خوش کن انداز میں پہلے اپنے پھر برسک کے سراپا پر نظر دوڑائی اور کہنے لگی۔ ”ہم دونوں بہن بھائی بھی ٹھیک ہیں۔“
 شاریہ جب خاموش ہوئی تب برصومہ نے اسلعل بن قاسم کو مخاطب کیا۔ ”بیٹے میرا اندازہ ہے کہ تم دونوں نے ابھی کھانا نہیں کھایا اگر آج شام کا کھانا ہمارے ساتھ کھاؤ تو میں سمجھوں گی کہ یہ ہمارے لیے بہت بڑی سعادت ہے۔“ اس پر مسکراتے ہوئے اسلعل بن قاسم کہنے لگا۔

”اماں! کھانا تو ابھی تک ہم دونوں نے نہیں کھایا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آپ دونوں کو زحمت ہوگی۔ آپ ہمارے لیے کھانا نہ ہی تیار کریں تو اچھا ہے۔ ہم دونوں جا کے مستقر میں کھانا کھالیں گے مگر ہم نے تھوڑا سا وقت لینا ہے اور ایک موضوع پر شاریہ سے گفتگو کرنی ہے۔“

برصومہ کے بجائے شاریہ شکوہ بھری آواز میں کہنے لگی۔ ”زحمت کیسی جس وقت آپ نے دروازے پر دستک دی تھی میں اور اماں کھانا تیار کر رہی تھیں آپ بابا اور برسک کے ساتھ دیوان خانے میں پہنچیں۔ میں اور اماں کھانا تیار کر لیں پھر دیوان خانے میں ہی بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔“ اس کے ساتھ ہی شاریہ نے برصومہ کا ہاتھ پکڑا اور مطبخ کی طرف چلی گئی تھیں۔ ثمامہ بن سلیمان اور برسک اسلعل بن قاسم اور عطرین کو لے کر دیوان خانے میں جا کر بیٹھ گئے تھے۔

جلد ہی دونوں نے کھانا تیار کیا پھر دیوان خانے میں کھانا لگایا سب نے پرسکون ماحول میں کھانا کھایا۔ شاریہ اور برسک دونوں بہن بھائی کھانے کے خالی برتن مطبخ میں رکھنے کے بعد دوبارہ دیوان خانے میں آ کے بیٹھ گئے۔ تب شاریہ نے اسلعل بن قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”امیر! ہم سب کھانے سے فارغ ہو چکے ہیں اب آپ کہیں آپ ہم سے کیا کہنا چاہتے ہیں۔“ جواب میں اسلعل بن قاسم نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

وہاں اسلعل بن قاسم نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔ چند روز تک وہاں قیام کر کے دغیوں کی دیکھ بھال کی گئی۔ دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا گیا۔ اس کے بعد اسلعل بن قاسم نے آرمینیا کے اندرونی حصوں کی طرف پیش قدمی شروع کی تھی۔ ساتھ ہی اس نے تیز ترین قاصد باکو شہر کی طرف بھجوائے اور یزید بن غزدان کو بھی وہاں بلا لیا تھا۔

اسلعل بن قاسم نے چند روز مزید یہاں قیام کیا آرمینیا کے حالات کو بہتر انداز میں درست کیا۔ جب دیکھا کہ اب کوئی تخریبی قوت وہاں نہیں رہی تب آرمینیا کا حاکم یزید بن غزدان کو مقرر کرنے کے بعد اسلعل بن قاسم اور خزیمہ بن خازم باکو شہر کی طرف چلے گئے تھے۔ جب کہ یزید بن فرید نے بڑی تیزی سے نئے لشکر بھرتی کرتے ہوئے ان کی تربیت کا کام شروع کر دیا تھا۔

ایک روز مغرب کی نماز کے بعد ثمامہ بن سلیمان کی بیوی برصومہ اور شاریہ دونوں مطبخ میں کھانا تیار کرنے میں مصروف تھیں جبکہ ثمامہ بن سلیمان اور برسک دیوان خانے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

دستک کی اس آواز پر باورچی خانے میں ڈر و خوف کے مارے شاریہ چونک سی پڑی تھی اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے برصومہ نے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

”بیٹی! اب باکو میں وہ پہلے جیسے حالات نہیں رہے۔ میں دیکھتی ہوں دروازے پر دستک ہونے کے باعث تمہارا رنگ پیلا ہو گیا ہے۔ بیٹی! اب تمہیں نگر کرنے کی ضرورت نہیں ہے شروان اور یوفون کے سارے ساتھیوں کا خاتمہ کر دیا گیا ہے اور اب باکو شہر میں تمہارے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔“

برصومہ جب خاموش ہوئی تب باورچی خانے سے شاریہ نے دیکھا۔ ثمامہ بن سلیمان دروازہ کھولنے کے لئے صدر دروازے کی طرف گیا تھا۔

برصومہ اور شاریہ دونوں نے کام چھوڑ دیا تھا اور صدر دروازے کی طرف دیکھنے لگی تھیں کہ کون دستک دے رہا ہے۔ ساتھ ہی برسک دیوان خانے سے باہر آ کر محن میں کھڑا ہو گیا تھا۔

ثمامہ بن سلیمان نے جب دروازہ کھولا تو اس نے دیکھا حویلی کے دروازے پر اسلعل اور عطرین کھڑے تھے۔ ثمامہ بن سلیمان پر جوش انداز میں دونوں سے ملا پھر وہ حویلی میں داخل ہوئے تھے۔ ان دونوں کو دیکھتے ہوئے برصومہ، شاریہ اور برسک تینوں بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ برسک پہلے ہی محن میں کھڑا تھا۔ برصومہ اور شاریہ بھی مطبخ سے نکل

”دیکھو شادی میں جس ہم کو سر کرنے بغداد سے آرمینیا آیا تھا اسے میں مکمل کر چکا ہوں اس ہم میں میری مدد کرنے کے لیے اور میرے ساتھ نائب کی حیثیت سے کام کرنے کے لیے خزیمہ بن خازم ایک لشکر لے کر نصیبین سے آیا تھا۔ وہ کل صبح ہی صبح لشکر لے کر نصیبین کی طرف چلا جائے گا۔ میں بھی کل اپنے حصے کے لشکر کو ساتھ لے کر بغداد شہر کی طرف روانہ ہونا چاہتا ہوں۔ آرمینیا میں پہلے سے جو لشکر موجود تھا اور خاقان شالی کی وجہ سے اصرار اصرار بکھر گیا تھا اسے یکجا کر دیا گیا ہے ان کی کمان داری اب یہاں کا والی یزید بن خزدوان کرے گا۔ ساتھ ہی اس نے اپنے لشکر کی تعداد بڑھانے کے لیے مزید لشکر بھی بھرتی کرنے شروع کر دیے ہیں جن کی تربیت کا کام بھی شروع کر دیا ہے۔ اب میں تم دونوں بہن بھائی سے یہ پوچھنے کے لیے آیا ہوں کہ کیا کل تم دونوں بہن بھائی ہمارے ساتھ بغداد کی طرف کوچ کرو گے یا مستقل طور پر یہاں باکو شہر میں رہنا پسند کرو گے۔“

اسٹیل بن قاسم کے اس سوال پر شادی پر تڑپ سی اٹھی تھی فوراً کہنے لگی۔

”امیر! میرا اور میرے بھائی کا باکو شہر میں کیا کام میں اور میرا بھائی دونوں بابا اور اماں برصومہ کے انتہائی شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ہمیں اپنے ہاں رکھا پناہ دی اور ساتھ ہی میں آپ کی بھی احسان مند ہوں جس کے لیے میں الفاظ استعمال نہیں کر سکتی کہ آپ نے نہ صرف یہ کہ دوبارہ میری حفاظت کی میرے بھائی کو محفوظ رکھا اور پھر یہ کہ یہاں بابا کے ہاں کچھ سچے جوانوں کو مقرر کیا تاکہ وہ ہماری حفاظت کا سامان کریں اس کے لیے میں جس قدر بھی آپ کا شکر یہ ادا کروں میں سمجھتی ہوں اس کا حق ادا نہیں کر سکتی۔“ شادی کے خاموش ہونے پر اسٹیل بن قاسم مسکرایا کہنے لگا۔

”اس سلسلے میں اول جنہیں شکر یہ ادا کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے دوم یہ کہ میں نے کوئی اتنا بدامیر نہ کر نہیں کیا۔ جہاں حفاظت کا سامان میں نہ کرتا تو اللہ کا کوئی اور بندہ کر دیتا۔ اس کے لیے جنہیں کسی کا شکر گزار ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ بہر حال میں کل یہاں سے کوچ کروں گا۔“ اسٹیل بن قاسم کو رک کر جانا پڑا کیونکہ کچھ میں شادی بولی اور کہنے لگی۔

”اور ہم دونوں بہن بھائی! کی طرف سے جواب یہ ہے کہ کل ہم بھی آپ کے ساتھ بغداد روانہ ہوں گے اور وہاں خلیفہ کے طیب جبرائیل کے ہاں قیام کریں گے جو ہمارا قریبی رشتہ دار ہے۔“ شادی جب خاموش ہوئی تب پہلی بار عطرین اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”شادی میری بیٹی! جو کچھ اسٹیل نے تم سے کہا تھا کہ چکا۔ اور جو تم کہا جاتا تھا تم

بھی کہہ چکی ہو۔ اب اگر تم لوگ اجازت دو۔ تو میری بیٹی میں بھی تم سے ایک موضوع پر منہگو کروں۔ اس موضوع پر میں پہلے اسٹیل سے بات کر چکا ہوں۔ اس نے میری اس جوج سے اتفاق بھی کیا ہے۔ اسی موضوع پر میں تم سے بھی بات کرنا چاہتا ہوں اس سلسلے میں اگر تم چاہو تو مجھے بعد میں جواب دے سکتی ہو۔ اپنے بھائی برسک سے بھی مشورہ کر لیا۔ دراصل بات یہ ہے کہ تم دونوں بہن بھائی طیب جبرائیل کے ہاں قیام کرنا چاہتے ہو ساتھ ہی تم یہ انکشاف بھی کر چکے ہو کہ جبرائیل کو نہ تم نے صل سے دیکھا ہے نہ وہ تم دونوں بہن بھائی کو چھان سکتا ہے نہ تم سے شام سے صرف چھارے ہاپ کو پچھاتا ہے جواب اس دنیا میں نہیں ہے۔

میری بیٹی اس موقع پر میں جو کہا چاہتا ہوں یاد رکھنا اس میں میرا کوئی لوبہ لالچ یا کوئی میری مرضی حسانت اس میں نہیں ہے۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ جیسا میں جنہیں بتا چکا ہوں کہ ہماری کوئی اولاد نہیں ہے میں پہلے غلام تھا۔ اسٹیل بن قاسم کے ہاپ کی مہربانی کہ مجھے آزاد کرادیا اور میری شادی کا بھی اہتمام کیا اب آگے میرے خدوئے وکرم کو منہگو نہیں تھا کہ ہم دونوں میں اولاد ہو میں یوڑھا ہو چکا ہوں۔ یہی میری ہم عمری ہے۔ جو مطلب کی بات میں کہا چاہتا ہوں وہ یہ کہ تم بے شک یہاں جانے کے بعد طیب جبرائیل کے ہاں قیام کرنا۔ لیکن بیٹی میں یہ کہا چاہوں گا کہ اگر کسی موقع پر تم یہ محسوس کرو کہ وہاں کا ماحول تم دونوں کے رہنے کے لئے مناسب نہیں ہے تو تم میرے پاس چلی آنا میرے اور میری بیوی کی نگاہ میں تمہاری حیثیت بیٹی اور برسک بیٹے سا ہوگا۔ میں اور میری بیوی یہ خیال کریں گے کہ خدوئے وکرم نے ہمیں اس عمر میں ملی ہوئی ایک بیٹی اور ایک بیٹا عطا کر دیا ہے۔

بیٹا خدوئے وکرم نے ہمیں اولاد کی نعمت سے ضرور محروم رکھا ہے لیکن ہمیں اس کی کمی محسوس نہیں ہوئی کیونکہ میں اور میری بیوی اسٹیل بن قاسم اور اس کے چھوٹے بھائی ابراہیم بن قاسم اور ان دونوں کی چھوٹی اور ننھی بہن سادا کو اپنے بیچ ہی خیال کرتے ہیں اور یہ تینوں بھی ہم مہماں بیوی کا احترام ہاپ اور ماں جیسا ہی کرتے ہیں اگر تم دونوں بہن بھائی ہمارے پاس رہو تو ہماری خوشی میں مزید اضافہ ہوگا۔ میرے خیال میں جنہیں میں پہلے بتا چکا ہوں کہ ہم سب ایک ہی حویلی میں رہے ہیں حویلی کا ایک حصہ میرے اور میری بیوی رویان کے لیے مخصوص ہے کوئی چیز نہ ہم نے ہائی نہ تقسیم کی ہے کھانا ایک ہی جگہ پکا ہے اور ہم سب مل کر کھاتے ہیں بیٹی جو کچھ میں نے کہا تھا کہ دیا اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ تم جو چاہو کرو۔“

عطریف کی اس گفتگو سے شادیہ اور برسک دونوں بے حد سنجیدہ ہو گئے تھے۔ عطریف جب خاموش ہوا۔ تب شادیہ نے کہا شروع کیا۔ بابا جو کچھ تم نے کہا ہے اس کے لیے میں ساری زندگی مشکور اور ممنون رہوں گی جبرائیل کے ہاں ہم اس لیے قیام کرنا چاہتے تھے کہ بغداد میں ہمارے لیے کوئی ٹھکانہ اور پناہ گاہ نہیں تھی ورنہ جبرائیل نہ مجھے نہ میرے بھائی کو جانتا پہچانتا ہے نہ ہم اس کی شکل و صورت سے واقف ہیں وہ میرے باپ کا عزیز ہے باپ ہی کو جانتا پہچانتا ہے اور ہمارا باپ اس سے آشنا تھا اب جبکہ ہمارا باپ ہی نہیں رہا۔ تو میرا خیال ہے طیب جبرائیل بھی ہمارے لئے نا آشنا رہے گا۔ اس کے ہاں میں نے اور میرے بھائی نے جو قیام کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ وہ ایک مجبوری تھی اس لیے کہ ٹھکانا کوئی پناہ گاہ تھی اب جب کہ آپ ہمیں پیش کش کر رہے ہیں کہ میں اور میرا بھائی آپ کے ہاں قیام کریں تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ میری اور میرے بھائی کی خوش قسمتی ہوگی کہ ہم آپ کے پاس رہیں گے۔ بابا کل صبح میں اور میرا بھائی آپ لوگوں کے ساتھ روانہ ہوں گے۔ میں بغداد شہر میں داخل ہونے کے بعد جبرائیل سے بھی ملوں گی تاکہ وہ یہ محسوس نہ کرے کہ وہ ہمارا رشتہ دار ہے اور ہم نے اس پر آپ کو ترجیح دی ہے۔ ملنے کے بعد میں خود اس سے گزارش کروں گی کہ اس کے بجائے ہم آپ کے ہاں رہنے کو مناسب خیال کرتے ہیں اور ساتھ ہی اسے یہ بھی التماس کروں گی کہ وہ ہمارے اس اقدام کا برائے مانے۔

شادیہ کے اس جواب پر عطریف کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اسماعیل بن قاسم کے چہرے پر بھی ہلکی ہلکی مسکراہٹ تھی اس موقع پر عطریف نے برسک کو مخاطب کیا۔

”برسک میرے بیٹے شادیہ کا جواب تو میں نے سن لیا ہے اب میں تم سے بھی کچھ سننا چاہتا ہوں۔“ اس پر برسک مسکرایا اور کہنے لگا۔

”بابا میں نے کچھ نہیں کہا جو فیصلہ میری بہن دے رہی ہے وہی آخری ہے ہاں میں ضرور کہوں گا اگر اس طیب کے ہاں رہنے کی بجائے مجھے اور میری بہن کو آپ اور امیر ابن قاسم کے ہاں پناہ ملے طے ہماری خوش قسمتی ہے یہ ایک بہت بڑی سعادت ہوگی اس لیے کہ ہم بہن بھائی آپ دونوں سے ہی آشنا ہیں جبرائیل کس مزاج کا آدمی ہے کیا اس کے طور طریقے ہیں اس سے نہ میں آگاہ ہوں نہ میری بہن واقف ہے بہر حال میری بہن کا فیصلہ میرے لیے آخری ہے۔“

جب یہاں تک گفتگو ہو گئی تب عطریف نے طیب سے اعزاز میں اسماعیل بن قاسم کی طرف دیکھا اس پر اسماعیل بن قاسم کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔

”میں اور عطریف اسی موضوع پر گفتگو کرنے آئے تھے اب ہم دونوں مشترک طرف جاتے ہیں۔“ یہاں تک کہتے کہتے اسماعیل بن قاسم کو رک جانا پڑا۔ اس لیے کہ ثمامہ بن سلیمان بول اٹھا۔ ”ابن قاسم کیا ایسا ممکن نہیں کہ تم دونوں آج کی شب ہمارے ہاں قیام کرو صبح یہاں سے ہی چاروں مشترک چلے جانا اور کوچ کر جانا۔“ ثمامہ بن سلیمان جب خاموش ہوا تو پر زور اعزاز میں شادیہ اس کی تاکید کرتے ہوئے بول اٹھی۔

”امیر میں تو سمجھتی ہوں یہ مناسب تجویز ہے آپ آج رات بابا کے ساتھ یہیں قیام کریں۔“ اس پر کھڑے کھڑے اسماعیل کہنے لگا۔

”میں آپ دونوں کا ممنون اور شکر گزار ہوں کہ آپ مجھے اور عطریف کو یہاں شب برسی کی دعوت دے رہے ہیں لیکن ہم دونوں کا لشکر گاہ میں رہنا ضروری ہے۔ تم دونوں بہن بھائی تیار رہنا۔ کل صبح ہی صبح عطریف آئے گا اور تم دونوں بہن بھائی کو مشترک لے جائے گا۔ اور ہم وہاں سے کوچ کر جائیں گے۔“ اس کے ساتھ ہی آگے بڑھ کر اسماعیل ثمامہ بن سلیمان سے گلے ملا اور کہنے لگا۔

”میں آپ سے الوداعی ملاقات کر رہا ہوں۔ کل صبح عطریف ان دونوں بہن بھائی کو لینے آئے گا۔ خداوند کو منظور ہوا تو پھر کبھی ملاقات ضرور ہوگی۔“

ثمامہ بن سلیمان کے بعد بڑے خوش کن اعزاز میں اسماعیل نے برصومہ سے اجازت چاہی پھر عطریف نے پر جوش اعزاز میں ثمامہ سے مصافحہ کیا دونوں دیوان خانے سے نکلے ثمامہ بن سلیمان برصومہ، شادیہ اور برسک ان کے پیچھے پیچھے تھے۔ پھر وہ دونوں وہاں سے رخصت ہو گئے اگلے روز صبح ہی صبح عطریف شادیہ اور برسک کو ثمامہ بن سلیمان کے ہاں سے مشترک ملے لے گیا تھا۔ پھر وہ دونوں بہن بھائی اسماعیل اور عطریف کے ساتھ ان کے لشکر میں باکو شہر سے بغداد کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔



ایک روز اسماعیل اور عطریف اپنی حویلی میں داخل ہوئے۔ شادیہ اور برسک دونوں ان کے ساتھ تھے۔ گھوڑوں کی باگیں پکڑے جب وہ حویلی کے صحن میں آئے تو اندر سے عطریف کی بیوی رویان اسماعیل کی بہن سادا بھانجی ہوئی باہر آ گئی تھیں۔ اسماعیل اور عطریف کے ساتھ وہ شادیہ اور برسک کو دیکھتے ہوئے کسی قدر تعجب کا اظہار کر رہی تھیں اتنی دیر تک دیوان خانے سے اسماعیل بن قاسم کا باپ قاسم اور چھوٹا بھائی ابراہیم بڑی تیزی سے باہر نکلے اور سب ایک دوسرے سے ملے پھر اسماعیل نے سب کا ایک دوسرے سے تعارف کروایا

اس دوران ابراہیم حرکت میں آیا اور سارے گھوڑوں کو لے کر اسطبل میں باعدہ آیا تھا پھر سب دیوان خانے میں آ کے بیٹھ گئے تھے۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر شادی کی طرف دیکھتے ہوئے اسطبل کا باپ کہنے لگا۔

”بچے تمہیں اور تمہارے بھائی کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے اپنے ذہن میں یہ خیال کبھی مت لانا کہ تم دونوں بے آسرا ہو مجھے تم دونوں کے باپ کے مرنے کا بہت دکھ اور غم ہے۔ جہاں تک تمہارے عزیز کا تعلق ہے وہ بھی بہت اچھا انسان ہے۔ نیک خو ہے۔“

قاسم اپنی بات مکمل نہ کر سکا تھا کہ عطریف اسے مخاطب کرتے ہوئے بول اٹھا تھا کہ

”بھائی آپ کے مجھ پر بہت سے احسانات ہیں میں غلام تھا آپ نے آزاد کر کے مجھے اپنا بھائی بنا لیا۔ میرے خیال میں اس سے بڑا زندگی میں کوئی احسان نہیں کر سکتا۔ میں آپ سے ایک اور احسان کرنے کی التجا کرتا ہوں۔ آپ سے کچھ مانگتا ہوں۔“

اسطبل کا باپ قاسم مسکرایا کہنے لگا۔ ”عطریف میرے بھائی! کس طرح کی مشکوک کرتے ہو۔ تم بھائی ہو تمہیں کچھ مانگنے کے لیے کچھ کہنے کے لیے التجا کرنے کی بھیک مانگنے کی ضرورت نہیں ہے تم اس گھر کے افراد کا ایک حصہ ہو اس گھر کی ہر چیز کے برابر کے حق دار ہو بولو کیا کہتے ہو۔“

عطریف نے کچھ سوچا پھر ایک نگاہ اپنی بیوی رویان پر ڈالی اور کہنے لگا۔ ”بھائی بات یہ ہے کہ میری اولاد نہیں ہے آرمینیا کی سرزمین میں ایک ماہ تک شادی اور برسرک کے ساتھ رہا میں نے انہیں بنی اور بیٹا بنا لیا ہے اب مجھے آپ سے یہ اجازت لینی ہے کہ مجھے ان دونوں کو اپنے ساتھ رکھنے کی اجازت دے دیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد عطریف رکا پھر سلسلہ کلام آگے بڑھا حاتے ہوئے وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔ ”بھائی یہ دونوں بہن اور بھائی طیب جبرائیل کے ہاں قیام کرنے کا ارادہ کیے ہوئے تھے لیکن جب میں نے ان کو اپنے ساتھ رہنے کی پیش کش کی تو یہ میرے ساتھ رہنے پر آمادہ ہو گئے اس سلسلے میں آپ میری طرف سے طیب جبرائیل سے بات کیجئے گا کہ یہ دونوں بہن بھائی اس کی بجائے ہمارے ہاں قیام کریں گے۔ ان دونوں کے یہاں رہنے سے مجھے ذہنی اور قلبی سکون حاصل ہو گا۔“ عطریف جب خاموش ہوا تو کچھ سوچتے ہوئے قاسم بول اٹھا۔

”عطریف میرے بھائی! اگر جبرائیل چاہے بھی تو میں پسند نہیں کروں گا کہ شادی اور برسرک دونوں بہن بھائی اس کے ہاں قیام کریں۔ دیکھو اس گھر میں ایک تہذیبی روٹھا ہو

ہی ہے۔ تم دونوں کے جانے کے ایک ماہ بعد جبرائیل کے بیٹے یحییٰ کی بیوی کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت گھر کے دو ہی افراد ہیں ایک یوزی ملازمہ ہے جو ان دونوں کا کام کر جاتی ہے۔ ان حالات میں میں نہیں پسند کروں گا کہ شادی جیسی جوان لڑکی ان کے ساتھ قیام کرے۔ دیکھو عطریف یہ میرا اپنا ارادہ ہے یہ میری اپنی خواہش ہے لیکن اس کا آخری فیصلہ شادی اور برسرک دونوں بہن بھائی کو کرنا ہے۔ اگر یہ دونوں بہن بھائی جبرائیل کے بجائے ہمارے ہاں قیام کرنا پسند کریں تو میں اس سلسلے میں جبرائیل سے بات کر کے اسے مطمئن کر لوں گا۔ وہ کوئی اعتراض نہیں کھڑا کرے گا۔ اور تم جانتے ہو میری بات وہ مانا نہیں ہے۔ اب میں اس بچی کے تحفظ اور اس کی آمد کی حفاظت کی خاطر کر رہا ہوں دوسروں کے بیچ میں ایک جوان لڑکی کا رہنا میں معیوب خیال کرتا ہوں اب سارا معاملہ میں اس بچی پر چھوڑتا ہوں یہ جو فیصلہ کرے گی اسی پر عمل کیا جائے گا۔“ قاسم جب خاموش ہوا تب اسطبل نے شادی کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”بی بی! تم بھی اب کچھ بولو خاموش رہنے سے تو کام نہیں بنے گا۔“ اس پر شادی دھجے سے لہجہ میں مسکرائی کہنے لگی۔

”امیر! جبرائیل آپ کے والد محترم کر رہے ہیں وہ میرے لیے آخری ہے اگر طیب جبرائیل کے ہاں کوئی عورت نہیں تو میں وہاں کیسے رہ سکتی ہوں۔ میرا وہاں رہنا معیوب ہے لہذا میں وہاں قیام نہیں کروں گی۔ اپنے بھائی کے ساتھ یہاں آپ کے ہاں رہنا پسند کروں گی۔“

شادی کے ان الفاظ پر عطریف، اسطبل، قاسم اور ابراہیم سب خوش ہو گئے تھے اور عطریف کی بیوی بھی بے حد خوشی کا اظہار کر رہی تھی اور اسی کی طرح اسطبل کی بہن سلوا بھی خوش ہو رہی تھی پھر قاسم بولا اس نے اپنے چھوٹے بیٹے ابراہیم کو مخاطب کر کے کہا شروع کیا۔

”ابراہیم تم جاؤ۔ جبرائیل اور اس کے بیٹے یحییٰ دونوں کو بلا کر میرے پاس یہاں لاؤ۔“

ابراہیم اٹھ کر باہر نکل گیا تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا۔ اس کے ساتھ طیب جبرائیل اور اس کا بیٹا یحییٰ دونوں تھے۔ ان کو لے کر ابراہیم دیوان خانے میں داخل ہوا۔ دونوں بڑے پر جوش اعزاز میں پہلے اسطبل عطریف سے ملے پھر خالی نشستوں پر بیٹھ گئے اس موقع پر شادی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قاسم نے جبرائیل کو مخاطب کیا۔ جبرائیل یہ جو سامنے لڑکا اور لڑکی بیٹھے ہوئے ہیں یہ دونوں بہن بھائی ہیں۔ کیا تم انہیں جانتے ہو۔

جبرائیل اور یحییٰ دونوں باپ بیٹے نے تھوڑی دیر تک بغور ان کی طرف دیکھا پھر

جبرائیل کہنے لگا۔ ”نہیں میں ان دونوں کو نہیں جانتا۔“ اس موقع پر اسٹیل نے جبرائیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا شروع کیا۔

”کیا آپ ایسے شخص کو جانتے ہیں جس کا نام ذریق ہو۔“ اس پر جبرائیل چونکا اور کہنے لگا۔

”ہاں ذریق کو میں جانتا ہوں وہ میرا قریبی عزیز ہے۔“ اس پر ذریق شاریہ اور برسک پر جو حالات بیٹے جتے وہ تفصیل کے ساتھ اسٹیل نے اسے کہہ دیئے تھے۔

سارے حالات سن کر جبرائیل اپنی جگہ سے اٹھا۔ آگے بڑھ کر اس نے باری باری شفقت بھرا ہاتھ شاریہ اور برسک کے سر پر رکھا اور دوبارہ اپنی نشست پر بیٹھ گیا۔ اس پر قاسم نے اسے مخاطب کیا۔

”جبرائیل تمہیں اس لیے یہاں بلایا ہے کہ یہ دونوں بہن بھائی میرے ہاں قیام کرنا چاہتے ہیں عطریف انہیں بیٹی اور بیٹا بنانا چکا ہے۔ اور اسی رشتے کی حیثیت سے ان دونوں کو اپنے ہاں رکھنے کا ارادہ ظاہر کر چکا ہے اب تم کہو کیا کہتے ہو پر ایک بات یاد رکھنا۔ میں بھی ان سے وعدہ کر چکا ہوں کہ یہ دونوں بہن بھائی یہاں اسی حویلی میں عطریف کی بیٹی اور بیٹے کی حیثیت سے رہیں گے۔“ طیب جبرائیل مسکرایا اور کہنے لگا۔

”محترم آپ کس قسم کی گفتگو کرتے ہیں میں آپ کی کوئی بات آپ کا کوئی ارادہ ٹالنے کی جرات نہیں کر سکتا ہوں۔ اگر آپ فیصلہ کر چکے ہیں کہ یہ دونوں بہن بھائی یہیں رہیں گے تو آپ کا فیصلہ میرا فیصلہ ہے۔ آپ کی خوشی میری خوشی ہے۔ یہ دونوں بہن بھائی یہاں رہنے میں خوش ہیں تو میں بھی خوش ہوں۔“ یہاں تک کہنے کے بعد جبرائیل رکا پھر دوبارہ قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”اگر آپ اجازت دیں تو ہم دونوں باپ بیٹا جائیں اس لئے کہ ہم نے ناشہ کر کے شفا خانے کی طرف جانا تھا۔“ قاسم نے جب انہیں اجازت دے دی تب وہ دونوں باپ بیٹا وہاں سے چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد اسٹیل کی بہن سداوا اپنی جگہ سے اٹھی۔ کسی قدر بے تکلفی کا اظہار کرتے ہوئے وہ شاریہ کے قریب آکر بیٹھی اپنا ہاتھ اس کے شانے پر رکھا پھر منہ اس کے کان کے قریب لے جا کر کہنے لگی۔

”اگر آپ برآمدہ مانا کریں تو کیا میں آپ کو ایک بڑی بہن کی حیثیت سے آپا یا باجی کہہ کے مخاطب کر سکتی ہوں؟“ بڑے خوش کن انداز میں شاریہ نے سداوا کو اپنے ساتھ لپٹا لیا اس کی پیشانی چومی اور کہنے لگی۔

”تم جس طرح جس انداز میں مجھے مخاطب کرو گی میں اس انداز میں خوش ہوں گی۔“ اس پر سداوا شاریہ سے لپٹ گئی تھی پھر لپٹے ہی لپٹے کہنے لگی آپ دونوں بہن بھائی کے آنے پر اب میرے تین بھائی اور ہم دو بہنیں ہو گئی ہیں۔ آپ کے آنے سے اس گھر میں رونق پہلے سے بھی زیادہ ہو کے رہ جائے گی۔

کچھ دیر تک سب شاریہ اور سداوا کی طرف دیکھتے رہے پھر قاسم اپنی بیٹی کو مخاطب کرتے ہوئے بول اٹھا۔

”سداوا میری بیٹی! تم انہیں باتوں میں ہی لگائے رکھو گی کہ ان کے کھانے کا بھی اہتمام کرو گی۔“

قاسم نے عطریف کی بیوی رویان کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”رویان میری بہن انہیں بھوک لگی ہوگی دونوں ماں بیٹی اٹھوان کے لیے کھانا تیار کرو۔“ پھر رویان اور سداوا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں شاریہ بھی کھڑی ہو گئی کہنے لگی اب جبکہ مجھے یہاں اس گھر میں رہنا ہے آج سے ہی وہ کام شروع کر دوں جو کام کل کرنے ہیں۔ رویان اور سداوا شاریہ کے ان الفاظ پر خوش ہو گئی تھیں پھر تینوں باہر نکل گئیں پہلے رویان اور سداوا دونوں نے شاریہ کو حویلی کے سارے کمرے دکھائے۔ حویلی کی پشت پر جو چھوٹا سا باغچہ تھا جہاں پھل دار درخت تھے اس میں بھی شاریہ کو لے کر گئیں پھتیختیوں باورچی خانے کے کام میں مصروف ہو گئی تھیں یوں شاریہ اور برسک دونوں بہن بھائی نے وہاں قیام کر لیا تھا۔ دن کے وقت سب اکٹھے رہتے رات شاریہ اور برسک حویلی کے اس حصے میں گزارتے جس حصے میں عطریف اور اس کی بیوی رویان کا قیام تھا۔

※.....※

ایک روز اسٹعلیل امراہیم اور ان کا باپ قاسم اور عطریف چاروں علمبر کی نماز پڑھنے کے بعد حویلی میں داخل ہوئے۔ قاسم اسٹعلیل اور امراہیم حویلی کے اس حصے کی طرف چلے گئے جس میں ان کی رہائش تھی اور عطریف اپنے حصے کی طرف گیا۔ وہاں ایک کمرے میں سہارا شاریہ اور برسک تھے عطریف جب کمرے میں داخل ہوا تو شاریہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ”بابا میں کافی دیر سے آپ کا انتظار کر رہی ہوں میں ایک موضوع پر آپ سے گفت کرنا چاہتی ہوں۔“ عطریف شاریہ کے سامنے بیٹھ گیا کہنے لگا۔

”بولو تم کیا کہنا چاہتی ہو بیٹی!“ شاریہ نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

”بابا مجھے یہاں آئے ہوئے کئی ہفتے ہو چکے ہیں میں اکثر دیکھتی ہوں کہ آپ اسٹعلیل اس کا چھوٹا بھائی ہفتوں کے کچھ دنوں کے لیے رات کا کچھ حصہ باہر گزارتے ہیں گزشتہ شب بھی آپ کافی دیر سے آئے آپ کے آنے سے پہلے میں اور برسک دونوں بہن بھائی سو چکے تھے اگر آپ بڑا نہ مانیں تو کیا میں آپ سے پوچھ سکتی ہوں کہ آپ اتنی دیر تک کیوں باہر رہتے ہیں کیوں دیر سے آتے ہیں۔“ شاریہ کے اس سوال پر سہارا کی جی

عافیہ بھی مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”بیٹی! یہ قطعاً نہیں بغداد شہر ہے اسے الف لیلوئی شہر بھی کہتے ہیں میں جانو یہاں کی نسبت جانتی ہیں بیٹی یہاں بغداد میں رات کو تین طرح کے کام ہوتے ہیں مشاعرہ ہوتا ہے الف لیلی کی داستانیں سنائی جاتی ہیں اور مذہبی مناظرہ بھی ہوتا ہے۔ یہ تین طرح کے کام دریائے دجلہ کے کنارے ہوتے ہیں اور بے شمار لوگ اس میں شامل ہوتے ہیں۔“ عطریف جب خاموش ہوا تب شاریہ نے پھر پوچھ لیا۔

”کیا آپ ان تینوں امور پر جو بغداد میں ہوتے ہیں کچھ روشنی ڈالیں گے۔ کیا یہاں شاعری کے لوگ اتنے ہی شائق ہیں کہ.....“ یہاں تک کہتے کہتے شاریہ کو رک جانا پڑا اس لیے کہ اس کی بات کانٹے ہوئے عطریف بول اٹھا۔

”شاریہ میری بیٹی! عربوں میں ادبی مذاق خصوصاً شاعری اور تقریر کرنا نہایت قدیم

زمانہ سے ہے اور یہ مورخانہ فیصلہ ہے کہ نوح کے بیٹے سام کی اولاد یعنی عربوں کی زبان ام لائے یعنی زبانوں کی ماں کہلاتی ہے اور اس کی شاخوں میں پہلی حمیری زبانیں بے حد مشہور ہوئی ہیں۔ عربی زبان کی سب سے مقبول اور پسندیدہ حجاز کی ترقی یافتہ زبان قبیلہ قریش کی تھی جس کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ قرآن کریم اسی زبان میں نازل ہوا ہے۔

بیٹی عربی میں شاعری قدیم دور سے چلی آ رہی ہے یا تم اسے یوں کہہ سکتی ہو کہ جاہلیت کے دور میں بھی عربوں میں بڑے نامور شاعر پیدا ہوئے اس دور کا ذکر چھڑائی ہے تو میں تمہیں اس کی تفصیل بھی بتا دیتا ہوں جاہلیت کے دو ادوار خیال کئے جاتے ہیں۔ ایک کو جاہلیت اولیں اور دوسرے کو جاہلیت ثانیہ کہتے ہیں پہلی جاہلیت غیر تاریخی زمانوں سے شروع ہو کر پانچویں صدی تک ختم ہو جاتی ہے اسے جاہلیت اولیں کہتے ہیں اور دوسری جاہلیت ہے جس کی شاعری پر عربوں نے غر کیا ہے پر انیسویں صدی کا کوئی ادبی نمونہ موجود نہیں ہے۔

دوسرا دور جسے جاہلیت ثانیہ کہتے ہیں یہ سن پچاس سے لے کر 609 تک گنا جاتا ہے اور اس دور میں فنون لطیفہ کا خاصا بڑا ذخیرہ عربوں کے ہاں موجود ہے جو بصرہ اور کوفہ کے علماء نے عہد اسلام میں مرتب کیا تھا۔

بیٹی عربوں کو اپنے حافظے پر بڑا ناز تھا۔ اور لکھا غیب میں داخل تھا۔ یہی سبب ہے کہ عقد میں شہرائے جاہلیت کا کام اور علوم عرب علم کا کثیر حصہ تلف ہو گیا ہے اس لئے کہ وہ تحریر میں نہ لایا گیا تھا۔ اس عہد کے علوم اور فنون مثلاً شاعری، لفظ ضرب الامثال اور قومی انسانے خطابت سرسایہ تحریر تھے ان کے علاوہ دیگر علوم میں جغرافیہ علم نجوم علم انساب طب کہادت قال اور تعبیر خواب کے علاوہ جانوروں کی آواز اور پرواز کے شکلوں کے علوم سے بھی خوب آگاہی رکھتے تھے لیکن شاعری کو یہ سب سے زیادہ ہر دل عزیز خیال کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ آج بھی عرب شاعری میں کمال رکھتے ہیں اور یہاں بغداد میں ہفتے کے کچھ دن مقرر کئے ہوئے ہیں جن کے دوران دریائے دجلہ کے کنارے شاعر جمع ہوتے ہیں اور اپنا کام پیش کرتے ہیں ان محنت لوگ انہیں سننے کے لیے وہاں جمع ہو جاتے ہیں۔ میں اسٹعلیل اور امراہیم اکثر وہاں جاتے ہیں۔

دوسرا اجتماع بغداد میں مناظرہ کا ہوتا ہے۔ یہ بھی بہت بڑا اجتماع ہے اس کی تفصیل میں تمہیں بتاتا ہوں۔ بیٹی! جب تک اسلام جزیرہ عرب میں محدود رہا ہے۔ عقائد میں کسی قسم کا نزاع پیدا نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ اسلام ایک عملی مذہب ہے اور اس کے ارکان محدود ہیں اور

ایمان تو حید نماز روزہ حج اور زکوٰۃ کے مسائل قرآن اور احادیث سے اخذ کر کے ایک دستور العمل بنا دیا تھا۔ جس کا نام تہجد ہے۔ عموماً مسلمان بغیر کسی شک و شبہ کے ارکان خمسہ کے تابع تھے۔

لیکن جب خلافت راشدہ کا دور ختم ہو گیا اور بنو امیہ حکمران ہوئے اور اسلامی حکومت میں پورا عجم مصر، افریقہ اور شام اور کچھ ایرانی رقبے کے علاوہ ہندوستان کی سر زمین بھی داخل ہوئے۔ اس وقت عقائد اور ایمان کے اکثر مسائل میں نقطہ چینی شروع ہوئی جن میں زیادہ تر خدا کی صفات تقاضا و قدر سزا و جزا جیسے مسائل تھے۔ اس نقطہ چینی کی ابتدا عجمیوں نے کی کیونکہ یہ قوم فطرتاً منطقی اور جتنی ہے۔ ان کے علاوہ اس دور جاہلیت سے یہودی اور عیسائی بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ جن کے ہاں کئی کئی خدا تھے۔

چنانچہ ان نو مسلموں اور قدیم مسلمانوں کے درمیان ایک طرح کا عقائد کا تصادم اٹھ کھڑا ہوا۔ سب سے پہلے تو حید اور خداوند مقدس کی شکل و صورت سے متعلق بحث مباحثے اور جتنیں شروع ہوئیں۔ اور بد قسمتی سے انہی جتوں کے زیر تخت مسلمانوں کے دو فرقے سامنے آئے ایک کا نام اشعر یہ اور دوسرے کا نام معتزلہ ہے اشعر یہ کا عقیدہ ہے کہ خدا کے احکامات مصلحت پر مبنی ہیں اور انسان کو اپنے افعال پر قدرت نہیں ہے۔ معتزلہ کا دوسرا نام قدر یہ ہے اور ان کا عقیدہ ہے کہ خدا کی تمام باتیں مصلحت پر مبنی ہیں اور ایک فرد بھی حکمت سے خالی نہیں ہے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ خدا نے انسان کو اپنے افعال کا مختار اور ذمہ دار بنایا ہے۔

یہی آج کل ان فرقوں میں کافی بحث و مباحثہ ہوتا ہے اور ان دو فرقوں کی وجہ دوزیہ فرقتے بھی اٹھ کھڑے ہوئے ہیں ایک کا مقتنہ ہے طبیعت یہ ہے کہ سچ بات وہی ہے کہ جس کو عقل تسلیم کرے اور دوسرا ذیلی فرقہ اس بات کا قائل ہے کہ خدا اور رسولؐ اور آئمہ و جملہ مجتہدین کا ہر قول بلا غدر و جھٹ اور بغیر کسی دلیل و برہان کے قابل تسلیم ہے۔ اس عقلی اور فطری نزاع کی بنا پر بھی تاختم ہونے والے مناظروں اور بحث و مباحثے کا سلسلہ شروع ہے اور یہ سب کچھ اس یونانی فلسفے کی وجہ سے ہے جو مسلمانوں میں داخل ہو چکا ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد عطفیف جب رکا تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے شار یہ نے پوچھ لیا۔

”بابا جب آپ نے خود ہی یونانی فلسفے کا ذکر کر دیا ہے تو کیا آپ یہ بتائیں گے کہ یہ ہے کیا چیز میں خود یونانی ہوں لکھتا پڑھتا بھی جانتی ہوں مجھے اس کی اصلیت سے آگاہی نہیں ہے۔“ اس پر عطفیف نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔ ”یہی بات یہ ہے کہ فلسفے کی ابتداء یونان سے

ہوئی ابتداء میں فلسفے میں وجود و وحدانیت ذات باری اور یگونی عالم پر مضامین لکھے جاتے تھے اور ان پر بحث ہوتی تھی اس دور میں سات بڑے بڑے یونانی فلاسفر پیدا ہوئے جن کے نام پائلس، انکسا، غورس، کسیانس، امبارکلس، فقیہ غورت، ستراط اور افلاطون ہیں۔

اس کے بعد فلسفے کا ایک دوسرا دور شروع ہوتا ہے اس دور میں جو دوسرے بڑے فلاسفر پیدا ہوئے وہ بقراط اور دیمقراطیس وغیرہ ہیں لیکن ایک فلسفی کو یہ سمجھا جاسکتا ہے کیونکہ اسلام کے فلاسفوں نے ان کے متعلق بہت کم لکھا ہے۔

پانچویں اور چھٹی صدی کے یونانی اس سے قائل تھے کہ تمام عالم آپ سے آپ پیدا ہوا گیا ہے اور ختم ہونے والا ہے لیکن جب ستراط افلاطون اور ارسطو کا زمانہ شروع ہوا تو فلسفے کا رنگ بدل گیا۔ کیونکہ ستراط لہیات اور طبیعیات کی بجائے اخلاق کا درس دینا شروع کر دیا تھا اور حکیم افلاطون نے عقل اور نفس کے مسئلے ایجاد کر دیے چنانچہ درس گاہوں میں یہ بھی مضامین پڑھائے جانے لگے لیکن ایک صدی کے بعد ارسطو کے منطق کو مدون کیا اور طبیعیات کو اس نے دلائل سے ثابت کرنا شروع کیا۔ اب ہارون الرشید کے دور میں فلسفے کی کئی کتابیں مسلمانوں کے ہاتھوں چڑھ گئی ہیں بڑے بڑے کتب خانے بن گئے ہیں اور فلسفے کی انہی کتابوں کی وجہ سے مسلمانوں کے اعداء عجیب و غریب روایات و رسومات داخل ہونا شروع ہو چکی ہیں۔ ”یہاں تک کہنے کے بعد عطفیف جب خاموش ہوا تو شار یہ نے پھر اسے مخاطب کیا۔

”بابا! بغداد کی جوڑکیاں مجھ سے ملنے آتی رہی ہیں وہ ہزار افسانے اور الف لیلیٰ کا بڑا ذکر کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اس میں بڑی عمدہ لہجہ اور دلچسپ کہانیاں ہیں یہ ہے کیا چیز!“ جواب میں عطفیف مسکرایا کہنے لگا۔

”یہی ہے ہزار افسانہ وہی مشہور و معروف افسانہ ہے جس کو الف لیلیٰ کہا جاتا ہے۔ میری بیٹی اس کا سبب تالیف یہ ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنی بیوی کو اس کی بد اعمالی کی بنا پر قتل کر کے یہ انتقام کیا تھا کہ روزانہ امراء و وزراء کے خاندان سے ایک دوشیزہ کا انتخاب کر کے اپنے شہستان عیش میں بلاتا تھا اور صبح کو وہ قتل کر دی جاتی تھی جب بکثرت قربانیاں ہو چکی تو ایک وزیر زادی نے نام جس کا شہر زاد تھا اس ظالم بادشاہ کو نکاح کا پیغام دیا۔ بادشاہ نے اس وزیر زادی کی درخواست قبول کر لی اور وزیر زادی کا بادشاہ سے بیاہ ہو گیا اور وہ محل میں داخل کرادی گئی۔ وزیر زادی محل میں جاتے جاتے اپنی چھوٹی بہن کو بھی ساتھ لے گئی جس کا نام دنیا زاد تھا۔

ہے کہ جملہ کہانیاں باہم مربوط ہیں کوئی بے جوڑ نہیں اور اس کتاب کی بڑی صفت یہ ہے کہ اکثر ایرانی افسانوں کے ہیرو کا نام بھی عرب ناموں سے تبدیل کر دیا گیا ہے اور عربی تمدن جلد ماکہ پر غالب ہے لیکن یہ لطف و دلکشی صرف عربی الف لیلیٰ میں ہے تراجم میں یہ ماس معقود اور یہ وہ ناول ہے جس کا عرب و عجم میں جواب تک نہیں ہے۔

الف لیلیٰ کتاب کی اشاعت اٹھارویں صدی کے آغاز میں ہوئی اور سب سے پہلے پروفسر انضوی نے چھ قسطے عربی اور مصری داستانوں کو ان کی زبانی سن کر فرانسیسی میں شائع کئے اس لیے کہ یہ پروفسر خود فرانسیسی تھا اس قسطے کے چھپنے سے فرانس میں اس کی بڑی قدر ہوئی اور یہ انتخاب بڑا پسند کیا گیا اس کے بعد 1830ء میں الف لیلیٰ کا اصل نسخہ مصر میں شائع کیا گیا اور ایک شخص ایڈورڈ نے اس کتاب کا عربی میں ترجمہ کر کے شائع کیا جو ایک تہائی صدی تک یورپ میں بے حد مقبول رہا اور یورپ کی افسانہ نگاری پر اس کا بے حد اثر ہوا۔ اور 1906ء میں اسی شخص نے اس ترجمہ کو اپنی ایڈیٹری سے با اضافہ اور ترمیم کے ساتھ دوبارہ شائع کیا چونکہ پہلے ترجمہ پر یہ اعتراض تھا کہ اس کی زبان قدیم ہے اور بہت سے قسطے بھی ترجمہ میں چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ اسی شخص نے پہلے قابل عرب میں پھر عربی کی تعلیم حاصل کی اس کے بعد مع اپنے کتبہ کے وہ کئی سال تک قاہرہ میں رہا اور عربی کی تحصیل کی اور اس زمانے میں وہ زیادہ تر عربی لباس پہنتا تھا اور عربی میں ہی گفتگو کرتا تھا تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اس نے الف لیلیٰ کا ترجمہ کیا اس کے بعد مسلسل تیس برس کی محنت میں عربی کاغت بھی مرتب کیا تھا۔

انگریزی اور فرانسیسی کے بعد ایک شخص ہمبر نے الف لیلیٰ کا جرمنی میں ترجمہ کیا اس ترجمہ کے لیے شیخ عبدالرحمن شرکادی کا نسخہ استعمال کیا گیا۔

اس کے بعد 1814ء میں ایشیا لک سوسائٹی کلکتہ نے ایک عربی نسخہ چار جلدوں میں شائع کیا اس کا اصل ایک قلمی نسخہ تھا جس کو ایک شخص فرزند مصر سے لایا تھا۔ الف لیلیٰ کے مقبول عام سلسلوں میں ایک فرانسیسی ترجمہ ہے جو 16 جلدوں میں ہے۔ 1899ء میں پیرس سے شائع ہوا یہ نسخہ حواشی سے خالی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی نسخے ہیں جن کا تلفظ کھوں میں چرچہ اور استعمال رہا ہے۔

اردو میں منشی عبدالکریم کا ترجمہ سب سے اچھا ہے یہ ترجمہ 1847ء میں کھنڈو سے شائع ہوا تھا لیکن اس میں خامی یہ ہے کہ یہ انگریزی الف لیلیٰ کا خلاصہ ہے۔“
عمریغ شاید حریدہ کچھ کہتا چاہتا تھا یہاں تک کہتے کہتے وہ رک گیا اس لیے کہ کمرے

کہتے ہیں نصف شب کے بعد شہر زار نے اپنی بہن کی فرمائش پر اسے ایک دلچسپ کہانی سنائی شروع کی جو صبح تک ختم نہ ہو سکی یہ بھی کہتے ہیں بادشاہ کو وہ کہانی پسند آئی۔ لہذا شہر زار قتل ہونے سے فغانگد اور بادشاہ نے حکم دیا کہ اگلی شب کو وہی داستان شروع کی جائے۔ چنانچہ اس طریقہ سے شہر زار نے تین سو کہانیاں سنائیں جو ایک ہزار ایک راتوں میں ختم ہوئیں اسی بنا پر ان کہانیوں کی جو کتاب شروع میں مرتب شروع ہوئی وہ الف لیلیٰ و لیلیٰ کے نام سے تھی بعد میں اسے الف لیلیٰ ہی کہنے لگے۔

شروع میں اس کا اصل نسخہ فارسی زبان میں تھا جس میں ایک ہزار قسطے تھے اور خدا جانے یہ افسانے کتنی راتوں میں ختم ہوئے ہوں گے الف لیلیٰ مشرقی تصنیفات میں سب سے زیادہ اہم اور مقبول خیال کی جاتی ہے۔

الف لیلیٰ میں جس قدر کہانیاں ہیں ان کی نسبت مشہور ہے یہ سب ایرانی ہیں ایک عرب مورخ کا بھی یہی قول ہے لیکن یہ دعویٰ کرنا کہ پوری کتاب میں ایرانی قسطے ہیں صحیح نہیں ہیں۔ محققانہ فیصلہ یہ ہے کہ الف لیلیٰ میں ایشیائی ممالک میں سے ایران ہندوستان اور چین وغیرہ کی کہانیاں بھی موجود ہیں جو ان اقدام کے حالات سے بھی مطابق ہیں اور جس قدر عربی تمدن اور معاشرت ہے وہ عہد ہارون الرشید کی یادگار ہے۔ الف لیلیٰ میں میری بنی چار قسم کی کہانیاں ہیں۔

پہلی قسم کی کہانیوں میں جنوں کے متعلق عجیب و غریب قسطے تہہ سمندر میں ان کے مکانات اور ان کی لڑکیوں کی شادی انسانوں کے بادشاہ سے ہونا۔ دیو پریوں اور بھوت اور شیاطین کے افسانے اور مانی گیری کے جال میں ایک لونے کا پھنسا مہر توڑنے پر ایک جن کا سودا ہونا وغیرہ وغیرہ ہیں۔

دوسری قسم کی کہانیاں عجائبات طلسم جادو اور سیر و سیاحت سے متعلق ہیں تیسری قسم میں ایسی حکایتیں ہیں جو تاریخ سے قریب تر ہیں لیکن تاریخ نہیں ہیں۔ مثلاً ہارون الرشید کا جیس بدل کر جعفر برکی اور اپنے غلام سرور کے ہمراہ راتوں کو بغداد کی گلیوں میں گشت کرنا اور نئی باتوں کا پتہ لگانا ہے۔

چوتھی قسم کی کہانیوں میں شاعرانہ ظریفانہ قسطے اور حسن و عشق کی چاشنی کی داستانیں ہیں۔ قسم اول کی حکایات کا یونانیوں سے تعلق نہیں ہے یہ ہندوستان اور عرب کی پیداوار ہیں قسم دوم میں ایران چین ہندوستان ہائل اور یونان کی مشترکہ کہانیاں ہیں قسم سوئم اور چہارم کی کہانیوں میں ایرانی اور عربی میں جو نہایت پر لطف ہیں پوری کتاب میں یہ انتظام کیا گیا

کے دروازے پر سلاوا نمودار ہوئی تھی اور وہ اس عطریف کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”ہااا! دروازے پر ایک شخص کھڑا ہے وہ آپ سے ملنا چاہتا ہے اپنا نام ابو خضنا بتا رہا ہے۔“ عطریف اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا اشاریہ اور برصومہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”دونوں ماں بیٹی ذرا ساتھ والے کمرے میں چلے جاؤ۔“ خود وہ سلاوا کے ساتھ باہر نکلا باہر ایک شخص کھڑا تھا اسے پکڑ کر عطریف دیوان خانے میں لایا دونوں آنے سانسے بیٹھ گئے پھر ابو خضنا نام کے اس شخص کو مخاطب کرتے ہوئے عطریف بول اٹھا۔

”میرے بھائی! کیا بات ہے تم مجھے کچھ پریشان اور اداس لگتے ہو کیا کوئی حادثہ ہو گیا یا کوئی برا معاملہ ہو گیا ہے۔“ جواب میں اس شخص نے جس کا نام ابو خضنا بتایا گیا تھا تھوڑی دیر تک گردن جھکائے رکھی پھر کہنے لگا۔

”عطریف میرے بھائی! تیرا میرا دوستانہ بڑا پرانا ہے میں کچھ زیادہ ہی امیدیں لے کر تمہارے پاس آیا ہوں بس یوں جانو میں ایک مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔“ عطریف نے تسلی دی حوصلہ دیا کہنے لگا۔

”تم کہو تو ہوا کیا ہے اگر میرے بس میں ہوا تو اس سلسلے میں تمہاری مدد میں ضرور کروں گا۔“ اس پر ابو خضنا نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

”تم جانتے ہو میں نجاری کے پیشے میں کمال رکھتا ہوں شاعی مفتی ابراہیم موسلی نے مجھے اپنے محل میں کام پر لگایا لکڑی کا کام تھا اور اس نے میرے ساتھ معاہدہ کیا کہ میں اس کے گھر میں کام کرتا ہوں جب کام مکمل ہو جائے گا تو پوری ادائیگی کروں گا اس کے گھر میں کافی کام تھا پورا ایک ماہ اس کے محل میں لکڑی کا کام کرتا رہا ایک ماہ اور چند دن میں سارا کام مکمل کر دیا بعد میں جب میں نے معاوضہ مانگا تو پہلے پس و پیش کرتا رہا میں نے بڑی منت سماجت کی لیکن وہ پھٹکا نہیں آخر میرے بار بار جانے کے بعد اس نے کل معاوضہ دینے سے انکار کر دیا ساتھ ہی دھمکی دی کہ اب میں پھر اگر اس کے پاس اپنا معاوضہ طلب کرنے کے لیے گیا تو میری گردن کاٹ دی جائے گی۔“

اب بولو کیا کروں غریب آدمی ہوں تم جانتے ہو نجاری کا کام کرتا ہوں تو اپنے بچوں کا پیٹ پانا ہوں اور جھپیں یہ بھی خبر ہے کہ میرے گھر کے افراد بھی کافی ہیں میں نے پورا ایک ماہ جو اس کے پاس کام کیا اگر مجھے معاوضہ نہ ملا تو سوچتا ہوں گھر کے اخراجات کیسے اور کس طرح پورے کروں گا اس سلسلے میں بہت سے لوگوں سے ملا اور سب کا کہنا ہے کہ ابراہیم موسلی نہ صرف یہ کہ خلیفہ ہارون الرشید بلکہ خاندان براء کا پسندیدہ ہے سب کا کہنا ہے کہ

اگر اس سے میرا معاوضہ کوئی دلا سکتا ہے تو وہ اسماعیل بن قاسم ہے اب میرے بھائی میں تمہارے پاس اسی غرض سے آیا ہوں کہ اسماعیل بن قاسم سے میری سفارش کرو کہ وہ میرا معاوضہ ابراہیم موسلی سے لے دے۔“ یہاں تک کہنے کے بعد ابو خضنا تھوڑی دیر خاموش رہا کچھ سوچا پھر وہ کہہ رہا تھا۔

”بھائی یقین جانو گھر کے اخراجات بڑی مشکل سے چلا رہا ہوں۔ اگر یہی حالت رہی تو گھر میں قحط سالی کا ساں برپا ہو جائے گا۔ تم جانتے ہو ابراہیم موسلی بغداد کے چند امیر ترین لوگوں میں سے ایک ہے لیکن بڑا حریص اور لا لچی ہے میں نے بڑی محنت سے ایک ماہ چند دن اس کے پاس لکڑی کا بہترین کام کیا ہے اور میرے کام کو اس نے سراہا بھی تھا اور اس کی تعریف بھی کی اس کے باوجود وہ میرا معاوضہ دینے سے انکار کر رہا ہے۔“ ابو خضنا جب خاموش ہوا تب عطریف نے کچھ سوچا پھر کہا۔

”ابو خضنا میرے عزیز بھائی زیادہ فکر مند اور پریشان مت ہو اگر تمہارا معاوضہ ابراہیم موسلی سے اسماعیل بن قاسم دلا سکتا ہے تو یاد رکھنا تمہارا معاوضہ جھپیں ضرور ملے گا۔ تم ایسا کرو بالکل مطمئن ہو کر گھر چلے جاؤ آج رات کے کھانے پر میں اسماعیل سے بات کروں گا اور مجھے امید ہے کہ وہ تمہارا کام کرنے پر آمادہ ہو جائے گا میں کوشش کروں گا کہ آج شام کے کھانے کے بعد میں ابراہیم موسلی کے پاس اسماعیل کو لے کر جاؤں۔ اسماعیل کے ذریعے اسے مجبور کروں گا کہ وہ تمہارے معاوضے کی ادائیگی کرنے پر تیار ہو جائے۔“

تم اپنے معاوضے کا سارا حساب کتاب ایک کاغذ پر لکھ کر مجھے دے دو کہ ابراہیم موسلی سے وہ رقم حاصل کی جائے۔ ذرا رکو میں آتا ہوں۔“ اس کے ساتھ ہی عطریف اٹھ کر دوسرے کمرے میں گیا۔ اور کاغذ اور قلم و دوات اس کے سامنے لا رکھا۔ ابو خضنا نے کاغذ پر حساب بنا کر عطریف کے حوالے کر دیا اس پر عطریف نے اپنے لباس میں سے چند کے ٹٹالے دے اس کی منی میں دیتے ہوئے کہنے لگا۔

”بھائی! فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے جھوٹی سی یہ رقم اپنے پاس رکھو یہ تمہارے چند دن کے اخراجات پورے کر دے گی اس کے بعد ابراہیم موسلی سے تمہاری رقم بھی مل جائے گی اب تم جاؤ اور میرے خداوند نے چاہا تو تمہارے معاوضہ کی رقم میں خود تمہارے گھر پہنچاؤں گا۔“

ابو خضنا نے دعا یہ انداز میں اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے کچھ دیر تک عطریف کے حق میں دعائیں دیتا رہا پھر اجازت لے کر اٹھا اور وہاں سے چلا گیا۔

ابراہیم تعلیم یافتہ بھی ہے لیکن موسیقی سے شغف ہے لہذا اسی فن میں کمال حاصل کیا۔
مورخ ابن خلکان کا قول ہے کہ ابراہیم کے زمانے میں کوئی شخص رانگیوں کے ایجاد اور
جاننے میں اس کا مد مقابل نہ تھا۔

موسل اور اس کے علاوہ ابراہیم نے دوسرے مختلف شہروں میں بھی تعلیم پائی اور موسیقی
میں قدیم استاد سیاط کا شاگرد تھا۔ یہ سیاط کہہ کر رہنے والا تھا بنو خرواہ سے اس کا تعلق تھا یہ
کسی کا نظام تھا قدیم ایرانی موسیقی کا استاد تھا۔ یہ ساز پر زور زور سے ضربیں لگاتا تھا اسی وجہ
سے اس کا نام سیاط پر کیا یعنی کوڑے مارنے والا۔

فن میں کمال حاصل کرنے کے بعد ابراہیم پہلی مرتبہ عباسی خلیفہ منصور کے دربار میں
حاضر ہوا منصور نے گانا سنا اور اسے خلعت عطا کرنے کے ساتھ ساتھ ہزار درہم بھی انعام
کے طور پر دیئے یہ پہلا عطیہ تھا جو عباسی دربار سے اس مفتی کو ملا ابراہیم نے یہ رقم اپنی تعلیم پر
خرچہ کی اس کے بعد ہارون الرشید وغیرہ سے لاکھوں درہم انعام میں پائے اور امیر کبیر ہو
گیا ہے۔

اس کا دار چہی خانہ ہمیشہ گرم رہتا ہے اس لیے کہ یہ کھانے پینے کا بڑا شوقین ہے خلیفہ
ہارون الرشید کے ہاں سے اسے دس ہزار درہم ماہوار ملتے ہیں۔ یہ اس وقت خوب گاتا ہے
جب بغداد کا ایک غویہ بھانے والا زئیرل اس کے ساتھ غویہ بجاتا ہے۔ اس وقت گاتے ہوئے
یہ ایک طرح سے مست ہے خود بھی ہو جاتا ہے۔

خلیفہ بغداد کے ہاں ابراہیم کے علاوہ دو اور بھی بڑے مفتی ہیں جو ابراہیم کے پائے کے
ہیں۔ ان میں سے ایک ابن جاسح اور دوسرا ابن عمرز ہیں۔

کہتے ہیں ایک بار ہارون الرشید نے اپنے ایک مشیر سے پوچھا کہ مفتی ابن جاسح کے حق
میں تم کیا کہتے ہو۔

وہ کہنے لگا کہ شہد کا کیا پوچھتا ہے۔ جب تجھے منہ میٹھا ہو جاتا ہے۔ ابن جاسح تو شہد کا
ایک منگیترہ ہے پھر پوچھا ابراہیم موسیقی کی نسبت کیا رائے ہے جواب دیا وہ ایک جمن ہے
جس میں ہر رنگ کے پھول چمکتے ہیں۔ اور خوشبو میں مہک رہی ہیں اس کے علاوہ خلیفہ نے
سوال کیا۔ ابن عمرز کے بارے میں کیا خیال ہے اس نے عرض کیا۔ امیر المومنین اس کی یہ
شان ہے جو شخص جو مرہ چاہتا ہو اس سے لے لے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ انسان کے دل
میں سے ڈوب کر نکلا ہو دریافت کر آیا ہو کہ اسے کیا چیز پسند ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد
مطریف کا پھر کہنے لگا۔

اس کے جانے کے بعد شاد یہ اور رویان پھر دیوان خانہ میں آکر بیٹھ گئی اس موقع پر
رویان نے مطریف کو مخاطب کیا۔

”یہ ابو خنسا کیلئے آیا تھا۔“ اس پر ابو خنسا کے ساتھ ہونے والی گفتگو کی تفصیل شاد یہ
اور رویان سے کہہ دی تھی۔ مطریف جب خاموش ہوا تو بڑے جنس آمیز اعزاز میں شاد یہ
نے اسے مخاطب کیا۔

”بابا یہ ابراہیم موسیقی بھی کیا جانتا ہے اور اس غریب کا معاوضہ کیوں ادا نہیں کرتا کیا یہ
سلطنت کا کوئی سرکردہ آدمی ہے۔ جو کسی کا دھاؤ بھی برداشت نہیں کرتا۔“ جواب میں
مطریف مسکرایا کہنے لگا۔

”جیسے تیرا اعزاز درست ہے ابراہیم موسیقی شادی مفتی ہے جہاں یہ ہارون الرشید کا
پسندیدہ گویا ہے وہاں خاندان براء کہہ کے ہاں یہ بڑا ہر دل عزیز ہے خصوصیات کے ساتھ جعفر
برکی ابراہیم موسیقی پر جان چمکتا ہے میرے خیال میں یہ جعفر برکی کی وجہ سے لوگوں سے
اس قسم کا رویہ رکھتا ہے اور اسی بنا پر اس نے بنجار ابو خنسا کا معاوضہ دینے سے انکار کر دیا ہے
بڑا حریف اور دلچسپ انسان ہے اس کے علاوہ ہا اثر بھی ہے۔“

”بابا اگر سرکردہ ہے خلیفہ کا پسندیدہ ہے لیکن براء کہہ میں بھی ہر دل عزیز ہے تو کہیں یہ
اسٹیل سے الجھ نہ پڑے اور اسٹیل بن قاسم کو نقصان پہنچانے کا باعث بن جائے۔“ یہ الفاظ
شاد یہ نے بڑی پریشانی اور فکر مند کی میں ادا کئے تھے۔ جواب میں مطریف مسکرایا کہنے لگا۔
”جی تو فکر مند نہ ہو ایسا کوئی معاملہ درپیش نہیں ہو گا مجھے امید ہے کہ اسٹیل بن قاسم
مفتی ابراہیم موسیقی سے ابو خنسا کی رقم اس کا معاوضہ دلانے میں کامیاب ہو جائے گا۔“
مطریف کے خاموش ہونے پر شاد یہ پھر بول پڑی۔

”بابا! ذرا اس مفتی ابراہیم موسیقی کی تفصیل تو سنا نہیں ہے کیا چیز تاکہ مجھے پتہ چلے کہ اس
کی ہر دل عزیزی کیسی ہے اور یہ کہیں اسٹیل بن قاسم کے لیے امدادیوں کا باعث تو نہیں بن
سکتا۔“ مطریف نے کچھ سوچا پھر شاد یہ کے کہنے پر وہ دوبارہ بول اٹھا۔

”جی یہ خلیفہ ہارون الرشید کا مانا ہوا مفتی ہے خلیفہ اس کی بڑی قدر و قیمت کرتا ہے پورا
نام ابو اسحق ابراہیم بن یحیٰ ہے اس کا باپ یحیٰ بنو امیہ کے دور میں بھاگ کر کوئٹہ جا کے
آباد ہو گیا تھا اسی جگہ ابراہیم کی ولادت ہوئی۔

یہ ابھی 2 سال کا تھا جب جیم ہو گیا ماں نے ہر دوش کی عہد طفلی موسل میں گزرا اور
وہیں سے اور اسی شہر میں گائے کی تربیت حاصل ہوئی۔

نشاط انگیز ہوگی۔

ابراہیم کی طبیعت کو جب سکون ہوا تو کھانے کی دعوت دی مگر شیخ نے کہا بھوک نہیں ہے۔ پھر میں نے کہا۔ ساغر کا دور چلے جواب دیا تہااری خوشی پر منحصر ہے۔
الفرض ابراہیم نے ایک پیالہ اسے دیا وہ پی گیا۔ سرور میں آکر وہ شیخ بولا کہ ابو اسحاق اب مجھے تم وہ گفٹ راگ سناؤ جس کی بدولت تم مقبول خاص و عام ہو۔ اس کے بعد میں تمہیں اپنا گانا سناؤں گا۔

اس فرمائش پر ابراہیم کو غصہ آ گیا اس بات پر کہ وہ امیر المومنین کا مفتی ہے اور یہ کہ اس باطلے سے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس پر حکومت کرے اور اسے گانے کے لیے کہے اور اس کے سامنے موسیقی کا دھڑی کرے۔

لیکن ابراہیم نے ضبط کیا اور عود اٹھا کر بجانا شروع کیا۔ ایک راگ سنایا کہ بوڑھے نے گردن ہلا کر کہا۔ واہ میاں ابراہیم کیا خوب گارے ہو۔

ابراہیم کو اس تعریف پر بھی غصہ آ گیا کیونکہ شیخ نے اس کا نام ادب سے نہیں لیا تھا۔ ابراہیم طبیعت پر جبر کر کے گاتا رہا اور سوچ سمجھ کر ہر راگ ادا کیا کیونکہ اس کے بعد آنے والے شیخ کا نمبر تھا۔ جب ابراہیم گا چکا تو اس کی بڑی تعریف کی اور کہا کہ اب اپنے خادم کو اجازت دیجئے کہ وہ بھی کچھ سنائے ابراہیم نے جب اجازت دی تو آنے والے شیخ نے عود بجانا شروع کیا۔

ابراہیم کا کہنا ہے کہ خدا گواہ ہے کہ جب شیخ گا رہا تھا اسے محسوس ہوا کہ گویا عود عربی بول رہا ہے اور اس کے گھر کی دیواریں اس کے ساتھ ہم نوا ہیں اس شیخ کے گانے پر ابراہیم بھی آپے میں نہ رہا نہ کچھ بول سکا نہ جواب دے سکا اس کے بعد اس شیخ نے کچھ اشعار سنائے جس سے ابراہیم کے رہے سہے اوسال بھی جاتے رہے۔

جب گانا ہو چکا تو شیخ نے کہا۔ ابراہیم اس راگ کا نام یا خودی ہے جو میں نے تجھے گا کر سنایا ہے تو اس کو خود بھی گایا کر اور اپنی کینزوں کو بھی سکھا دو۔

ابراہیم کی دلی خواہش تھی کہ وہ دوبارہ اس راگ کو گائے لیکن اس نے انکار کیا پھر لاکھ ایک اٹھا اور اس کی نظروں سے غائب ہو گیا۔

ابراہیم کا کہنا ہے کہ وہ کھوار لے کر اٹھا بس دروازے بند تھے۔ دربانوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آج تو کوئی غیر گھر میں داخل ہوا ہی نہیں اسی تردد میں تھا کہ آواز آئی۔

ابو القحقم خوف زدہ نہ ہو آج تہاارا مدیم و طیس طعون اٹیس تھا کہتے ہیں کہ ابراہیم

اس ابراہیم موسیقی کے متعلق ایک عجیب و غریب داستان اور حکایت بھی موجود ہے۔ جو اس نے خود ہی بیان کی۔ میری بیٹی میں تمہیں پہلے بتا دوں کہ اسلام سے قبل عہد جاہلیت میں عرب جن، شیطانوں اور بھوت پریت کے قائل تھے اور اس زمانے میں یہ خیال تھا کہ جن بعض علوم میں انسانوں کی رہبری کرتے ہیں اور جب وہ کسی پر مہربان ہو جاتے ہیں تو ان کو نفع بھی پہنچاتے ہیں۔

ایک مشہور مفتی اسمعی کا بیان ہے کہ بعد اوس رات کے وقت مجھے ایک جن ملا اور اس نے مجھے شعراء مقدمن میں ایک قصیدے کی فرمائش کی چنانچہ میں نے وہ قصیدہ اسے سنایا۔ جن نے خوش ہو کر مجھے ایک حلی نقدی کی دی۔ اسی قسم کی ایک روایت ابراہیم نے بھی اپنے ساتھ منسلک کر رکھی ہے اور اس کا کہنا ہے کہ خود شیطان نے آکر مجھ سے گفتگو کی اور مجھے ایک آہنگ سکھایا جس کا نام اس نے کھن ماخوری رکھا ہوا ہے۔ اس شیطان کے آنے کی تفصیل ابراہیم نے کچھ اس طرح بیان کی تھی۔

وہ کہتا ہے کہ ایک دن میں نے امیر المومنین سے درخواست کی کہ جو کی تعطیل مرحمت ہو تو میں اپنے اہل و عیال کی صحبت سے دل بہلاؤں۔

کہتے ہیں ابراہیم کی اس درخواست پر خلیفہ ہارون الرشید نے اسے جو کی تعطیل دے دی ابراہیم گھر پہنچ کر بزم طرب سجانے میں مصروف ہو گیا اور دربانوں کو اس نے سختی سے تم دیا کہ خبردار کوئی غیر احمد نہ آنے پائے۔

اس انتظام کے بعد ابراہیم کہتا ہے کہ وہ اپنے کمرے میں گیا اور اپنی بیویوں کے پاس بیٹھ گیا۔ کینزیں اہتمام میں مصروف تھیں چند ہی ساتھی گزریں کہ اچانک ایک بزرگ تشریف لائے چہرہ پر جلال تھا۔ موزہ کھین اور جب پہننے ہوئے تھاسر پر ٹوپی تھی اور چاندی کا ایک عصا ہاتھ میں تھا اس کے آتے ہی سارا گھر خوشبو سے مہک اٹھا تھا۔

ابراہیم کا کہنا ہے کہ اس شخص کو دیکھتے ہی اسے غصہ آ گیا کہ وہ کیوں بلا اجازت اندر آ گیا لیکن جب آنے والے شخص نے اسے ادب سے سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب دیا اور بیٹھنے کی اجازت دے دی۔

آنے والے شخص نے لطف صحبت کے لئے عربوں اور ان کی شاعری کا تذکرہ چھیڑا اور ایسی فصیح و بلیغ تقریر کی کہ ابراہیم کا غصہ جاتا رہا۔

اس کی اس گفتگو سے ابراہیم کا کہنا ہے کہ یہ سمجھنے لگا کہ یہ شخص بڑا ادیب و عظیم ہے اور دربانوں نے محض اس خیال سے اسے آنے کی اجازت دے دی ہو گی کہ اس کی صحبت

کامیابی کی نکال رکھی ہے۔ یہ کہ تم کو ایک راہی سکتا ہوں یہ چند شعر بچی برکی کو میرے لہجے میں سنانا چنانچہ جب وہ اشعار میں یاد کر چکا تو کہا کہ اس وقت بچی برکی کے در دولت پر حاضر ہو یہ ایسا وقت ہے کہ اس کے پاس کافی لوگ جمع ہوتے ہیں جب اس کا دربار شروع ہوتا ہے پہلے پہنچ کر اپنے آنے کی اطلاع کرنا جب بچی کا سامنا ہوا اور آنے کا سبب پوچھے تو کہنا فقط سلام کی غرض سے حاضر ہوا ہوں پھر ہاتوں ہاتوں میں میرا مال بیان کرنا اس کے بعد یہ کہنا آج میرے استاد ابراہیم موصلی نے مجھ کو ایک نیا راگ سکھایا ہے اور وہ اس قابل ہے کہ حضور کی کسی کینز کو سکھایا جائے۔

چونکہ بچی نئی نئی راگنیوں کا از حد شائقین ہے وہ فوراً کینز کو بلائے گا اور تجھے حکم دے گا کہ اسی وقت یہ راہی اس کی کینز کو سکھا دو چنانچہ ابراہیم نے وہ چند اشعار اس شاگرد کو یاد کرا دیئے اور کہنے لگا بچی برکی کو میرے لہجے میں یہ اشعار سنانا چنانچہ جب وہ اشعار یاد کر چکا تو اسی وقت بچی برکی کے دربار پر حاضر ہوا اور تھوڑی دیر تک دربار گنگے والا ہو گا۔ لہذا سب سے پہلے پہنچ کر اپنی اطلاع کرنا اور جب سامنا ہوا اور آنے کا سبب پوچھے تو جو کچھ میں نے سکھایا ہے وہ یہاں ہی کرنا۔

چنانچہ اپنے استاد ابراہیم کی ہدایت کے مطابق اس کا شاگرد بچی برکی کے در دولت پر حاضر ہوا اور وہ تمام واقعات پیش آئے جیسا کہ ابراہیم نے کہا تھا۔ جب وہ کینز کو تعلیم دے چکا تو بچی نے اس سے پوچھا کہ تم گھر جانا چاہو گے یا میرے ہاں رہنا چاہتے ہو۔ اس پر ابراہیم کے اس شاگرد نے وعدے کر غرض کیا کہ میں جانا چاہتا ہوں تب بچی نے ایک غلام کو حکم دیا کہ دس ہزار درہم ابراہیم کے اس شاگرد کو دے دو ایک لاکھ درہم ابراہیم کے مکان پر بھیج دو تاکہ وہ مذکورہ زمین خرید لے۔

وہ شاگرد ابراہیم کو رقم دے کر گھر چلا گیا اور خوش خوشی دن گزارنے لگا دوسرے دن صبح کو ابراہیم کی خدمت میں ابراہیم کا وہ شاگرد پھر حاضر ہوا وہ سوچ رہا تھا کہ ابراہیم وزیر کے اس بڑی رقم دینے کے بعد خوش و خرم ہو گا دیکھا تو ابراہیم کو پھر پہلی حالت میں پایا۔ اس نے بڑی کوشش کی کہ اس کا استاد ہاتوں میں منے بولے مگر وہ خوش نہ ہوا پھر اس کے شاگرد نے بڑھچکا کہ جو عطیہ وزیر نے دیا ہے وہ تو آپ کے پاس پہنچ چکا ہے۔ پھر اب کیا پریشانی ہے اس رقم سے باسانی آپ زمین کا وہ بکڑا خرید سکتے ہیں۔

اس پر لاٹھی اور حلیں ابراہیم کہنے لگا نہیں میرا مقصد پورا نہیں ہوا کیونکہ وہ روپیہ تو پہنچ چکا لیکن وہ میں نے اپنے ذاتی خزانے میں داخل کر دیا ہے اور میں جیسا پہلے تھا دیا ہی اب

لاحول پڑھتا ہوا واپس اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا۔“ یہاں تک کہنے کے بعد عطر لطف رکا اور کہنے لگا۔

”بھئی یہ تو اس کی وہ حکایت اور کہانی ہے جو وہ لوگوں کو کہتا ہے۔ یہ ہے تو خلیفہ کا منی لیکن اجتہاد درجہ کا حریص اجتہاد درجہ کا لاٹھی کو بوجھ رکھنے والا انسان ہے اس کے لالچ کی ایک داستان بھی میں تجھے سنانا ہوں۔

میری بچی! خلیفہ ہارون الرشید کے جس قدر منی ہیں وہ سب وزیر جعفر برکی اور اس کے باپ کی مغللوں میں بھی شریک ہوتے ہیں۔ لیکن جن گانے والوں کو بر ملکوں سے ہاتھ دے دیتے ہیں۔ ان میں ابراہیم اور اس کا بیٹا اسحاق بھی شامل ہیں۔

ابراہیم بے حد دولت مند ہے لیکن مرتا مر جائے گا حرص نہیں چھوڑے گا اور بری ترکیبوں اور حیلے بہانوں سے اس نے ایک بہت بڑا خزانہ جمع کیا ہوا ہے اور اس کے روپیہ جمع کرنے کا اندازہ کچھ اس طرح کا تھا۔

ایک دن صبح کے وقت ابراہیم کا ایک شاگرد اس کے مکان پر گیا اس نے ابراہیم کے دربان سے پوچھا کہ استاد کس کام میں مصروف ہے۔

اس پر دربان کہنے لگا اندر ہے جاؤ تمہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا جب ابراہیم کا وہ شاگرد ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے دیکھا کہ ابراہیم تنہا بیٹھا ہوا تھا اور جام و صراحی سامنے تھے لیکن اس پر استغراق کا عالم تھا۔

شاگرد نے پوچھا اس حالت کا کیا سبب ہے تو ابراہیم کہنے لگا صبح سے شکر ہوں وجہ یہ ہے کہ میرے مکان کے قریب ایک زمین فروخت ہونے والی ہے جس کی مجھے ایک عرصہ سے ضرورت ہے لیکن قیمت اس کی ایک لاکھ درہم ہے۔

شاگرد کہنے لگا۔ ایک لاکھ قیمت ہونا تردد کا سبب نہیں ہے اور نہ ہی ہونا چاہئے کیونکہ خداوند کریم نے اپنی مہربانی سے آپ کو زمین کی قیمت سے کہیں زیادہ نواز رکھا ہے۔ آپ کو اس قدر دولت و ثروت دے رکھی ہے کہ اس جیسی زمین سے کئی گنا زیادہ زمین خرید سکتے ہیں۔ اس پر ابراہیم کہنے لگا یہ تو سچ ہے لیکن میرا دل گوارا نہیں کرتا کہ جو رقم میں نے جمع کر رکھی ہے اس سے نکال کر باہر خرچ کر دوں۔ شاگرد کہنے لگا۔ پھر کیا تدبیر آپ نے سوچی ہے۔ کیونکہ امیر المومنین ہارون الرشید سے بھی امید نہیں کہ وہ اتنی بڑی رقم آپ کو عطا کر دے۔

ابراہیم نے کچھ سوچا پھر اپنے شاگرد سے کہا۔ تم اس کی فکر نہ کرو میں نے ایک تدبیر

بھی ہوں۔ اس کا شاگرد بڑا متعجب ہوا اور پوچھا کہ استاد اب کیا ہوگا۔

تب اس نے اپنے شاگرد سے کہا میں تمہیں ایک نئی راہی سکھاتا ہوں یہ کل والی راہی سے بھی بڑھ کر ہے شاگرد نے جب وہ راہی سنی تو اس کا کہنا ہے حقیقت میں وہ ایک نئی چیز تھی جب اس کا وہ شاگرد راہی یاد کر چکا تو ابراہیم موسلی کہنے لگا کہ آج تو فضل برکی کے ہاں جاؤ اس لیے کہ اپنے بیٹے کی ولادت کی خوشی میں فضل ایک تقریب کرنے والا ہے جس پر یہ جلسہ خاص ہوگا۔ جب فضل سے ملاقات ہو تو میرا قصہ اور بھئی برکی کی فیاضی کا حال کہہ دینا۔ پھر اس راہی کا ذکر کرنا جو تمہیں آج سکھائی ہے۔

اس شاگرد کا کہنا ہے جیسا ابراہیم نے کہا تھا میں نے ویسا ہی جا کے فضل برکی سے کہہ دیا فضل نے ابراہیم کا حال سنا اور ابراہیم کی سنجوئی پر اسے لعنت لگات کر ابراہیم کی جدید راہیوں کا وہ شیدابھی تھا۔ اپنی ایک کنیز کو بلا کر میرے سپرد کیا میں نے تعلیم شروع کر دی ہنوز پورے طور سے کنیز کو سکھانے کا وقت تھا تو فضل جوش مسرت سے کہنے لگا۔ تو اور تیرا استاد دونوں کامل ہیں اور خوش ہو کر حکم دیا کہ میں ہزار درہم شاگرد کو اور دو لاکھ درہم ابراہیم کو دے دیتے جائیں۔

شاگرد کا کہنا ہے وہ ابراہیم کو دو لاکھ کی رقم دینے کے بعد اپنی رقم لے کر اپنے گھر چلا گیا۔ اور اگلے روز صبح کو اپنے استاد یعنی ابراہیم موسلی کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ پھر پہلے جیسا اس افسردہ اور حیران و ریشان تھا۔ کہتے ہیں شاگرد کو بھگیا کہ دو لاکھ کا عطیہ جو فضل برکی نے بھیجا تھا وہ بھی ابراہیم موسلی نے اپنے ذاتی خزانے میں ڈال دیا ہوگا اور اب کسی اور سے رقم بنورنے کے پتھر میں ہوگا کہتے ہیں اس موقع پر ابراہیم کے شاگرد نے کہا کہ جس شخص کو ایسی دولت بے دریغ ملے پھر بھی وہ اپنے نفس پر جبر کرے اس سے زیادہ بد نصیب اور کیا ہو سکتا ہے۔

کہتے ہیں کچھ وقفے کے بعد ابراہیم نے اپنے اس شاگرد کو ایک اور راہی سکھائی جو گزشتہ دونوں سے بھی زیادہ دلکش تھی اور حکم دیا کہ آج جعفر برکی کے ہاں جاؤ اور میرے حالات بیان کرو۔

چنانچہ ابراہیم موسلی کا وہ شاگرد جعفر برکی کے ہاں پہنچا پہلے کی طرح اس کی کنیز کو وہ راہی یاد کرائی۔ وہ اشعار ابراہیم کی لے میں سن کر جعفر خوش ہوا اور رخصت کے وقت تین ہزار درہم شاگرد کو اور تین لاکھ درہم ابراہیم موسلی کے لیے بھجوائے۔

شاگرد تین لاکھ کی رقم وے کر گھر چلا گیا۔ شاگرد کا کہنا ہے جب اگلے روز وہ اپنے استاد

ابراہیم موسلی کے ہاں گیا تو وہ نہایت خوش تھا شاگرد کے پوچھنے پر اس نے عینے کے نیچے سے ایک دستاویز نکال کر اپنے شاگرد کو دکھائی وہ دستاویز اسی زمین کی خرید و فروخت کی تھی جو زمین ابراہیم حاصل کرنا چاہتا تھا اس زمین کو خریدنے والا بھئی برکی اور بیٹے والا بغداد کا ایک ہاشمہ تھا۔ اور ان دستاویزات کے ساتھ ایک رقم بھی تھا جس میں لکھا تھا۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اگر تمام دنیا کی دولت ابراہیم کو مل جائے تب بھی وہ زمین نہیں خریدے گا اس لیے میں اپنے داموں سے خرید کر زمین ابراہیم موسلی کے نام کر رہا ہوں۔ اس طرح گویا تین بجوں سے اتنی بڑی رقم حاصل کرنے کے باوجود ابراہیم نے انتہائی سنجوئی حرص و لالچ کا مظاہرہ کیا وہ زمین نہیں خریدی آخر تک آ کر بھئی برکی نے اپنے پاس سے رقم دے کر اور وہ بیکہ خرید کر ابراہیم موسلی کے نام کر دی۔ کہتے ہیں اس موقع پر ابراہیم نے اپنے شاگرد کے نام جس کا حقائق تھا مخاطب کر کے کہا خارق! دنیا میں ایسے ہی لوگوں کے ساتھ معاشرت کرنا چاہئے اور دیکھو ایسی معاشرت کے نتیجے میں ساٹھ ہزار درہم تجھے ملے اور چھ لاکھ نقد اور چھ لاکھ کی جائیداد مجھے ملی حالانکہ میں نے اپنے گھر سے ایک قدم بھی باہر نہیں نکالا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عطرین رکا پھر کہنے لگا۔

"بہناتمیں یہ حالات سنانے سے مقصد یہ ہے کہ ابراہیم موسلی کس قدر حرص لالچی اور کنجوس ہے اس نے اپنا ایک ذاتی خزانہ بنا رکھا ہے جس کے اندر اس نے دولت زیورات کے انبار لگا رکھے ہیں کوئی اسے پوچھتا نہیں ہے اس لئے کہ وہ برکی وزیروں کے علاوہ خلیفہ بارون الرشید کا بھی چچا اور ہر دل عزیز ہے۔" عطرین خاموش ہو گیا کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر کسی قدر فکر مند کی اور پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے شام یہ کہنے لگی۔

"بابا! آپ نے جو حالات سنائے ہیں انہوں نے مجھے اور زیادہ فکر مند اور پریشان کر دیا ہے بابا! تو آپ جانتے ہیں کہ اسلعل بن قاسم ہمارے محسن اور ہمارے مری ہیں میرے بھائی کی ایک نہیں بلکہ ایک سے زیادہ موقع پر حفاظت کی میری جان میری عزت میری آبرو کا تحفظ کیا اب اگر ابراہیم موسلی خلیفہ کے علاوہ وزیروں کی نظر میں اس قدر ہر دل عزیز اور پسندیدہ ہے اور آپ کا بھار دوست جس نے ابراہیم موسلی سے رقم موصول کرنی ہے وہ بھی اس میں اسلعل بن قاسم کو لارہا ہے کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ ابراہیم موسلی خلیفہ یا برکی ان سے شکایت کر دے اور وہ امیر اسلعل کو کوئی گزند پہنچانے کی کوشش کریں۔" جواب میں عطرین تھوڑی دیر خاموش رہا کچھ سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔

"بہناتمیں فکر مند اور پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ایسی کوئی بات نہیں

اسطیل بن قاسم اکیلا نہیں ہے یاد رکھنا اس کے پیچھے عربوں کی ایک خاصی بڑی جماعت ہے جو حکومتی کاروبار میں شامل ہے برکی اور ان کے دیگر ایرانی ہمنوا عربوں کے خلاف ایک ہڈ بنا چکے ہیں۔ اس کے باوجود عربوں کی اپنی جگہ ایک اہمیت ہے گو سلطنت اور حکومت کے کاروبار پر برکیوں اور ایرانیوں کا مکمل طور پر قبضہ ہے لیکن لشکر میں زیادہ سالار اور لشکر عرب ہیں لہذا ان کی اپنی جگہ ایک علیحدہ اہمیت اور ضرورت ہے۔ اس بناء پر میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ابراہیم موسلی کو اسطیل کے کہنے پر میرے نبار دوست کی رقم واپس کرنا ہوگی اگر نہیں کرے گا تو لشکر کے اندر جو عربوں کے سالاروں کا گروہ ہے یا لشکر کے اندر جو عرب عسکری ہیں وہ مکمل طور پر اسطیل بن قاسم کا ساتھ دیں گے اس موقع پر میں یہ بھی کہوں کہ اگر ابراہیم موسلی خلیفہ کے علاوہ برکی وزیروں کی نگاہ میں ہر دل عزیز ہے تو ایک بات یاد رکھنا گو برکی وزیروں اسطیل بن قاسم کے خلاف ہیں جہاں تک خلیفہ کا تعلق ہے تو وہ اسطیل بن قاسم کو اپنے بیٹوں جیسا خیال کرتا ہے اور اپنے سالاروں میں سب سے زیادہ اسے اہمیت دیتا ہے لہذا ابراہیم کو ہر صورت میں ہمارے دوست نبار کی رقم واپس کرنا ہوگی اور اس سلسلے میں میری بیٹی میں نہیں یقین دلا دوں کہ وہ کتنا بھی زور لگالے اسطیل بن قاسم کے خلاف کوئی کارروائی کرانے میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔“ عطریف کے اس جواب میں شاریہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ میں اس لمحہ کمرے کے دروازے پر سدا نمودار ہوئی تھی اور شاریہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”آہی! آج کھانے پینے کا کوئی اہتمام نہیں کرنا۔“ اس پر شاریہ فوراً کھڑی ہو گئی روایان نے بھی اٹھنا چاہا تو شاریہ کہنے لگی۔

”اماں آپ بٹھی رہیں۔ میں اور سدا دونوں مل کر سارا کام نٹالیں گی۔“ اس کے ساتھ ہی شاریہ اور سدا دونوں حویلی کے اس حصے کی طرف چلی گئی تھیں جس میں اسطیل بن قاسم کی رہائش تھی اس لیے کہ مطبخ اسی طرف تھا۔

ایسی روز شام کا کھانا کھانے کے بعد سب لوگ اکٹھے دیوان خانے میں بیٹھے ہوئے تھے جب عطریف نے اپنے نبار دوست کی رقم کی تفصیل جو اس نے ابراہیم سے لی تھی اسطیل بن قاسم سے کہی ساتھ ہی اس سے یہ بھی استعدا کی کہ اس کے دوست کا کہنا ہے کہ ابراہیم موسلی سے رقم صرف اسطیل بن قاسم ہی دلا سکتا ہے۔ ساری تفصیل سننے کے بعد اسطیل بن قاسم کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر عطریف کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ہا ہا تمہارے نبار دوست کو پتہ ہونا چاہئے تھا کہ ابراہیم موسلی انتہا کا حریص اور لامبلی انسان ہے ایسے شخص کے ہاں کام کرنا ہی نہیں چاہئے اور اگر اس نے کیا ہی تھا تو روز کے روز اس سے اپنی اجرت لے لیتا تو بہتر تھا مجھے اس کا حساب بتاؤ میں ابراہیم موسلی سے اس کی رقم لے دوں گا۔“ عطریف نے اپنے لباس کے اندر سے وہ کاغذ نکالا جس پر اس کے دوست نبار نے حساب بنا کر دیا تھا وہ کاغذ اس نے اسطیل کو سدا دیا اسطیل تھوڑی دیر تک غور سے کاغذ پر لکھے حساب کو دیکھتا رہا پھر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور عطریف سے کہنے لگا۔

”ہا ہا! آپ میرے ساتھ چلیں دونوں ابراہیم موسلی کے ہاں چلتے ہیں اور آپ کے دوست کی رقم اس سے لے کر دیتے ہیں۔“ اسطیل کے کھڑا ہونے پر پریشانی اور فکر مندی ظاہر کرتے ہوئے شاریہ بھی اپنی جگہ کھڑی ہوئی اور اسطیل کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”امیر یہ ابراہیم موسلی کوئی جوانی کارروائی تو نہیں کرے گا اور اس سارے کام میں کسی حکمران اور مجھ کو کا خطرہ تو نہیں؟“ اسطیل مسکرایا اور کہنے لگا۔

”ایسی کوئی بات نہیں ہے ابراہیم موسلی شاعر و شفی ہے شاعری کر سکتا ہے لڑائی اور جھگڑے سے گریز کرے گا اور مجھے امید ہے کہ میرے کہنے پر وہ اس نبار کی رقم واپس دے دے گا۔“ اس بار شاریہ نے اسطیل بن قاسم کے چہرے پر بھائی ابراہیم کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”بھائی تم بھی امیر کے ساتھ جاؤ۔“ ابراہیم فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

ب اسطیل نے اسے مخاطب کیا۔
 "امیر ایہم ایک عمار نے جو انتہائی غریب اور تلاش آدی ہے تمہارے ہاں عمار کا ایک ماہ کام کیا اور تم ایسے سنگدل اور حریص انسان ہو سکتے کے باوجود اس کا معاوضہ ادا نہیں کیا یہ انتہا درجہ کی نا انصافی ظلم اور ستم کا معاملہ ہے۔" امیر ایہم نے کانڈ دیکھا پھر کہنے لگا۔

"ٹھیک ہے اس عمار نے میرے ہاں کام کیا پورا ایک ماہ بلکہ اس سے کچھ زیادہ دن کام کیا لیکن میں اس کو اس کا معاوضہ نہیں دوں گا اس لئے کہ معاوضہ طلب کرنے کا اس کا لہجہ بڑا اکڑ اور گستاخانہ تھا جب وہ کام کی تکمیل کر چکا تو میں نے اس سے کہا کہ میں چند دنوں بعد اس کا معاوضہ ادا کر دوں گا لیکن وہ بار بار میرے پاس پھر لگانے لگا اور ایسے اعزاز میں منگھو کرنے لگا جیسے میں صدیوں سے اس کا مقروض ہوں اس بنا پر اس کی گستاخی اور اکڑ پن کو دیکھتے ہوئے میں نے اس کا معاوضہ دینے سے انکار کر دیا۔" اسطیل کے چہرے پر غصے اور نفی کے آثار نمودار ہوئے تھے تاہم وہ ضبط کر گیا دوبارہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔
 "چلو اس وقت اس کے سامنے انکار کر دیا کہ اس کا لہجہ اکڑ تھا لیکن میں تو تمہارے ساتھ نرمی سے منگھو کر رہا ہوں اس کا معاوضہ اس کی اجرت میں عطریف کو دوں گا یہ اس کے گھر اس کو پہنچا دے گا۔" امیر ایہم موصلی اکڑ گیا کہنے لگا۔

"نہیں امین قاسم میں ایسے شخص کو اس کی اجرت ہرگز ادا نہیں کروں گا۔" اسطیل بن قاسم کا بھی لہجہ بدل گیا کہنے لگا۔

"امیر ایہم اس کا معاوضہ تو تمہیں ہر صورت میں ادا کرنا ہو گا نہ کرو گے تو امین میمون نقصان اٹھاؤ گے۔" امیر ایہم موصلی نے بڑے غور سے اسطیل کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"امین قاسم میں تمہاری عزت تمہارا احترام کرتا ہوں اپنی حدود سے باہر نہ نکلو میرے رتبے میرے مقام کو ذہن میں رکھتے ہوئے میرے ساتھ منگھو کرو اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم اس عمار کی رقم مجھ سے موصول کر لو گے تو یہ تمہاری خام خیالی ہے میرا نام امیر ایہم موصلی ہے میں وہ شخص ہوں جسے سننے کے لیے خلیفہ ہی نہیں سارے برکی وزیر بھی ترستے ہیں اور....."
 امیر ایہم موصلی اپنی بات مکمل نہ کر سکا اس لیے کہ رنج میں غصے کا اظہار کرتے ہوئے اسطیل بول اٹھا۔

"امیر ایہم اپنے لیے آتش عمار اتنی ہی گرم کرو جتنی برداشت کر سکو نہ تم برق سے تیز کام ہو نہ روشنی سے زیادہ خرام نہ تم خط لاہوت کے مسافر ہو اور نہ رویت و سماعت سے ماوراء نہ تم مخاطب و کام کی پابندیوں سے آزاد ہو اور نہ فہم و دانش کے امین ہو نہ کوئی معجزہ طرہ

"آپ ٹھیک کہتی ہے۔ میں بھی آپ کے ساتھ چلا ہوں۔" اسطیل نے ہاتھ کے اشارے سے اسے پیٹنے کے لیے کہا اور کہنے لگا۔
 "تمہیں ساتھ جانے کی ضرورت نہیں ہے میں اور عطریف امیر ایہم سے رقم لے لیں گے۔" اس موقع پر اسطیل کا ہاں قاسم اس کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھا۔
 "بچے زیادہ دیر نہ لگانا جلدی لوٹ آنا۔" اس کے ساتھ ہی اسطیل اور عطریف دونوں حویلی سے نکل گئے تھے۔

اسطیل اور عطریف دونوں جب امیر ایہم موصلی کی شاد ار اور محل نما حویلی میں داخل ہوئے تو اندر بجلی بجلی سر میں کسی کے گانے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں آواز یقیناً امیر ایہم موصلی کی تھی امیر ایہم موصلی نے جواچی حویلی پر دربان رکھا ہوا تھا وہ اسطیل کے قریب آیا اسطیل کو بڑی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے تعظیم دی کہنے لگا۔

"آپ میرے آقا سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"تمہارا کہنا درست ہے۔ میں ایک نزع کے بارے میں امیر ایہم موصلی سے ملنا چاہتا ہوں۔" اس پر دربان فوراً بول اٹھا۔

"امیر یہ وقت میرے آقا کی ریاضت کا ہے اور کسی کو اس سے ملنے کی اجازت نہیں ہے میں آپ کو روک نہیں سکتا۔" اس پر اسطیل مسکرایا عطریف کے ساتھ اس کمرے کی طرف گیا جس سے گانے کی آوازیں آ رہی تھیں وہ دونوں اس کمرے کے دروازے پر پہنچے انہوں نے دیکھا اندر امیر ایہم موصلی ساز بجاتے ہوئے کوئی غزلاپ رہا تھا جو نبی اس نے دروازے پر اسطیل اور عطریف کو دیکھا اس نے گانا بند کر دیا ہاتھ میں پکڑا ہوا ساز ایک طرف رکھا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا خوش کن اعزاز میں اسطیل کا استقبال کیا اور ایک نشست پر بیٹھنے کے لیے کہا اسطیل اور عطریف آگے بڑھ کر اس نشست پر بیٹھ گئے ساتھ ہی امیر ایہم موصلی نے اسطیل بن قاسم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا شروع کیا۔

"امیر آج میری حویلی میں کیسے آنا ہوا یقیناً کوئی غیر معمولی بات ہے۔" اس پر اسطیل نے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"امیر ایہم تمہارا اعزازہ درست ہے واقعی کوئی غیر معمولی بات ہے۔" پھر اسطیل نے اپنے لباس کے اندر سے ایک کانڈ نکالا اور اس کی طرف بڑھا جاتے ہوئے کہنے لگا۔

"ذرا اس کانڈ کو دیکھو۔" امیر ایہم موصلی نے وہ کانڈ لے لیا کانڈ پر گھسی تحریر دیکھنے لگا تھا

شخصیت ہو نہ خود کو کھو جے ایسے انسان ہو جس کے سامنے علم دم بخود اور حکمت سرگرم ہو جائے نہ تم ایسی طاقت و قوت رکھتے ہو کہ تمہارے کہنے پر ظلمتوں میں صبح لہرائے۔ ابراہیم میں ابھی تک تمہارے ساتھ زری سے گفتگو کر رہا ہوں میں انسان کو خنجر کی بازو شمشیر کی چھٹی نوک پر رکھنے کا ہنر بھی جانتا ہوں میرے ساتھ شاعر بن کر نہیں انسان بن کر گفتگو کر دو اور اس گفتگو کے دوران اپنے دامن میں اتہامات و الزامات، لا علاج تعصب ہرزہ سرائی اور توہین و تحقیر سینے کی کوشش نہ کرنا اگر اپنی زبان کو اپنے مضمون میں نہیں رکھو گے تو پچھتاؤ گے بات کو زیادہ نہ بڑھانا۔ مجھے اپنے لیے دوستی سامہیان اور نیکی سیاد آور رفاقت سامعگار ہارش کی ہستی سازم چڑیوں کے گیتوں پھولوں کی سکرانہٹ سا بے غرض، محبت کے وجدان اور سایہ دار درخت سا آسودہ حال ہی رہنے دینا ورنہ تبار کی رقم بھی دو گے اور اپنے رویے پر پچھتاؤ گے بھی ابراہیم موصلی! میں نیکی اور بدی میں امتیاز کرنا جانتا ہوں سیدھی طرح اس کا نقد جو بڑے حساب لکھا ہوا ہے اس کے مطابق تبار کی رقم میرے حوالے کر دو ورنہ پچھتاؤ گے۔“ ابراہیم پھر اڑ دکھاتے ہوئے کہنے لگا۔

”دیکھو آج بہت سے لوگ مجھے سننے کے لیے آ رہے ہیں ان کی آمد کا وقت ہو چکا ہے تم بات کو بڑھا رہے ہو وہ لوگ جب آجائیں گے تو تمہارے رویے کی وجہ سے یہاں فساد کھڑا ہو جائے گا۔“

جو میری طرف ندری کرنے والے ہیں جو لوگ میرے ہم نوا ہیں میں نے انہیں ایک آواز دی تو یاد رکھنا ابن قاسم تبار کی رقم وصول کرنا تو بہت دور کی بات تم اپنی جان بچانے کی خاطر منہ چھپاتے ہوئے یہاں سے چلے جانے کو ترجیح دو گے۔“ اسطیل نشست پر ہانگ پر ہانگ چڑھا کر بیٹھ گیا پھر خضر کا اٹھار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”اپنے کسی دربان کو بھیجو ان لوگوں کو بلا کر لائے جو تمہارے ہم نوا تمہارے ہمدرد ہیں اور جن کے پکارے جانے پر مجھے جان کا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے میں یہاں بیٹھا ہوں اور جب تک ان لوگوں کو نہیں بلایا جاتا میں یہاں سے اٹھنے کا نہیں۔“ ابراہیم موصلی نے کچھ سوچا پھر کسی کو آواز دی ایک شخص بھاگا ہوا اندر آیا اس کے کان میں کچھ کہا جسے سننے ہی وہ باہر چلا گیا جبکہ ابراہیم موصلی جب دوبارہ اپنی جگہ پر آیا تب اسے دیکھتے ہوئے ایک دم اسطیل اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا پھر جھٹکے کے ساتھ اس نے تھوڑے نیام کی ابراہیم کی طرف بڑھا ابراہیم کاٹنے لڑنے لگا تھا چہرہ اس کا پیلا ہو گیا تھا۔ بے پناہ غصے کا اٹھار کرتے ہوئے اسطیل دھاڑا یہ جو نقد تم نے ہاتھ میں پکڑ رکھا ہے جس پر تبار کی رقم لکھی ہوئی ہے اس سے دوگنی

رقم لے کر یہاں میرے پاس آؤ ورنہ یاد رکھنا تمہارے رقم تمسکداروں کی آمد سے پہلے پہلے تھری گردن کاٹ کر رکھ دوں گا۔“ ابراہیم موصلی واقعی سہم گیا تھا بری طرح کاٹنے لگا تھا پھر جب اپنے سامنے اسطیل نے تھوڑا لہرائی تو وہ ایک طرف چل دیا ایک صندوق کھولا اس میں سے رقم نکالی اسطیل کو قصادی اسطیل نے رقم مٹی کہنے لگا۔

”یہ رقم اجرت کے برابر ہے میں نے تمہیں کیا تھا اجرت سے دوگنی رقم نکالو یہ تمہارے دادیے کی سزا ہے جلدی کرو تم جھکے ہوئے ہو تمہارے جھکاؤ پر ہی میں تھوڑا گراؤں گا اور تمہیں دو حصوں میں ہاٹ دوں گا۔“ ابراہیم موصلی کے ہاتھ لرز کا پ رہے تھے جتنی رقم پہلے نکالی تھی اتنی رقم مزید نکال کر اسطیل کے حوالے کر دی پھر اس صندوق کو بند کر دیا چہرہ غصے میں لال سرخ ہو رہا تھا اسطیل مسکرا رہا تھا ساری نقدی اسطیل نے صلیف کو قصادی پھر جس جگہ سے اٹھا تھا وہیں بیٹھ گیا جبکہ لرزے کاٹنے غصے کا اٹھار کے خنجر آٹھکوں سے اسطیل کی طرف دیکھتے ہوئے ابراہیم موصلی سامنے کی نشست پر ہو بیٹھا تھا۔

چند ہی لمحوں بعد اس کمرے میں شای جلاو ابو ہاشم سرور عربوں کا سرکردہ اور امیر المومنین کا بہتر بن عزم زراہ، بغداد شہر کا رئیس اور سرکردہ جعفر عبداللہ ہاشمی ایک اور بغدادی رئیس محمد بن لیث، خلیفہ ہارون الرشید کا حاجب دویم فضل بن ربیع ہارون الرشید کے محافظ دھنوں کا سالار اعلیٰ بن محمد بن المین اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ اس کمرے میں داخل ہوئے کمرے میں داخل ہوتے ہی شای جلاو ابو ہاشم سرور نے ٹھکے اور گلے کرنے کے بعد اعزاز میں اسطیل بن قاسم کو مخاطب کیا ابن قاسم ہم تو تم سے لئے تمہاری حویلی گئے تھے وہاں سے بڑے چلا کر تم کی ابراہیم کام کے سلسلے میں ابراہیم موصلی کی طرف آئے ہو تو ہم ادھر ہی چلے آئے ہیں کیا معاملہ ہے۔“ اس پر جو معاملہ ہوا تھا صلیف نے تفصیل سے کہہ دیا تھا آنے والے سب پابند یگی کے اٹھار میں ابراہیم موصلی کی طرف دیکھ رہے تھے قبل اس کے کوئی رد عمل کا اٹھار کرتا مین اسی لمحہ ہارون الرشید کا وزیر جعفر برکی اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا کچھ دیر وہ عجیب سے اعزاز میں اسطیل بن قاسم کی طرف دیکھا رہا خالی نشستوں پر اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھ گیا پھر ابراہیم موصلی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابراہیم کیا معاملہ ہے کون تمہارے ساتھ جو روجہ کا مظاہرہ کر رہا ہے۔“ اس پر ابراہیم نے منہ بدورنے کے اعزاز میں پوری تفصیل کہہ دی تھی جعفر غصہ میں آگیا تھا چہرہ سرخ ہو گیا تھا پھر اسطیل بن قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ابن قاسم! تم زیادتی کر رہے ہو جس طرح تم نے تھوڑے نیام کر کے معاملہ طے کیا

ہے اس طرح تو کواہیں چل جاتی ہیں گردنیں کٹ جاتی ہیں۔“ اسطیل بن قاسم جعفر برکی کی اس گفتگو کا جواب دینے ہی والا تھا کہ شاعی جلاد ابو ہاشم سرور غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”جعفر اپنے حواس میں رہو وزیر ضرور ہو خدا بننے کی کوشش نہ کرو۔“ جعفر نے کہا جانے والے اعزاز میں ابو ہاشم سرور کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”ابو ہاشم تم ایک معمولی جلاد ہو اپنی اوقات میں رہو میرے ایک اشارے پر تمہاری گردن کٹ سکتی ہے۔“ ابو ہاشم سرور طحیہ اعزاز میں مسکرایا کہنے لگا۔

”جعفر برکی لکھ رکھو کہ میری اور تم دونوں میں سے کسی ایک کی گردن ضرور کٹے گی اور وقت کی آنکھ دیکھے گی آسمان کا فیصلہ بتائے گا کہ گردن تیری کٹتی ہے یا میری تو میری گردن کاٹا ہے یا میں تیری گردن کاٹتا ہوں رہا سوال ابراہیم موسلی سے معاملہ طے کرنے کا تو جو کچھ ابن قاسم نے کیا ہے یہی درست ہے یہی انصاف کا تقاضہ ہے اگر تمہیں اس انصاف میں کوئی شک ہو تو جاؤ امیر المومنین ہارون الرشید سے اس کی شکایت کرو۔“ جعفر کی چھاتی تن گئی کہنے لگا۔

”شکایت تو میں ضرور کروں گا اور جب میں شکایت کروں گا تو ابن قاسم یاد رکھنا میری شکایت کے بعد تم گھر میں نہیں زعمان میں رہو گے۔“ اس بار ہارون الرشید کے محافظ دستوں کا سالار ہرمزہ بن المین آگے بڑھا۔

”یاد رہے کہ یہی وہی ہرمزہ بن المین ہے جو ہارون الرشید کے بعد ماموں رشید کے دور میں لشکروں کا سالار اعلیٰ بنا تھا۔“ چند قدم آگے بڑھ کر ہرمزہ بن المین جعفر برکی کو مخاطب کر کے کچھ کہتا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی بے پنا غصے اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے اسطیل بن قاسم کہنے لگا۔

”جعفر برکی اپنی حدود کو تم پھلانگنے کی کوشش نہ کرو تم کتنے شجاع جرات مند ہو یہ میں بھی جانتا ہوں اور تم بھی۔ سارے دوست احباب یہاں بیٹھے ہوئے ہیں ذرا اپنی کواہ بے نیام کرو میں بھی اپنی کواہ نکالوں ہوں دونوں ٹکراتے ہیں پھر دیکھتے ہیں کہ تیری کواہ میری گردن کاٹتی ہے یا میری کواہ تیری گردن کو ناپتی ہوئی تجھے لہوا کرتی ہے اگر تو صبح ستون میں جرات مند ہے تو آٹھ اس وقت میرے ساتھ بیچ زنی کا مقابلہ کرو اور پھر اپنی آنکھوں سے فیصلہ دیکھ لو کہ کس کی گردن کاٹا ہے اور اگر تو بزدل ہے تو پھر اپنی جگہ پر بیٹھا رہو۔“ جعفر شرمسار سا ہو گیا تھا۔ کچھ کہہ نہ سکا کچھ دیر خاموش طاری رہی پھر اپنی بھٹ مٹانے کے لیے

جعفر برکی کہہ رہا تھا۔

”ابن قاسم تم اپنی حدود اپنے مقام اپنے مرتبے سے باہر ہو کر گفتگو کر رہے ہو شاید تم بھول گئے کہ تمہارا مخاطب سلطنت بغداد کا وزیر ہے اور وزیر بھی جعفر برکی، ابن قاسم اپنے ذہن میں یہ بات بٹھا لو کہ برکی وہ خاندان ہے جس کی بات آج تک خلیفہ ہارون الرشید نے مانی ہی نہیں۔“ جعفر جب خاموش ہوا تو اس کے ان الفاظ کا جواب اسطیل بن قاسم دینا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی ہارون الرشید کا عدم زراہ جعفر کو مخاطب کرتے ہوئے نکلی اور کسی قدر ناراضگی کے اظہار میں کہنے لگا۔

”ابن نجی اپنے برکی ہونے پر اتنا گھمنڈ نہ کرو اپنے وزیر ہونے پر بھی نہ اتراؤ کہ یہ عارضی منصب ہے یاد رکھنا کبھی تیرے بطن سے نور چراٹھ کھڑا ہوتا ہے کبھی خاموشی سے نئے نفوس سے پھوٹ پڑتے ہیں کبھی کبھی انسان اپنی ہی گمات اپنی ہی چال چلے ہوئے اپنے ہی پاؤں میں گراں زنجیریں پہننے پر مجبور ہو جاتا ہے کبھی کبھی انسان کے اپنے دلائل براہین آدھی اور زلوٹوں کی قہرمانیاں بن جاتے ہیں۔“

جعفر برکی میں جانتا ہوں کہ بغداد شہر میں رہتے ہوئے تم ایرانیوں اور عربوں کے درمیان تفریق نفرت اور تعصب پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہو ظالم ہماری سر زمینوں میں عربوں ہی کا کھاتے ہو اور عربوں ہی کے خلاف بولتے ہو ایسی زندگی پر لعنت ہے جعفر تم توراتوں کی سی گفتگو کرتے ہو یاد رکھنا کبھی کبھی غارت اور ایذا رسانی زندگی کے حادثوں کی عکاسی کے سامنے کھوکھلی تاریکیوں میں تبدیل ہو جاتی ہے تو جو اس قسم کی گفتگو کر رہا ہے تو مجھے لگتا ہے کہ تو وحشیانہ کے نئے میں اٹھا ہوا رہا ہے تو جانتا ہے کس کے سامنے قطع و بید اور تخریب و تلبیس کی گفتگو کر رہا ہے یہ امیر المومنین ہارون الرشید کے سب سے اعلیٰ سالاروں میں سے ایک ہے جعفر برکی اسنے دور نہ جاؤ اپنی حدود کو نہ پھلانگو کہ تمہارے اوپر فتنہ گری شیطانی اور شیطانی سے پر شرین کر برس اپنا دست تصرف اتار داز نہ کرو کہ تمہاری مخالف قوتیں تمہیں تمہارے موروثی تمدن تک سے محروم کر دیں جعفر برکی وزیر ہی رہو۔ خدا بننے کی کوشش نہ کرو اگر تم امیر المومنین ہارون الرشید کے وزیر ہو تو بہت سے لوگ بھی وہاں تک رسائی دیکھتے ہیں وہی بات تمہاری گردن کاٹنے کی تو اس کا فیصلہ تم نے بھی کر دیا ہے کہ اسطیل ابن قاسم نے تمہیں بیچ زنی کے مقابلے کی دعوت دی اور اس دعوت کے جواب میں سب لوگ دیکھتے ہیں تم بھیگی ملی کی طرح اپنی نفست پر بیٹھے رہے اٹھ کر یہ جرات اور جسارت تمہیں کی کہ بیچ زنی کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی وزارت کے منصب کی اتار اور عزت کو

بہال رکھنے کی کوشش کروں۔" یہاں تک کہتے کہتے زرادہ کو روک جانا ہارون الرشید کے محافظ دستوں کو سالار اعلیٰ ہرثمہ بن ابیہن نے پناہ حصہ کا اظہار کرتے ہوئے بول اٹھا۔

"جعفر برکی! وزیر بن کر وزارت کے منصب کو سنبھالنا اور چلانا بڑا آسان ہے لشکروں کا سپہ سالار بن کر دشمن کے ساتھ ٹکرائے کے وقت اپنے لشکر کے آگے رچے ہوئے دشمن کا مقابلہ کرنا بڑا کٹھن اور دشوار ہے جعفر برکی جہد و قربانی اور ایثار کی داستانیں رقم کرتا دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنی لگری قدروں کے عیجان کا تحفہ کرتا اقوام و ملل کی تہذیبی اعتبار کی پاسپانی کرتا کوئی آسان کام نہیں ہے یہ کام وزیر جعفر برکی کر سکتا ہے نہ ابراہیم مصلیٰ۔ یہ کام ملت اور قوم کے مجاہد اور سالار ہی کر سکتے ہیں۔

جعفر برکی ابراہیم مصلیٰ جوی، جینیلی، جعہ اور رس بھری ہواؤں کے گیت تو گا سکتا ہے اشعار کے گلابی گھونوں الماس کے پیلے پتوں کی داستانیں تو سنا سکتا ہے پر میح آذادی کی تمہید نہیں ہامدہ سکتا۔

ارتقا کے جنگلے آفت پر سر داخل کا اظہار نہیں کر سکتا۔ پتھر ملی مسافروں کا مسافر بن کر قوم اور ملت کے وقار کی خاطر دیس کے چراغوں میں اپنا خون نہیں جلا سکتا یہ کام ایک سالار ایک مجاہد ہی کر سکتا ہے جعفر برکی تو نے فاتح ابراہیم مصلیٰ کی طرفداری کی اس لئے کہ اس نے، بے ایمانی، حرص اور لالچ کا اظہار کرتے ہوئے ایک نجات کی اجرت دینے سے انکار کر دیا تھا اور یہ انتہا درجہ کی نا انصافی اور بے مصلحتی ہے جس کا مظاہرہ اس ابراہیم مصلیٰ نے کیا ہم نے اس سے جو رقم لٹی تھی وہ تو کھوار کی نوک پر اسطیل بن قاسم نے وصول کر لی ہے اب جعفر برکی رہ گیا تیرا کام تو بھی ہماری طرف سے پہلے ابھی اور اسی وقت خلیفہ ہارون الرشید کے پاس جا کے ہماری شکایت کر دے ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں اب اس وقت بھی اگر تم مزید کچھ کہنا چاہو تو کہہ دو ورنہ ہم یہاں سے جا رہے ہیں۔" جعفر برکی کی ہمت نہ ہوئی کہ کچھ بولے اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے ابو ہاشم سرور زرادہ محمد بن لیث اور فضل بن ریح اسطیل بن قاسم اور عطریف کو لے کر اس کمرے سے نکل گئے تھے۔

ابراہیم مصلیٰ کی حویلی سے نکلنے کے بعد ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے اسطیل کہنے لگا۔ "میرے بھائیو! میرے ساتھ چلو کہ میں تمہارے کھانے کا اہتمام کروں۔" اس پر جلا دیو ہاشم سرور بول پڑا۔

"لین قاسم تمہارا بہت شکر ہے یہاں ابراہیم مصلیٰ کے ہاں ہی کافی وقت ضائع ہو گیا ہے اب ہم اجازت چاہتے ہیں اپنے اپنے گھروں کو جائیں گے۔" اس کے ساتھ ہی ابو ہاشم

سرور زرادہ محمد بن لیث اور دیگر اپنے اپنے گھروں کی طرف چل دیئے تھے اسطیل بن قاسم اور عطریف دونوں اپنی حویلی کی طرف جا رہے تھے۔

اسطیل بن قاسم اور عطریف جب حویلی میں داخل ہوئے تو دیوان خانے میں اسطیل کا باپ قاسم، بھائی ابراہیم، شاریہ، برسک، عطریف کی بیوی دیوان اسطیل کی بہن سلوا سب بیٹھے شاید ان دونوں کی واپسی کا ہی انتظار کر رہے تھے۔

دونوں جب دیوان خانے کے سامنے بیٹھ گئے تب انتہائی پریشانی اور فکر مندی کا اظہار کرتے ہوئے سب سے پہلے شاریہ نے پوچھا۔

"ابیر جس معاملے کے لیے آپ گئے تھے اس کا کیا ہوا۔" جواب میں جو کچھ وہاں پیش آیا تھا وہ مختصر سے الفاظ میں اسطیل نے بتا دیا سب فکر مند ہو گئے اس موقع پر ابراہیم اپنے بڑے بھائی اسطیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"بھائی آپ نے ابراہیم مصلیٰ سے نجات کی رقم تو دو گنی کر کے لے لی۔ لیکن جعفر کا وہاں پہنچ جانا کسی صلے سے خالی نہیں ہے اور وہ اس معاملے کی شکایت خلیفہ ہارون الرشید سے ضرور کرے گا اب آگے اس کا رد عمل کیا ہوتا ہے اس سے متعلق آپ ہم سب سے بہتر جانتے ہیں۔" جواب میں اسطیل مسکرایا کہنے لگا۔

"آپ لوگ رد عمل کا فکر نہ کریں کچھ نہیں ہو گا دیکھو رات کافی جا رہی ہے اٹھو جا کے آرام کرو۔" اس کے ساتھ ہی اسطیل بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا شاریہ وہاں بیٹھتا جا چکی تھی لیکن اسطیل کے اٹھنے پر اسے بھی مجبوراً اٹھنا پڑا لہذا وہ اپنے بھائی برسک کے ساتھ عطریف اور دیوان کو لے کر حویلی کے دوسرے حصے کی طرف چلی گئی تھی۔

وہاں جا کر چاروں ایک جگہ اکٹھے بیٹھ گئے بڑی فکر مندی میں عطریف کو مخاطب کرتے ہوئے شاریہ کہنے لگی۔

"ہا! اس واقعہ نے مجھے اور بھی پریشان اور فکر مند کر دیا ہے اب جعفر برکی وزیر ہے اس سے آپ دونوں الجھ آئے ہیں بلکہ جھگڑا اور ٹکرائو بھی کر آئے ہیں معاملہ گردن کاٹنے تک جا پہنچا ہے اب جعفر آج رات یا صبح کو اس معاملے کی شکایت خلیفہ سے کرے گا تو اس کا کیا رد عمل ہو گا۔" جواب میں عطریف نے بڑے پیارے انداز میں شاریہ کا سر تھپتھپایا کہنے لگا۔

"بیٹی! تو فکر مند کیوں ہوتی ہے سب ٹھیک ہو جائے گا میں تمہیں یقین دیتا ہوں ایسا کچھ نہیں ہو گا۔" شاریہ نے ایک لمبا سانس لیا اور کہنے لگی۔

"میں ہا! اس طرح مجھے قلبی و ذہنی سکون نہیں ہو گا میں ساری رات پریشانی میں سوچتی

رہوں گی جب تک یہ معاملہ حقیقی معنوں میں خلیفہ ہارون الرشید کے سامنے رفع دفع نہیں ہو جاتا اس وقت تک یوں جاؤ مجھے آسودگی اور چین نصیب نہیں ہو سکتا۔" اس موقع پر ہر سکہ تھوڑی دیر تک بڑی پریشانی سے اپنی بہن شادیہ کو دیکھتا رہا پھر روئے سخن تبدیل کرنے کی خاطر عطف کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ہا ہا! یہ بغداد الف لیلولی شہر کہلاتا ہے یہاں خلیفہ ہارون الرشید کے عجیب و غریب قصے مشہور ہیں دور دراز کے علاقوں میں اور دوسرے شہروں میں بھی خلیفہ ہارون الرشید کے عجیب بدل کر بغداد شہر میں گھومنے اور ٹٹکنے کے قصے مشہور ہیں ان میں سے ایک قصہ ہمیں بھی سنا دیں اس سے ہمارا وقت اچھا گزر جائے گا۔" ہر سکہ وہ شاید یہ چاہتا تھا کہ اس کی بہن شادیہ کا ذہن بٹ جائے اور وہ کسی قدر پرسکون ہو جائے۔ پھر ایک دم ہر سکہ اچانک عطف کے کان کے قریب لے گیا۔

"ہا ہا میں یہ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ بہن کتنی پریشان اور فکر مند ہو رہی ہے اور ساری رات ایسے ہی کاٹ دے گی اسے نہ نیند آئے گی اور نہ سکون ملے گا۔ بڑی حساس ہے کوئی اچھا سا واقعہ سنا دیں اس کا ذہن بٹ جائے گا اور مطمئن و آسودہ ہو جائے گی اور سو سکے گی۔" اتنا کہنے کے بعد ہر سکہ پیچھے ہٹ گیا پھر عطف نے شادیہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"شار یہ میری بچی ہر سکہ کے کہنے پر میں تجھے خلیفہ کا ایک عجیب و غریب واقعہ سنا دوں۔" شار یہ جب مان گئی تب قصے کی ابتدا کرتے ہوئے عطف نے کہا شروع کیا۔

"شار یہ میری بچی! خلفائے عباسیہ کے ابتدائی دور میں رعایا کے حالات سے ہارون الرشید سے بڑھ کے کوئی باخبر نہ تھا بکثرت مرد اور بوڑھی عورتیں اس شہر کے اندر بھڑی اور چاسوی پر مقرر تھیں اور اسراء کے مکانات میں غلامان خاص متعین ہیں جو ان کی ساری خبریں پہنچایا کرتے ہیں باوجود اس اہتمام کے وہ خود بھی اندھیری اور چاندنی راتوں میں ہمیں بدل کر دیکھتا ہے اور غلطی حالات کی تفتیش کرتا ہے۔

الف لیلیٰ میں اس قسم کے متعدد دلچسپ واقعات موجود ہیں انہی واقعات میں سے ایک میں اس وقت جہیں سنا ہوں کہ ہم سب کا وقت اچھا گزر جائے۔

یہاں! بات کچھ یوں ہے کہ رات کا وقت تھا و جلد اپنی معمولی رفتار سے بہہ رہا تھا۔ اندھیرے کی وجہ سے صاف طور پر نہ گھٹا نظر آتا تھا نہ کشتیاں لیکن دجلہ کے کنارے کنارے جو قصر و عمارتیں ہیں۔ ان میں جو شعلیں جل رہی تھیں ان کی روشنی میں دور سے

ایک چھوٹی کشتی نظر آئی جس پر ایک بوڑھا ملاح خاموشی سے سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اس کشتی کے قریب ہی تین اشخاص سوداگروں کے جہیں میں دجلہ کے کنارے کھڑے تھے بظاہر ان میں سے ایک مالک دوسرا مصاحب اور تیسرا غلام معلوم ہوتا تھا چنانچہ مصاحب نے آگے بڑھ کر بوڑھے ملاح کو مخاطب کیا۔

"بزرگ ملاح صبرانی کر کے ہم تینوں کو دجلہ کی سیر کراؤ اور یہ دو دینار تمہارے معاوضہ خدمت کے موجود ہیں ان کو قبول کرو۔"

جواب میں ملاح کہنے لگا۔ "میری مجال نہیں جو آپ کی فرمائش بجالاؤں۔ ہارون الرشید کا معمول ہے کہ وہ شب جس بجرے پر سوار ہو کر نکلتا ہے جس کے ساتھ ایک مناد پکارتا جاتا ہے۔ "خبردار جو کوئی شخص اعلیٰ ہو یا ادنیٰ جو ان ہو یا لڑکا آزاد ہو یا غلام رات کے وقت دجلہ کی سیر کرے گا اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔" ملاح سے مخاطب ہونے والے تینوں دراصل ہارون الرشید جعفر برکی اور جلالہ ہاشم سرور تھے اور ہمیں بدلے ہوئے تھے یہ گفتگو ابھی ہو رہی تھی کہ دور سے ایک بڑی کشتی آتی ہوئی نظر آئی اس میں جبکہ جگہ مشطوں کی روشنی دوری خمی بد کشتی آگے چلی گئی تو مصاحب نے جو دراصل جعفر برکی تھا اس ملاح سے اصرار کیا۔ "میاں اگر دو دینار کم ہیں تو میں اس سے بڑی رقم دینے کے لیے تیار ہوں لیکن تم ہمیں اس کشتی میں لے چلو وہ جو آگے آگے بجرہ گیا ہے۔ تم اس کے پیچھے چلو زیادہ رقم ملنے پر وہ بوڑھا ملاح کشتی کو دور پائے دجلہ میں رات کے وقت لے جانے پر آمادہ ہو گیا کشتی اس نے اس بجرے کے پیچھے لگا دی جو وہاں سے گزرا تھا جب کشتی اس بجرے کے پیچھے گئی تو انہوں نے دیکھا کہ بجرے کا درمیانی حصہ مشطوں سے روشن تھا اس کے وسط میں ایک زرنگار کرسی بھی ہوئی تھی اور اس پر ایک لوجوان سیاہ پوش بیٹھا ہوا تھا دائیں بائیں جھینٹا سو غلام ایستادہ تھے اور ان کے پیچ میں مصاحب تھے۔

اس بجرے کی یہ صورتحال دیکھتے ہوئے ان تین مسافروں میں سے جو دراصل ہارون الرشید تھا اور مالک لگتا تھا اس نے اپنے ساتھی کو مخاطب کر کے پوچھا کیوں صاحب یہ کیا تماشا ہے عجیب سی حالت ہے اس بجرے کی۔ اس پر تین مسافروں میں سے مالک کے جو دو ساتھی تھے ان میں سے ایک ساتھی بول اٹھا۔

"یہ تو حقیقت ہے کہ بجرے میں بیٹھا ہوا شخص خلیفہ ہی معلوم ہوتا ہے۔" جواب میں جو شخص مالک لگتا تھا (یعنی ہارون الرشید) کہنے لگا یہ تمہیں مامون یا امین کی شرارت نہ ہو جواب میں ان ساتھیوں میں سے سرور کہنے لگا حضور صبح فرماتے ہیں خلیفہ ہی معلوم ہوتا

ہے۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر ہارون الرشید بولا اور کہنے لگا بے شک تمام سامان خلافت کا سامان ہے جو شخص سامنے کھڑا ہے وہ بالکل جعفر بن ابی طالب سے اور دوسرا جلا دوسرے اس پر دوسرا مصاحب یعنی سرور بولا۔

”مصاحب کچھ سمجھ نہیں آتا کہ یہ کیا اسرار ہے میری تو عقل گم ہے۔“ ابھی ان تینوں مسافروں کا سلسلہ کلام یہاں تک پہنچا تھا کہ وہ بڑی کشتی جو بجزہ نما بھی بڑی تیزی سے حرکت میں آئی اور نظروں سے اوجھل ہو گئی تب سرور نے ملاح سے پوچھا کیا خلیفہ اسی طرح ہر شب کو دجلہ کی سر کیا کرتا ہے؟ بڑھا ملاح کہنے لگا ہاں چنانچہ ہارون نے ملاح سے کہا کھل تم ہمیں اسی جگہ ملنا جو تم آج تجھے دی گئی ہے اس سے زیادہ تجھے دی جائے گی۔ دوسرے روز بڑھا انعام کے لالچ میں اسی جگہ کشتی لگائے بیٹھا تھا کہ وہ تینوں آسمان پر ہوئے وہ سوداگروں کا لباس پہنے ہوئے تھے کشتی میں آ کے بیٹھ گئے اتفاق کی بات کہ وہ بڑی بجزہ نما کشتی ان کے پاس سے گزرنے لگی تو ہارون الرشید نے ملاح کو اپنی کشتی اس کے پیچھے لگانے کو کہا۔

چنانچہ وہ کشتی اس بجزے کے پیچھے ہوئی۔ اس روز بجزے کی حالت عجیب تھی تقریباً دوسرا غلام مودب کھڑے تھے ملاح کو چونکہ اس روز دینار زیادہ ملے تھے لہذا اس نے کشتی کو خوب تیز چلایا۔ اور کشتی کو بجزے کے پیچھے پیچھے چلاتا چلا گیا چنانچہ چلتے چلتے وہ کشتی ایک باغ کے کنارے پہنچ گئی۔

وہاں غلام مع سواری کے موجود تھے خلیفہ کشتی سے اترے اور پھر ہر سوار کو ہر باغ کی طرف روانہ ہوا۔ ہارون الرشید بھی دونوں کے ساتھ دل کڑا کر کے اس خلیفہ کے پیچھے ہو لیے اور آگے چل کر لشکرچوں نے انہیں دیکھ لیا اور انہیں سمجھ کر غل چھایا تب غلاموں نے انہیں گرفتار کر کے اس خلیفہ کے رویہ و پیش کر دیا۔

بجزے کے اندر سے وہ خلیفہ اتر کر جب باغ میں داخل ہوا تھا ان تینوں سوداگروں کو ان کے سامنے پیش کیا تو اس نے پوچھا تم کون ہو اور یہاں کیوں آئے ہو۔

اس پر ہارون الرشید نے اسے مخاطب کر کے کہا شروع کیا۔

حضور ہماری صافقت نے ہم سے سازش کر کے ہمیں دجلہ کی سر پر آباد کیا۔ اس کی وجہ سے آپ کے خدام نے ہمیں گرفتار کر لیا یہ ہماری خوش نصیبی تھی کہ امیر المومنین کے دیدار سے فیض یاب ہو گئے اب آگے جو قسمت دکھائے۔

اس پر خلیفہ نے کسی قدر خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا شروع کیا۔

اگر آپ لوگ مسافر نہ ہوتے اور کوئی بغدادی ہوتا تو ضرور ضابطہ کے تحت قتل کیا جاتا۔ لیکن اب آپ ہمارے مہمان ہیں اطمینان سے استراحت فرمائیے اور پھر اپنے ایک مصاحب کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

یہ آج ہمارے مہمان ہیں ان کو بھی اپنی بے تکلفی کی صحبت میں شریک کرو اس مصاحب نے انہیں شرکت کی دعوت دی تب وہ تینوں محفل میں شریک ہو گئے تھوڑی دور جا کر انہیں ایک عظیم الشان محل نظر آیا جو شانہ طرز پر آراستہ تھا۔ وہاں پہنچ کر سب لوگ اپنے اپنے فریضے سے بیٹھ گئے اور دسترخوان چٹا گیا جب کھانے سے فراغت ہوئی تو دور شروع ہوا۔ جب ان تینوں سوداگروں کی طرف دور آیا تو پہلے ہارون نے انکار کیا خلیفہ نے اس کی وجہ پوچھی تو جلا دوسرے نے خلیفہ کو مخاطب کر کے کہا حضور ہمارے آقا نے ہمت سے شراب چھوڑ دی ہے۔

لیکن خلیفہ نے مع یاران مجلس خوب پی اور مست ہو کر نشے میں جموئے لگا۔ جب ان لوگوں کو کس قدر تھکے حاصل ہوا تو آپس میں اس مکان کی آرائش اور دیگر سامان و معروف وغیرہ کی تعریف کرنے لگے ہارون الرشید جعفر اور سرور کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ کیا خوب ہوتا کہ یہاں کے حالات کی مجھ پر زیادہ وضاحت ہوتی۔

خلیفہ نے شاید انہیں اس طرح گفتگو کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ دریافت کیا کہ آپ لوگ کن خیالات میں ہیں۔

اس پر سرور کہنے لگا ہمارا مالک اس وقت حضور کی خوش انتظامی اور سامان و آرائش دیکھ کر کرمو ہو رہا ہے اور مجھ سے اس کی تعریف کر رہا ہے۔

اس پر وہ خلیفہ خوش ہوا اور کہنے لگا آپ لوگوں کے نزدیک کسی چیز کی کمی ہے اس بار وزیر جعفر کہنے لگا۔ ہماری کیا مجال ہم کسی کا ذکر کریں تمام سامان ہمیشہ مہیا ہے۔ یہ جواب سن کر وہ خلیفہ پھر بولا ہمیں نہیں بلا تکلف جس چیز میں آپ کی دیکھیں اس کی اطلاع دیں۔

اس پر جلا دوسرے بولا۔

”ہمارے مالک کا خیال ہے کہ شراب بے نفع محض تو ضعیف الادوات ہے۔“ خلیفہ یہ سن کر مکرگیا اور فوراً ہی دستک دی جس کے ساتھ ہی دروازہ کھلا اور اس سے ایک غلام نکلا اور اس نے ایک ہاتھی دانت کی مرصع کرسی لا کر بچھائی اس کے بعد ایک نہایت خوبصورت کینز آئی۔ اور کرسی پر بیٹھ کر طور بھانا شروع کیا چنانچہ اس نے چوبیس دھنیں بجائیں جس کی ہر ہر

ہارون غصے میں کہنے لگا۔ مجھے قسم ہے تربت عباس کی جب تک اس داغ کا حال معلوم نہ کر لوں گا اس وقت تک تسکین نہ ہوگی۔

لفظ تربت عباس اس زور سے نکالا کہ خلیفہ چونک پڑا اور اس نے مسرور کی طرف دیکھ کر کسی قدر خوف زدہ آواز میں دریافت کیا۔ کیا بات ہے اس پر مسرور کہنے لگا۔

کچھ نہیں معمولی باتیں ہیں مگر میرے مالک کا ایک سوال ہے۔ آپ کو خدا کی قسم اس کا جواب صحیح دیجئے گا۔ اور یہ جو آپ کی چیشانی پر نشان نظر آتا ہے وہ کیا اور کس وجہ سے ہے۔ خلیفہ یہ سن کر سکتا ہو گیا اور دیر تک ہارون اور اس کے دونوں ساتھیوں کو پچپانے کی کوشش کرتا رہا۔ آخر خوف زدہ ہو کر رونے لگا اور پھر ڈرتے ڈرتے ان تین سوداگروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرا دل کہتا ہے کہ اس مجلس میں تمہارا جو سردار ہے وہ زمانے کا خلیفہ اور پاک نسل سے ہے اور دوسرا جو اس کا مصائب ہے جعفر برکی اور تیسرا ساتھی ابو ہاشم مسرور جلاہ ہے وہ شخص جو خلیفہ بنا بیٹھا تھا دراصل مصنوعی خلیفہ تھا اور اس نے اپنی گفتگو میں ظاہر کر دیا تھا کہ اس نے ان تینوں کو پہچان لیا ہے اس لیے کہ جو وہ تین سوداگر بنے ہوئے تھے ان میں واقعی ایک ہارون الرشید دوسرا جعفر برکی اور تیسرا ابو ہاشم مسرور جلاہ تھا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ واقعی تینوں خلیفہ جعفر اور ابو ہاشم ہیں تب کہنے لگا۔

اپنا واقعہ سنانے سے پہلے میں آپ سے اپنی جان بخشی چاہتا ہوں کہ حضور کے طفیل میں برور پاکر رہا ہوں اور اس کے بعد اپنا حال عرض کرتا ہوں۔

وہ جو تین مسافر تھے ان میں جو مالک بنا ہوا تھا وہ واقعی ہی خلیفہ ہارون الرشید تھا کہنے لگا تمہاری خطا معاف ہوگی۔ اب یہ جو تم مصنوعی خلیفہ بنے ہوئے ہو اور ساتھ غلام نوکر چاکر بے شمار ہیں اور یہ جو سلسلہ عمل کا اور لوٹری غلاموں کا اور گانے والیوں کا ہے ذرا اس کی تفصیل کہو۔ اس پر وہ شخص بول اٹھا کہنے لگا۔

امیر المومنین میرا نام نور الدین ہے بغداد کے محمد جوہری کا بیٹا ہوں میرا باپ مشہور سوداگر تھا۔

جب اس کا انتقال ہوا تو میرے ہاتھ وسیع اور بے شمار دولت آئی امیرانہ طور پر زندگی بسر کرتا تھا۔ ایک دن دوکان پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک انتہائی خوبصورت پرکشش عورت ٹمپر پر سوار میری دوکان پر آئی تین کنیریں اس کے ہمراہ تھیں۔

مجھ سے پوچھا کیا نور الدین بن محمد جوہری آپ ہی ہیں میں نے عرض کیا ہاں میں ہی

تال پر غسل حیران ہوتی تھی اور اس کی آواز بھی بہت دلکش تھی جو اور زیادہ غضب ڈھاتی تھی چنانچہ اس موقع پر جو اس نے اشعار گائے ان کا مدعا کچھ اس طرح تھا۔

”اس کی زبان میری آنکھوں میں بول رہی ہے اور یہ کہتی ہے کہ میں تیرا عاشق ہوں میرا قسم زدہ دل میرا گواہ ہے اور میرا دل تیرے فراق سے ڈبی ہے اور کاٹتا ہے جس جہت نے مجھے کھٹلا دیا ہے میں اسے کہاں تک چھپاؤں۔ دل ڈبی ہے اور آنسو ہلاک کرنے والے ہیں تیرے عشق سے پہلے مجھ کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ عشق کیا چیز ہے لیکن خدا کا حکم مخلوقات میں پہلے نہ ہو چکا ہے۔“

یہ اشعار کچھ ایسے درد انگیز لہجے میں گائے گئے کہ خلیفہ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوئی کیا ایک جیج اٹھا اور بدن کے کپڑے پھاڑ ڈالے کچھ دیر کے بعد جب ہوش آیا تو دوسری پوشاک زیب تن تھی اور ذرہ سکوت کرنے کے بعد اس نے پھر دستک دی۔

قاعدہ اول کے مطابق دوسری لوٹری حاضر ہوئی اور عود بجانا شروع کیا ہارون الرشید جعفر اور مسرور نے جب دیکھا کہ خلیفہ جب محو سماع ہے تو آپس میں آہستہ آہستہ گفتگو شروع کی۔ ہارون جعفر اور مسرور دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”یہاں تو خلافت کے سامان پورے طور پر مہیا ہیں۔“ جواب میں مسرور کہنے لگا ہے شک حضور جی فرماتے ہیں آخر یہ معاملہ کیا ہے کچھ حضور نے بھی خیال فرمایا ہارون پھر کہنے لگا کیا تم نے خلیفہ کے چہرے پر کوئی نشان بھی دیکھا ہے مسرور کہنے لگا جی ہاں کافی دیر سے اس کی چیشانی پر ایک نشان پر غور کر رہا ہوں۔

ابھی اس قدر گفتگو ہوئی تھی کہ خلیفہ ان کی طرف متوجہ ہو گیا اور پوچھا یہ تم کیا سرگوشیاں کر رہے ہو۔ اس پر مسرور نے جواب دیا ہمارا مالک اس وقت آپ کی فیاضیوں کا بار بار ذکر کر رہا ہے کیونکہ ہر کنیز کے رد و بدل میں حضور نے جوڑے قیمتی جن میں سے ہر ایک پانچ سو دینار سے کم نہ ہوگا خادموں کو چاک کر کے دے دیئے۔

اس کے بعد جب خلیفہ دوسری طرف متوجہ ہوا تب ہارون الرشید ایک بار پھر جعفر اور مسرور کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”مجھ کو خلیفہ کی چیشانی پر ایک نشان نظر آتا ہے میری نظر کہیں غلطی تو نہیں کر رہی۔“ اس پر مسرور کہنے لگا حضور جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں سچ ہے چیشانی پر داغ مجھ کو بھی نظر آ رہا ہے ہارون نے اس پر پوچھا تو کیا اس سے داغ کی نسبت دریافت نہ کریں۔ اس پر مسرور کہنے لگا نہیں حضور یہ موقع نہیں ہے ذرا صبر کیجئے۔

ہوں آپ کا غلام حاضر ہوں۔

پھر پوچھا کہ مجھے اعلیٰ درجے کے موتیوں کی لڑیاں چاہئیں میں نے کہا کہ جو کچھ ہے میں پیش کرتا ہوں اگر ان میں سے کوئی پسند آئے تو میرے لیے سعادت ہوگی۔

چنانچہ میں نے موتیوں کی سولایاں پیش کیں لیکن کوئی بھی پسند نہ آئی اور اس خوبصورت عورت نے ان سے بھی عمدہ اور قیمتی موتی پیش کرنے کا حکم دیا جب میں نے ایک چھوٹی سی لڑی جو میرے والد نے ایک لاکھ کی خریدی تھی۔ پیش کی اور عرض کیا یہ وہ قیمتی موتی ہیں جن کی نظیر بشکل بادشاہوں کے ہاں ہی ہوگی۔

چنانچہ وہ لڑی دیکھ کر وہ خوبصورت عورت پھر تک انہی اور کہا کہ مجھے مدت سے ایسے ہی موتیوں کی تلاش تھی پسند آنے پر فرنگ پوچھا میں نے قیمت بتادی۔ قیمت سن کر جواب دیا۔ لاگت پر پانچ ہزار دینار نفع کے دینے جائیں گے اور ایک خوبصورت کینز بھی عتامت کی جائے گی۔

میں نے عرض کیا یہ لڑی اور اس کا مالک دونوں موجود ہیں موتی بھی آپ کے ہیں اور یہ خادم بھی آپ کا غلام ہے۔ میری بات سن کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور کہا نہیں نفع تو تم کو ضرور ملتا چاہئے پھر چلتے وقت خدا کی قسم دے کر کہا کہ قیمت لینے میرے مکان پر ضرور آنا چنانچہ میں اسی وقت دوکان پر قفل لگا کر اس کے ساتھ ہولیا تھوڑی دور چل کر وہ حسین عورت ایک شاعرہ عمارت پر پہنچی اس عمارت کا کیا کہا تھا نہایت شاعرانہ تھی۔ صدر دروازے پر ایک تحریر لکھی تھی "اے گھر تیرے اندر غم نہ آئے اور تیرے مالک کے ساتھ زمانہ بے وفائی نہ کرے۔ تو مہمانوں کے لئے نہایت اچھا گھر ہے۔" جبکہ مہمان کو کہیں گھر نہ ملتا ہو وہ دروازے پر چند لمبے ٹھہرنا پڑا پھر ایک کینز محل کے اندر لے گئی کہ چلتے اپنے موتیوں کی قیمت لے لیجئے چنانچہ ایوان کے ایک جانب میرے لیے کرسی بچھا دی گئی اس کے قریب ایک طرف سرخ حریر کا پردہ پڑا تھا اور چاندی کی کرسی پر وہی خاتون بیٹھی ہوئی تھی۔

اس کے گلے میں وہی موتیوں کا ہار تھا جو مجھ سے خریدا تھا مجھے دیکھ کر کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی اور کہا۔

نور الدین میں چاہتی ہوں کہ تم میرے پاس رہو اور سلسلہ کلام ایسا چمڑا جس کے ہر ہر فقرے سے محبت کی بو آتی تھی پھر مجھ سے کہا کہ میں اس شہر میں گمان ہو کر رہتی ہوں میرے نام سے کوئی واقف نہیں ہے حلف انہما اور خدا کی قسم کھاؤ جب میں اپنا راز تم پر ظاہر

کروں گی۔

چنانچہ میں نے قسم کھائی جب کہا میں بچی برکی کی بیٹی اور جعفر برکی کی بہن دینہ ہوں۔ میں نے خاندان کا نام سنا تو مجھے کس قدر تسکین ہوئی اور محطرت کے طور پر کہا کہ میرا تصور صاف فرماتے صرف طبع زر مجھ کو یہاں تک لائی ہے۔

اس پر دینہ نے کہا کچھ مضائقہ نہیں ہے میں خود بخیر ہوں ابھی قاضی کو بلاتی ہوں۔ چنانچہ اس نے مزید گفتگو نہیں کی قاضی اور شاہد طلب کئے گئے پھر قاضی سے کہا میں اپنا نکاح نور الدین سے کرنا چاہتی ہوں نکاح پڑھائیں قاضی نے اجازت قبول کے بعد خطبہ نکاح پڑھا اور حق مہر میں وہی لڑی موتیوں کی سامنے رکھ دی اور نکاح ہوتے ہی ہر طرف خوشی اور مبارک باد کے ترانے گائے جانے لگے لہذا چند خوبصورت کینزیں ساز و فیروہ بجاتی تھیں اور عمدہ رنگیناں سناتی تھیں۔

اس کے بعد ہم دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے خواب گاہ کے کمرے میں جو پہلے سے آراستہ تھا چلے گئے اور سو رہے غرضیکہ ایک مہینہ انتہائی میٹھ و عشرت میں گزر گیا۔ عزیز واقارب دوکان مکان سب یک لخت دل سے محو ہو گئے اور آج تک وہی بے غوری کی حالت ہے۔

پھر ایسا ہوا کہ ایک دن دینہ نے حمام پر جانے کا قصد کیا تاکہ وہاں جا کے غسل کرے مجھے قسم دے کر رخصت ہوئی کہ میری واپسی تک خبردار گھر سے ایک قدم بھی باہر نہیں نکالنا جب میں نے اقرار کیا وہ گھر سے باہر نکلے اور چلی گئی۔

اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد ایک بوڑھی عورت محل کے اندر آئی اور مجھ سے کہا کہ بتا مجھے ملکہ زبیدہ خاتون نے یاد فرمایا ہے میں نے معذرت کی کہ میں اپنی جگہ سے اٹھ نہیں سکتا اس لئے کہ ایسا کرنے کے لیے قسم کھا چکا ہوں اس بوڑھی نے نہ مانا اور کہا کہ ملکہ زبیدہ کی ناراضگی کے مقابلے میں کفارہ دے دینا آسان ہے مجبوراً میں اس کے ساتھ ہو گیا۔

زبیدہ خاتون کے حضور جب میں پہنچا تو مجھے دیکھ کر فرمایا کہ نور الدین تم ہی ہو تم ہی دینہ کے مشوق ہو۔

میں نے عرض کیا حضور کا فرمانبردار غلام ہوں جب خاتون نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے حسن و جمال کی جیسی میں نے تعریف سنی تھی ویسا ہی پاتی ہوں تم مجھے کوئی چیز سناؤ میں نے سنا ہے کہ تم عود پڑا اچھا اور خوب بجاتے ہو۔

میں نے حکم کی تعمیل کی میری عود نوازی سے بے حد خوش ہوئی اور میری رخصت کے

وقت مجھے دعا دی کہ خدا تیرے قدم قدامت اور خوبصورتی کو نظر بند سے بچائے اور حکم دیا کہ دینہ کے آنے سے پہلے پہلے اپنے مکان میں چلے جاؤ۔

لہذا جو بڑی خاتون مجھے وہاں سے نکال کر لائی تھی وہ مجھے میرے گھر پہنچانے آئی لیکن میرے آنے سے پہلے دینہ وہاں پہنچ چکی تھی جب میں گھر میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ تخت پر سو رہی تھی میں اس کے قدموں میں جا کے بیٹھ گیا جب اس نے مجھے بینے دیکھا تو پاؤں سیٹ لیے اور ایک ایسی لات ماری کہ میں تخت سے فرش پر پڑا پھر غضبناک ہو کر بولی اور کہنے لگی۔

نور الدین تم نے قسم توڑ ڈالی مجھ سے جھوٹ بولا اور زبیدہ کے محل میں جا پہنچا خدا گواہ ہے کہ مجھے اپنی رسوائی کا خوف نہ ہوتا تو قمر زبیدہ کو اس کے سر پر ڈھا دیتی پھر اپنے ایک غلام کو جس کا نام صواب تھا حکم دیا کہ اس جھوٹے کہنے کی گردن اڑا دو مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے صواب نے اس کے کہنے پر میری شکلیں کس لی اور آنکھوں پر پٹی باندھنا چاہتا تھا کہ قتل کر دے کہ اتنے میں محل کی سب سے چھوٹی بڑی کتیریں وہاں آج ہوئیں اور میری سفارش کرنے لگیں اور دینہ سے منت کرتے ہوئے کہا کہ سرکار نور الدین کا یہ پہلا جرم ہے کہ حضور کے مزاج سے یہ کچھ واقف نہیں ہے اور آخر اس کا قصور ہی کیا ہے کہ قتل کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اپنی کتیروں کی سفارش پر اس کا جنون کسی قدر کم ہوا اور میرے قتل سے باز آئی۔

اچھا صحاف تو کرتی ہوں لیکن کوئی نشان ایسا ہونا چاہئے جو ہمیں تہاری غلطی کا احساس دلاتا رہے چونکہ پھر مجھ کو داعیہ جو میری پیشانی پر داغ ہے یہ اس داغ سے نتیجہ ہے اور دینہ کے گھر سے بڑی رسوائی کے ساتھ نکال دیا گیا۔

وہاں سے نکلنے کے بعد اپنے اوپر ملامت کرتا تھا بمشکل آہستہ آہستہ چل کر گھر تک پہنچا مگر پہنچ کر اپنا علاج شروع کیا چند روز میں آرام ہو گیا تو دوکان کی فکر ہوئی اثاث الیت و فروخت کر ڈالا زرخن سے چار سو غلام خرید لئے اور تفریح کے لیے یہ جزیرہ نما مکان بنایا اور بڑی شگنی تیار کی جس میں بیٹھ کر روزانہ سیر کرتا ہوں اور اپنا نام خلیفہ ہارون رکھا ہوا ہے اور لوگوں کو بھی نام بتاتا ہوں۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ رکام لیا اور کہنے لگا۔

”اب اس حال میں مجھ کو ایک سال ہو گیا ہے اکثر دینہ کو یاد کرتا ہوں اور رونا ہوں۔“ اس نوجوان کا یہ حال سن کر جہاں امیر المومنین ہارون الرشید کو بوجہ ہوا۔ وہاں

جعفر برکی اپنی بہن کے اس طرح لٹوٹ ہونے پر شرمندگی اور خفالت محسوس کر رہا تھا۔ جب کہ دوسرا مصاحب جو ابو ہاشم سرور تھا وہ طہریہ سے انداز میں بھی ہارون الرشید بھی جعفر برکی کی طرف دیکھتا تھا۔

اب چونکہ وہاں سب لوگوں پر یہ ظاہر ہو چکا تھا کہ جو تین سوداگر وہاں پہنچے ہیں ان میں سے ایک خود ہارون الرشید دوسرا جعفر برکی اور تیسرا ابو ہاشم سرور جلاہ ہے تب ہارون الرشید اٹھ کھڑا ہوا جعفر کو حکم دیا اس نوجوان کو کل میرے دربار میں پیش کیا جائے۔ میں اس کا انصاف کروں گا۔

چنانچہ اگلے روز نور الدین نام کے اس نوجوان کو خلیفہ کے حضور پیش کیا گیا ہارون الرشید نے اسے بینے کی اجازت دی اور کہا۔ نور الدین میں چاہتا ہوں تمہارا افسانہ پھر سنوں کیونکہ تمہارا افسانہ مجھے بہت خوش کن اور عجیب و دلکش داستانوں جیسا لگا۔

ہارون الرشید کے کہنے پر نور الدین نام کے اس نوجوان نے اپنی اور جعفر برکی کی بہن دینہ کے قصے کی داستان پھر سنائی جب خلیفہ کے کہنے پر اپنی داستان پھر کہہ چکا تو ہارون الرشید نے اسے پوچھا کیا تم اب بھی دینہ سے ملنے کی خواہش رکھتے ہو۔ اس پر وہ نوجوان خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”امیر المومنین یہی تو احسان کا وقت ہے آپ اگر دینہ سے مجھ کو ملا دیں تو یہ ایسی مہربانی ہوگی کہ زندگی پھر فراموش نہ کر سکوں گا۔“ چنانچہ ہارون الرشید نے اپنے وزیر جعفر برکی کو حکم دیا کہ فوراً اپنی بہن کو وہاں حاضر کرو۔ سو جعفر نے اپنی بہن دینہ کو دربار میں پیش کیا تب ہارون نے جب دینہ سے اس نور الدین سے متعلق پوچھا تب دینہ نے کہا۔

”حضور جو ہوتا تھا وہ ہو چکا میں امیر المومنین سے اپنے اس رویے کی معافی مانگتی ہوں۔“ پھر ہارون الرشید نے دینہ کا قصور معاف کر کے قاضی کو بلایا اور اپنے درباری میں نور الدین نام کے اس نوجوان اور جعفر برکی کی بہن دینہ کا عقد کروادیا چنانچہ نور الدین بھائی زندگی ہارون الرشید کی مصاحبت میں دینہ کے ساتھ عیش و عشرت کی زندگی گزارنے لگا۔ یہاں تک کہنے کے بعد عطریف رکا پھر خوش کن انداز میں شادی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”شاریہ بیٹی جو الف لیلوی داستان میں نے تم سے کمی یہ کیسی رہی۔“ شادیہ جواب میں مکرار کی اور کہنے لگی۔

”بابا! واقعی آپ نے میرا ذہن بانٹ کے رکھ دیا۔ بہت اچھی داستان آپ نے سنائی

اس سے مجھے ایک طرح کی آسودگی ایک طرح کا ذہنی سکون ملا ہے۔ اس پر عطریف اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

”اگر یہ معاملہ ہے تو فوراً اٹھو اور جا کر اپنے بستر میں دراز ہو کے آرام کرو۔“ اس کے ساتھ ہی عطریف اور برسک وہاں سے اٹھ گئے جب کہ شار یہ بھی اپنی خواب گاہ کی طرف چلی گئی تھی۔

.....

انجیل کا باپ قاسم اور عطریف دونوں دیوان خانے میں بیٹھے کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ دیوان خانے میں شاہی طبیب جبرائیل داخل ہوا۔ قاسم اور عطریف دونوں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا بہترین استقبال کیا۔ ہاتھ کے اشارے سے قاسم نے اسے ایک نشست پر بیٹھنے کے لیے کہا۔ اپنے لباس کو سمیٹا ہوا جبرائیل وہاں بیٹھ گیا تھا۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر قاسم اور عطریف دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے جبرائیل کہہ رہا تھا۔

”میری خوش قسمتی ہے کہ اس وقت آپ دونوں یہاں دیوان خانے میں موجود ہیں اور میں آپ دونوں سے انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔“ قاسم نے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”جو کہنا ہے ملا ججک کہو۔ ہم دونوں تمہاری بات غور سے سنیں گے۔“ اس پر جبرائیل نے کہنا شروع کیا۔

”قاسم میرے بھائی! آپ اور عطریف دونوں جانتے ہیں کہ میرے بیٹے عیسیٰ کی بیوی فوت ہو چکی ہے۔ ہمارا گھر اجڑا اجڑا اور ویران ہے میں اپنے بیٹے کی شادی کرنا چاہتا ہوں اور اس کے لیے میں نے شاریہ کا انتخاب کیا ہے۔ میرا بیٹا عیسیٰ بھی اسے دیکھ چکا ہے اسے پسند کر چکا ہے اور چاہتا ہے کہ شاریہ سے اس کا عقد ہو جائے۔ اب اگر آپ دونوں اجازت دیں اور آپ دونوں کی رضامندی ہو تو اس شادی کا اہتمام کیا جائے۔

قاسم کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی عطریف بول پڑا۔

”جبرائیل جو کچھ تو نے کہا ہے وہ اپنی جگہ درست ہے جہاں بیٹی ہو وہاں رشتے آتے ہیں۔ ہر کسی کو رشتہ مانگنے کی آزادی ہوتی ہے۔ پر دیکھو معاملہ ایک ایسی لڑکی کا ہے جس کا کوئی بھی خونی رشتہ یہاں نہیں ہے۔ میں نہیں چاہوں گا کہ اس پر جبر کیا جائے پہلے اس سے پوچھا جائے گا اگر وہ تمہارے بیٹے عیسیٰ کے ساتھ شادی کرنے پر رضامند ہو گئی تو ہم عقد کا اہتمام کر دیں گے۔“ عطریف جب خاموش ہوا تو قاسم بول اٹھا۔

”جبرائیل جو بات عطریف نے کہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں انتہائی مناسب ہے ویسے میں

تم سے یہ کہوں کہ شادیہ کو میں اپنے بیٹے اسطیل کے لئے پسند کر چکا تھا۔ گو میں نے اس موضوع پر شادیہ سے بات نہیں کی نہ ہی میں نے عطریف سے ذکر کیا ہے۔ تاہم اس موضوع پر میں نے اپنے بیٹے اسطیل سے بات کی تھی وہ شادیہ کو اپنانے اور اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کے لیے تیار ہے اب تم نے بھی شادیہ کا رشتہ پوچھ لیا ہے میں سمجھتا ہوں آخری فیصلہ شادیہ پر چھوڑتے ہیں وہ جہاں جس کے ساتھ بھی شادی کرنا چاہے گی اس کا اہتمام کیا جائے گا۔“ عطریف اور قاسم دونوں کی گفتگو سے جبرائیل خوش ہو گیا تھا کہنے لگا۔

”آپ دونوں کی گفتگو سے میری حوصلہ افزائی ہوئی ہے۔ میرے خیال میں اس مسئلے میں شادیہ سے گفتگو کرنی چاہئے۔ وہ میزان کے جس پلڑے پر بھی بیٹھنا چاہے گی ایسا ہی کیا جائے گا۔ اس کا عقد اس کی مرضی اس کی مشاء کے خلاف نہیں کیا جائے گا۔ میرے خیال میں یہ معاملہ عطریف کو حل کرنا چاہئے۔ عطریف میرے بھائی میں اپنے بھائی قاسم کے ساتھ یہاں بیٹھتا ہوں تم جاؤ اپنی بیوی رویان سے بات کرو سارا معاملہ اس کے سامنے پیش کر اور اسے کہو ایک ماں کی حیثیت سے شادیہ کا عقد اس کی مرضی جاننے کے لیے کوشش کرئے۔“ عطریف اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا جب وہ باہر نکلا اپنی رہائش کے حصے کی طرف گیا تو وہاں رویان تھی نہ شادیہ نہ برسک پشت کی طرف گیا تو وہ سب مل کے پودوں کو پانی دے رہے تھے۔ ان کے ساتھ سلوا اسطیل اور امہ ایم بھی پودوں کو پانی دینے میں مصروف تھے عطریف نے آواز دے کر رویان کو بلایا۔ رویان جب سکوتی حصے میں آئی تو بڑی راز داری کے ساتھ جو گفتگو دیوان خانے میں ہوئی تھی اس کی تفصیل عطریف نے کہہ دی تھی۔ ساری تفصیل سن کر رویان مسکرائی کہنے لگی۔

”میرے خیال میں تو شادیہ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے اس کی حرکات اس کی گفتگو اس کے اٹھنے بیٹھنے سے میں اندازہ لگا چکی ہوں کہ وہ اپنے دل کی گہرائیوں سے اسطیل کو پسند کرتی ہے۔ بات بات پر اس سے گفتگو کرنے میں پہل کرتی ہے۔ اس کی طرف غور سے دیکھتی ہے وہ جاتا ہے تو پشت کی طرف سے اسے دیکھتی رہتی ہے۔ وہ آتا ہے تو اس کے سامنے تک میں کھڑی رہتی ہے پھر میرے خیال میں ایسی صورت میں اس سے پوچھنا بیکار ہے۔“ عطریف مسکرایا اور کہنے لگا۔

”رویان جو تم کہہ رہی ہو اتنا تو میں بھی جانتا ہوں آخر اسے اپنی حیثیت سے گھر میں رکھا ہے میری موجودگی میں وہ اسطیل سے گفتگو کرتی رہتی ہے اور اس کے ساتھ اٹھتی بیٹھتی ہے اس کی ہر خواہش کا خیال رکھتی ہے۔ اسے بڑے طریقے بڑے پیار بڑی محبت سے کھانا

پیش کرتی ہے اس کی ہر چیز کا خیال رکھتی ہے۔ بلکہ میں نے تو کئی بار دیکھا ہے بڑے قریبے بڑے پلٹے سے سلوا کے بجائے خود اس کے کپڑے وغیرہ تہہ کر کے رکھتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس سے پوچھنا ضروری ہے اس لیے کہ کل کو کوئی اعتراض نہیں رہے گا۔ محترم جبرائیل بھی کوئی معاملہ کھڑا نہیں کر سکیں گے کہ ہم نے شادیہ سے پوچھے بغیر اسے کیسے میاہ دیا لہذا تم ابھی شادیہ کو بلاؤ اس سے اس موضوع پر گفتگو کرو جو وہ جواب دے وہی میں نے جبرائیل اور قاسم سے دیوان خانے میں جا کر کہا ہے اس لیے کہ وہ بڑی بے چینی سے میری واپسی کے کھڑے ہیں۔“ رویان مان گئی پھر کہنے لگی۔

”اچھا آپ دوسرے کمرے میں جا کے بیٹھیں میں شادیہ کو دیوان خانے میں لے کر بیٹھتی ہوں اور مادرانہ شفقت سے میں اس موضوع پر اس سے گفتگو کرتی ہوں۔ پھر جو وہ جواب دیتی ہے اس سے آپ کو آگاہ کرتی ہوں۔“ عطریف مان گیا دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ رویان نے آواز دے کر شادیہ کو بلایا شادیہ بھاگتی ہوئی اس کے قریب آئی۔ رویان نے بڑے پیار سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ پھر کہنے لگی۔

”بہن میرے ساتھ ذرا دیوان خانے میں آؤ میں انتہائی اہم موضوع پر تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔“ شادیہ کچھ فکر مند اور پریشان سی ہو گئی تھی عجیب سے انداز میں رویان کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ جس میں سوال ہی سوال اندیشے ہی اندیشے استفسار ہی استفسار تھا۔ دونوں جب دیوان خانے میں جا کر بیٹھ گئیں تب بغیر کسی تجویز کے رویان نے شادیہ کو مخاطب کیا۔

”بہن یہ کہو کہ کیا تم نے اپنی زندگی میں کسی کو چاہا ہے اور کسی کو اپنے دل میں ایسا درجہ دیا ہے کہ تم چاہتی ہو کہ وہ تمہاری زندگی کا ساتھی بنے۔ بہن اگر کوئی بات ہے تو مجھے مکمل کے کہو۔ کوئی بھی فیصلہ تمہاری مرضی کے خلاف نہیں ہو گا اس لئے کہ ہم گھر کے سب افراد اب تمہاری شادی کر دینے کا ارادہ کر چکے ہیں فی الفور شادی نہ بھی ہوئی تب بھی تمہاری سگائی تمہاری معافی کریں گے۔ اس کے ساتھ ہی جیسے تم چاہو گی۔ اس کے ساتھ جسے تم پسند کرو گی۔ اب یہ کہو کہ کیا تمہاری کوئی پسند ہے۔ کوئی ایسا نوجوان ہے جسے تم اپنی مسافت کی منزل بنا چکی ہو۔ کوئی ایسا ہے جس کے ساتھ تم اس کے ساتھی کی حیثیت سے رہنا پسند کر چکی ہو۔“ شادیہ نے کچھ سوچا شرمائی لجائی اس کے بعد کسی قدر جرات مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

”ماں آپ ماں ہیں ماں کے سامنے میں جھوٹ نہیں بولوں گی میں اپنے لیے ایک

”ہاں گلتا ہے حالات خود بخود اور از خود ہی میری ساری مشکلیں آسان کرتے جا رہے ہیں۔ میں یہاں آنے کے بعد اکثر سوچا کرتی تھی کہ اپنے جذبات اپنے احساسات کا اظہار کس سے کروں کبھی کبھی میں ارادہ کرتی تھی کہ اپنے ذہن کی بات آپ سے کہہ دوں پھر ذہنی تہی بچپانی تھی خاموش ہو جاتی تھی لیکن آج تھوڑی دیر پہلے آپ نے اس موضوع پر مجھ سے پوچھا تو یقین جانئے میری خوشیوں کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اماں جہاں تک جبرائیل کے بیٹے یعنی کاہن کے تھے تو اسے تو اپنا ساتھی بنانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔

اماں جہاں تک امیر اسلعل کا تعلق ہے۔ تو اماں اسلعل ہی تو وہ نوجوان ہے جس سے میں نے محبت کی ہے جسے میں نے چاہا ہے اب ان کے بغیر تو میں زعمہ رہنے کا سوچ بھی نہیں سکتی کبھی کبھی میرے ذہن میں یہ بھی خیال آتا ہے کہ اگر یہ کبھی مجھ سے علیحدہ ہو گئے دور چلے گئے تو میرا تو دم گھٹ جائے گا۔ سب سب کسکتی گیلی لکڑی کی طرح تمام ہو کر وہ جاؤں گی۔

اماں اگر امیر اسلعل کے باپ قاسم مجھے اسلعل کے لیے مانگنا چاہتے ہیں تو میں سمجھتی ہوں میں دنیا کی سب سے خوش بخت لڑکی ہوں۔ اماں جس طرح امیر اسلعل کے باپ قاسم چاہ رہے ہیں اگر ایسا ہو جائے تو میں سمجھوں گی کہ کسی نے مجھے قید و زعمان کی جراثیموں سے نکال کر لذت شہد و عشر میں ڈال دیا ہے بساط کائنات کی حقارتوں سے نکال کر وقار کے شفق زاروں میں کھڑا کر دیا ہے بے حس کی مشق خونخواری سے نجات دے کر ستاروں کے پیغامات بہاروں کے ملاخوں میں سجا کر رکھ دیا ہے۔ اماں اگر امیر مجھے مل جائیں اگر انہیں میری زندگی کا ساتھی بنا دیا جائے۔ مجھے اگر ان کے عقد میں دے دیا جائے۔ تو میری یہ تصویر خانہ حسرت جیسی زندگی کی شعلہ رنگ گیتوں کے روپ صبح کے اجالوں میں نغموں کے حسین پیکر سے بھی زیادہ خوبصورت اور پرکشش ہو جائے۔“ شاریہ جب خاموش ہوئی تو بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے رویان نے آگے بڑھ کر اسے لپٹا لیا پھر کہنے لگی۔

”میری بیٹی اگر یہ معاملہ ہے تو پھر یوں جانو تمہاری ہر خواہش تمہاری ہر امید تمہاری ہر آرزو پوری ہوگی۔ اب تم ایسا کرو جا کے باغیچے میں پودوں کو پانی دو میں تھوڑی دیر تک آتی ہوں لیکن ساتھ ہی تم برسک ساوا ابراہیم کو یہاں میرے پاس بھیج دو۔“ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے شاریہ اٹھ کر باغیچے کی طرف چلی گئی رویان نے آواز دے کر اپنے شوہر عطرلیف کو بھی بلایا تھوڑی دیر تک اس کمرے میں برسک ساوا اور ابراہیم بھی آگئے پھر رویان نے پہلے جو عطرلیف کے ساتھ گفتگو ہوئی تھی اس کی تفصیل بھی ان تینوں سے کہی بعد میں شاریہ کے

ساتھی کا انتخاب کر چکی ہوں۔ اور وہ ایسا نوجوان ہے جو برقانی آمدھیوں میں ابر رحمت اور صلات صبح سا پر سرور ہے۔ وہ میرے لیے سیاہ پوش راتوں ہولناک لمبی ساعتوں میں خوشخبر و مہتاب کی فروغ انگیزی روشنی کی انوکھی نوید اجڑی خواہشوں کا چراغ ثابت ہو سکتا ہے۔ میرے لیے وہ جہنم کی بھٹیوں کے لپکتے شعلوں طوفانی رات کی ٹھنڈی سکوت اور خونی جھیلوں کی رعنائیوں سے تحفظ کا شیش محل سرخ گلوں کی نکل چھاؤں پیار کے پھولوں کی مہکار اور بہر موموں کی گل تار ٹھنڈک بن سکتا ہے۔

اماں لوگ کہتے ہیں میرا حسن پھولوں کے روپ رنگوں کے گلزار گلاب انگھڑیوں کی طرح کاری سا ہے۔ میری کھمیاں کہتی ہیں میرے عارضوں کی شہری ملائیں میری نوجوانی کی خاموشیاں گالی مگناتی حدیث باغ و بہار خسروانہ ہانگن انار کی سرخی کی مانند ہیں۔ دیکھنے والے کہتے وہیں کہ میرا شباب شگفتہ و حسین اس بھرے گلابی ہونٹوں سے بھی برتر ہے لیکن ان میں سے کوئی بھی چیز اب میری نہیں ہے۔ میں اپنے تن اپنے شعور اپنے جسم اپنی سانسوں اپنے احساسات کی ہر چیز اسی نوجوان کے نام کر چکی ہوں۔

اماں اب وہی میری پلک پلک پر فتح کا غرور میرے نفس نفس میں ہنسی نور رنگ پھوار اب وہی میرے جوان جسم لطیف بدن میری مسند کلائیوں کے یقین کا رس اور امید کا غبار ہے۔ اب وہی میرے سرخ شاداب شہری گل نار ہونٹوں پر داز کی خنکی ہے چمکیوں میں خوشبو سانچے میں ڈھل جاتی ہے۔ جیسے موج لرزن میں نقشہ سرشاریاں دھنک کے عکس بن کر مقید ہو جاتی ہیں۔ اماں اب وہی نوجوان میری سوچوں کی تازگی میرے مہتاب بدن کی نرم چھاؤں کی نوید میرے خون کی تابش میری روح کے گوشوں کی نشاط انگیزی ہے۔“ یہاں تک کہنے کے بعد شاریہ رکی پھر کسی قدر ہلکی سی مسکراہٹ میں وہ رویان کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

”اماں جس نوجوان سے میں نے محبت کی ہے جسے میں نے چاہا ہے اس سے متعلق اتنا ہی کافی ہے یا مزید کچھ کہوں۔“ رویان کھل کر نفس دی کہنے لگی۔

”میری بیٹی! جو کچھ تم نے کہا ہے یہ بھی زیادہ ہے۔“ اس پر شاریہ بنجیدہ ہو گئی کہنے لگی۔

”اماں میں نے تو اپنے تن من سب کا اظہار سچائی پر رہتے ہوئے آپ سے کر دیا ہے اب آپ یہ بتائیں آپ نے مجھ سے اس موضوع پر کیوں استفسار کیا ہے۔“ اس پر رویان نے تھوڑی دیر پہلے عطرلیف سے جو گفتگو ہوئی تھی اس کی تفصیل اس سے کہہ دی تھی۔ ساری تفصیل سن کر شاریہ تھوڑی دیر تک مسکراتی رہی پھر کہنے لگی۔

ساتھ جو گفتگو ہوئی تھی وہ بھی تفصیل کے ساتھ ان سب سے کہہ دی تھی۔ اس پر سب بے پناہ خوش اور مسرت کا اظہار کرنے لگے تھے۔ اس موقع پر رویان مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ عطریف اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

”اب مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں بھائی قاسم! کی طرف جاتا ہوں اور ان کو بتاتا ہوں کہ میری بیٹی شاریہ امیر اسلعل کا انتخاب کر چکی ہے۔“ عطریف اس کمرے سے نکل کر حویلی کے عقبی باغیچے کی طرف بھاگے تھے۔ جہاں اس وقت صرف اسلعل اور شاریہ دونوں باغیچے کے پودوں کو پانی دے رہے تھے۔

سب سے پہلے سادا بھاگتی ہوئی آگے گئی اور بے پناہ خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے وہ شاریہ سے لپٹ گئی اس کی اس حرکت کو اسلعل بڑی حیرت بڑے تعجب سے دیکھ رہا تھا۔ اتنی دیر تک امیر ایہم بھی وہاں پہنچ گیا۔ امیر ایہم کو مخاطب کر کے اسلعل کہنے لگا۔

”امیر ایہم خیریت تو ہے تم ہم لوگ حویلی کے اندر چلے گئے تھے اور وہاں سے بھاگتے ہوئے نکلے ہو۔ اور پھر یہ سادا آتے ہی بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی ہے شاریہ سے لپٹ گئی ہے خیریت تو ہے۔“ اسلعل رکا اس کے بعد دوبارہ امیر ایہم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”امیر ایہم اس سے پہلے اماں رویان نے شاریہ کو بلایا تھا شاریہ وہاں رہی۔ شاریہ جب لوٹی تو آپ تینوں چلے گئے۔ یہ اندر ہی اندر کیا معاملہ ہو رہا ہے کیا کچھ بڑی چک رہی ہے اور اب تم تینوں بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے باغیچے میں آ گئے ہو۔“ امیر ایہم آگے بڑھا بڑے پر مسرت اعزاز میں اسلعل سے لپٹ گیا پھر اپنا منہ اسلعل کے کان کے قریب لے جا کر کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اسلعل نے اپنا منہ پیچھے کر لیا اور کہنے لگا۔

”رازداری سے گفتگو کیوں کرتے ہو کھل کر کہو کیا کہنا چاہتے ہو تاکہ سب سنیں یہاں کوئی اجنبی غیر تو ہے نہیں۔“ اس وقت شاریہ تھوڑی سی شرمائی لجائی سی کھڑی تھی ایک نگاہ امیر ایہم نے اس پر ڈالی پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

”بھائی خوشی کی بات یہ ہے کہ آپ اور شاریہ بہن کو ایک دوسرے سے منسوب کیا جا رہا ہے یہ لہا کا فیصلہ ہے۔ اسی فیصلے سے متعلق ساری گفتگو ہو رہی تھی۔ اور یہی فیصلہ سن کر سادا بھاگتی ہوئی شاریہ بہن سے آکر لپٹ گئی۔“ اسلعل مسکراتے ہوئے آگے بڑھا شاریہ کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ شاریہ بے چاری کی گردن جھکی ہوئی تھی اس نے جب دیکھا کہ اسلعل بالکل اس کے قریب اس کے سامنے آن کھڑا ہے تب وہ پہلے کی نسبت زیادہ شرمائے گئی تھی۔ اس موقع پر اسلعل نے اسے مخاطب کیا۔

”ان لوگوں نے جو کچھ کہا ہے کیا یہ سب حقیقت ہے۔“ گردن جھکائے ہی جھکائے یہی سی آواز میں شاریہ کہنے لگی۔

”میں کیا جانوں۔“ اسلعل نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

”تھوڑی دیر پہلے اماں رویان نے جو تجھے بلایا تھا اور کافی دیر تم وہاں ان کے ساتھ رہی تو آخر کس موضوع پر گفتگو ہوئی تھی۔“ ہلکی سی مسکراہٹ میں شاریہ نے دزدیدہ نگاہوں سے ایک بار اسلعل کی طرف دیکھا پھر پہلے کی طرح نگاہیں جھکاتے ہوئے کہنے لگی۔

”یہ تو اماں ہی بتائیں گی کہ کیا گفتگو ہوئی ہے میں کیسے کہہ سکتی ہوں کیسے بتا سکتی ہوں۔“ شاریہ کے اس جواب پر اسلعل نے ہلکا سا تہقہ لگایا پھر کہنے لگا۔

”اس کا مطلب ہے دال میں کچھ کالا ضرور ہے یہ جوتیوں خوشی کا اظہار کرتے ہوئے مسکراتے ہوئے آئے ہیں تو کچھ معاملہ ضرور ہوا ہے۔“ پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اسلعل شاریہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اچھا تم زیادہ شرماء نہیں زیادہ گردن جھکا کر زمین کی طرف دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے کوئی ہم پر پھانسی نہیں ٹوٹ پڑا۔ اگر یہ معاملہ طے ہوا ہے تو خوشی کا معاملہ ہے۔ گردن سیدھی کر دو پہلے کی طرح سب مل کر کام کرتے ہیں۔“ شاریہ سنبھل گئی اور وہ پہلے کی طرح ان کے ساتھ ہلکی خوشی پودوں کو پانی دینے لگی تھی۔

دوسری جانب عطریف دیوان خانے میں داخل ہوا تھا۔ قاسم اور طیبہ جبرائیل بڑی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ دونوں کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر گلا صاف کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”پہلے رویان نے شاریہ سے گفتگو کی بعد میں مجھے اطلاع دی شاریہ نے اپنے لیے اسلعل کا انتخاب کیا ہے۔ وہ پہلے سے اسلعل کو چاہتی ہے۔ اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا عزم کر چکی ہے۔ جو گفتگو ہوئی ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اسلعل کے ساتھ اس کی محبت ساری حدود پھیلاؤ کر اپنے عروج تک جا چکی ہے۔“ ان الفاظ پر اسلعل کے باپ قاسم کی خوشیوں کی انتہا نہ تھی جبرائیل اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

”شاریہ نے جو فیصلہ کیا ہے میں سمجھتا ہوں اس نے اپنے مستقبل کے لیے بہتر ہی فیصلہ کیا ہے اور میں اپنے بیٹے کی طرف داری نہیں کروں گا امیر اسلعل سے بڑھ کر شاریہ کو زندگی کا کوئی ساتھی مل ہی نہیں سکتا میری طرف سے اسے مبارکباد دیجئے گا۔“ اس کے ساتھ ہی جبرائیل وہاں سے چلا گیا تھا اس کے جانے کے بعد مسکراتے ہوئے قاسم نے عطریف

کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”سب کو یہاں دیوان خانے میں بلاؤ۔“ عطرلیف جب باہر نکلا تو اس کے پیچھے قاسم بھی دیوان خانے سے نکل کر دوسرے کمروں کی طرف چلا گیا تھا۔

عطرلیف سب کو اپنے ساتھ لا کر جب دیوان خانے میں داخل ہوا تو دیوان خانے کو خالی دیکھتے ہوئے کسی قدر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”بھائی قاسم! کو میں یہاں بٹھا کے گیا تھا انہوں نے ہی مجھے تم سب لوگوں کو بلانے کے لیے کہا تھا وہ خود کہاں چلے گئے۔“ اتنی دیر تک ایک اندرونی کمرے سے قاسم نمودار ہوا اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے دیوان خانے میں سب بیٹھو میں یہیں ہوں۔“ دیوان خانے میں داخل ہو کر سب بیٹھ گئے قاسم بھی دیوان خانے میں داخل ہوا کچھ دیر خاموشی رہی پھر قاسم نے کچھ دیر تک بڑے پیار بڑی محبت سے شاریہ کی طرف دیکھا اس کے بعد کہنے لگا۔

”شاریہ میری بچی تم ذرا اٹھ کر میرے سامنے آؤ۔“ شاریہ ہچکچائی شرمائی پھر خاموشی سے سبک رفتار چلتی قاسم کے پہلو میں آ بیٹھی قاسم اپنا منہ اس کے کان کی طرف لے گیا پھر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”بچی تو نے اپنی زندگی کا ساقی بنانے کے لئے میرے بیٹے اسلعل کے حق میں فیصلہ دیا ہے اس کے لئے میں تیرا شکر گزار ہوں تو نے عطرلیف پر یہ بھی انکشاف کیا کہ تم میرے بیٹے اسلعل کو پسند کرتی ہو اس کے لئے بھی میں تیرا ممنون ہوں میری بیٹی تیرے جیسی لڑکی کا مل جانا بھی بہت بڑی نعمت اور سعادت ہے۔“ قاسم جب خاموش ہوا تو دھیمے سے لہجے میں شراتے ہوئے شاریہ کہنے لگی۔

”ہا ہا آپ جیسے باپ آپ جیسے سر پرست کا ملنا اس سے بھی بڑی سعادت ہے اور پھر آپ کا اپنے بیٹے اسلعل جیسے فرزند کے لئے میرا انتخاب کرنا میرے لئے ایسی سعادت ہے جسے میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔“ پھر کچھ سوچتے ہوئے قاسم ذرا پیچھے ہٹ گیا اپنے اور شاریہ کے درمیان اس نے تھوڑی جگہ بنائی ساتھ ہی اس نے اسلعل کو مخاطب کیا۔

”اسلعل میرے بیٹے یہاں میرے پاس آ کر بیٹھو۔“ اسلعل اٹھا چپ چاپ خاموشی سے کسی قدر ہچکچاتا ہوا شاریہ اور اپنے باپ قاسم کے درمیان ہو بیٹھا تھا شاریہ کی حالت عجیب سی ہو رہی تھی گردن اس کی جھکی ہوئی تھی اور بدن اس کا بھوکا پارہا تھا اس لیے کہ وہ

پہلی بار اس طرح نزدیک ہو کر اسلعل کے پہلو سے پہلو ملا کر بیٹھی تھی۔ جب ایسا ہوا تب قاسم نے رویان کو مخاطب کیا اور اس سے کہنے لگا۔

”رویان تم بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے پاس آؤ تم میری بہن ہو اور اس ناطے سے تم ان سب بچوں کی ماں ہو جو کچھ میں کرنے لگا ہوں وہ تمہاری وساطت سے ہو گا اس لئے کہ تم اس گھر کی بزرگ خاتون ہو انھو میرے قریب آؤ۔“ رویان اٹھ کر جب ابن قاسم کے قریب آئی تو قاسم اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اس نے چھوٹی سی ایک چڑے کی قھیلی نکالی اسے اس نے رویان کو تھمایا اور کہنے لگا۔

”میری بہن! میں بہت دن پہلے سے خواہش مند تھا کہ شاریہ کو اپنے بیٹے اسلعل سے منسوب کر دوں اس سلسلے میں میں نے اسلعل کا بھی فیصلہ لیا تھا اور یہ شاریہ کو اپنانے پر بے حد خوش تھا اور اس کی گفتگو اور اس کی حرکات سے میں نے یہ بھی اندازہ لگایا تھا کہ یہ شاریہ کو اندری اندر بے پناہ اعزاز میں چاہتا ہے۔ اس کے ان اعزازوں کو دیکھتے ہوئے میں نے اسی وقت دو انگوٹھیاں بنائی تھیں۔ مجھے امید تھی جب اس موضوع پر اس سلسلے میں شاریہ سے بات کی جائے گی تو وہ میرے بیٹے اسلعل کو اپنی زندگی کا ساتھی بناتے ہوئے انکار نہیں کرے گی تم دیکھتی ہو ایسا ہی ہوا۔

اب چونکہ تم اس گھر کی بزرگ خاتون ہو اس لیے تم انگوٹھیاں لو ایک اسلعل کو دو یہ خود شاریہ کو پہنائے دوسری شاریہ کو دو کہ اسلعل کو پہنائے۔“ اس موقع پر سب مسکرا دیے تھے۔ بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے رویان مسکراتے ہوئے آگے بڑھی ایک انگوٹھی اس نے اسلعل کو اور دوسری شاریہ کو تھادی پھر ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”میرے بچے تمہاری معافی کی انگوٹھیاں ہیں ہم سب کے سامنے ایک دوسرے کو پہناؤ۔“ رویان کے کہنے پر سب سے پہلے اسلعل حرکت میں آیا ہاتھ آگے بڑھایا شاریہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اس موقع پر شاریہ کا ہاتھ سکیپا رہا تھا خود بھی لرز کانپ رہی تھی۔ اور دزدیدہ نگاہوں سے اسلعل کی طرف دیکھ رہی تھی اسلعل نے اسے انگوٹھی پہنا دی۔

پھر جب شاریہ کی ہاری آئی تو شرارت آمیز اعزاز میں اسلعل نے وہ ہاتھ جس میں انگوٹھی پہنائی جاتی تھی پیچھے کر لیا اس کی اس شرارت کو سب دیکھ رہے تھے مسکرا رہے تھے ہنس رہے تھے۔ خوشی کا مظاہرہ کر رہے تھے شاریہ پیاری پشٹا رہی تھی دو ایک بار ہاتھ آگے بڑھا کر اسلعل کا بازو پکڑ کر ہاتھ آگے کرنا چاہا اسلعل نے نہ کیا۔ تب اس نے عجب سے اعزاز میں جس کے اندر بے بسی تھی اسلعل کی طرف دیکھا اسلعل بھی مسکرایا کہنے لگا۔

ساتھ لپٹالیا۔ اس کی پیشانی اس کا سر چومنا پھر انتہائی شفقت میں کہنے لگی۔
 ”سدا میری بہن ایسا نہیں ہو گا مگر میں تمہاری حیثیت میری چھوٹی بہن کی سی ہے۔ مگر
 کام تم نہیں میں کیا کروں گی آج بھی تم کوئی کام نہیں کرو گی۔ جب میں ہوں تو تمہیں ایسا
 کرنے کی کیا ضرورت ہے۔“ پھر شاریہ نے قاسم کی طرف دیکھا اور دھیسے سے لہجے میں
 اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”ہا! اب آپ اگر اجازت دیں تو میں مطبخ میں جاؤں کھانا تیار کرنے کا وقت ہو گیا
 ہے۔“

قاسم نے جب مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ تب شاریہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی
 ہوئی سدا بھی اس کے ساتھ تھی ان کی طرف دیکھتے ہوئے رویان بھی اُچی پھرتیوں دیوان
 خانے سے نکل کر مطبخ کی طرف چلی گئیں۔ باقی سب لوگ وہیں دیوان خانے میں بیٹھ کر
 آپس میں گفتگو کرنے لگے تھے۔

”میں نے تمہیں انگوٹھی پہنا دی اب تم بھی پہناؤ۔“ شاریہ مسکرائی اور دھیسے سے لہجے میں
 جس میں راز داری تھی سر گھٹی تھی اسٹیل سے کہنے لگی۔

”سب دیکھ رہے ہیں آپ اپنا ہاتھ آگے کریں ہاتھ کو پیچھے کیوں لے گئے ہیں۔“
 اسٹیل مسکرایا چپ چاپ اپنا ہاتھ آگے کیا اور شاریہ نے اسے انگوٹھی پہنا دی سب لوگ اٹھے
 اور باری باری دونوں کو مبارکباد دینے لگے تھے۔ جب رویان وہاں سے ہٹ کر اپنی نشست
 پر بیٹھ گئی تب قاسم نے شاریہ کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میری بیٹی اب تو اسٹیل سے منسوب ہو چکی ہے تو اس کی ساتھی اور یہ تیری زندگی کا
 ساتھی ہے دونوں اب ایک دوسرے کی امانت ہو میری بیٹی آج سے یوں جاؤ تم ہی اسی حویلی
 کی مالک ہو ہر چیز کا خیال ہر چیز کی نگاہ داری رکھنا تمہارا کام ہے رویان اب زیادہ کام نہیں
 کر سکتی تھک جاتی ہے سارے کام کی نگرانی کرنا اب تمہارے فرائض میں شامل ہے۔“ یہاں
 تک کہنے کے بعد قاسم کا کچھ سوچنے کے بعد وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

”بیٹی اب جب کہ تمہیں ایک دوسرے سے منسوب کر دیا گیا ہے تم دونوں جب چاہو
 اکٹھے بیٹھ سکتے ہو باہم گفتگو کر سکتے ہو ایک دوسرے کا دکھ سکھ جان سکتے ہو تم دونوں پر کوئی
 پابندی کوئی تدفین نہیں ہو گی۔“ قاسم یہیں تک کہنے پایا تھا کہ سدا اپنی جگہ پر سے اٹھ کھڑی
 ہوئی اسے نبھانے کیا سوچیں بھاگتے ہوئے دیوان خانے سے نکل گئی تھی تھوڑی دیر بعد وہ لوہی
 اس کے ہاتھ میں ایک بڑا طشت تھا جس میں تازہ خیر تھا۔ خیر کا طشت لے کر وہ سامنے جا
 کھڑی ہوئی پھر شاریہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”آپنی پہلے آپ ایک ٹکڑا اٹھا کر بھائی کے منہ میں ڈالیں پھر ایسا ہی بھائی بھی کریں
 گے۔“ شاریہ نے مسکراتے ہوئے شکر گزاری کے اعزاز میں سدا کی طرف دیکھا سدا بھی
 مسکرائی تھی پھر خیر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر شاریہ نے اسٹیل کے منہ میں ڈالا اور اسٹیل نے
 بھی بڑے پیارے اعزاز میں خیر کا ایک ٹکڑا شاریہ کے منہ میں ڈال دیا تھا پھر سدا نے سب
 کو ٹیٹھا خیر پیش کیا۔

سدا ایک ہار پڑاٹھ کر شاریہ کے پاس آئی اس کے قریب بیٹھی پھر خوشی کا اظہار کرتے
 ہوئے کہنے لگی۔

”آپنی آپ آج کوئی کام نہیں کریں گی کھانا تیار کرنے کا وقت ہو رہا ہے میں اور امیں
 مطبخ کی طرف جاتی ہیں آج آپ کھل آرام کریں گی۔ اس لئے کہ آج آپ کی منگلی کا دن
 ہے اور ہم سب مل کر آپ کی خدمت کریں گے۔“ شاریہ نے ہاتھ بڑھا کر سدا کو اپنے

شاریہ سلاوا اور رویان کو مطبخ کی طرف گئے ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی۔ دیوان خانے میں بیٹھا برسک فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔
 ”میں دیکھتا ہوں دستک دینے والا ہے۔“ آگے بڑھ کر اس نے حویلی کا صدر دروازہ کھولا تو دروازے پر ایک مسلح جوان کھڑا تھا جو برسک کو دیکھتے ہی مخاطب کر کے کہنے لگا۔
 ”میرے عزیز کیا امیر اسلحہ گھر پہ ہیں۔“ برسک نے دروازہ سارا کھول دیا ذرا سا ہٹ کر کھڑا ہو گیا کہنے لگا۔

”آپ اندر آ جائیں امیر اندر دیوان خانے میں بیٹھے ہیں۔“ اس پر وہ مسلح جوان اندر داخل ہوا۔ برسک اسے لے کر دیوان خانے میں داخل ہوا آگے بڑھ کر اس نے سب سے مصافحہ کیا۔ پھر ایک خالی نشست پر بیٹھ گیا اور اسلحہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
 ”ابن قاسم آپ کو امیر المومنین ہارون الرشید نے طلب کیا ہے۔“ دیوان خانے میں بیٹھے سب لوگ فکر مند ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ اس موقع پر اسلحہ نے اس مسلح جوان کو مخاطب کیا۔

”خیریت تو ہے کیا معاملہ ہے۔“ آنے والا کہنے لگا امیر! امیر المومنین کے پاس اس وقت وزیر جعفر بیٹھا ہوا ہے۔ ایک دن پہلے آپ اور ابراہیم موصلی کا جو معاملہ ہوا تھا میرے خیال میں امیر المومنین نے اسی سلسلے میں آپ کو طلب کیا ہے۔ اس لیے کہ ابراہیم موصلی کے سلسلے کی شکایت وزیر جعفر نے امیر المومنین سے کر دی ہے اور اسی سلسلے میں امیر المومنین نے آپ کو طلب کیا ہے۔“

عین اسی موقع پر دروازے کی اوٹ میں رہتے ہوئے شاریہ نمودار ہوئی اور ہاتھ کے اشارے سے اس نے برسک کو باہر بلایا۔

برسک اٹھ کر جب باہر نکلا تو دروازے سے پیچھے ہٹ کر شاریہ نے اسے مخاطب کیا۔
 ”کون آیا ہے کیا معاملہ ہے۔“ اس پر فکر مندی کا اظہار کرتے ہوئے برسک کہنے لگا۔
 ”بھائی کو امیر المومنین نے طلب کیا ہے آنے والا مسلح جوان کہہ رہا تھا کہ بھائی کا جو

بھڑا مفتی ابراہیم موصلی سے ہوا تھا۔ اسی سلسلے میں امیر المومنین نے بلایا ہے۔ جعفر برکی نے بھائی کی شکایت کی ہے جعفر برکی اس وقت امیر المومنین کے پاس ہے۔ اسی سلسلے میں بھائی کو وہاں بلایا گیا ہے۔“ یہاں تک کہنے کے بعد برسک واپس دیوان خانے میں چلا گیا تھا شاریہ پیچھے ہٹ گئی تھی۔ آنے والے مسلح جوان کو مخاطب کرتے ہوئے اسلحہ کہنے لگا۔
 ”تم چلو میں تمہارے پیچھے پیچھے قصر کی طرف آتا ہوں۔“ اس پر وہ مسلح جوان اٹھا اور حویلی سے نکل گیا تھا۔

اسلحہ بھی دیوان خانے سے نکلا اور اس کے پیچھے پیچھے قاسم، ابراہیم برسک اور عطرین نکل آئے تھے۔ مطبخ سے شاریہ سلاوا اور رویان بھی نکل کر ان کے سامنے آ گئی تھیں۔ اس موقع پر قاسم نے اسلحہ کو مخاطب کیا۔

”جینے مجھے یہ معاملہ سنجیدہ لگتا ہے میں اور ابراہیم بھی تمہارے ساتھ چلتے ہیں۔ بلکہ عطرین بھی ساتھ چلے گا۔“ اسلحہ نے آگے بڑھ کر اپنے باپ کے شانے پر ہاتھ رکھا پھر کہنے لگا۔

”ہا! آپ سب گھر پر ہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں جاتا ہوں معاملے کو نفاذ کر آؤں گا۔“ اس موقع پر شاریہ چند قدم آگے بڑھی۔ اور اسلحہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”آپ اکیلے جانے پر کیوں اصرار کر رہے ہیں کسی کو ساتھ لے کر جائیں اگر کوئی بات ہوتی ہے تو ہمیں اطلاع تو ہو گئی کہ کیا معاملہ ہوا ہے۔“ اس پر عطرین بولا اور کہنے لگا۔

”کوئی نہ جائے شاریہ کا کہنا درست ہے میں خود اسلحہ کے ساتھ جاؤں گا آپ لوگ فکر مند نہ ہوں۔ مجھے امید ہے کہ معاملہ احسن طریقے سے نئے گا۔“ اس کے بعد اسلحہ اپنے باپ سے اجازت لے کر وہاں سے نکلا اور عطرین بھی اس کے ساتھ تھا۔ دونوں حویلی سے نکل کر دریائے دجلہ کے کنارے خلیفہ کے قصر کا رخ کر رہے تھے۔

اسلحہ اور عطرین دونوں جب قصر کے کمرے میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں سارے عمائدین سلطنت کے علاوہ سالار، قاضی، مشیر وزیر اور سب بیٹھے ہوئے تھے۔ سب سے پیچھے ایک خالی نشست پر عطرین بیٹھ گیا تھا۔ اسلحہ بن قاسم آگے بڑھا جس نشست پر ہارون الرشید بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے قریب گیا۔ پھر اپنی کنوارا اس نے بے نیام کی اور وہ کنوارا اس نے ہارون الرشید کے پاؤں کے قریب رکھتے ہوئے کچھ سوچا پھر چند قدم پیچھے ہٹ کر سیدھا کھڑا ہوا۔ اس کے بعد انتہائی اعساری میں وہ ہارون الرشید کو مخاطب

فیصل کرنے سے قبل میں آپ سب لوگوں پر یہ واضح کروں کہ شاعر اگر فراز شوق میں آپ جو کلام ہوتا ہے تو ایک مجاہد لباس نور میں رنگ و روشنی کا دامن لیے عرصہ جیسا ہوتا ہے۔ ایک شاعر اگر آتش لہراں کا مفسر ہوتا ہے۔ بے صوت و صدا شوق نفوس میں آرزو مندی کا رنگ ہوتا ہے تو ایک مجاہد لالہ گل میں شبنم کا قطرہ میاہنوں میں دریاؤں کی روانگی روانی سے بھی زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔

میں جانتا ہوں کہ تم سب بھی اس امر سے آگاہ ہو کہ مفتی ابراہیم موسلی جہاں ایک عرصہ مفتی ہے وہاں ایک ایسے پائے کا شاعر بھی ہے۔ ہر ایک بات اپنے ذہن میں سب بھانے کے رکھیں۔ اگر ایک شاعر عہد گزشتہ کا رفیق ہے تو ایک مجاہد سوج گرداب کا ساحل ہوتا ہے۔ اگر ایک شاعر دشمنی صبا کا شکوہ گل جیسے کا گلہ کرنے والا ہوتا ہے تو ایک مجاہد ریگزاروں کی عداوت کو اپنے اشاروں پر رقص کرا دینے والی چشم ریز جیسا ہوتا ہے۔ شاعر دشمنی اگر چھلکتا ہوا ساغر ہے تو ایک عسکری سالار سوتی ہوئی کھوار ہے۔ شاعر دشمنی اگر شفقت بھری رعوت ہے۔ تو ایک مجاہد آزادی صبح کی رکن ہوتا ہے۔ دونوں کا سوازی نہیں کرنا چاہئے نہ ہی قتالی جائزہ دونوں کا لیا جاسکتا ہے۔ اس لئے ایک شاعر دشمنی اور مجاہد میں زمین آسمان کا فرق ہے اور اگر سوازی نہ کر لی لیا جائے تو پھر جہاں شاعر آرزوؤں کی تشنہ لبی سا ہے وہاں ایک مجاہد بے بسی کو اڑا دینے والا جیسا طوفان ہوتا ہے جہاں ایک شاعر ایک مفتی ریت کی تازہ جھاگ کے گچھی کاٹھ کے گھوڑوں اور سپ کے ہاتھیوں کھیت دھول کے کلیان اون کے تیروں کی شمشیر دھانوں کے ارمان اور پرکشش خوابوں کی ہی باتیں کرتا ہے وہاں ایک مجاہد کچلے انسانوں کے لئے حد سے گزرنے ظلم اور بھری اعوجی لوٹ مار کے خلاف کبھی شرق میں کبھی مغرب میں کبھی شہروں میں کبھی بستیوں میں دشمن کے خلاف جمود کو انتشار میں بدل دینے والا ایک بے درود انصاف ہوتا ہے۔

شاعروں کے ہاں عبادت گاہیں بند شاعرے بھڑکتے ہیں بیکد سے آباد اور ہر روضہ رہتے ہیں ہر ایک سالار ایک مجاہد خون جگر سے اپنی قوم اپنی ملت کی نئی تقدیریں رقم کرتے ہوئے مشیت کا خراج وصول کرتا ہے۔ ماں کی ہانپوں کی طرح اپنے وطن اپنے لوگوں اپنی ملت کے لیے مہربانی کی لطیف چھاؤ بن جاتا ہے۔ شاعر مشفق دیرینہ کی دعا وقت کی نامواریوں میں بے بسی کی لہر سوکے چوں کی سرسراہٹ مصلحت پرستی کی خاموشی اور عشق کی ترجمانی تو کر سکتا ہے ہر ایک مجاہد ایک سالار کے جذبوں اس کے احساسات اس کی قربانیوں کی گردنک کو نہیں چھو سکتا۔ مجاہد موت کے میدانوں میں جراتوں کا پیشوا شجاعتوں کا ہادی ہے

کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔
 ”امیر المومنین اگر مجھے میری کسی غلطی کی کوتاہی کسی جرم کی سزا دینے کے لیے اس قدر میں طلب کیا گیا ہے تو میں نے اپنی کھوار آپ کے قدموں میں ڈال دی ہے۔ اپنے آپ کو بہت کر دیا ہے۔ آپ میرے متعلق جو بھی فیصلہ کریں گے وہ میرے لیے آخری میرے لیے قابل قبول ہوگا۔“ ہارون الرشید اپنی جگہ پر اٹھا اٹھیل کی کھوار اٹھا کر کمر سے بندھے میان میں ڈال پھر جعفر برکی کے عین سامنے ایک خالی نشست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔
 ”جہادری نشست خالی پڑی ہے بیٹھو پھر میں گفتگو کا آغاز کرتا ہوں۔“ اٹھیل آگے بڑھ کر اپنی نشست پر بیٹھ گیا پھر فوراً اٹھ گیا اور دوبارہ ہارون الرشید کے سامنے کھڑا ہو کر کہنے لگا۔
 ”امیر المومنین! آپ کے حکم کا اتباع کرتے ہوئے۔ میں نشست پر بیٹھ تو گیا ہوں لیکن پھر آپ کے سامنے آن کھڑا ہوا ہوں۔ امیر المومنین اگر میں آپ اور عمائدین سلطنت کی نگاہوں میں ابراہیم موسلی کے حادثے کے سلسلے میں مجرم ہوں تو پھر ایک مجرم کی حیثیت سے میں بیٹھنے کی بجائے آپ کے سامنے کھڑا رہنا پسند کروں گا۔ اور کھڑا ہو کر ہی آپ کا فیصلہ سننا چاہوں گا۔“ ہارون الرشید کچھ کہتا چاہتا تھا کہ اس موقع پر اٹھیل نے اپنے بائیں جانب بیٹھے جعفر برکی کی طرف دیکھا اس کے چہرے پر طحیہ مسکراہٹ تھی۔ شاید وہ اٹھیل کے ان الفاظ اور اس کی حالت پر خوش ہو رہا تھا۔ ہر جلد ہی جعفر برکی کی ساری خوشی اس کا سارا طحیہ بک جاتا رہا۔ اس لیے کہ اس کے کانوں میں خلیفہ ہارون الرشید کی آواز سنائی دی تھی اس نے اٹھیل کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”اٹھیل میں دوبارہ جہیں حکم دیتا ہوں کہ اپنی نشست پر بیٹھ جاؤ اور اب اس نشست سے الٹنا نہیں۔ میں جانتا ہوں تم اپنے بڑوں کے فرمانبردار اور حکم کا اتباع کرنے والے ہو بیٹھو تاکہ میں گفتگو کا آغاز کروں۔“ اٹھیل دوبارہ نشست پر بیٹھ گیا کچھ دیر خاموشی رہی پھر قعر کے اس کمرے میں خلیفہ ہارون الرشید کی آواز گونجی تھی۔ قعر میں بیٹھے سارے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”عزیزان من اٹھیل بن قاسم اور مفتی ابراہیم موسلی کے درمیان تنازعہ اٹھا ہے۔ اس کی تفصیل میں نے تم سب سے کہہ دی ہے اس حادثے سے متعلق سب سے پہلے حکایت جعفر برکی نے کی ہے۔ جعفر نے اٹھیل بن قاسم پر کچھ الزامات لگائے تھے جعفر ابراہیم موسلی کے حق میں بولا تھا۔ ہر میں کسی ایک شخص کی بات پر یقین نہیں کرتا۔ میرے اپنے آدمی اس سارے معاملے کی تحقیق کر چکے ہیں اور مجھے اس کی تفصیل بھی بتا چکے ہیں۔ اس حادثے کا

باکی کا معظم قربانوں کی تابانی بن کر نمودار ہوتا ہے قوم کی آزادی اور تحفظ کا نعرہ بلند کرتا ہے میدان جنگ میں ہونے کے لیے پیش رفت کرتا ہے۔ شاعر مثنوی ایسا نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ اس کے جذبے اس کے احساسات اس کی سوچیں اس کے خیالات ایک مجاہد ایک سالار کی نسبت سے کہیں زیادہ کواہ کہیں زیادہ ہلکی کہیں زیادہ کم تر ہوتے ہیں۔

مجھ سے شکایت کی گئی تھی کہ اسطیع بن قاسم نے ابراہیم موسلی جیسے مثنوی اور شاعری اہانت اور بے عزتی کی ہے۔ جس نے یہ شکایت کی ہے۔ میں اس کی اس شکایت سے قطعی اتفاق نہیں کرتا۔ جو معاملہ ہوا ہے اس میں حقیقت میں ایک مثنوی ایک شاعر نے جس کا دماغ صرف دولت جمع کرنا ہے جس کا مقصد اپنے ذاتی خزانوں کو بھرتا ہے اس نے ایک لاجواب ایک بے مثال ایک بے دارغ سالار کی اہانت کی ہے۔

اسطیع بن قاسم جس وقت نبار کی اجرت طلب کرنے کے لیے ابراہیم موسلی کے پاس گیا تھا تو ابراہیم موسلی کو اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے سالار کا استقبال کرنا چاہئے تھا اس کی پہلی طلب پر فوراً نبار کی اجرت اس کے حوالے کر دی جانی چاہئے تھی۔ لیکن موسلی نے ایسا نہ کر کے انتہائی گستاخی انتہائی نافرمانی برداری کا اظہار کیا ہے جو کسی طور قابل قبول نہیں ہے۔ اس موقع پر اسطیع بن قاسم سے بھی ایک غلطی ہوئی جس وقت ابراہیم موسلی نے غریب لاچار اور مفلس نبار کا ایک ماہ کا معاوضہ اور اجرت دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اس وقت اسطیع کو چاہئے تھا کہ اپنا دایاں ہاتھ فضا میں بلند کرتا اور ابراہیم موسلی کے منہ پر ایسا طمانچہ بارتا کہ وہ بل کھاتا ہوا اپنے ہی دیوان خانے کی دیواروں سے ٹکراتا پھر میں خوش ہوتا۔ اطمینان کا لہجہ سانس لیتا لیکن اسطیع نے ایسا نہیں کیا یہ اس کی غلطی ہے۔

اسے یہ بھی چاہئے تھا کہ دو گنا معاوضے کی بجائے اس نبار کی اجرت کے سلسلے میں دس گنا زیادہ معاوضہ ابراہیم موسلی سے وصول کرتا۔ اس لیے کہ ایک مجاہد سے ناحق گستاخی کرنے والا اس سے بھی زیادہ بدتر سلوک کا حق دار ہے۔

میں تم سب کے سامنے یہ عیاں کر دیتا چاہتا ہوں کہ کوئی بھی شاعر ہو خواہ وہ میرے سامنے گاکر میرا دل خوش کرنے والا ہو۔ میری محفلوں کی جان ہو کیسا بھی ہو پائے کاغذی کتا ہی بڑا بھی مشاعر کیوں نہ ہو میں اسے اپنے ہر سالار سے انتہا درجہ کا کتر خیال کرتا ہوں۔ مثنوی اور شاعر اگر محفلوں اور مجلسوں کو گرماتے ہیں مشاعروں کو بھراکے والے ہیں۔ تو میرے سالار ماؤں بہنوں بیٹیوں کی عزت اور ان کی آبرؤں کے دکھالے ہیں۔ اسلامی سلطنت کی سرحدوں کے نگہبان اور چوپال ہیں۔ میری ایک بات یاد رکھئے گا۔ خداوند

قدوس دو آنکھوں کو جہنم میں نہیں ڈالے گا۔ ایک وہ آنکھ جو خدا کے خوف سے روئے آنسو بہائے اور دوسری وہ آنکھ جو خود جاگے اور اسلامی سلطنت کی سرحدوں کی حفاظت کرے۔

اب میں آپ لوگوں پر ایک اور انکشاف کروں جس وقت جعفر برکی نے مجھ سے اسطیع بن قاسم کے خلاف اور ابراہیم موسلی کے حق میں شکایت کی تھی اس سے پہلے ہی میرے عجروں نے پورے حالات سے مجھے آگاہ کر دیا تھا اور جعفر برکی کی شکایت سے پہلے ہی میں ابراہیم موسلی کے اس حادثے کا فیصلہ بھی کر چکا تھا۔ ابراہیم موسلی اس وقت قصر میں موجود ہے۔ لیکن آپ لوگوں کے اعدائے نہیں بیٹھا ہوا میں اسے طلب کرتا ہوں۔ اس کے لیے میں سزا بھی تجویز کر چکا ہوں۔ اور جب وہ قصر میں آئے گا تو آپ لوگوں کو خود ہی پتہ چل جائے گا کہ میں اس کے لیے کون سی سزا تجویز کر چکا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی ہارون الرشید نے اپنے حاجب دوئم فضل بن ربیع کو پکارتے ہوئے ابراہیم موسلی کو لانے کا حکم دیا۔

تھوڑی دیر بعد فضل بن ربیع قصر کے اس کمرے میں داخل ہوا اس کے ساتھ شاعر مثنوی ابراہیم موسلی بھی تھا۔ اس حالت میں کہ اس کے گلے میں آہنی طوق پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔ سب لوگ جانتے تھے کہ ابراہیم موسلی نا صرف یہ کہ خلیفہ ہارون الرشید بلکہ برکی وزراء کا بھی پسندیدہ بڑا صاحب عزت ذی وقار اور ہر دل عزیز شاعر مثنوی تھا لہذا اسے قصر کے اس کمرے میں آہنی طوق اور پاؤں میں پڑی بیڑیوں میں دیکھتے ہوئے سب لوگ حیران اور پریشان ہو گئے تھے۔ سب سے زیادہ پریشان سب سے زیادہ مگر مند سب سے زیادہ بکرا بکراؤں جعفر برکی تھا جس نے ہارون الرشید سے اسطیع بن قاسم کے خلاف اور ابراہیم موسلی کے حق میں شکایت کی تھی اس کا منہ ابراہیم موسلی کو دیکھتے ہوئے کھلے کا کھلا رہ گیا تھا۔ یہاں تک کہ کمرے میں ہارون الرشید کی آواز بھر گئی تھی۔

”مہرت کے لئے سب ابراہیم موسلی کی طرف دیکھیں۔ یہ اس کے کردہ گناہوں کی سزا ہے اس نے دو بڑے جرم کئے ہیں۔ ایک اس نے ناحق ایک غریب نبار کی اجرت روکتے ہوئے نا انصافی کا مظاہرہ کیا ہے حالانکہ سب لوگ جانتے ہیں کہ اس نے ہر جائز اور ناجائز طریقے سے بے شمار دولت جمع کر رکھی ہے۔ اور دوسرا جرم اس کا بہت بڑا اور ناقابل معافی ہے وہ یہ کہ اس نے میرے ایک سالار کے حق میں اہانت سے کام لیا اور یہ ایسا معاملہ ہے جسے میں کسی بھی صورت برداشت نہیں کر سکتا۔ اسے طوق اور بیڑیاں پہنا دی گئی ہیں۔ اب میں اسے زعمان کی طرف بھیجے گا ہوں۔ اس وقت تک یہ زعمان سے باہر نہیں آئے گا اس وقت تک یہ طوق اور بیڑیوں سے آزاد نہیں ہوگا۔ جب تک اسطیع بن قاسم اسے معاف نہیں

کر دیتا۔“ اس کے ساتھ ہی اونچی آواز میں ہارون الرشید نے فضل بن ریح کو حکم دیا کہ ابراہیم موصلی کو زعمان میں لے جا کر بند کر دیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی حاجب دوئم فضل بن ریح ابراہیم موصلی کو زعمان کی طرف لے گیا تھا۔

مورخین تفصیل سے بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم موصلی کو ہارون الرشید نے واقعی ہی پاؤں میں بیڑیاں پہنا کر زعمان میں ڈال دیا تھا۔

اتنا کہنے کے بعد بڑے شفیقانہ انداز میں ہارون الرشید نے اسلعل کی طرف دیکھا پھر محبت بھرے انداز میں کہنے لگا۔

”ابن قاسم اٹھو گھر جاؤ میں جانتا ہوں تمہارے گھر والے بڑے پریشان ہوں گے بڑی بے چینی سے تمہاری واپسی کا انتظار کر رہے ہوں گے جاؤ اپنے گھر والوں سے ساری تفصیل کہنا اور یہ بھی بتا دینا کہ ہارون الرشید اپنے شاعروں و مغنیوں کی قدر ضرور کرتا ہے لیکن جو شعراء اور مغنی اگر میرے سالاروں کے منہ آنے کی کوشش کریں تو پھر میرے ہاں ان کے لئے کوئی معافی اور چھوٹ نہیں ہے جاؤ اور جا کر آرام کرو۔“ اس کے ساتھ ہی ہارون الرشید نے مجلس کے خاتمے کا اعلان کر دیا تھا۔

اسلعل اور عطرین جب دونوں حویلی میں داخل ہوئے تو دیوان خانے میں سب بڑی بے چینی سے ان کا انتظار کر رہے تھے جو بھی وہ دونوں دیوان خانے میں داخل ہوئے سب فکر مندی سے ان دونوں کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ جب وہ دیوان خانے کے وسط میں آئے تو سب سے پہلے گفتگو کا آغاز شاریہ نے کیا اور وہ کسی قدر پرسکون انداز متبسم لہجے میں اسلعل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”یہ جو آپ دونوں مسکراتے ہوئے دیوان خانے میں داخل ہوئے ہیں اس سے میں یہ اندازہ لگا سکتی ہوں کہ جس معاملے کے لیے آپ قصر خلافت میں گئے تھے اس کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوا ہے۔“ اسلعل مسکراتے ہوئے ایک نشست پر ہو بیٹھا تھا عطرین بھی اس کے پہلو میں بیٹھ گیا شاریہ تو بالکل آسودہ اور پرسکون لگ رہی تھی دوسرے سارے لوگ تعجب بھرے انداز میں ان دونوں کی طرف دیکھ رہے تھے اس پر اسلعل نے اپنے پہلو میں بیٹھے عطرین کو مخاطب کیا اور کہنے لگا۔

”ہاں جو کچھ قصر میں بیٹی اس کی تفصیل تم ہی بتاؤ۔“ اسلعل کے کہنے پر عطرین نے ابتدا کی پھر وہ مزے لے لے کر قصر خلافت میں ہونے والی کارروائی کی تفصیل کہہ رہا تھا۔

جب وہ خاموش ہوا تب کسی قدر خوشی اور سکون کا اظہار کرتے ہوئے ابن قاسم کہنے لگا۔

”اسلعل میرے بیٹے جس وقت تم یہاں سے روانہ ہوئے تھے اس وقت تو میں نے تم سے کچھ نہیں کہا تھا لیکن اندر ہی اندر میرا دل پکار کے کہہ رہا تھا کہ ہارون الرشید تمہیں احرام دے گا تمہاری عزت تمہارے وقار میں اضافہ کرے گا یہ کہ ابراہیم موصلی کے معاملے میں تم حق پر تھے اور تم نے جو غریب اور مفلس نجار کا معاوضہ اسے لے کر دیا ہے اس پر ہارون خوش ہو گا مجھے ہارون کے اس فیصلے سے بڑی خوشی ہوئی کہ اس نے تم سے یہ کہا کہ ابراہیم موصلی سے دو گنا نہیں دس گنا زیادہ اجرت کی رقم وصول کرنی چاہئے تھی۔“ یہاں تک کہنے کے بعد ابن قاسم رک کا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

”بیٹے خدا گواہ ہے ہارون الرشید سے ایسے فیصلے کی امید تھی اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ شاعروں اور مغنیوں اور دیگر اہل فن کا بڑا قدر دان بڑی عزت کرنے والا ہے لیکن ان سب کے مقابلے میں جو عزت وہ اپنے سالاروں کو دیتا ہے اس کا کوئی جواب نہیں اس نے ابراہیم موصلی کو طوق اور بیڑیاں ڈال کر یقیناً اپنے سالاروں کی قدر و قیمت سے آگاہ کر دیا ہے اب آنے والے دور میں ابراہیم موصلی اس قسم کی کوئی حرکت کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔“

قاسم جب خاموش ہوا تب شاریہ کی طرف دیکھتے ہوئے اسلعل کہنے لگا۔

”آج کھانا دانا کچھ نہیں ملے گا۔“ اس پر شاریہ اٹھ کھڑی ہوئی کہنے لگی۔

”کھانا بالکل تیار ہے آپ دونوں کا انتظار ہو رہا تھا سب نے یہ سوچا تھا آپ دونوں آئیں گے تب کھانا کھایا جائے گا میں کھانا ہی یہیں دیوان خانے میں لگائی ہوں اور یہیں بیٹھ کر کھاتے ہیں۔“ کھانا لانے کے لیے جب شاریہ باہر نکلی تو سدا بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی شاریہ کا اس نے ہاتھ پکڑ لیا دیوان خانے سے نکلنے کے بعد ایک جگہ اس نے شاریہ کو روک دیا پھر منت کر کے انداز میں کہنے لگی۔

”آپنی اگر آپ ایک بات مامیں تو میں کہوں؟“ شاریہ نے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا اس کی پیشانی چومی اور کہنے لگی۔

”تو کہہ میری بہن کیا کہنا چاہتی ہے میں تیری کسی بات کو نالوں گی نہیں میرے بس میں وہ بات ہوئی تو میں کرگزروں گی۔“ اس پر شاریہ کی کمر میں ہاتھ ڈالے ہوئے لپٹے ہی لپٹے سدا کہنے لگی۔

”آپنی میں چاہتی ہوں کہ آپ یہاں میرے ساتھ میرے کمرے میں سوئیں اس سلسلے میں میں نے باپ سے بات کی تھی وہ کہہ رہے تھے کہ خود آپنی سے بات کر لیتا اگر وہ رضامند ہو

تو اس میں ہماری خوشی ہوگی۔

آپنی اس طرح میرے پاس رونق رہے گی یہاں تک بھائی برسک کا تعلق ہے تو وہ بھائی ابراہیم کے ساتھ اس کے کمرے میں سو رہے گا اس طرح ہمارے پاس بھی رونق ہو جائے گی۔“ شارپہ نے پھر سدا کو اپنے ساتھ لپٹا لیا کہنے لگی۔

”تم اس قدر انکساری اور عاجزی سے کیوں ایسی باتیں کہتی ہو میں تمہارے پاس ہی رہوں گی آج نہیں بلکہ اکثر و بیشتر تمہارے کمرے ہی میں سویا کروں گی۔“

اس پر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے سدا پھر شارپہ سے بہت مکی تھی پھر دونوں ہارون پتی خانے میں داخل ہوئیں وہاں سے برتن نکال کر دیوان خانے میں لگانے لگی تھیں۔

مختلف واقعات رونما ہونے کی وجہ سے ہارون الرشید اپنے وزیر جعفر برکی اور اس کے خاندان کے افراد سے ایک طرح کا ناراض اور برہم ہوتا چلا گیا تھا سب سے پہلے جعفر نے اپنے مفاد کی خاطر جو ہارون الرشید کے عظیم زرادہ کو قتل کرانے کی کوشش کی تھی اس کوشش نے بھی جعفر برکی کو ایک طرح سے ہارون الرشید کی نظروں میں گرا دیا تھا اس کے یکے بعد دیگرے کئی واقعات اٹھے جن کے باعث ہارون الرشید کی نگاہوں میں خاندان برک گرہا چلا گیا ہارون الرشید ان کے خلاف انتقامی کارروائی کرنے پر آمادہ ہوتا چلا گیا تھا۔

خلیفہ بننے کے بعد ہارون الرشید نے برکوں پر بڑا اعتماد اور بھروسہ کرتے ہوئے مالی اور مکی انتظامات ان کے سپرد کر دیئے تھے خزانے کا مالک ایک طرح سے وزیر جعفر برکی تھا جب کبھی بھی ہارون الرشید کو نقدی کی ضرورت ہوتی خلیفہ کو وزیر جعفر برکی سے درخواست کرتا پڑتی تھی اور پھر آہستہ آہستہ یہ حال ہوتا گیا کہ کبھی ماگی ہوئی رقم پوری مل جاتی اور کبھی نہیں یہ حالات بھی ہارون الرشید کے دل میں گرہ باندھتے چلے گئے پھر ایسا کہ ایک کنیز بکتے کے لیے آئی مورخین نے اس کا نام ہازنہ لکھا ہے کہتے ہیں جہاں یہ کنیز اپنے حسن اپنے شباب اپنی خوبصورتی اپنی ہوش ربائی میں لاجواب تھی وہاں یہ حساب و خوش کومبکی میں بے نظیر تھی موسیقی اور فن رقص میں کمال دست گاہ رکھتی تھی۔

اس کنیز کا جو مالک تھا اس نے قسم کھا رکھی تھی کہ اسے ایک لاکھ درہم سے کم کسی بھی صورت فروخت نہیں کرے گا۔

ہارون الرشید نے جب اس کنیز کا سنا تو اسے دیکھا وہ اسے بھائی اس کی خوبصورتی اس کی صفات ہی ایسی تھیں کہ ہارون الرشید نے اپنے لیے منتخب کیا اس ہازنہ نام کی کنیز کے مختلف اوصاف دیکھتے ہوئے ہارون الرشید نے اسے خریدنے کا فیصلہ کر لیا اور اپنے وزیر جعفر کو کہا بھیجا کہ مکی خزانے سے ایک لاکھ درہم ادا کر کے اس کنیز کو خلیفہ ہارون الرشید کے لیے خریدا لیا جائے۔

جعفر نے اس سلسلے میں اپنے باپ بھئی سے مشورہ کیا اور دونوں نے مل کے یہ طے کیا

”امیر المومنین یہ جعفر برکی کی جاگیر ہے کہتے ہیں۔“ کہتے ہیں اس پر ہارون الرشید نے ایک غنڈی سانس لی اور آگے چلا گیا جہاں تک جانے کا اتفاق ہوا کوئی بھی بستی کوئی قصبہ کوئی بھی موضع کوئی بھی قریہ ایسا نہ ملا جس کی حالت خراب ہوتی بلکہ سب سرسبز و شاداب تھے ہر بستی کو دیکھتا اور ندیم سے پوچھتا یہ کس کا ہے تو جواب یہی ملتا کہ جعفر برکی کا علاقہ ہے۔ یہ سارے علاقے دیکھنے کے بعد ہارون الرشید نے اعزازہ لگایا کہ ارد گرد کے سارے علاقوں پر برکوں نے قبضہ کر لیا ہے اور اسے اپنی جاگیر بنا لیا ہے۔

ماپس اور افسردہ واپس بغداد آیا اور اپنے اسی ندیم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم دیکھتے ہو ہر مکہ نے دولت سے اپنا گھر تو بھر لیا ہے خود امیر بن گئے ہیں لیکن مجھے اور میری اولاد کو انہوں نے فقیر کر کے رکھ دیا ہے انہوں ان کے معاملات سے میں نے اب تک غفلت کی بلکہ میں نے صریح غفلت کی ہے کیونکہ دیکھتا ہوں کہ بغداد سے اس قدر نزدیک اور مسلسل ہر مکہ کی جاگیریں ہیں میری اولاد میں سے کسی ایک کی بھی ایسی جاگیر نہیں ہے دارالخلافہ کی یہ حالت اور دور دراز کے علاقوں کا معلوم نہیں کیا حال ہو گا انہوں نے نہانے کس قدر جاگیریں بنا رکھی ہوں گی۔“ ندیم بیچارہ کچھ نہ کہہ سکا شرمندہ ہو گیا اس واقعے نے بھی ہارون الرشید اور ہر مکہ کے درمیان خاصی دوری پیدا کر دی تھی۔

اس کے بعد ایک اور واقعہ رونما ہو گیا ہوا کچھ یوں کہ خراسان ہر مکہ کی سب سے بڑی جاگیر خیال کیا جاتا تھا ان کے سارے اخراجات وہاں سے پورے ہوتے تھے خراسان ایک زرخیز صوبہ تھا۔ صرف معمولی سا خراج داخل خزانہ ہوتا تھا اور باقی ساری رقم کے مالک ہر مکہ ہوتے تھے ایک شخص علی بن عیسیٰ خراسان کی آمدنی اور اخراجات سے واقف تھا لہذا ہر مکہ کو نیچا دکھانے کے لئے وہ ایک عرصہ سے اس کوشش میں تھا کہ برکیوں کی جگہ اسے خراسان کا واقعی مقرر کیا جائے۔

آخر اس کی کوشش بر آئی اور ہارون الرشید نے پہلے والے فضل برکی کو ہنا کر خراسان کا حاکم علی بن عیسیٰ کو بنادیا۔

اپنے والی مقرر ہونے کے کچھ عرصہ بعد یہ علی بن عیسیٰ قیمتی جواہرات دیگر مال لونڈی غلام وغیرہ لے کر بغداد شہر میں داخل ہوا اور چاہتا تھا کہ دربار عام میں حاضر ہو کر وہ سارے تماخف پیش کرے جو وہاں سے لے کر آیا تھا اس کا ردروائی سے وہ یہ دکھانا چاہتا تھا کہ ہر مکہ کے مقابلے میں اس نے کس قدر زیادہ خراج جمع کیا ہے اور اس کی کارگزاری ہر مکہ سے کس قدر اچھی اور عمدہ ہے تاکہ ملک اور سلطنت میں اس کی وقعت ہر مکہ سے زیادہ ہو۔

کہ اتنی بڑی رقم میں ہارون الرشید کو وہ کنیز خرید کر نہیں دینی چاہئے حالانکہ خود ہر مکہ اس سے تھی زیادہ اخراجات کرتے تھے ہارون الرشید کی اس خواہش کو ٹالنے کے لئے ایک طریقہ استعمال کیا۔

انہوں نے خزانے سے ایک لاکھ کی رقم کے توڑے نکال کر خزانے کو جانے والے راستے پر پھیلا دیئے تاکہ ہارون الرشید کی اس پر نظر پڑے اور وہ تعجب کرے کہ اتنی بڑی رقم میں وہ کنیز کو خرید رہا ہے چنانچہ ہارون الرشید جب وہاں سے گزرا تو خزانچی سے پوچھا یہ رقم کیسے بکھر گئی ہے اس پر اس نے جواب دیا کہ یہ بازغہ نام کی ایک کنیز کی خریداری کے لیے خزانے سے نکالی گئی ہے اس وقت تو کنیز کی خریداری ملتوی ہو گئی لیکن اس واقعے نے بھی ہارون الرشید کے دل میں ہر مکہ کے خلاف ایک گرہ ڈال دی تھی۔

اب ہر مکہ کی بد قسمتی کہ ان کے خلاف یکے بعد دیگرے کئی حادثے کئی سانحے نمودار ہونے لگے جن کی بنا پر ان کے اور ہارون الرشید کے درمیان تلخی اور عداوت اپنے عروج کی طرف بھاگتی رہی۔

کہتے ہیں ایک روز ہارون الرشید ایک شکار گاہ میں تھا کہ ناگاہ دور سے کچھ سوار نظر آئے ہارون الرشید نے اپنے ایک غلام سے پوچھا کہ یہ کس کے سوار ہیں اس کے ندیم نے عرض کیا۔ کہ جعفر بن یحییٰ برکی کے سوار ہیں اس کے بعد دائیں بائیں کئی سوار نظر آئے جو سب جعفر برکی کے تھے تھوڑی دیر بعد جب وہ سوار نظروں سے اوجھل ہو گئے تو اپنے اسی ندیم سے ہارون نے پوچھا وہ سوار کدھر گئے۔

ندیم نے کہا کہ جعفر اپنے ان ساتھیوں کو لے کر دوسرے راستے سے چلا گیا ہے ہارون الرشید کو بڑا غصہ آیا اپنے ندیم کو مخاطب کر کے کہنے لگا کیا جعفر نے ہم کو اس قابل ہی نہیں سمجھا کہ وہ ہمارے ساتھ ہو کر زیب و زینت کا باعث بنے۔

اس کے بعد ہارون الرشید شکار گاہ سے نکلا دور جا کر دیکھا وہاں بہت زیادہ مویشی تھے اور خوبصورت مکانوں کا سلسلہ دور تک بنا ہوا تھا اس جگہ ایک قریبی بستی کو جانے کا راستہ تھا۔ تھوڑی دور چل کر ہارون الرشید اپنے ندیموں اور مصاحبوں کے ساتھ اس بستی کے قریب پہنچا تو دیکھا وہاں کی زمین بڑی سرسبز اور شاداب تھی کھلیانوں کی افراط تھی اور لوگ بے حد خوش حال دکھائی دیتے تھے۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے ہارون نے پھر اپنے ایک ندیم سے پوچھا۔ ”یہ کس کی جاگیر ہے۔“ یہ سن کر ندیم نے جواب دیا۔

اس کے علاوہ وہ خلیفہ ہارون الرشید پر یہ بھی ثابت کرنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے جس قدر محاصل خراسان سے براہ کمر پیش کرتے رہے ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ لے کر آیا ہے اپنی اسی کار سازی کا اعہار کر کے علی بن یحییٰ دراصل خلیفہ پر یہ واضح کرنا چاہتا تھا کہ براہ کمر اس کی آمدنی کا بہت کم حصہ خزانے میں داخل کرتے رہے ہیں اور باقی ساری آمدنی وہ اپنے ذاتی تفرقات میں لاتے رہے ہیں کہتے ہیں ہارون الرشید نے علی بن یحییٰ کی اس درخواست کو منظور کیا اور حکم دیا کہ ایک وسیع میدان میں دربار عام کی تیاریاں کی جائیں اور علی اپنی لائی ہوئی اشیاء کو پیش کرے۔

ایک خوش فضا میدان میں ایک رفیع الشان بارگاہ سجائی گئی اور وہاں تخت شاهی بچھایا گیا پھر وہاں علی بن یحییٰ نے نہایت سلیقہ شعاری سے اپنے تحائف کو پیش کیا۔

ایک جانب اشرافیوں کے انبار تھے۔ دوسری جانب دینار اور درہم کے ڈمیر تھے تیسری جانب ریشمی کپڑے اور قیمتی اسباب تھے۔ چوتھی جانب ترکی غلام ہاتھ ہاتھ کھڑے ہوئے تھے جن کے گلے میں سرسج کھواریں محاکم اور مصری دستاریں ان کے سروں پر تھیں۔ ان کے برابر حدوش کینروں کا ایک ہجوم تھا جن کے قیمتی لباس اور زیوروں کی جلا جلائی سے میدان جگمگ رہا تھا۔ منگ و دانے اس قدر تھے کہ بغداد کا وہ میدان خوشبو سے مہک اٹھا تھا اس کے علاوہ اس میدان میں علی بن یحییٰ نے عربی اونٹ اور گھوڑوں کی قطاریں کھڑی کی تھیں جو قیمتی ساز و سامان سے سجے ہوئے تھے جب یہ تحائف اپنے مواقع پر سجادیئے گئے تھے اس وقت امیر المومنین کو اس میدان میں لایا گیا تھا۔

اس میدان میں داخل ہونے کے بعد ہارون الرشید بے حد خوش ہوا اور دور سے سرخ و سفید انبار نظر آئے تو اپنے ساتھ چلنے والوں سے پوچھا۔

”یہ کیا ہے؟“ اس پر ایک مصاحب کہنے لگا۔

”امیر المومنین یہ اشرافی نذرہ اور مشک کے انبار ہیں جو نظر آرہے ہیں۔“

بہر حال میدان میں داخل ہونے کے بعد ہارون الرشید ایک ایک چیز کو دیکھتا رہا اور خوش ہوتا رہا جب سارا سامان دیکھ چکا تو وہاں جو تخت شاهی کا اہتمام کیا تھا وہاں بیٹھ گیا جعفر برکی اور اس کا باپ اور بھائی اور عزیز و رشتہ دار سب وہاں موجود تھے کہتے ہیں اس موقع پر یحییٰ نے اپنے بیٹے جعفر برکی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”علی بن یحییٰ نے خراسان سے لائے گئے سارے سامان کی نمائش اس لئے کی ہے کہ امیر المومنین کا مزاج ہماری طرف سے برہم ہو جائے اور لوگوں کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ

خراسان کس قدر زرخیز علاقہ ہے اور وہاں سے کس قدر آمدنی ہوتی ہے ایسا کر کے علی بن یحییٰ نے ایک طرح سے ہمارے سر پر کاری ضرب لگانے کی کوشش کی ہے۔“ اس پر جعفر نے اپنے باپ یحییٰ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”علی کی اس کارروائی پر انہوں نے رنج اور دکھ کرنا فضول ہے کیونکہ وہ ہمارا دشمن ہے خلیفہ کی خوشنودی کے لئے وہ سب کچھ کر رہا ہے لیکن تھوڑے ہی دن میں لوگوں اور خلیفہ کو معلوم ہو جائے گا کہ ساری دولت اور مال کس طرح اکٹھا کیا گیا ہے اور اس کے دور میں مغرب ہارون الرشید نے فساد کی آگ بجڑک اٹھی گی۔“

اور ان بتادوں کو ختم کرنے کے لیے سلطنت کے اخراجات اس قدر بڑھ جائیں گے کہ جو کچھ علی لایا ہے یہ ان کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہوگا اور خراسان کی آمدنی کا ایک ایک درہم جو اس وقت خزانے کے لئے لایا گیا ہے وہ اس وقت ان حالات میں ان کے مقابلے میں سو درہم خرچ کر کے بتادوں کو ختم کرنا پڑے گا۔

علی بن یحییٰ نے ایسا کر کے امیر المومنین کے ساتھ بھلائی نہیں کی بلکہ یہ سلطنت کی بربادی کے آثار ہیں۔“ جعفر کی اس گفتگو کو قریب بیٹھے لوگوں نے سن لیا اور اس کی ساری تحصیل انہوں نے ہارون الرشید کو بتادی اس پر برہم ہو کر ہارون الرشید نے جعفر کو طلب کیا تو جعفر کہنے لگا۔

”جو مال علی بن یحییٰ لایا ہے وہ جبرالوگوں سے موصول کیا گیا ہے لہذا اس پر خوش نہیں ہونا چاہئے۔“ جعفر کی اس گفتگو کے جواب میں خلیفہ ہارون الرشید نے عجیب سے رد عمل کا اعہار کیا اس لئے کہ اب وہ دن بدن جعفر برکی اور اس کے برکی عزیز و اقارب سے بیزار اور ہٹا ہوتا چلا جا رہا تھا ہارون الرشید نے جعفر کی گفتگو کو نہ صرف ناگواری سے سنا بلکہ علی بن یحییٰ کی اس وجہ عزت کی کہ اسے حیرت اور ہجرت ہوئی۔

برکہ کی تباہی اور بربادی کا ایک واقعہ اور حادثہ اس طرح ہوا کہ ایک روز جبرائیل سلطنت کے قصر الحکد میں ہارون الرشید کے پاس بیٹھا ہوا تھا قصر میں بیٹھے بیٹھے دریائے دجلہ کا خوش منظر عجیب لطف دے رہا تھا سامنے برکیوں کی رفیع الشان عمارتیں نظر آرہی تھیں یحییٰ برکی کے دروازے پر سوار اور پیدلوں کا ہجوم ہو رہا تھا یہ منظر ہارون الرشید نے جب دیکھا تو جبرائیل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”خدا یحییٰ برکی کا بھلا کرے غریب ہمارے واسطے کسی کسی سخت محنت اٹھاتا ہے اور ہم اس کی بدولت میٹھ کر رہے ہیں۔“ اور پھر طرہ سے اعزاز میں انتہائی دکھ اور افسوسناک لہجے

میں ہارون الرشید مزید کہنے لگا۔

”حقیقت میں یحییٰ تو خلافت کرتا ہے میں تو برائے نام ہوں۔“ جبرائیل نے کہا۔

میں اسی وقت سمجھ گیا کہ اب ہرامکہ کی خیر نہیں ہے حالات تیزی سے ہرامکہ کے خلاف جارہے تھے کہ ہارون الرشید نے اپنی سلطنت کا دورہ کرنے کا ارادہ کیا جب ہارون الرشید اپنے محافظ کے ساتھ بغداد سے نکل کر اپنی سلطنت کا دورہ کرنے لگا تو جس جگہ اور جس بارگ میں بھی اس نے خیمے لگائے وہاں سے اسے یہی معلوم ہوا کہ یہ ہرامکہ کی جاگیر ہے ان صداؤں نے ہارون کے کان بھر دیئے تھے اور اس دورے کے دوران ہارون کو یہ بھی پتا چلا کہ اپنی ذاتی ناراضگی کی بنا پر جعفر نے بعض اشخاص کو اپنے اختیارات سے خود ہی نکل کر ڈالا تھا اس پر مستزاد یہ کہ ایک سلطنت میں خواہ وہ شخصی ہو یا جمہوری کوئی شخص یا خاندان یک نام ہو کر زندگی بسر نہیں کر سکتا تو لوگ اس کے مخالف بلکہ جانی دشمن ہو جاتے ہیں ہرامکہ کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا اور وہ سنہیلے نہیں ہارون الرشید کی خلافت میں بھی عربوں کا گروہ دربار میں ایک بڑی قوت رکھتا تھا وہ ہمیشہ سے اہل عجم کا حریف اور مقابل تھا۔

چنانچہ خاندان ہرامکہ کی بربادی کا باعث عرب ہی ہیں اس لیے کہ ہارون الرشید کی قوت دو عناصر پر مشتمل تھی۔

عسکری قوت کا عنصر عرب تھا اور اس کی صیہ عجموں کے پاس تھی۔ ہرامکہ کے حق میں تھا ہرامکہ شاہانہ زندگی بسر کرتے تھے لہذا یہ حالات دونوں میں پیدا کرنے والی تھی عرب معمولی سی زندگی بسر کرتے تھے اور ان کے مقابلے میں سب ہرامکہ خوب فضول خرچیاں کرتے اور دولت لاتاے تب عربوں کو ان پر غصہ آتا اور ان کی شکایت ہارون تک پہنچاتے۔

سب کچھ ہو جانے کے باوجود بھی ہرامکہ سنہیلے نہیں اور ان کی بربادی پر جو آخری ضرب لگی وہ کچھ یوں تھی ہارون الرشید کے دور میں جو بغاوتیں ہوئیں ان بغاوتوں کے سرکردوں سے ایک شخص یحییٰ بن عبد اللہ یحییٰ بھی تھا یہ حضرت علی کی اولاد سے تھا اس کی بغاوت مشہور ہے فضل برکی کی حکمت علی سے یحییٰ بن عبد اللہ کو ہارون الرشید کے سامنے پیش کیا۔

خلیفہ ہارون الرشید نے بنظر اختیار و اعتبار یحییٰ بن عبد اللہ کو جعفر کے حوالے کیا اور اسے یہ حکم دیا کہ وہ اس سیاسی قیدی کو اپنی نگرانی میں رکھے اور جہاں تک ہو اس کی خوب حفاظت کرے۔ اور ہاں اس کی خوب حفاظت کی جائے۔

چنانچہ جعفر نے یحییٰ کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔ کہتے ہیں ایک دن جعفر نے یحییٰ کو اپنے پاس بلایا اور اس کے حالات دریافت کئے۔ اس گفتگو کے دوران یحییٰ بن عبد اللہ نے

جعفر برکی سے کہا کہ ہارون الرشید اللہ کے نبی کے چچا عباس کی اولاد سے ہے۔ ہم ابو طالب کی اولاد ہیں۔ لہذا ہارون الرشید ہمارا جانی دشمن ہے اس کے بعد نہایت عاجزی سے اس نے جعفر سے کہا کہ کیا تم مجھے ہلاک کر دو گے کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ میں حضرت علی کی اولاد میں سے ہوں خدائے عزوجل سے ڈر اور رسول کریم کی دشمنی سے احتراز کر اس گفتگو کے جواب میں کہتے ہیں۔ جعفر نے یحییٰ بن عبد اللہ کو چھوڑ دیا اور کہا۔ جہاں جی چاہے چلے جاؤ جواب میں یحییٰ نے کہا مجھے گرفتاری کا خوف ہے۔ جعفر نے ایک خاص شخص کی حفاظت میں یحییٰ بن عبد اللہ کو ایک محفوظ جگہ پر بھیج دیا۔

بد قسمتی سے جعفر کا ایک خادم جب دوئم فضل بن ربیع کا مغر تھا فضل بن ربیع عرب تھا اور خراسانیوں ایرانیوں کا انتہا درجے کا دشمن تھا۔ اس خادم نے ساری تفصیل فضل بن ربیع سے کہہ دی اور فضل نے موقع پا کر ساری تفصیل ہارون الرشید سے بیان کر دی تھی۔ لہذا خلیفہ ہارون الرشید نے تحقیقات کے بعد واقعہ کی سمیت کر لی تو ایک دن اٹائے کلام میں کمانے کے وقت جعفر سے پوچھا کہ یحییٰ بن عبد اللہ کا کیا حال ہے۔

اس موقع پر جعفر نے جموٹ بولا۔ کہنے لگا امیر المومنین وہ بدستور قید میں ہے اور بھاری زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔

جعفر کے اس جواب پر ہارون کو غصہ تو بے حد آیا۔ لیکن اس نے ضبط کیا۔ دوبارہ اس نے جعفر برکی کو مخاطب کیا اور کہنے لگا۔

”تجھے میری جان کی قسم کیا یحییٰ قید میں ہے۔“

ہارون الرشید کے ان الفاظ پر جعفر برکی کانپ اٹھا جان گیا کہ شاید ہارون الرشید کو پتہ چل گیا ہے کہ میں نے اسے چھوڑ دیا ہے کہنے لگا۔ امیر المومنین میں نے اسے چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ میرے نزدیک اس شخص سے کوئی آزار آپ کو نہیں پہنچ سکتا۔

کہتے ہیں ہارون الرشید کو یحییٰ کی رہائی کا بہت افسوس ہوا لیکن بظاہر خوش ہو کر کہا تو نے بہت خوب کیا میرا بھی یہی ارادہ تھا۔

لیکن جب جعفر ہارون الرشید سے رخصت ہوا۔ تو ہارون الرشید نے انتہائی غضب ناکی میں کچھ جملے کہے اس موقع سے متعلق ایک معتبر راوی لکھتے ہیں کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہارون الرشید نے جعفر کو بلا سب قتل کرا دیا یہ محض غلط ہے سبب یہ تھا کہ جعفر نے یحییٰ کو قید سے چھوڑ دیا تھا۔ حالانکہ اس کی سخت نظر بندی کی ہدایت ہارون الرشید نے جعفر کی تھی اس واقع کے بعد ہی ہارون الرشید نے اپنے دل میں ٹھان لیا تھا۔ کہ وہ جعفر برکی کو زندہ نہیں

دباؤ کو تو مطالب نہیں کیا لیکن اپنے سامنے بیٹے جبرائیل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
 "تمہارے مکان میں کوئی شخص بلا اجازت اندر آ سکا ہے۔" جبرائیل نے عرض کیا۔
 "یہ کیوں کر ممکن ہے۔" پھر بجلی کی طرف دیکھتے ہوئے ہارون الرشید نے پوچھا۔
 "آپ بلا اجازت کیوں آئے ہیں۔" بجلی برکی نے جواب دیا۔

"یہ کوئی نئی بات نہیں ہے میں بلا اجازت اس وقت نہیں آیا ہوں بلکہ جس وقت امیر المومنین بستر خواب میں ہوتے تھے تو میں وہاں تک چلا جاتا تھا لیکن اب اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ میرا وہ درجہ نہیں رہا اور میرا آنا امیر المومنین کو ناگوار گزرا ہے۔" یہ جواب سن کر ہارون چپ ہو گیا بجلی نے سمجھا کہ بس اب اقبال کا خاتمہ ہو گیا ہے اسی وقت ہارون نے اپنے عظیم اور شاعی جلا دیو ہاشم کو حکم دیا کہ اب کوئی بھی فرد کوئی خادم کوئی غلام بجلی کی تنظیم کو کھڑا نہ ہوا کرے گا۔

اسطیل، ابراہیم، سادا برک شاریہ اور دیوان حویلی کے اس حصے میں بیٹھے ہوئے تھے جس میں مطریف اور اس کی بیوی کا قیام تھا سب کسی اہم موضوع پر گفتگو کر رہے تھے قہقہے لگا رہے تھے اور اس موقع پر مطریف وہاں آیا اور اسطیل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اسطیل میرے بیٹے! ذرا دیوان خانے میں جاؤ تمہارے دیوان خانے میں ہیں اور ان کے پاس اسحاق موصلی بیٹھا ہوا ہے وہ تم سے ایک اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہے۔" مطریف کی اس گفتگو سے سب سنجیدہ ہو گئے تھے سب سے پہلے شاریہ نے اپنے رومل کا اٹھار کیا اور مطریف کی بجائے اس کے اسطیل کی طرف دیکھا اور پوچھنے لگی۔

"امیر یہ اسحاق موصلی کون ہے اور یہ آپ سے کیا چاہتا ہے ہمارے خلاف کوئی اور پکر اور سازش تو نہیں اٹھنے والا اس کے نام کے ساتھ بھی موصلی لگتا ہے اور جو پہلا مشغی تھا۔

جس نے خلیفہ سے آپ کی شکایت کی تھی جس کا نام ابراہیم تھا اس کے نام کے ساتھ بھی موصلی لگتا ہے کہیں یہ اسی سلسلے کی کڑی تو نہیں ہے۔" شاریہ کی اس گفتگو سے اسطیل فہم دیا کہنے لگا۔

"شاریہ تم چھوٹی چھوٹی باتوں پر فکر مند ہو جاتی ہو۔ خواہ خواہ میں فکر مندی کا اٹھار کرتی ہو کوئی ایسی بات نہیں ہوگی یہ اسحاق موصلی دراصل ابراہیم موصلی کا بیٹا ہے دیکھتے ہیں یہ کیا کہنے آیا ہے۔" اسطیل جب خاموش ہوا تو مطریف پھر بول اٹھا۔

"وہ اپنے باپ کی رہائی کے لیے آیا ہے دیوان خانے میں بیٹھنے کے بعد اس نے مہالی

چھوڑے گا۔ اس واقع سے ہارون الرشید کا غیض و غضب برکتوں کے خلاف اپنے عروج پر پہنچ گیا تھا۔ اس لیے کہ جعفر نے ایک ایسے سیاسی قیدی کو ہارون الرشید سے پوچھے بغیر اپنے طور چھوڑ دیا تھا۔ جو کسی بھی وقت بنو ہاشم کے خلاف خروج کر سکتا تھا۔

کچھ چھوٹے چھوٹے چہرے اور بجلی بن عبد اللہ کو اپنے طور چھوڑ دینے کے واقعات نے آگ کو بھڑکا دی تھی اس آگ پر تیل پھینکنے کا کام چند گناہم خطوط نے کیا جو ہارون الرشید کو براہ ریل رہے تھے اور یہ سب خطوط براہم کے خلاف تھے ان خطوط سے پہلے ہی ہارون الرشید جعفر اور اس کے خاندان کی طرف سے بدظن ہو چکا تھا اور خیالات فاسد اس کے دل میں جم چکے تھے۔ چنانچہ واقعات مذکورہ کو ان گناہم خطوط اور کڑیوں نے اور بھی مستحکم کر دیا جو براہم کی شکایت میں ہارون کے پاس بھیجے گئے تھے جن میں ہارون الرشید کو بتایا گیا تھا کہ حقیقت میں ملک اور سلطنت کے مالک تو براہم ہے اور خلافت براہم نام عباسی حکمرانوں کے پاس ہے ورنہ یہی مالک الملک ہو رہے ہیں اس سلسلے کا ایک خط ہارون الرشید کو ایسا ملا جس میں یہ ساری شکایت اشعار کی صورت میں لکھی ہوئی تھی ان اشعار کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے۔

"خدا کی زمین کا امانت دار ہے اور جو حمل و عقد کا مالک ہے اس سے کہہ دو کہ بجلی کا بیٹا جعفر برکی تیری طرح مالک بن بیٹھا ہے تجھ میں اور اس میں کوئی حد فاضل نہیں رہی۔ تیرا کہنا اس کے حکم سے رد ہو جاتا ہے لیکن اس کا حکم رد نہیں ہو سکتا اس نے ایک عمل بنایا ہے جس کے مثل قارس اور ہند میں کسی نے نہیں بنایا۔ موتی اور یاقوت اس کی کٹکڑیاں ہیں اور اس کی خاک جزیر لوہاں ہے ہم لوگوں کو یہ ڈر ہے کہ جب آپ کو قبر چھپائے گی تو وہ اس ملک کا وارث ہو جائے گا۔"

اس سارے غصے اور براہم کے خلاف اس غضبناکی کا اٹھار سب سے پہلے ہارون الرشید نے جعفر برکی کے باپ بجلی پر کیا اس لیے کہ یہ بجلی ہی تھا جس کا براہم میں سے ہارون الرشید سب سے زیادہ ادب کرتا تھا۔

بجلی برکی کا دستور تھا کہ وہ بلا اجازت ہارون الرشید کے پاس چلا جاتا تھا کسی دربان یا حاجب سے اطلاع کرانے کی ضرورت نہ ہوتی تھی ان واقعات کے بعد ایک دن بجلی دستور کے مطابق ہارون کے پاس گیا اس وقت طیبہ جبرائیل ہارون الرشید کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا۔

کمرے میں داخل ہو کر بجلی نے سلام کیا تو ہارون نے اسلام کا جواب دہی آواز میں

لے کہ ہارون الرشید اپنے سالاروں پر اپنا سب کچھ بھروسہ کر سکتا ہے بھران کی امانت کیسے برداشت کر سکتا ہے اگر یہ بات میرے باپ نے ذہن میں رکھی ہوتی تو کبھی آپ کے ساتھ وہ سانحہ پیش نہ آتا بہر حال جو کچھ ہوا اس کے لیے میں شرم سار ہوں اور انتہائی عاجزی کے ساتھ بھروسہ کرتا ہوں کہ میرے باپ کو معاف کر دیں آپ کے معاف کرنے سے اسے زمان سے رہائی مل جائے گی۔" جب تک ائحق موسلی ہارون الرشید بن قاسم بن یزید بن غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا اس کے خاموش ہونے پر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ائحق تم جانتے ہو تمہارے باپ سے میری کوئی خاندانی دشمنی نہ تھی کوئی ذاتی عداوت نہ تھی۔ اس کے پاس دولت کے انبار تھے ہوئے ہیں اس حقیقت سے تم بھی آگاہ ہو میں بھی جانتا ہوں۔ اس حقیقت کے باوجود اس نے ایک غریب بھاری کا ایک ماہ کا معاوضہ روک لیا اور یہ معاملہ بھی صورت اسے زیب نہ دیتا تھا اسے چاہئے تھا کہ اس حادثے کو جنم ہی نہ لینے دے اور اگر میں اس کے پاس چلا گیا تھا تو فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جتنا اس غریب بھاری کا معاوضہ بنتا تھا اس سے زیادہ ادا کر کے اپنی فراخ دلی اپنی سخاوت کا مظاہرہ کرتا۔ لیکن اس نے مجھے بھی اس کا معاوضہ اور اجرت نہ دینے کا خلگ جواب دے دیا بلکہ لڑائی جھگڑے بھروسہ پر اتر آیا۔ جعفر برکی کو اپنا حامی اپنا ناصر اور اپنا بھنوا جان کر میرے ساتھ اٹھا دھمکیاں دیں اور بڑے روکھے پن سے معاوضہ دینے سے انکار کیا۔ اس کی حمایت کرتے ہوئے جعفر برکی نے مجھے یہاں تک دھمکی دی کہ اس معاملے میں ہم میں سے کسی کی گردن بھی کٹ سکتی ہے اور میں نے اسی وقت جعفر برکی سے کہہ دیا تھا۔ کہ وقت بتائے گا کہ گردن اس کی کھنٹی ہے یا میری جعفر کا معاملہ تو ہمارے ساتھ الگ ہے جہاں تک تمہارے باپ کا تعلق ہے۔ اگر تم اسے سمجھا دو کہ آئندہ وہ کسی غریب اور ضرورت مند کے ساتھ ایسا رویہ نہیں رکھے گا۔ کسی کی حق تلفی نہیں کرے گا۔ اپنی اکر پن اپنے گھمنڈ اپنے تفاخر کو ترک کر دے گا تو میں تمہارے باپ کو معاف کر دوں گا۔" اسماعیل بن قاسم کے ان الفاظ سے ائحق موسلی خوش ہو گیا اور فوراً آگے بڑھ کر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اسماعیل کو اپنے ساتھ لپٹا لیا اور کہنے لگا۔

"امیر جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں خدا کی قسم میں اپنے باپ سے اس پر عمل کرا کے جھوڑوں گا۔ بس ایک بار آپ انہیں معاف کر دیں وہ زمان سے باہر آ جائے وہ پہلے جیسا نہیں رہے گا۔" پھر ائحق موسلی دوبارہ اپنی نفست پر بیٹھا تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے اور کسی قدر سکراتے ہوئے اسماعیل نے اسے مخاطب کیا۔

قاسم سے بات کی ہے دراصل ائحق موسلی خلیفہ ہارون الرشید کے پاس گیا تھا اور اپنے باپ امیر ایم موسلی کی رہائی کی التجا اور التماس کی تھی۔ لیکن ہارون الرشید نے بے اعتنائی کا اظہار کیا مگر ائحق موسلی کا خلیفہ کے ہاں بڑا مقام بڑا وقار ہے لیکن اپنے سپہ سالاروں کے مقابلے میں ہارون الرشید کسی کو کوئی اہمیت نہیں دیتا لہذا ہارون الرشید نے ائحق موسلی سے کہا تھا کہ اس کے باپ امیر ایم موسلی نے چونکہ اسماعیل بن قاسم سے بدسلوکی کی تھی اس کی امانت کا باعث بنا تھا لہذا اگر اسماعیل بن قاسم امیر ایم کو معاف کر دیں تو رہا کیا جاسکتا ہے۔"

عطریف جب خاموش ہوا تو اسماعیل اپنی جگہ پر سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

"چلو جا کے دیکھتے ہیں وہ کیا کہتا ہے آپ سب لوگ یہیں بیٹھیں۔" اس کے ساتھ ہی اسماعیل بن قاسم عطریف کے ساتھ ہوا تھا دونوں جب دیوان خانے میں داخل ہوئے تو ائحق موسلی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اسماعیل کا استقبال کیا اسماعیل نے آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کیا جب سب بیٹھ گئے تب گفتگو کا آغاز ائحق موسلی نے کیا۔

"امیر اسماعیل جو کچھ میں کہنے آیا ہوں اس کی تفصیل آپ کے باپ سے کہہ چکا ہوں آپ سے بھی یہ گزارش کرتا ہوں کہ آپ کی عزت آپ کے احترام کی وجہ سے خلیفہ ہارون الرشید نے میرے باپ کو زمان میں ڈال رکھا ہے اس کے گلے میں طوق ہے اور پاؤں میں بیڑیاں ہیں وہ کافی مشقت اور قید جھیل چکا ہے خلیفہ نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ اس وقت تک وہ میرے باپ کو معاف نہیں کرے گا اس کی رہائی کا حکم جاری نہیں کرے گا جب تک آپ اسے معاف نہیں کر دیتے میں آپ سے یہی گزارش کرنے آیا ہوں کہ آپ فراخ دلی کا مظاہرہ کریں۔"

میرے باپ کو معاف کر دیں اگر آپ معاف کر دیتے ہیں تو خلیفہ میرے باپ کو زمان سے نکال دے گا بصورت دیگر میرے باپ کو ساری عمر طوق سلاسل میں زندگی کے باقی دن گزارنے ہوں گے اور یہ میرے لیے بڑی اذیت ناک کا معاملہ ہو گا لہذا میری آپ سے انتہائی عاجزی اور التماس کے ساتھ گزارش ہے کہ آپ میرے باپ کو معاف کر دیں۔" یہاں تک کہنے کے بعد ائحق موسلی تھوڑی دیر کے لیے رکا کچھ سوچا اسماعیل کو مخاطب کرتے ہوئے وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

"جہاں تک اس کے سانحہ کا تعلق ہے تو میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ غلطی میرے باپ کی تھی دراصل اس نے اپنے اور آپ کے مقام کا غلط تقابلی جائزہ لیا تھا میرے خیال میں اس نے خلیفہ ہارون الرشید کے مزاج اور اس کی طبیعت کا بھی غلط انداز لگایا تھا اس

مگر میں تم بچے کے بچے ہی رہے بیٹے میرے بعد تم گھر کے بڑے ہو اب تمہاری بڑھالی اور ذمہ داری میں مزید اضافہ ہو گیا ہے اس لیے کہ شادی کے ساتھ تمہاری معنی ہو چکی ہے بیٹے اس کی موجودگی میں تمہیں میرے ساتھ اس قسم کی گفتگو نہیں کرنی چاہئے تم خود انہیں اجازت دے سکتے تھے اور انہیں رقم دے سکتے تھے کہ بازار جا کر خریداری کر لیں۔" قاسم کی گفتگو کے جواب میں اسٹیلل کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے شادی بول گئی۔

"ہا ہا جو کچھ آپ نے کہا ہے میں قطعی طور پر اس سے اتفاق نہیں کرتی ٹھیک ہے میری ان سے معنی ہو چکی ہے ہم دونوں کے درمیان ایک تعلق اور نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے اس کے باوجود ہا ہا گھر کے سربراہ آپ ہیں۔ ہر معاملے میں آپ سے اجازت لینا ضروری ہے یہ صرف ابھی نہیں بلکہ آنے والے دنوں میں بھی کوئی کام ہا ہا آپ کی اجازت کے بغیر نہیں ہوا کرے گا یہ ہم سب کا متفقہ فیصلہ ہے اور اس فیصلے سے میں ہی نہیں گھر کا کوئی بھی فرد روگردانی نہیں کرے گا جب تک آپ زندہ ہیں اس گھر پر آپ ہی کی حکمرانی رہے گی اب بھی آپ اجازت دیں تو میں سدا اور بھائی ابراہیم کے ساتھ بازار جاؤں گی ورنہ نہیں۔" اس قاسم تھوڑی دیر تک مسکراتے ہوئے حسین آئینہ نماز میں شادی کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

"میری بچی! جہاں تیرے جیسی بیٹیاں ہوں وہاں گھر کا خزانہ زندہ ماحول بھی بہاروں میں بدل جاتا ہے روحنا راہی کا ماحول بھی جنت بن کے رہ جاتا ہے جی جو کچھ تو نے کہا ہے میں تیرے ان الفاظ کو سلام پیش کرتا ہوں تیرا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تو مجھے اتنی عزت اتنا وقار دیتی ہے۔ میری بچی میری طرف سے تم لوگوں کو اجازت ہے جب اور جس وقت چاہو بازار جاؤ ہاں مجھے بتاؤ اس سلسلے میں تمہیں کتنی رقم کی ضرورت ہے۔" قاسم کی اس گفتگو سے سب خوشی کا اظہار کر رہے تھے اس بار شادی کی بجائے سدا چپکتے ہوئے بول اٹھی۔

"ہا ہا! آپ سے ہمیں صرف اجازت چاہئے تھی رقم نہیں جہاں تک رقم کا سوال ہے وہ ہم بھائی سے لے چکے ہیں بھائی اسٹیلل نے کہا تھا۔ میں رقم تو دے دیتا ہوں مگر بازار جانے کی اجازت ہا ہا ہی دیں گے اب جبکہ آپ اجازت دے چکے ہیں تو کیا میں آپنی اور بھائی ابراہیم بازار جائیں؟" اس موقع پر قاسم نے اسٹیلل کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"بیٹے تم خود بھی ان کے ساتھ کیوں نہیں جاتے ہو۔" جواب میں اسٹیلل فوراً بول اٹھا۔

"ہا ہا میں ضرور ان کے ساتھ جاتا اور بڑے بھائی کی حیثیت سے ان کے ساتھ میرا جانا

"اگر یہ معاملہ ہے تو بالکل بے فکر ہو جاؤ اپنے گھر میں مطمئن ہو جاؤ۔ آج شام کو یہ بھی امیر المومنین نے مجھے طلب کیا ہے وہ حج کے لیے روانہ ہونے والے ہیں اور روانہ ہونے سے پہلے کچھ ہدایات دینا چاہتے ہیں۔ جب میں ان سے ملوں گا تو ابراہیم موسیٰ سے متعلق ان سے گزارش کروں گا اور مجھے امید ہے کہ آنے والی شب کو تمہارا باپ زندہ ان کی بجائے گھر پر ہوگا۔"

اسٹیلل بن قاسم کے ان الفاظ پر اپنی موسیٰ نے کئی بار اس کا شکریہ ادا کیا۔ بڑے ہوش انداز میں اس سے گلے ملا اور وہاں سے رخصت ہو کے چلا گیا تھا۔

اپنی موسیٰ کے جانے کے بعد شادی سدا و بر سک رویان اور ابراہیم سب دیوان خانے میں داخل ہوئے خالی نشستوں پر بیٹھنے کے بعد گفتگو کا آغاز شادی نے ہی کیا۔ اور اسٹیلل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"یہ جو ابراہیم موسیٰ کا بیٹا آیا تھا یہ کیا معاملہ طے کر کے گیا ہے۔" شادی کے اس سوال پر ابن قاسم دیرے دیرے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھنے لگا تھا اسٹیلل نے بھی شادی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"اس نے ہمارے ساتھ کیا معاملہ طے کرنا ہے بس یہی کہنے کے لیے آیا تھا کہ میرے باپ کو معاف کر دیا جائے۔ دراصل وہ امیر المومنین کے پاس گیا تھا تاکہ اس کے باپ کو رہائی ملے لیکن امیر المومنین نے شرط لگائی ہے کہ جب تک میں ابراہیم کو معاف نہ کروں اسے زندان سے نہیں نکالا جائے گا۔" اس کے بعد دیوان خانے میں جو گفتگو اپنی موسیٰ سے ہوئی تھی وہ تفصیل کے ساتھ اسٹیلل نے سب سے کہہ دی تھی۔

جب یہ گفتگو ختم ہوئی تب اسٹیلل نے اپنے باپ قاسم کو دیکھتے ہوئے کہا شروع کیا۔

"ہا ہا اپنی موسیٰ کی آمد سے قبل ہم ایک موضوع پر گفتگو کر رہے تھے دراصل شادی اور سدا دونوں کچھ خریداری کے لئے بازار جانا چاہتی ہیں یہ آپ میرے ابراہیم اور سب گھر والوں کے لیے کپڑے اور کچھ دوسری اشیاء خریدنا چاہتی ہیں اگر آپ اجازت دیں تو میں انہیں ابراہیم کے ساتھ بھیج دوں۔" اسٹیلل جب خاموش ہوا تو تھوڑی دیر تک قاسم بڑے پیارے انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

"قاسم تم امیر المومنین خلیفہ ہارون الرشید کے سب سے عمدہ سب سے ہرول عزیز سب سے زیادہ شہنشاہ اور نامور سالاروں میں سے ہو جن کا تمہارا نام سن کر لرزے کا پتہ ہے لیکن

”امیر المومنین آپ نے میری وجہ سے امیر الہیم موسیٰ کو زندان میں ڈالا میں اسے معاف کرتا ہوں اور آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ اسے رہا کر دیا جائے۔ میں یہی انتہا آپ سے کرنا چاہتا ہوں۔“ ہارون الرشید پھر مسکرایا اور کہنے لگا۔

”گناہ ہے امیر الہیم موسیٰ کا بیٹا اخفق موسیٰ تمہارے پاس پہنچا ہے اس لیے کہ پہلے وہ میرے پاس آیا تھا میں نے اسے یہی کہا تھا کہ اگر اسلعل اسے معاف کر دے تو میں اسے زندان سے نکال دوں گا۔ ابن قاسم میں تمہاری فراخ دلی اور سلیم الطبع کی قدر کرتا ہوں۔ اگر تم امیر الہیم موسیٰ کو معاف کرتے ہو تو میں بھی فضل بن ربیع کو حکم دیتا ہوں کہ وہ امیر الہیم کو زندان سے نکال کر گھر جانے کی اجازت دے دے گا۔“

ساتھ ہی ہارون الرشید نے وہ مجلس ختم کر دی تھی۔ سب لوگ اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ جس وقت اسلعل اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا۔ راستے میں پیچھے سے تیز تیز چلا ہوا طبیب جبرائیل آلا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابن قاسم ایک انکشاف نے مجھے تجس اور فکر مندی میں ڈال دیا ہے۔“ اسلعل نے چپکے سے انداز میں طبیب جبرائیل کی طرف دیکھا پھر پوچھا۔

”کس بات نے آپ کو تجس میں ڈال دیا ہے۔“ اس پر جبرائیل کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگا۔

”ابن قاسم معاملہ کچھ یوں ہے کہ میں دیکھتا ہوں امیر المومنین ہارون الرشید کی غذا کم سے کم تر ہوتی جا رہی ہے پہلے وہ مکمل کے کھانا قحطت اس کی بڑی اچھی تھی اب اس کی غذا بڑی کم ہوتی جا رہی ہے۔ میرے دل میں کچھ دوسات ابھرتے ہیں میرا علم کہتا ہے کہ امیر المومنین کو کوئی فکر اور غم ہے اسی فکر اور غم کی وجہ سے اس نے اپنی غذا کم کر دی ہے اور ایسا اس کی صحت کے لیے صر ہے۔“ جبرائیل جب خاموش ہوا تو کچھ دیر اسلعل سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔

”جبرائیل تم فکر مند نہ ہو امیر المومنین حج پر روانہ ہونے والے ہیں۔ حج کے بعد جب وہ واپس لوٹیں گے تو میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔ اور امیر المومنین سے غذا کی کمی کرنے کی وجہ ضرور پوچھوں گا۔ اسلعل بن قاسم کے ان الفاظ سے طبیب جبرائیل کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا۔ پھر دونوں علیحدہ ہوئے اور اپنی اپنی حویلی کا رخ کر رہے تھے۔

بننا بھی ہے لیکن بابا شاید آپ بھول گئے ہیں کہ شام کو امیر المومنین نے سارے سالاروں اور عمائدین کو قصر میں بلایا ہے اس لیے کہ امیر المومنین آج حج پر روانہ ہونا چاہتے ہیں اور روانگی سے پہلے وہ سلطنت کے امور میں اہم فیصلے کرنا چاہتے ہیں اس بنا پر میں ان کے ساتھ نہیں جاسکتا تھوڑی دیر تک میں قصر کی طرف چلا جاؤں گا۔“ اسلعل کی اس گفتگو سے قاسم مطمئن ہو گیا تھا تھوڑی دیر تک شام یہ امیر الہیم اور سلواتیوں بازار چلے گئے تھے جبکہ اسلعل قصر خلافت کا رخ کر رہا تھا۔

اسلعل جب قصر میں داخل ہوا تو اس وقت قصر میں سارے چھوٹے بڑے سالار سلطنت کے قاضی عمائدین شیر وزیر حاجب اور دیگر سب ذمہ دار لوگ وہاں موجود تھے۔ سب کو سلام کرتا ہوا اور سب کو ملتا ہوا اسلعل اپنی مخصوص نشست پر جا کر بیٹھ گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد پشتی پر دے میں حرکت ہوئی اور ہارون الرشید اپنے بیٹے امین مامون اور موتمن کے ساتھ نمودار ہوا سب نے نشستوں سے اٹھ کر ان کا استقبال کیا۔ جب وہ نشستوں پر بیٹھ گئے تو حاضرین بھی اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تھے کچھ دیر قصر میں خاموشی رہی۔ پھر سب کو مخاطب کرتے ہوئے ہارون الرشید نے حج پر جانے کے سلسلے میں کچھ احکامات جاری کئے۔ لوگوں پر یہ بھی انکشاف کیا کہ نجی برکی اس کے سارے بیٹے اس کے ہمراہ حج پر جائیں گے۔ تین بیٹوں یعنی امین الرشید، مامون الرشید اور موتمن بھی اپنے ساتھ لے جانے کے لیے کہا اپنے سارے سالاروں کو حکم جاری کیا کہ اس کے بعد سلطنت کو اسی طرح چلائیں گے جس طرح اس کی موجودگی میں چلتی رہی ہے۔ ساتھ ہی اپنے سارے افراد کے سامنے اس نے اپنے بیٹے قاسم جس کا لقب موتمن تھا۔ امین اور مامون کے بعد اس کی ولی عہدی کا عہد بھی لیا اور کچھ علاقوں کو بھی بخش کیا جن کا حکمران موتمن کو مقرر کیا گیا اس طرح سارے احکامات جاری کرنے کے بعد جب ہارون مجلس کا اختتام کرنے لگا تب اسلعل بن قاسم اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور ہارون الرشید کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”امیر المومنین اس موقع پر میں بھی آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔“ ہارون الرشید کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اسلعل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ابن قاسم بڑے عرصے بعد دیکھا ہے کہ تم دربار میں یوں کھڑے ہو کہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہو کہ تو تم جانتے ہو میں کس قدر تمہاری عزت کرتا ہوں کیسا احترام تمہارے لیے اپنے دل میں رکھتا ہوں۔ تمہاری ہر بات سنوں گا کہو۔“ ایک غائر نگاہ اسلعل بن قاسم نے قصر میں بیٹھ ہوئے سب لوگوں پر ڈالی پھر ہارون الرشید کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

بننا بھی ہے لیکن بابا شاید آپ بھول گئے ہیں کہ شام کو امیر المومنین نے سارے سالاروں اور عمائدین کو قصر میں بلایا ہے اس لیے کہ امیر المومنین آج صبح پر روانہ ہونا چاہتے ہیں اور روانگی سے پہلے وہ سلطنت کے امور میں اہم فیصلے کرنا چاہتے ہیں اس بنا پر میں ان کے ساتھ نہیں جاسکتا تھوڑی دیر تک میں قصر کی طرف چلا جاؤں گا۔“ اسطیل کی اس گفتگو سے قاسم مطمئن ہو گیا تھا تھوڑی دیر تک شادیہ امیرایم اور ساداتیوں بازار چلے گئے تھے جبکہ اسطیل قصر خلافت کا رخ کر رہا تھا۔

اسطیل جب قصر میں داخل ہوا تو اس وقت قصر میں سارے چھوٹے بڑے سالار سلطنت کے قاضی عمائدین مشرور ویر حاجب اور دیگر سب ذمہ دار لوگ وہاں موجود تھے۔ سب کو سلام کرتا ہوا اور سب کو ملتا ہوا اسطیل اپنی مخصوص نشست پر جا کر بیٹھ گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد پشتی پردے میں حرکت ہوئی اور ہارون الرشید اپنے بیٹے امین مامون اور موتمن کے ساتھ نمودار ہوا سب نے نشستوں سے اٹھ کر ان کا استقبال کیا۔ جب وہ نشستوں پر بیٹھ گئے تو حاضرین بھی اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تھے کچھ دیر قصر میں خاموشی رہی۔ پھر سب کو مخاطب کرتے ہوئے ہارون الرشید نے صبح پر جانے کے سلسلے میں کچھ احکامات جاری کئے۔ لوگوں پر یہ بھی انکشاف کیا کہ نجی برکی اس کے سارے بیٹے اس کے ہمراہ صبح پر جائیں گے۔ تین بیٹوں یعنی امین الرشید، مامون الرشید اور موتمن بھی اپنے ساتھ لے جانے کے لیے کہا اپنے سارے سالاروں کو حکم جاری کیا کہ اس کے بعد سلطنت کو اسی طرح چلائیں گے جس طرح اس کی موجودگی میں چلتی رہی ہے۔ ساتھ ہی اپنے سارے افراد کے سامنے اس نے اپنے بیٹے قاسم جس کا لقب موتمن تھا۔ امین اور مامون کے بعد اس کی ولی عہدی کا عہد بھی لیا اور کچھ علاقوں کو بھی بخش کیا جن کا حکمران موتمن کو مقرر کیا گیا اس طرح سارے احکامات جاری کرنے کے بعد جب ہارون مجلس کا اختتام کرنے لگا تب اسطیل بن قاسم اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور ہارون الرشید کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”امیر المومنین اس موقع پر میں بھی آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔“ ہارون الرشید کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اسطیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”امین قاسم بڑے عرصے بعد دیکھا ہے کہ تم دربار میں یوں کھڑے ہو کہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہو کہو تم جانتے ہو میں کس قدر جہادری عزت کرتا ہوں کیا احترام جہارے لیے اپنے دل میں رکھتا ہوں۔ تمہاری ہر بات سنوں گا کہو۔“ ایک غائر نگاہ اسطیل بن قاسم نے قصر میں بیٹھ ہوئے سب لوگوں پر ڈالی پھر ہارون الرشید کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”امیر المومنین آپ نے میری وجہ سے امیرایم موصلی کو زندان میں ڈالا میں اسے معاف کرتا ہوں اور آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ اسے رہا کر دیا جائے۔ میں یہی التجا آپ سے کرنا چاہتا ہوں۔“ ہارون الرشید پھر مسکرایا اور کہنے لگا۔

”لگتا ہے امیرایم موصلی کا بیٹا اسحق موصلی تمہارے پاس پہنچا ہے اس لیے کہ پہلے وہ میرے پاس آیا تھا میں نے اسے یہی کہا تھا کہ اگر اسطیل اسے معاف کر دے تو میرا اسے زندان سے نکال دوں گا۔ امین قاسم میں تمہاری فراخ دلی اور سلیم الطبع کی قدر کرتا ہوں۔ اگر تم امیرایم موصلی کو معاف کرتے ہو تو میں بھی فضل بن ربیع کو حکم دیتا ہوں کہ وہ امیرایم کو زندان سے نکال کر گھر جانے کی اجازت دے دے گا۔“

ساتھ ہی ہارون الرشید نے وہ مجلس ختم کر دی تھی۔ سب لوگ اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ جس وقت اسطیل اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا۔ راستے میں پیچھے سے تیز تیز چلتا ہوا طیب جبرائیل آٹا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”امین قاسم ایک انکشاف نے مجھے تجس اور فکر مندی میں ڈال دیا ہے۔“ اسطیل نے چونکنے کے انداز میں طیب جبرائیل کی طرف دیکھا پھر پوچھا۔

”کس بات نے آپ کو تجس میں ڈال دیا ہے۔“ اس پر جبرائیل کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگا۔

”امین قاسم معاملہ کچھ یوں ہے کہ میں دیکھتا ہوں امیر المومنین ہارون الرشید کی غذاؤں کے سے کم تر ہوتی جا رہی ہے پہلے وہ مکمل کے کھاتا تھا صحت اس کی بڑی اچھی تھی اب اس کی غذاؤں کی کم ہوتی جا رہی ہے۔ میرے دل میں کچھ دوسرا متا بھرتے ہیں میرا علم کہتا ہے کہ امیر المومنین کو کوئی فکر اور غم ہے اسی فکر اور غم کی وجہ سے اس نے اپنی غذا کم کر دی ہے اور ایسا اس کی صحت کے لیے مضر ہے۔“ جبرائیل جب خاموش ہوا تو کچھ دیر اسطیل سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔

”جبرائیل تم فکر مند نہ ہو امیر المومنین صبح پر روانہ ہونے والے ہیں۔ صبح کے بعد جب وہ ابلیس کے تو میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔ اور امیر المومنین سے غذا کی کمی کرنے کی وجہ ضرور پوچھوں گا۔ اسطیل بن قاسم کے ان الفاظ سے طیب جبرائیل کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا۔ پھر دونوں علیحدہ ہوئے اور اپنی اپنی حویلی کا رخ کر رہے تھے۔

ہارون الرشید اپنے بیٹوں یحییٰ برکی اور اس کے سارے بیٹوں کے علاوہ اپنے محافظ دستوں کے سالار ہرثمہ بن العین کے علاوہ اور بہت سے لوگوں کے ساتھ حج پر روانہ ہوا۔ ہارون الرشید کو یہ فوج حاصل ہے کہ عباسیوں میں جس خلیفہ نے سب سے زیادہ حج کئے وہ ہارون الرشید ہی تھا کچھ مورخین کا خیال ہے کہ یہ حج ہارون الرشید کا ایک خاص مقصد کے تحت تھا اس لئے کہ وہ دارالخلافہ بغداد سے دور لے جا کر جعفر برکی کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا لہذا حج کا مقصد کیا اس لیے کہ اگر جعفر برکی بغداد میں قتل کیا جاتا تو ایرانیوں کی طرف سے مزاحمت کا خطرہ تھا اور بلاشبہ ارض حجاز میں مشکلات کا سامنا کسی صورت ہارون الرشید کو نہ کرنا پڑتا بہر حال ہارون الرشید حج پر روانہ ہوا حیرہ سے ہوتا ہوا انبار پہنچا اور وہاں سے مدینہ کا رخ کیا راستے میں ہارون الرشید برکیوں کی تالیف قلوب کرتا ہوا کہ پہنچا اس نے کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا کہ برکیوں کے خلاف اس کے کیا خیالات ہیں کہ پہنچ کر اس نے خالد بن یحییٰ کا تب کے مکان میں قیام کیا اس سفر میں یحییٰ برکی جعفر برکی فضل برکی اور سوسو برکی کے علاوہ محمد برکی سب اس کے ہمراہ تھے اور یہ سب لوگ مکہ میں ایک شخص ابن نوح کے ہاں ٹھہرے۔

مکہ پہنچ کر اس نے وہاں کیلوگوں سے بھی اپنے بیٹے موتمن کے لئے بات کی کہ امین اور مامون کے بعد وہ تاج و تخت کا وارث ہوگا اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے دونوں بڑے بیٹوں امین اور مامون کو خانہ کعبہ لے جا کر سلطنت کے متعلق کچھ نصیحتیں پھر دونوں سے جدا جدا معاہدے لکھائے جو ان کی ولی عہدی سے متعلق تھے۔

بظاہر خلیفہ ہارون الرشید ایسے کام کر رہا تھا جس سے نہ اس کا مافی الضمیر معلوم ہوا اور نہ برکہ میں کوئی فکر مندی اور پریشانی کے آثار نمودار ہوئے بڑے عجیب و غریب اہماز میں ہارون الرشید اپنے جذبات کو روکے ہوئے تھا لیکن جس وقت اپنے قافلے کے ساتھ ہارون الرشید نے عسکان کے مقام پر پڑاؤ کیا تھا اس وقت کچھ لوگوں کو اس کے دلی جذبات کا احساس ہوا تھا اس لیے کہ اس مقام پر جعفر برکی نے ہارون الرشید کو کھانے کی دعوت دی جو

ہارون الرشید نے مانگور کر دی۔

گویا عسکان کے مقام پر پہلی بار ہارون الرشید کے دلی جذبات کا کچھ اعلازہ ہوا عسکان مکہ کے قریب ایک مشہور قصبہ ہے جہاں حجاج کا قافلہ ٹھہرتا ہے اس مقام کے پاس پانی کا ایک چشمہ ہے اس کو مرج عسکان بھی کہتے ہیں۔

عسکان کے اس واقع کے بعد ہارون اور برکیوں کے درمیان رخ اپنی انتہا کو پہنچ گیا تھا ہذا سوانح نگار اور مورخین لکھتے ہیں کہ پہنچ کر دونوں ایک دوسرے کی تباہی اور بربادی کی دعا مانگنے لگے تھے کہتے ہیں یحییٰ برکی حرم کا پردہ پکڑ کر مناجات کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اے خدا میں گنہگار ہوں میرے گناہ بھی بے شمار ہیں جس کو تیرے سوا کوئی نہیں جانتا اگر تیری یہ مرضی ہے کہ مجھے سزا دی جائے تو میں راضی ہوں لیکن یہ سزا مجھ کو دنیا ہی میں دی جائے اور آخرت میں محفوظ رہوں مجھے کچھ انوس نہ ہوگا اگر میری دولت میرے اہل و عیال مجھ سے جھین لیے جائیں لیکن اے خدا میری عزت باقی رہے۔" کہ پہنچ کر جو ہارون الرشید نے دعا مانگی وہ کچھ اس طرح تھی۔

"اے خدا تو خوب جانتا ہے کہ جعفر برکی واجب قتل ہے میں اس کے قتل میں تجھ سے استغفار چاہتا ہوں۔" اپنے قافلے کے ساتھ ہارون الرشید نے بڑے پرسکون اہماز میں حج کیا اور پھر واپسی شروع ہوئی اور منزل بہ منزل ٹھہرتا ہوا ہارون الرشید حیرہ پہنچا اور چھ روز وہاں قیام کیا حیرہ سے چل کر ہارون الرشید انبار شہر آیا لیکن شہر سے باہر ذرا ہٹ کر ایک دیوانے میں اس نے خیر زن ہونے کا حکم دیا۔

جس ہستی کے قریب وہ خیرہ زن ہوا تھا اس کا نام دیر عمر تھا اور یہ دریائے فرات کے کنارے واقع تھا وہاں خیرے نصب کئے گئے وہاں ایک راہب کی خانقاہ تھی جب ہارون الرشید کا خیرہ نصب کیا گیا تو برکیوں کے خیرے بالکل ہارون الرشید کے خیموں کے سامنے نصب ہوئے تھے۔

اگرچہ مکہ میں رشید کا حراج جعفر کی طرف سے برہم ہو چکا تھا لیکن ہارون الرشید نے انتہائی مشغ داری کرتی اور اپنے طرز عمل سے رخ و عباد کا اظہار تک نہ ہونے دیا۔

دوسری جانب جعفر برکی اور اس کے اہل خانہ بھی ہارون الرشید کی طرف سے بے خبر نہ تھے اور اپنے بچاؤ کی تدبیریں کر رہے تھے برکی کیونکہ ستاروں پر بڑا یقین رکھتے تھے اس لئے کہ ان کے آباء اجداد پہلے ستارہ پرست تھے لہذا رات کے وقت بار بار جعفر برکی اضطراب سے ستاروں کو دیکھتا زانچہ کشی کرتا اور فال و شگون پر دل بہلاتا رہا۔

اس مقام پر پڑاؤ کے دوران جعفر ہارون الرشید کے سلام کو حاضر ہوا تو ہارون الرشید نے مزاج پر کی اس ملاقات کے دوران جعفر نے ہارون الرشید کو مخاطب کر کے کہا۔
 "امیر المومنین آج میرے خراسان کی روانگی کا دن ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں یہیں سے خراسان روانہ ہو جاؤں اس لیے کہ جج تو میں آپ کے ساتھ کر ہی چکا ہوں۔"
 جعفر کے ان الفاظ کے جواب میں ہارون الرشید نے ایک نغم سے سوال کیا کہ اب کیا وقت ہے اس نے عرض کیا۔

"امیر المومنین ساڑھے تین گھڑی دن چڑھ گیا ہے۔" تب نغم سے ہارون الرشید نے اضطراب لے لیا اور دل ہی دل میں حساب لگا کر آسمان کی طرف دیکھا پھر جعفر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"جعفر آج کا دن تو محض ہے اور یہ ساعت سحر کے لئے بہت خطرناک ہے کل اثناء جمعہ کو رخصت ہونا رات کو نہروان میں قیام کر کے علی الصبح شنبہ کے دن روانہ ہو جانا ہارون الرشید نے یہ الفاظ کچھ اس نرمی سے ادا کیے تھے کہ جعفر اس مشورہ پر رضامند ہو گیا۔

اگلے روز جمعہ تھا ہارون الرشید صبح سویرے شکار کو نکلا اور جعفر برکی کو بھی اپنے ساتھ لے گیا شام تک شکار کرتے رہے پھر لوٹے شام کے وقت ہارون الرشید نے برکی سے کہا کہ تم کل خراسان کی طرف روانہ ہو جانا لہذا آج کی رات خوب میٹھ و عشرت میں گزارو۔" جعفر نے شکر یہ کہ بعد اپنے خیمے کا رخ کیا۔ اور مفتیوں کو حاضری کا حکم دیا جب رات ہوئی اور جعفر برکی کے خیمے میں مفتیوں نے اپنا رنگ جمایا تب ہارون الرشید کی طرف سے وفد وفد سے قبضی تحائف کی کشتیاں جعفر کی طرف بھجوائی جانے لگیں اور تھوڑے تھوڑے وفد سے ہارون الرشید کی طرف سے کچھ عظیم جعفر کی مزاج پرستی کے لیے بھی حاضر ہوئے ایسا کر کے ہارون الرشید یہ دیکھتا چاہتا تھا کہ جعفر کس شغل میں لگا ہوا ہے جس وقت جعفر برکی اپنے خیمے میں میٹھ و طرب کی محفل سجائے ہوئے تھا اور مختلف مفتی اس کے خیمے میں اپنے فن کا مظاہرہ کر رہے تھے اور وہ ان سے لطف اعمدز ہو رہا تھا مین اسی وقت ہارون الرشید نے ابو ہاشم سرور جو جلا تھا اسے اپنے خیمے میں طلب کیا ابو ہاشم سرور جب ہارون الرشید کے خیمے میں داخل ہوا تو ہارون الرشید نے اسے مخاطب کیا۔

"سرور آج جس کام کے لئے میں نے جہیں طلب کیا ہے میرے نزدیک اس کے انجام دینے کی قابلیت نہ میرے بیٹے امین میں ہے اور نہ مامون اور مومن میں یاد رکھو میں جو حکم دینے لگا ہوں اس کی ٹھیک تعمیل کرنا ورنہ تیرے اعزاز اور مرتبے میں فرق آ جائے گا۔"

ہارون الرشید جب خاموش ہوا تو سرور کہنے لگا۔
 "امیر المومنین آپ کس قسم کی گفتگو کرتے ہیں میرا تو کام ہی آپ کی خدمت کرنا اور آپ کا حکم بجالانا ہے اگر آپ حکم دیں تو میں اپنی کھوار اپنے سینے میں پار کر سکتا ہوں۔"
 ہارون الرشید مسکرایا کہنے لگا سرور ہاں مجھے تم سے ایسی ہی امید تھی۔
 "کیا تو جعفر برکی کو پہچانتا ہے۔" جواب میں سرور مسکرایا اور بولا۔
 "امیر المومنین یہ بھی آپ نے خوب کہی کون اسے نہیں جانتا۔" ہارون الرشید نے پھر اسے مخاطب کیا۔

"اگر یہ معاملہ ہے پھر تو مجھ سے رخصت ہو اور جعفر کا سرکات کر میرے سامنے پیش کرو۔" کہتے ہیں سرور اچانک اس حکم پر پریشان سا ہو گیا جس پر ہارون الرشید اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سرور یہ کام تم ہی کو کرنا پڑے گا اگر کوئی عذر کیا تو تیرا سر قلم کر دیا جائے گا۔" سرور نے جب دیکھا کہ ہارون الرشید کا غصہ بڑھتا چلا جا رہا ہے تو جان کے خوف سے رخصت ہوا معاملہ ۱۱۸۱ھ تھا اور جعفر برکی اس کے خاندان اور ان کے حمایتی ایرانیوں اور خراسانیوں کی طرف سے مزاحمت کا بھی خطرہ تھا سرور کے ساتھ ہارون الرشید نے اپنے محافظ دستوں کے سالار ہرمز بن اسبن ایک اور سالار حماد بن سالم کو بھی روانہ کیا اور ان کے ساتھ لگ بھگ چالیس سو ڈانی چھتوں کو بھی بھیجا۔

سرور اس جماعت کے ساتھ جعفر کے خیمہ کی طرف روانہ ہوا اپنے سارے ساتھیوں کو سرور نے خیمے سے باہر کھڑا کیا اور تھا خیمے میں داخل ہوا۔ اس وقت جعفر برکی کے خیمے میں گانے اور میٹھ و طرب کی محفل اپنے فروغ پر تھی اور ایک مفتی نام جس کا ابو ذکا تھا عود بجاتے ہوئے ایک نغمہ آلاپ رہا تھا جس کا ترجمہ کچھ یوں ہے۔

"ہر جوان کو موت آئے گی رات کو آئے یا صبح کو اور ہر ذفرہ کو بڑا ہو ایک نہ ایک دن فتنم ہو جائے گا اور حوادث زمانہ کے مقابلے میں اگر فتنہ دے کر تم کو بچایا جاسکتا ہے تو میں نئی پرانی سب چیزیں تیرے فتنہ میں دے دیتا۔"

ابو ذکار نے دوسرے مصرعے کو اچھی طرح ادا بھی نہیں کیا تھا کہ یکا یک جعفر برکی نے سرور کو اپنے خیمے میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا اس نے جعفر برکی کو سلام نہیں کیا بلکہ ابو ذکار کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"ابو ذکار خوب اور حسب حال گارہے ہو میں بھی اسی لیے آیا ہوں اور وقت بھی رات کا

ہے۔“ جعفر برکی نے سرور کی اس گفتگو کو ناپسند کیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تہارے آنے سے مجھے سرت ہوئی لیکن بلا اجازت چلے آنے کا انوس ہے۔“

جواب میں سرور کہنے لگا۔

”بے شک آپ کو انوس ہوا ہو گا لیکن میں جس غرض کے لیے حاضر ہوا ہوں وہ تو اس سے بھی زیادہ قابل انوس ہے۔“ جعفر برکی نے پھر سرور کی گفتگو کو ناپسند کیا کہنے لگا۔

”اشارہ کنایہ کی گفتگو نہ کرو جو کہنا ہے صاف صاف کہو۔“ اس پر جلا دسرور کو فہرہ آگیا کہنے لگا۔

”امیر المومنین نے مجھے تہارے قتل کا حکم دیا ہے۔“ یہ الفاظ سن کر جعفر برکی بوکھلا گیا کہنے لگا۔

”یہ تمہاری غلط فہمی ہے خدا کی قسم امیر المومنین نے نیند کے نئے میں ایسا ذاتاً حکم دیا ہو گا تم لوٹ جاؤ۔“ سرور نے پھر کس قدر سختی سے کہنا شروع کیا۔

”مذاق کیسا میں تو آپ کا سر کاٹنے آیا ہوں اور حکما آیا ہوں۔“ جعفر نے پھر سخت رویے سے سرور کو مخاطب کیا کہنے لگا۔

”تم اس وقت واپس جاؤ اگر صبح کو امیر المومنین کو پشیمان پانا تو کہہ دینا کہ جعفر زندہ ہے اور اگر وہ اپنے حکم پر مستقل رہا تو مجھے کوئی غدر نہ ہو گا اگر تم ایسا کرو تو میں تمہیں اس کا صلہ اس قدر دوں گا جس کا حساب نہیں ہے اور اگر یہ نامکن ہے تو مجھے امیر المومنین کے سامنے لے جا کر کھڑا کر دو کیا عجیب مجھے دیکھ کر اسے رحم آ جائے اور اپنے حکم کو منسوب کر دیں۔“

سرور نے پھر پہلے جیسے لہجہ میں کہنا شروع کیا۔

”مجھے خوب معلوم ہے امیر المومنین تمہیں کسی طرح زندہ نہیں چھوڑیں گے اور نہ اب کسی غدر اور حیلہ کا وقت باقی ہے۔“ جعفر برکی نے جب سرور کی یہ گفتگو سنی تو اسے اپنے قتل کا یقین ہو گیا اس کے باوجود اس نے کہا کہ اچھا میرے قتل میں تمہوڑا سا اور توقف کر اور اس مہلت کے صلے میں میں تمہیں پچاس ہزار دینار دیتا ہوں اس رقم کو قبول کر اور امیر المومنین سے جا کر کہہ دے کہ اس کے حکم کی تعمیل کر دی گئی ہے ایسا میں اس لیے کرنا چاہتا ہوں کہ میں یہ حکم اپنے کانوں سے سنتا چاہتا ہوں کہ امیر مجھے قتل کرنے کا خواہش مند ہے۔“ جلا دسرور نے یہ منکھوڑا اور ہارون سے جا کر یہ اطلاع کی کہ جعفر برکی کو قتل کر دیا ہے اس پر ہارون الرشید نے غضب ناک ہو کر کہا۔ جعفر کا سر کہاں ہے۔

ہارون الرشید کے یہ الفاظ خود جعفر برکی بھی سن رہا تھا سرور نے کہا کہ فلاں نیچے میں

جہاں اس کا قتل کیا گیا ہے جعفر نے حکم دیا کہ فوراً اس کا کٹا ہوا سر میرے سامنے پیش کرو۔

چنانچہ سرور پھر جعفر کے نیچے میں گیا جعفر بھی وہاں پہنچ چکا تھا سرور نے اسے کہا۔

”اب تو میرے قول کی تصدیق ہو گئی۔“ کہتے ہیں سرور کے اس الفاظ پر جعفر رونے لگا اور سرور کے قدموں میں گر ا اور نہایت عاجزی کے لہجہ میں کہا کہ مجھے اس قدر مہلت دے

کہ میں حرم میں جا کر جو وصیت کرنا چاہتا ہوں کر آؤں۔ لیکن سرور نے کہا یہ درخواست ہنکوری جاتی ہے اور کہا جو وصیت کرنا ہے یہیں میرے سامنے کھڑے کھڑے کر لو۔

جواب میں جعفر برکی نے پھر سرور سے مہلت مانگی لیکن سرور نے کہا میں مجبور ہوں امیر المومنین کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا اس موقع پر سب سے پہلے ہارون الرشید کے

کاغذ دستوں کے سالار ہرثمہ بن العین حرکت میں آیا اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور جعفر

برکی کا ہاتھ پکڑ کر کہا اوقات اٹھ کھڑا ہو۔

اس نے ہارون الرشید کا ایک اور خادم آیا اس نے کہا اسے جلدی لے چلو۔ لہذا جعفر کو اس نیچے سے نکال کر دوسرے نیچے تک لیجایا گیا جلا دسرور نے کھوار کا جعفر کی گردن پر ایسا

دار مارا کہ اس کا سرتن سے جدا کر دیا۔

یوں سترہ بیس سات سینے اور سات دن و زرات کرنے کے بعد جعفر برکی اپنے انجام کو پہنچا۔

جلا دسرور جعفر کو قتل کر چکا تو خون میں رنگی ہوئی کھوار لیے ہارون کے سامنے حاضر ہوا اور جعفر کا سر جس سے خون کے فوارے جاری تھے ایک طشت میں رکھ کر ہارون الرشید کے

سامنے پیش کر دیا۔

کہتے ہیں جعفر برکی کے قتل کے قحویہ دہر بعد ہارون الرشید نے طبیب جبرائیل کو اپنے

فحش میں طلب کیا اور جب وہ اس کے سامنے گیا تو ہارون نے اسے مخاطب کر کے کہا۔

”جبرائیل تم مجھ سے سوال کیا کرتے تھے کہ میری غذا کیوں گھٹ گئی ہے۔“ طبیب نے

ایک طرح سے آفتاب پرستی کا جشن تھا یہ دونوں جشن مجوسیوں یعنی آتش پرستوں کی عیدیں تھیں چنانچہ ایرانی امراء کی صحبت کا اثر خلفائے عباسیہ پر بھی ہوتا شروع ہوا اور وہ لباس غذا میں طرب اور دیگر خانگی معاشرت میں مجوسیوں کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرنے لگے۔

براکہ کا سب سے بڑا مدعا اور نصب العین یہ تھا کہ ایرانی مجھی عربوں سے بالاتر ہیں اور اس خیال کی تائید میں انہوں نے جو کارروائیاں کیں وہ حسب ذیل ہیں ان کی ان کارروائیوں کی وجہ سے عربوں میں ان کے خلاف نفرت پیدا ہوئی اور یہی نفرت براکہ کی تباہی اور بربادی کا باعث بن گئی اور ایرانیوں میں تفریق پیدا کرنے اور عرب کو بچا اور ایرانیوں کو بالا دکھانے کے لئے برہمکوں نے جو حلقہ کارروائیاں کیں وہ کچھ اس طرح تھیں۔

پہلی برہمکی نے اپنی وزارت کے آغاز ہی میں عراق عرب اور خراسان میں جس قدر سرسبز زرخیز علاقے تھے ان پر خود قبضہ کیا اور ایسی ہی منتخب جاگیریں اپنے بیٹوں کو دیں۔

دوم بڑے بڑے شہروں اور اضلاع کے خزانوں پر اس نے ایرانی افسر مقرر کیے اور خود عثمان راہتی کہ ہارون الرشید کو بھی پچھلی کی منگوری کے بعد خزانہ سے رقم ملتی تھی۔

سوم عام تالیف قلوب کے لئے اور لوگوں کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے فیاضی اختیار کی اور کسی سال کو محرم نہ رکھا اور ہر موقع پر سوال سے زیادہ رقم عطا کی اور یہی ہدایت اس نے اپنے بیٹوں کو دی اور یہ زبردست حکمت عملی تھی جس کے تحت وہ عربوں پر ایرانیوں کی فوقیت ثبت کرنا چاہتا تھا۔

چہارم شعراء وادار کو قصائد کے صلہ میں ایک ایک لاکھ دینار براکہ دے دیتے تھے اور ان کے صلے میں شاعران کے حق میں مدیہ قصائد لکھتے تھے انہی قصائد کی وجہ سے براکہ کو عرب دہم اور ہندوستان تک شہرت ملی۔

اپنے پاؤں جمانے کے لئے اپنی حالت کو مستحکم کرنے کے لئے برہمکوں نے عباسیوں کے بڑے بڑے اور سرکردہ لوگوں کو تحائف اور مال و دولت سے مالا مال کر دیا تھا تاکہ وہ برہمکوں کے خلاف زبان نہ کھولیں اور برہمکوں کی ہر خواہش پوری ہو۔

پنجم ہارون الرشید کے سارے عہد میں خدام وغیرہ کو ہمیشہ انعامات سے نوازتے رہے تاکہ وہ ان کے مطیع رہیں۔

ہفتم حجاز، بیت المقدس یمن اور عراق کے قبائل کے سرداروں اور شیوخ کو اپنا مطیع بنانا انہیں خوب نوازا ان پر خوب مال و دولت خرچ کیا حتیٰ کہ موصل تک کر دوں پر بھی فیاضی کی تاکہ کوئی ان کے خلاف زبان نہ کھولے۔

براکہ کو جو سزا ملی وہ ان کے اعمال کا نتیجہ تھی جو وہ اپنے دل اپنے ذہن میں مچھائے ہوئے تھے اور اس کی تکمیل کرنا چاہتے تھے ان کے ان عزائم کی ابتدا ابو مسلم خراسانی سے ہوتی ہے۔

ابو مسلم خراسانی نے بنو امیہ کے لوگوں پر انتہا درجہ کے مظالم کئے تھے یہ مظالم اس نے بنو عباس کی حکومت قائم کرنے کے لیے کئے اس نے جو لشکر تیار کیا اس میں سب ایرانی اور خراسانی اس نے بھر لئے تھے اور خصوصاً خاندان براکہ جس کا رکن اعظم خالد بن ابوالحسن جعفر برہمکی اول تھا اس نے بھی بنو امیہ کے خلاف بنو عباس کا ساتھ دیتے ہوئے ابو مسلم کے مظالم میں حصہ بنایا خالد کے سپرد مال غنیمت کی تقسیم تھی چونکہ آتش پرستوں کے آتش کدے نو بہار کا آبی موالی بھی تھا لہذا کسی ایرانی میں یہ جرات نہ تھی کہ وہ خالد کے خلاف حکم کی خلاف ورزی کرے لہذا عباس کے لشکر میں دو بڑی قوتیں تھیں ایک ابو مسلم ایرانی اور دوسرا خالد برہمکی جس نے بنو امیہ کی حکومت مٹانے اور بنو عباس کی سلطنت قائم کرنے کے لئے لگ بھگ چھ لاکھ مسلمانوں کی گردنیں کنوا دی تھیں۔

ابو مسلم کو بنو عباس سے کسی قسم کی ارادت مندی نہ تھی وہ صرف ایرانیوں کی فوقیت عربوں پر چاہتا تھا لیکن ابو مسلم کی بد قسمتی کہ اپنے اعمال کی وجہ سے وہ عباسیوں کے پہلے خلیفہ سلطان تو بچار ہا لیکن دوسرے عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے اس پر فرد جرم مرتب کر کے اسے قتل کرا دیا۔

ابو مسلم کے جانشینوں میں جو ایرانی امراء باقی تھے ان میں برہمکی عنصر سب پر غالب تھا چنانچہ خالد برہمکی ابو مسلم کا قائم مقام ہوا اور اس نے اپنا ماتحت حملہ خود مقرر کیا جو سب ایرانی تھے مقصد وہی عربوں کو زیر کرنا اور ایرانیوں کی بالادستی قائم کرنا تھا برہمکوں کا ابتدا سے اس مقولہ پر عمل تھا کہ تم ادھر کو ہو جدھر کی ہوا چلے ابو مسلم کا نظریہ یہ تھا کہ بنو امیہ کے خاتمہ کے بعد عباسیوں کو حکومت ملے لیکن ان کا بھی خاتمہ کر کے پورے عالم اسلام میں ایرانیوں کی سلطنت قائم کی جائے برہمکوں نے ابو مسلم کے ان خیالات کو تو ترک کر دیا لیکن سارے برہمکی اور ایرانی بہر حال اس خیال پر متحد رہے کہ عربوں کا سارا تمدن ایران کے شاعرانہ تمدن میں تبدیل ہو جائے۔

ایرانی معاشرے کو مسلمانوں میں برپا کرنے کے لئے برہمکوں نے جشن نوروز کی بنیاد ڈالی اس ایرانی جشن کی بنیاد خالد برہمکی کے عہد وزارت میں پڑی اور جعفر برہمکی نے اپنے وہ میں ایک اور جشن کا اضافہ کیا یہ بھی ایرانیوں کا جشن تھا جسے جشن مہر جان کہا جاتا تھا اور :

ج کے زمانہ میں ہارون الرشید کے ہمراہ براہ کھ بھی ہوتے تھے اور اس قدر سلطنت کے خزانوں سے فیاضی کرتے تھے کہ خلیفہ کی زر پرزی بھی ان کے سامنے مات پڑ جاتی تھی۔

بہر حال جعفر برکی کے قتل کے بعد اس کی نفس کو ہارون الرشید نے بغداد روانہ کیا یہ نفس ہارون الرشید نے اپنے محافظ دستوں کے سالار اعلیٰ ہرثمہ شامی جلاد مسرور کی نگرانی میں روانہ کی نفس ایک اونٹ پر تھی جس پر پلان نام کی کوئی چیز نہ تھی بغداد پہنچ کر جعفر برکی کا سر بغداد کے ایک ہل پر لٹکا دیا گیا اس سر کو دیکھ کر لوگ تعجب کرتے تھے کہ خداوند قدوس کی شان ہے کہ جس سر کے سامنے سرداروں اور مشیروں کی گردنیں جھک جاتی تھیں جس کا اعزاز خلیفہ سے بڑھ کر تھا آج اس کا سر بغداد کے ایک ہل پر لٹک رہا ہے جس کا کوئی پرسان حال نہیں کل تک وہ ایک اقبال مند تھا اور آج دنیا میں اس سے زیادہ بد نصیب کوئی نہیں۔ جس وقت جعفر برکی کا سر بغداد کے ایک ہل پر لٹکا گیا اس وقت بغداد کے ایک شاعر نے لوگوں کی عبرت کے لئے جو شعر کہے وہ بڑے درس خیز تھے ان کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے۔

”اے زمانہ بھر دو کھانے والے! یہ فوراً بھر جاتا ہے اور دھوکہ دے جاتا ہے اس سے اور اس کے حملوں سے ہمیشہ بچے رہتا اگر تو اس کی الٹ پھیر سے واقف نہیں ہے تو اس کے حال سے عبرت پکڑ جس کو بغداد کے ہل پر سولی دے دی گئی ہے۔“

جعفر برکی کے قتل کے بعد اس کے باپ اور بھائیوں کو زعمان میں ڈال دیا گیا ان کے مکانوں کی کٹائی کا کام شروع کیا گیا جعفر کے مکان پر مسرور فضل کے محل پر ایک نفس ابراہیم اس طرح جعفر برکی کے دوسرے بھائیوں کے مکانوں پر بھی ہارون الرشید نے اپنے مشیر مقرر کیے۔

نئی کے محل سے پانچ لاکھ دینار ملے فضل برکی کے گھر سے چالیس لاکھ درہم برآمد ہوئے جعفر کے مکان میں ایک حوض نکلا جس میں سے چوبیس لاکھ اشرفیاں برآمد ہوئیں ہر اشرفی کا وزن ایک سو ایک دینار تھا جس کے دوسرے رخ پر جعفر کی تصویریں ثبت تھیں اس نقدی کے علاوہ جعفر کے ہمراہ سز میں جس قدر نقد سامان تھا اس پر بھی قبضہ کر لیا گیا بہر حال جعفر کے ہاں سے مجموعی تعداد نقد اور قیمت سامان کی تین کروڑ 6 لاکھ چوبیس ہزار دینار تھی۔ کچھ مورخوں اور سوانح نگاروں نے جعفر کے قتل اور براہ کھ خاندان کے زعمان میں ڈالے جانے کی وجہ ہارون الرشید کی بہن عمار کو قرار دیا ہے جو اسر غلا اور ایک مرتعہ بنیاد و استان سے زیادہ حقیقت نہیں تھی اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

کہتے ہیں کہ خلیفہ ہارون الرشید کا دستور تھا کہ سلطنت کے تمام کاموں کے بعد شب کو

میں ولرب کے جلسوں میں بیٹھا کرتا تھا اور باوجود صوم سلوۃ کی پابندی کے اس کی یہ مجلس راعانہ ہوتی تھی پری جیکر نازنینوں کا جھرمٹ ہوتا تھا بے تکلف اصحاب جمع ہوتے اور ہلید یعنی بھگور کی تازی کا دور ہوتا تھا اس قسم کے جلسوں میں کہتے ہیں کہ خلیفہ کی بہن عمار بھی شریک ہوا کرتی تھی۔

عمار میں علاوہ حسن و جمال کے سلیقہ شعاری اور علم و ادب تمام حرم کی عورتوں سے زیادہ تھا اس سے ہارون الرشید کو کمال محبت تھی اور فطری محبت کے علاوہ خاص اتحاد کا ایک جب یہ بھی تھا کہ ہادی کے عہد میں ہارون الرشید کو ولی عہد اور پھر خلیفہ بنانے میں عمار کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔

چنانچہ اس وجہ سے بھی ہارون الرشید کو اپنی بہن عمار سے از حد محبت تھی لیکن جیسی محبت اے اپنی بہن عمار سے تھی ویسا ہی اسے سلطنت کا وزیر جعفر برکی بھی عزیز تھا۔

ایسے جلسوں میں جعفر کی غیر حاضری بھی ہارون کو شاق گذرتی تھی کیونکہ جعفر کی بذلہ بچیاں اور ہر موقع پر عمدہ اشعار پڑھتا اس جلسے کی ایک قہقہہ قدر چیز ہوا کرتی تھی۔

اس لیے ہارون کی یہ خواہش تھی کہ اس بزم طرب میں بلا ناغہ جعفر اور عمار دونوں شریک ہوا کریں اور مشکل یہ تھی کہ عفت تاب پارسا شنادی عمار جعفر کے سامنے آتے ہوئے ممکن تھی اور ایک جگہ بیٹھنا ناپسند کرتی تھی۔

لیکن مجبوراً بھائی کے حکم کی قیل کرتی تھی اس حجاب کے دنیے کی ہارون نے یہ تجویز نکالی کہ دونوں کا عقد کر دیا جائے کہ جو سفارت اس وقت ہے وہ جانی رہے۔

اپنے اس خیال کو ایک مرتبہ ہارون الرشید نے جعفر پر کچھ اس طرح ظاہر کیا۔

”جو دل محبت تم سے ہے وہ تو ظاہر ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ عمار سے مجھے کس قدر اہم ہے۔ لہذا میری خواہش ہے کہ میں تم دونوں کا عقد کر دوں اس طور پر ایک دوسرے کا دیکھنا تمہارے لئے مباح ہو گا لیکن شرط یہ ہے کہ خلوت مسجد نہ ہو یعنی تم دونوں ایک دوسرے سے مہاں بیوی کے تعلقات نہیں رکھو گے جب تک میں موجود نہ ہوں تم دونوں ایک جگہ جمع بھی نہیں ہوا کرو گے۔“ موہرین لکھتے ہیں کہ خلیفہ کا یہ بیان سن کر جعفر حیرت زدہ رہ گیا خلیفہ کے پاؤں میں اپنا سر رکھ دیا کہنے لگا۔

”امیر المؤمنین باوجود اس مہربانی کے جو میرے حال پر ہے مجھے امید ہے آپ میری جان اور مال اور میرے خاندان کی تباہی کا بھی پسند نہ فرمائیں گے۔ ابتداء آفرینش سے آج تک کسی غلام اور خادم نے اپنے ولی نعمت کے خاندان میں شادی نہیں کی ہے اگر کسی نے

ایسا خیال بھی کیا تو وہ خاندان برباد ہوا اور قیامت تک بدنامی کے داغ سے نہ چھوڑا۔ آخر میں نے کیا گناہ کیا ہے۔ کہ خلیفہ میرے خون کا بیٹا سا ہے میری خدمت گزار کی کا کیا صلہ ہے کہ خاندان برباد ہوا و برباد کر دیا جائے علاوہ بریں میں ایک عجیبی آتش پرست خاندان سے تعلق رکھتا ہوں مجھ کو خاندان رسالت سے نسبت ہی کیا ہے میں ہرگز اس لائق نہیں ہوں کہ میرا نکاح عمار سے کیا جائے۔ میرے ماں باپ بھائی جس وقت اس خبر کو سنیں گے امیر المومنین کے مزاج کے تغیر سے فوراً ہلاک ہو جائیں گے اور میرے دشمن اس خبر کو سن کر خوش ہوں گے اور اس کو میرے اقبال کا خاتمہ سمجھ لیں گے۔

امیر المومنین عجم کی تاریخ پر غور فرمائیں کہ کسریٰ کی سلطنت کی سات سو برس کی مدت میں کوئی واقعہ بھی ایسا گزرا ہے کہ کسی نے اپنی بہن یا بیٹی کا عقد ایک اونٹنی نوکر یا غلام سے کر دیا ہو بلکہ اس قسم کی قربات میں بہت احتیاط رکھی اور بلا سوچے سمجھے کبھی ایسی جرات نہیں کی ہے اگر کسی غلام نے حرم میں دست درازی کی ہے تو وہ نمک حرام کہلایا ہے اور تباہ ہو گیا ہے بلحاظ تقدس نسب یہ کیونکہ جائز ہے کہ شہزادی عمار کا شوہر ہوتا مجھے نصیب ہو۔

چنانچہ جعفر کو اس خیال سے اس درجہ پریشانی ہوئی کہ چند روز کے واسطے اس کا کھانا چائے چھوٹ گیا لیکن قضائے الہی سے کوئی چارہ نہ تھا۔ ہارون الرشید کے جاہ جلال کے مقابلے میں جعفر کا کوئی قدر نہ سنا گیا اور شرط مذکورہ بالا پر نکاح ہو گیا۔

جب اس کے نکاح کی بجٹی اور فضل وغیرہ کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے ایک مجلس نامہ منعقد کی اور خوب روئے اور تمام خاندان سوگوار بن گیا اور بجٹی خاندان وغیرہ کا اس وقت یہ خیال تھا کہ جب تمام دنیا میں ہماری شہرت ہوگی اور ہمارے جود و سخا سے تمام عالم کو گھیر لیا تو ہارون الرشید کو ہم پر رشک آ گیا اور اس فکر میں ہے کہ ہمارے خزانے لوٹ لے اور جیکریں ضبط کرے یہی عمار ہماری لاگت کا سبب ہوگی بس خاندان کا اب خاتمہ ہے موت کا زمانہ قریب ہے جس کا انتظار ہر وقت رہتا چاہئے۔

بہر حال یہ نکاح ہو گیا اور نکاح کے بعد عمار اور جعفر مجلسوں میں شریک ہونے لگے تو ایک دفعہ پھر دونوں کو ہارون الرشید نے انہیں مخاطب کر کے کہا۔

”دیکھو خدا کی قسم میں پھر تم کو سمجھا دیتا ہوں کہ جس فعل سے میں نے تم کو روکا ہے کبھی بھولے سے بھی اس کا خیال نہ کرنا عملی صورت میں مہیاں بیوی کی زندگی ہرگز بدمرست کرنا ایسا کرو گے تو تم دونوں کے سر پر سایہ نہیں رہے گا کبھی ایسا نہ ہو کہ بغیر میری موجودگی کے تم دونوں ایک جگہ جمع ہو۔“

دونوں نے اس نصیحت کو سنا اور جہاں تک ممکن ہوا جعفر اپنے قول پر ثابت قدم رہا نکاح کے بعد کوئی امر مانع نہیں تھا اس لیے اس چیز کی مجلس میں دونوں بے تکلف شریک ہونے لگے۔

جب روزانہ نشست سے ایک دوسرے کے حسن خدا داد کے نظارے کا موقع ملتا تو فریض میں محبت بڑھنے لگی لیکن ہارون کی موجودگی میں سوائے معمولی گفتگو ظاہری نظارے کے اور کیا ہو سکتا تھا عمار جعفر سے روز بروز مانوس ہوتی جاتی تھی چنانچہ جب ہارون الرشید کو یہ معلوم ہوا کہ فریقین میں گفتگو بڑھنے لگی ہے تو اس کو اس نکاح پر نہایت افسوس ہوا اور بار بار آمد و رفت میں بھی کی کر دی چونکہ ایک دم سے تفرقہ کرنا بھی مصلحت نہ تھا۔

جب کسی قدر روک ٹوک ہوئی تو عمار نہایت بے چین ہوئی اور حالت بے صبری میں اپنی دلی حالت بذریعہ تحریر جعفر تک پہنچائی لیکن جعفر نے قاصد کو حکارت سے نکال دیا اور خط کا کچھ جواب نہ دیا۔

جب اس تجویز میں بھی کامیابی نہ ہوئی تو اس نے دوسری تدبیر یہ سوچی کہ جعفر برکی کی من عتاب سے مکمل جہول بڑھایا اور نہایت قیمتی جواہرات اور تحائف عتاب کی نظر کیے جب عتاب کو کسی قدر اپنے موافق کر لیا تو ایک دفعہ عمار نے عتاب کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ۔

”خاندان عمار سے جو جدید تعلقات خاندان برک سے ہوئے ہیں وہ جعفر کے واسطے باعث فخر ہیں اور یہ رابطہ دن بدن قوی ہوتا چاہئے اور یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ یہ تعلق باعث زوال ہو گا اور جعفر کو کسی قسم کا نقصان پہنچے گا جہاں تک وہ سکے آپ کو میری مواصلت میں سہی کرتی چاہئے۔“

چنانچہ عتاب نے عمار کا کہنا مان لیا اور وعدہ کیا کہ۔

”کسی جیلے جہانے سے میں تم کو جعفر سے غلوت میں ملا دوں گی۔“ اس موقع پر ابن فلکان نے یہاں تک لکھ دیا کہ ہر جہد کو ایک بار کہہ کثیر جعفر کے پاس غلوت میں بھیجی جانی تھی چنانچہ عمار نے عتاب سے یہ درخواست کی کہ ایک جمعہ کو لونڈی کے روپ میں مجھے بھیج دو لیکن عتاب نے اس شرط کو جب نہ مانا تب عمار نے عتاب سے کہا بیہبیا۔

”کہ اگر میری یہ شرط نہ منظور کی تو میں ہارون سے کہہ دوں گی کہ مجھ سے ایسا سلوک کیا جاتا ہے۔“ اس پر عتاب مان گئی یہ کنیزیں جو خلفاء اور وزراء کو پیش کی جاتی تھیں یہ مجلس کا رنگ دولا کر دیتی تھیں یہ کنیزیں روسن اور ایشیائے کوچک کی خوبصورت لڑکیاں ہوتی تھیں ہر لڑکی کی لوٹ مار میں پکڑ کر لائی جاتی تھیں دلال ان کو سستے داموں خرید لیتے تھے موسیقی شاعری ایام الاعراب، ادب، خوش نویسی طرافت اور حاضر جوابی کی تعلیم دلاتے تھے ان فنون

خلیفہ ہارون دشمن ہے اور اس قسم کے بہانے ڈھونڈ رہا ہے۔“
عباس نے جعفر کی باتوں پر کوئی لحاظ نہ کیا اور مذاق میں اڑا دیا نہایت نرم اور شیرینی
الفاظ میں جعفر سے کہا کہ آخر تم میرے شوہر ہوشربا میں تم پر حلال ہوں میری طرف دیکھو کیا
میری نظیر دنیا میں ہے میرے اوپر سے ہزاروں جانیں قربان ہوں تھک کو کیا ہو گیا ہے کیا تو
ہر اثر ہر نہیں ہے اور میں تو کبھی کبھی ملنے کی خواستگار ہوں اور اس حال تک کسی کو خبر بھی نہ
ہو گی۔

جعفر کے دل پر عباس کی تقریر کا پورا اثر ہو گیا ہارون کے معاہدہ کا کچھ خیال رہا نہ
خاندان کی برہادی کی پرواہ کی اور اس غلطی کے لئے ہاتھ نہ فطرت سب کچھ ہو گیا جس
کا ہارون مانع تھا وہ دن کے بعد دعوت کا خاتمہ ہو گیا اس کے بعد چوری چھپے جعفر اور عباس
دونوں کبھی کبھی ملنے لگے۔ اس فرضی داستان اور روداد کو آگے بڑھاتے ہوئے کچھ لوگ مزید
لکھتے ہیں۔

کہ جعفر اور عباس کے اس طرح ملنے سے کچھ کنیزیں واقف تھیں اور اس میل جول کے
نتیجے میں عباس کے ہاں ایک بیٹا بھی ہوا چنانچہ ان میں سے ایک کنیز نے زبیدہ خاتون کو
جلد حالات اور اطلاع کر دی زبیدہ نے ہارون الرشید سے اس سانحہ کا تذکرہ کیا ہارون
الرشید نے زبیدہ سے کہا کہ تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ جعفر نے میرے حکم کی خلاف
ورزی کی ہے زبیدہ نے جواب دیا کہ عباس کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہو چکا ہے اور یہ سب
سے بڑا ثبوت ہے اور یہ لڑکا کہ معظمہ میں ایک غلام ایسا کی نگرانی میں بھیج دیا گیا ہے کہتے
ہیں کہ ہارون الرشید کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے جعفر کے قتل کا فیصلہ کر لیا۔
جعفر اور عباس کے متعلق ایک اور مورخ کچھ اس طرح لکھتا ہے کہ جعفر اور عباس کے
ہاں ایک نہیں بلکہ تین بچے پیدا ہوئے چنانچہ ہارون الرشید کو اس کی اطلاع دی گئی کہ ایک
بچہ چھ سال کا دوسرا پانچ سال کا موجود ہے اور تیسرا دو سال کا جو کہ فوت ہو چکا ہے اور
عباس اس وقت بھی امید سے ہے اور اس کے دو بچے جو زندہ ہیں وہ مدینہ منورہ روانہ کر
دے ہیں جیسے تاکہ راز انکشاف نہ ہو۔

آگے مزید یہ مصنف لکھتا ہے کہ یہ حالات سننے ہی ہارون الرشید نے سب سے پہلے
زبیدہ خاتون سے اس بات کا ذکر کیا اور اپنی ذلت اور رسوائی کا حال بیان کیا زبیدہ خاتون
نے حالات معلوم ہونے پر خود رشید کو طرم بنایا اور کہا کہ یہ نکاح تم نے ہی کروایا تھا اسی
حالت فیلک و غضب میں رشید نے جلا دوسرے کو طلب کیا اور حکم دیا کہ اپنے ساتھ دس مزدور

میں کال ہو کر وہ لڑکیاں نہایت گراں قیمت پر بازار میں بکیتی تھیں۔
بہر حال قصہ کوتاہ کے عتاب نے خلیفہ ڈھونڈنے شروع کر دیئے اور جعفر سے کہا سختی ہوں
کر ان دنوں ایک کنیز کینے والی ہے جو ملاحت مباحث کے علاوہ نہایت ہوشیار ہے بلکہ اس
کا کوئی مثل نہیں ہے اور اس درجہ اس کی تعریف کی کہ جعفر عا بنانہ اس کنیز کا مشتاق ہو گیا
بے صبر ہو کر ماں سے کہا کہ جس قدر ممکن ہو وہ کنیز خریدی جائے۔

چنانچہ عتاب نے وعدہ کیا فلاں شب کو آجائے گی اور عباس کو اس حال سے مطلع کر دیا
لیکن عباس نے عتاب کی اس ہدایت پر عمل نہیں کیا بلکہ اس ملاقات کے لیے خود ہی مدبر
سوچی کہ خلیفہ ہارون الرشید کے باغ میں ایک دعوت کا اہتمام کیا جائے۔
کہتے ہیں یہ باغ عباس کا تھا اور یہ باغ دجلہ کے کنارے نہایت عمدہ موقع پر واقع تھا
چنانچہ عباس نے ہارون سے درخواست کی کہ اگر آپ مع مصاحبین اور ارکان سلطنت کے
میری دعوت قبول فرمائیں تو مجھ پر کمال مہربانی اور عزت افزائی ہو گی اور میری آرزو ہے کہ
شب دروز تک باغ میں یہ جشن منایا جائے۔

ہارون نے اپنی عزیز بہن کی دعوت کو نہایت خوشی سے قبول کیا عباس نے شاہانہ تلف
سے دعوت کی اور مہمان داری کی کوئی شرط و فرغ و گزاشت نہیں ہوئی دستور کے موافق ہر روز
ایک حسین کنیز خلیفہ کی خواب گاہ میں بھیجی جاتی تھی جب تین راتیں گزر گئیں تو عباس نے
ہارون الرشید سے کہا کہ آج تیسری رات ہے جعفر تمہارا ہوتا ہے کوئی کنیز بھی خدمت کے
واسطے نہیں بھیجی گئی اور بلا اجازت کنیز کیونکر بھیجتی۔

ہارون الرشید نے کہا غلطی ہوئی آج ضرور بھیجتا چاہئے اگرچہ عباس نے ہر روز ایک کنیز
جعفر کے پاس بھیجی تھی مگر معظمہ انکار کر گئی جب ہارون سے ایک کنیز کے بھیجنے کی اجازت مل
گئی تو عباس نے خود کوٹھڑیوں کا سارو بھرا اور شب خوابی کا لباس پہن کر جعفر کے پاس پہنچی۔
اگرچہ عباس نے اس بات کی کوشش کی تھی کہ جعفر اس کو پہچان نہ سکے لیکن جعفر نے
دیکھتے ہی پہچان لیا اور ہارون کے خوف سے کانپنے لگا اور عباس کے قدموں میں اپنا سر رکھ دیا
اور عرض کیا۔

”اے سیدہ میری ہلاکت کی کوشش نہ کرو۔ میرے خاندان کی ذلت اور تباہی کا باعث نہ
ہو تمہارے اور میرے دشمن بہت ہیں لیکن نہیں کہ یہ جو صورت حال پیدا ہو گئی ہے یہ ظاہر
نہ ہو دیکھو صلا رچی اور محبت کا جوش ہارون سے سفارش کر کے تم کو تو قتل سے بچالے گا لیکن
میرے بھائی اور باپ ضرور قتل کر ڈالے جائیں گے اور یہ تم کو اچھی طرح سے معلوم ہے کہ

لے کے آئے چنانچہ شب کو عباسہ کی خواب گاہ میں گیا اور عباسہ کو اس نے امید سے پایا اور اس کو سوتے میں قتل کر دیا جس طرح سورہی تھی ویسے ہی اس کی نعش کو صندوق میں رکھ کر قتل لگایا اور صندوق کو کنواں کھود کر دفن کر دیا۔

ایک اور مصنف آگے لکھتا ہے کہ ہارون الرشید نے مکہ معظمہ کا سفر کیا کیونکہ جعفر کے دو بچوں کی تحقیقات کرنی تھی۔ حج سے فراغت کے بعد ہارون الرشید نے مدینہ کا سفر کیا اور جعفر کے دونوں بچے ہارون کے سامنے پیش کئے گئے ان کو دیکھ کر رشید کو نہایت ہی تعجب ہوا کیونکہ وہ بہت حسین تھے ان کی زبان بھی نہایت فصیح تھی چنانچہ رشید نے بڑے لاکے سے پوچھا۔

قرۃ العین تمہارا نام کیا ہے۔ اس نے کہا میرا نام حسن ہے پھر جھوٹے سے دریافت کیا کہ تمھ کو کیا کہہ کر پکارتے ہیں اس نے کہا مجھ کو حسین کہتے ہیں چنانچہ رشید نے ان بچوں کے متعلق بھی حکم دیا کہ ان دونوں کو بھی قتل کر کے عباسہ کے ساتھ دفن کر دیا جائے۔

جعفر اور عباسہ کے اس جھوٹے اور فرضی قصے کو بہت سے لوگوں نے اپنے اپنے انداز میں پیش کیا ہے۔

بہر حال انسائیکلو پیڈیا آف اسلام نے اسے بالکل غلط اور فرضی اور جھوٹا قصہ قرار دیا ہے اس کے علاوہ امام المورخین ابن خلدون نے عام مورخین کے خلاف جعفر اور عباسہ کے نکاح کو ایک فرضی قصہ قرار دیا ہے اور اس واقعہ کو بالکل بے بنیاد اور غلط قرار دیتے ہوئے اسے ذہنی اختراع کہا ہے۔ اس کے علاوہ اس قصے کو غلط اور جھوٹا ثابت کرنے کے لئے یہی کافی ہے کہ ہارون الرشید کی بہن عباسہ کے تین نکاح ہوئے اس کا پہلا نکاح محمد بن سلیمان سے ہوا اس وقت عباسہ کی عمر سترہ برس کی تھی اسے ہارون الرشید نے بصرہ بحرین و عمان دین اہواز اور فارس کا دالی مقرر کیا تھا یہ بصرہ میں ہی انتقال کر گیا اور عباسہ سے اس کی کوئی اولاد نہ تھی اس کے بعد ہارون الرشید نے عباسہ کا نکاح اپنے ایک عم زاد ابراہیم بن صالح سے کر دیا تھا ہارون الرشید کی طرف سے وہ مصر کا دالی تھا اور وہیں اس نے وفات پائی اس کی وفات کے بعد عباسہ کا تیسرا نکاح محمد بن علی بن داؤد سے ہوا لیکن بد قسمتی سے عباسہ کا تیسرا شوہر بھی فوت ہو گیا اس کے بعد عباسہ کی عمر دخل گئی تھی بہر حال اس کے باوجود ایک شخص عیسیٰ بن جعفر نے عباسہ سے نکاح کرنا چاہا لیکن شاعر ابونواس نے عباسہ سے متعلق چند اشعار کہے وہ اشعار سن کر عیسیٰ بن جعفر نے عباسہ کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ بدل دیا ان اشعار کا مطلب یہ تھا کہ عباسہ سے نکاح کرنا اور مرنا دونوں کے ایک ہی معانی تھے اس شاعر

ابونواس نے ہارون الرشید کو مخاطب کرتے ہوئے یہ بھی کہا تھا کہ اگر آپ کا کوئی دشمن ہو اور اس کو آپ قتل کرنا چاہتے ہوں تو اسے ہرگز تلوار سے قتل کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ عباسہ سے اس کا نکاح کر دیجئے وہ خود ہی مر جائے گا۔

بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ عباسہ سے جعفر کا کوئی تعلق نہیں تھا نہ دونوں کی شادی ہوئی نہ ان کی کوئی اولاد تھی عباسہ کی تین شادیاں ہوئیں اور بد قسمتی سے اس کے تینوں شوہر قتل ہو گئے تیسرے شوہر کے مرنے کے بعد وہ ویسے بھی بوڑھی ہو چکی تھی۔

عباسہ اور جعفر کے اس افسانے میں یہ بات تعجب خیز ہے کہ بہن کے تین بچے پیدا ہو گئے اور بھائی ہارون الرشید کو سات برس تک خبر نہ ہوئی اور جو بہن اس نے اتنی عزیز رکھی ہوئی تھی کہ وہ روزانہ اس کے جلسوں میں شریک ہوا کرتی تھی جب وہ بچوں کی پیدائش کی وجہ سے غیر حاضر رہی تو بھائی کو کیسے اس کی غیر حاضری شاق نہ گزری اور کیسے اس نے صبر کر لیا کیونکہ نکاح کی غرض تو یہی تھی کہ جعفر اور عباسہ صرف بزم طرب میں روزانہ شریک ہوا کریں ان سارے عوامل کو اگر غور سے پرکھا جائے تو ہر قاری اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے کہ یہ واقعہ حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہے بس دلچسپی پیدا کرنے کے لئے اسے گھڑا گیا ہے ورنہ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

عطریف کے اس انکشاف پر شاریہ بے حد خوشی کا اظہار کر رہی تھی بھر بولی اور کہنے لگی۔
 ”جب یہ قرطاس سازی کا کارگھر یہاں نہیں تھا بھر قرطاس کہاں سے آتا تھا۔“ عطریف
 نے غور سے شاریہ کی طرف دیکھا بھر کہنے لگا۔

”بہن! اس وقت یہ قرطاس دکان مصر سے منگوایا جاتا تھا مصر کی سرزمین قرطاس سازی
 کے لئے بڑی پرانی بڑی مشہور.....“ عطریف یہاں تک کہنے پایا تھا کہ اس کی بات کانٹے
 ہوئے شاریہ بول اٹھی۔

”وہ کیسے؟“ جواب میں عطریف نے کچھ سوچا پھر وہ شاریہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ
 رہا تھا۔

”بہن! اس قرطاس سازی کی اور کائنات کی تاریخ بھی بڑی پرانی ہے ہزاروں سال پہلے
 جب کائنات عالم وجود میں نہ آیا تھا تب لوگ اپنی یادداشتوں اپنے قصوں اپنی کہانیوں اپنی
 داستانوں اپنی قیمتی یادوں اور تحریروں کو زمرہ رکھنے کے لئے مکالوں کی دیواروں اور پتھر کی
 سطحوں پر کتابت کر لیا کرتے تھے۔“

اس کا نقصان یہ ہوا کرتا تھا کہ جب زبردست قومی قبیلہ کمزور قبیلوں اور قوموں پر حملہ
 آور ہو کر ان کے ملک کو فتح کر لیتے تھے تو دیواروں پر لکھی ہوئی وہ تحریروں تاریخ اور یادیں
 باقی نہ رہتی تھیں اور جن اقوام کی وہ یادیں ہوا کرتی تھیں وہ انہیں حسرت سے دیکھتے ہوئے
 رخصت ہو جایا کرتے تھے اور اس قابل نہ ہوتے تھے کہ دشمن سے شکست کھانے اور بھانسنے
 کے بعد اپنی یادوں اپنی تاریخ کا کوئی نوشتہ اپنے ساتھ لے جا سکیں۔

چنانچہ انہی مجبور یوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہائل والوں نے مکی اینٹوں پر کتابیں لکھیں
 اور ان کو آگ پر پختہ کر لیا کرتے تھے یہ مکی کتب کھلائی تھیں یہ بھی نوٹ چلایا کرتی تھیں اور
 خاصہ نقصان ہوتا تھا اس کے بعد ایسا ہوا کہ مختلف ملکوں اقوام نے اپنی تحریروں اور تاریخوں کو
 مکالوں پر لکھنا شروع کر دیا اس کے علاوہ بھی تحریروں کے لئے مختلف طریقے تلاش کیے جاتے
 رہے اس کے لئے کرگلی کتب جو تھیں ان میں حامی یہ تھی کہ وہ اینٹوں کی صورت میں ہوتی
 تھیں اینٹوں کا وزن کچھ کم نہ تھا لہذا یہ طریقہ کتابت آہستہ آہستہ بند ہونے لگا۔

لیکن ایسا ہوا کہ جب زمین سے معدنیات کا خزانہ لکھنا شروع ہوا یعنی لوگ لوہے تانبے
 اور دوسری دھاتوں کے استعمال سے واقف ہوئے تو معدنی پتھروں پر کتابت شروع ہوئی
 لوگوں نے اپنے حالات واقعات ان پتھروں پر لکھنا شروع کر دیئے اور صدیوں تک یہ
 کتابت جاری رہی نیز یہ معدنی کتابت بھی ناقص ثابت ہوئی تب مصر کے حکماء نے تقریباً

عطریف حویلی میں داخل ہوا جب وہ دیوان خانے میں گیا تو وہاں رویان شاریہ سلاوا اور
 برسک بیٹے آپس میں گفتگو کر رہے تھے عطریف جو بی دیوان خانے میں داخل ہوا شاریہ نے
 اس کی طرف دیکھا بھر شکوہ بھری آواز میں اس نے پوچھ لیا۔

”آپ کہاں چلے گئے تھے اور پھر آپ اکیلے آ رہے ہیں لہا کہاں ہیں امیر کو کھڑے
 ہیں اور بھائی امیر ابیم بھی آپ کے ساتھ نہیں آیا۔“ عطریف آگے بڑھ کر ایک نشست پر بیٹھ
 گیا کچھ کہتا چاہتا تھا کہ شاریہ نے بھر شکوہ کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”لہا! آپ گھر سے ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے گئے تھے ظہر تو ایک طرف رہی اب تو عصر
 کا وقت بھی گزر گیا ہے اور آپ چاروں اکٹھے گئے تھے اور آپ اکیلے واپس آ رہے ہیں۔
 لہا! امیر اور بھائی امیر ابیم کو کہاں چھوڑ کر آئے ہیں۔“ جواب میں عطریف مسکرایا اور کہنے لگا۔

”بہن! یوں جانو وہ تینوں ایک ایسے معاملے کی طرف گئے ہیں۔“ شاریہ نے تجسس بھرے
 اعجاز میں عطریف کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

”کیسا اچھا معاملہ۔“ اس پر مسکراتے ہوئے عطریف بول اٹھا۔

”بہن! تم جانتی ہو کہ جعفر برکی کے قتل کے بعد اس کے بھائیوں اور اس کے باپ کو
 ہارون الرشید نے زعمان میں ڈال دیا ہے ان کی حویلیوں ان کے ملکوں کی تلاشی لی گئی ہے
 اور جس قدر دولت زر و جواہرات وہاں سے لے لیے ہیں وہ سلطنت کے خزانے میں داخل کر
 دیئے گئے ہیں بغداد شہر میں جعفر کے بھائی فضل نے قرطاس سازی کا ایک کارگھر بنایا تھا وہ
 کارگھر امیر المومنین نے اسلخیل بن قاسم کو دے دیا ہے اور اب تینوں اسی کارگھر کو دیکھنے
 کے لئے گئے ہیں اس کا جائزہ لیں کہ تم جانتی ہو بیٹی اسلخیل تو اکثر و بیشتر مختلف لشکری
 مہموں میں باہر رہتا ہے امیر ابیم بھی چونکہ لشکر میں ایک سالار ہے لہذا جب کوئی بڑی مہم
 درپیش ہوتی ہے تو وہ بھی لشکر کے ساتھ روانہ ہوتا ہے بھائی قاسم کو اس لیے ساتھ لے کے
 گئے ہیں تاکہ جب دونوں بھائی باہر ہوا کریں تو قاسم اس کارگھر کی نگرانی کریں اور اس
 سلسلے میں امیر ابیم جب کسی مہم پر نہ ہوا کرے گا وہ بھی قاسم بھائی کا ہاتھ بٹایا کرے گا۔“

کئی ہزار سال پہلے کاغذ ایجاد کیا۔" یہاں تک کہنے کے بعد عطریف رکا پھر اپنا سلسلہ کام آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"شاریہ مصر میں ایک درخت ہوتا ہے جس کو پی پاری کہتے ہیں یونانی اس کو پاپائرس کہتے تھے یہ درخت سطح زمین سے دس ہاتھ اونچا ہوتا ہے تنے کی جسامت کھائی کے برابر ہوتی ہے اور اس میں متعدد شاخیں ہوتی ہیں اس کی چٹاں نازک ہوتی ہیں اور چوٹی پر نازک بچے مور جھل کی طرح لٹکتے ہیں اور اس درخت کے ریشتے نہایت نرم ہوتے ہیں چنانچہ ان ریشتوں سے مصر میں کاغذ بننا شروع ہوا۔

مصری بچی کاغذ بنانے کا طریقہ یہ تھا کہ ایک موٹی شاخ تراشی جاتی تھی پھر تیز اوزاروں سے ہار ایک پرت اتار لئے جاتے تھے اور پرمیں ایک تختے پر جماتے تھے اور انہیں خشک ہونے کے لئے رکھ دیا جاتا تھا جب تک کہ وہ رگھے ان پتوں سے رطوبت خشک ہو جاتی تو ان پتوں کا ایک گٹھا بنالیا جاتا تھا جس کو دریائے نیل میں بکثرت غوطے دیئے جاتے تھے۔ غوطے دینے کے نتیجے میں جب یہ ریشتے نرم ہو جاتے تھے تو کتاب کی طرح گھنٹہ میں ان پتوں کو کس لیتے تھے۔

پھر گھنٹہ سے نکال کر ایک ایک ورق دھوپ میں خشک کرتے تھے اس کے بعد موگر ہوں سے انہیں کوٹا جاتا تھا پھر سمندر کی بڑی کوزیوں سے رگڑا کرتے تھے اس وقت یہ کاغذ نہایت نفیس اور چمکا ہو جاتا تھا اور اس پر کتابت ہوتی تھی۔" یہاں تک کہنے کے بعد عطریف رکا پھر اپنے سلسلہ کام کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

"نبی ہمارے خلیفہ دوم قاروق اعظم کے دور میں یہ کاغذ مصر سے عرب میں آیا اور تمام دفاتر اور محاکمات عرب میں جاری ہوا اس کاغذ کو عرب میں برزی برزی کہہ کر پکارا جاتا تھا (عربانہ یہ جی پاری کا بگڑا ہوا تلفظ تھا بالکل ایسے ہی جس طرح پاپائرس سے انگریزی میں بیجہ بنا ہے)

عہد جاہلیت میں عرب خصوصاً قبائل بنی دہانت شدہ چڑے پر بھی کتابیں خطوط اور دستاویز لکھ لیا کرتے تھے یہ چری نوشتے اگرچہ کاغذ کے مقابلے میں زیادہ مضبوط ہوتے تھے لیکن پانی میں بھیگ جانے سے متعفن ہو جاتے تھے اور کیزا لگ جایا کرتا تھا لہذا خلافت پسند اصحاب نے اس کتابت کو بند کیا اور مصری کاغذ میں ترمیم کر کے ایک خاص کاغذ ایجاد کیا۔ لیکن دستِ پیمانے پر مصریوں کے بعد چینیوں نے کاغذ سازی میں ترقی کی اور لگ بھگ دو صدی تک چین کے شہر کنکن میں روئی سے کاغذ بنایا جانے لگا تھا چنانچہ اس کاغذ کو زبادا

زورج ہوا اور سب سے پہلے اہل سرقد نے چینیوں سے یہ فن سیکھا اور روئی میں دوسرے اجزاء بھی شامل کر کے انہوں نے کاغذ کو اور زیادہ نفیس بنایا اور یہ کاغذ سرقدی کہلاتا تھا۔ جو پہلے سے بنائے جانے والے سب کاغذوں پر فوقیت لے گیا۔

عربوں نے سرقد والوں ہی سے کاغذ سازی کا فن سیکھا آغاز دولت عباسیہ میں مصری اور چینی کاغذ دفاتر میں مستعمل تھا اور یہ لیے تختوں کی صورت میں ہوا کرتا تھا جس کو عربی میں قافاس کہا جاتا تھا کاغذ کے یہ تختے بڑی گراں قیمت پر فروخت ہوتے تھے لہذا ہارون الرشید کے عہد میں فضل برکی نے کاغذ سازی کا کارگر بغداد میں قائم کیا جس کا نام منصفہ الوراق رکھا گیا اسی کارخانے کی وجہ سے بغداد اور شہر کے نواح میں علوم و فنون گھر گھر پھیلانا شروع ہوئے اور مذہبی تعقیفات اس کثرت سے ہوئی ہیں جن کا کوئی شمار نہیں ہو سکتا اور پھر اس کا گھر کا یہ بھی فائدہ ہوا کہ کاغذ کی افراط سے ہزاروں علماء کے لیے کتابت ایک خاص پیشہ بن گیا اور ان کی آمدنی کا ذریعہ بھی ہو گیا اب فضل برکی کے بعد جبکہ وہ زندگان میں ڈال دیا گیا ہے اس منصفہ الوراق کو امیر السعیل کے حوالے کر دیا گیا ہے۔" یہاں تک کہنے کے بعد عطریف رکا پھر کہنے لگا۔

"وہ تختوں باپ بیٹا اسی کارگھر کی طرف گئے ہیں اس کی پوری عمارت اور ہر چیز کا جائزہ لیں گے وہاں کام کرنے والے لوگوں سے بھی ملیں گے اس بناء پر مجھے امید ہے کہ وہ شاید عرب کی نماز کے بعد ہی گھر آئیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عطریف جب خاموش ہوا تو رویان کے کہنے پر وہ ان سب کو برکی خاندان کے مکلوں کی تلاش اور ان کو زندگان میں ڈالے جانے کے حالات تفصیل سے سنا رہا تھا۔

قاسم، السعیل اور امیر ابیہم عشاء کی نماز کے بعد حویلی میں داخل ہوئے اس وقت سب لوگ دیوان خانے میں بیٹھے ہوئے تھے تینوں جب دیوان خانے میں آئے تب سب اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے سب سے پہلے گلوں اور شکایتوں سے بھرپور آواز اور اعزاز میں شمار یہ نے قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے گفتگو کا آغاز کیا۔

"ہا! اتنی دیر آپ عہد کی نماز کے لئے گئے تھے اور اب عشاء کی نماز کے بعد آپ گھر آ رہے ہیں۔" قاسم نے ایک لہجہ سانس لیا اور جواب طلب اعزاز میں عطریف کی طرف دیکھا اس پر عطریف کہنے لگا۔

"بھائی! میری طرف گھورنے کے اعزاز میں نہ دیکھیں میں سب کو تفصیل بتا چکا ہوں عہد

”باپا! آپ جانتے ہیں اس حویلی کے سارے کمروں اور ان کے اندر سامان اور مندوقوں اور دوسری اشیاء کی چابیاں میرے پاس ہیں بابا ایسا اس لیے ہے کہ میری ماں نہیں ہے بابا آپ نے یہ چابیاں پہلے رویان کو دی تھیں لیکن رویان نے بے پناہ شفقت اور عمت کا اظہار کرتے ہوئے چابیاں مجھے دے دی تھیں اور کہا تھا کہ میں ہر چیز کا خیال رکھوں۔ بابا اب اس گھر میں شادی ہے گو ابھی وہ مستقل ہمارے گھر میں نہیں آئی گو ابھی اس کی شادی بھائی کے ساتھ نہیں ہوئی اور وہ بھی ہمارے ہاں رہ رہتی ہے اور کبھی بابا عطرینف کے حصے میں جاکے سو رہتی ہے اور بابا اب جبکہ وہ بھائی سے منسوب ہو چکی ہے تو اس لحاظ سے وہ میری بہن ہے۔ بڑی بہن کی حیثیت سے وہ ماں کا درجہ رکھتی ہے میں چاہتی ہوں کہ اس گھر کی ساری چابیاں جو آپ نے مجھے دے رکھی ہیں وہ آپ اپنے ہاتھ سے شادی کو دیں وہی اس گھر کو سنبھالے ہر چیز کی نگرانی اور نگہداشت کرے بابا کل کو بھی تو اس نے ہی یہ سارے کام کرنے ہیں۔“ سداوا جب خاموش ہوئی تب بے پناہ شفقت کا اظہار کرتے ہوئے قاسم کہنے لگا۔

”سداو میری بیٹی جو کچھ تم کہہ رہی ہو میں اس سے اتفاق کرتا ہوں مجھے اس سلسلے میں اعتراض بھی کوئی نہیں ہے لیکن بیٹی اس سلسلے میں پہلے شادی ابراہیم قاسم اور رویان عطرینف سے مشورہ کر لیتا چاہئے کیا تم نے اس موضوع پر پہلے شادی سے بات کی ہے اور وہ اس پر ابلوہ ہے؟“ سداوا نے غور سے قاسم کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

”نہیں بابا اس موضوع پر میں نے بہن سے بات تو نہیں کی میں چاہتی تھی کہ پہلے اس موضوع پر آپ سے گفتگو کروں گی اس کے بعد اس کا اظہار شادی سے کروں گی۔“ قاسم اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

”بیٹی اس موضوع پر سب سے پہلے مشورہ کرنا چاہئے پھر جو فیصلہ ہو اس پر عمل کیا جائے گا آؤ اب اس دیوان خانے میں چلتے ہیں جو کچھ تم نے کہا ہے اس کا اظہار سب پر کرتے ہیں پھر سب مل کر جو فیصلہ کریں گے میری بیٹی وہی آخری ہوگا اور تمہیں بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔“ سداوا نے اس پر رضامندی کا اظہار کر دیا پھر دونوں باپ بیٹی اس کمرے سے نکل کر دیوان خانے میں داخل ہوئے تھے۔

جب دونوں اپنی پہلی نشستوں پر آکر بیٹھ گئے تب دونوں باپ بیٹی نے باہر جا کر جو گفتگو کی تھی اس کی تفصیل قاسم نے سب سے کہہ دی تھی۔

قاسم جب تفصیل کہ چکا تب سب سے پہلے اس نے اسٹیل کی طرف دیکھا کہنے لگا۔

کی نماز پڑھنے کے بعد آپ تینوں باپ بیٹا کہاں گئے تھے بہر حال آپ پہلے بھی آجائے تب بھی شادی کو شکوہ تو کرنا ہی تھا اس لیے کہ اسٹیل کا باہر رہنا شادی کو گراں گزرتا ہے یہ نہ صرف ایک دوسرے سے منسوب ہو چکے ہیں بلکہ ایک دوسرے کو انتہا درجہ سے پسند بھی کرتے ہیں لہذا شادی کو گھٹا شکوہ تو کرنا ہی ہے۔“ شادی شرما اور لپاسی گئی تھی خاموش رہی کچھ نہ بولی اس موقع پر سداوا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”بابا شادی بہن کو تو آپ کا انتظار تھا ہی اور جہاں تک بابا عطرینف کا خیال ہے کہ بھائی اسٹیل کا گھر سے باہر رہنا بہن شادی کو گراں گزرتا ہے تو ایسا ہونا چاہئے یہ ایک حقیقت ہے لیکن بابا مجھے آپ کا بڑی بے چینی سے انتظار تھا میں ایک انتہائی اہم موضوع پر آپ سے طے شدگی میں گفتگو کرنا چاہتی ہوں آپ پہلے میرے ساتھ باہر آئیں۔“ سداوا کی اس گفتگو سے سارے گھر مندوق پریشان سے ہو گئے تھے شادی خود عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھ رہی تھی اس موقع پر اسٹیل نے سداوا کو مخاطب کیا کہنے لگا۔

”سداو میری بہن بھوک لگی ہے پہلے کھانا تو کھا لینے دو۔“ اس پر سداوا کھڑی رہی کہنے لگی۔

”میں زیادہ دیر نہیں لگاؤں گی جس معاملہ پر میں گفتگو کرنا چاہتی ہوں وہ بڑا اہم ہے بابا آپ میرے ساتھ باہر آئیں۔“ قاسم نے اس موقع پر وہاں بیٹھے سب لوگوں پر ایک نگاہ ڈالی پھر اپنی جگہ سے اٹھا سداوا کا ہاتھ پکڑا اور دیوان خانے سے باہر نکل گیا تھا سداوا سے ساتھ والے کمرے میں لے گئی دونوں باپ بیٹی آئے سانسے بیٹھ گئے پھر قاسم نے اسے مخاطب کیا۔

”میری بیٹی کوئی خیر کی خبر سنا ہم تینوں کی موجودگی میں گھر میں کوئی جھگڑا فساد تو نہیں ہوا۔ شادی نے تو تمہیں کچھ نہیں کہا رویان سے تو تمہاری نگرانی نہیں ہو گئی کہیں بدمعہ کے ساتھ تو تیری لڑائی نہیں ہوئی بیٹے دیکھ اگر کوئی ایسا معاملہ ہوا ہے تو اب ہم سب گھر کے افراد ہیں ہمیں محل صبر اور برداشت سے کام لینا ہوگا میری بیٹی میں چاہتا ہوں کہ ہم سب اکٹھے رہیں اور گھر کا ماحول خراب نہ ہو اتفاق تعاون اور یکجہتی رہے۔“ جب تک قاسم بول رہا سداوا مسکراتی رہی جب وہ خاموش ہوا تب قہقہہ لگاتے ہوئے کہنے لگی۔

”بابا! ایسی کوئی بات نہیں ہے میری طرف سے آپ کو کوئی شکایت نہیں ہوگی میں تو ایک دوسرے موضوع پر گفتگو کرنا چاہتی تھی۔“ سداوا کی کچھ سوچا پھر سلسلہ کلام آگے بڑھانے وہ دے کہہ رہی تھی۔

”یہ ساری رات حویلی کی چابیوں سے متعلق ہی گفتگو ہوتی رہے گی یا کھانے کو بھی کچھ لے گا۔“ اس پر جست لگانے کے انداز میں اور مسکراتے ہوئے شاریہ اٹھ کھڑی ہوئی کہنے لگی۔

”آپ سب لوگ یہیں بیٹھیں کھانا میں یہیں لگاتی ہوں پھر اکٹھے بیٹھ کے کھاتے ہیں۔“

جب شاریہ اٹھ کے باہر نکلی تو سدا بھی اٹھی شاریہ کا اس نے بازو پکڑ لیا پھر دونوں مطبخ کا رخ کر رہی تھیں۔

※.....※

”اسٹعلیل میرے بیٹے سب سے پہلے تم اس سلسلے میں اپنے خیالات کا اظہار کرو۔“ اسٹعلیل نے ایک نگاہ بڑے غور اور انتہاک سے شاریہ پر ڈالی پھر اپنے باپ قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”بابا میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے میں مجھے بولنے کا کوئی حق نہیں جو تفصیل آپ نے کئی پہلے اس کا رد عمل شاریہ سے جاننے کی کوشش کریں وہ کیا کہتی ہے۔“ جواب میں سوالیہ سے انداز میں جب قاسم نے شاریہ کی طرف دیکھا تب شاریہ دھجے سے لہجے میں بول اٹھی۔

”بابا میں سمجھتی ہوں فی الحال ایسا کرنے کی ضرورت نہیں ہے چاہیاں سدا کے ہی پاس رہیں گی دیے بھی آپ جانتے ہیں میں گھر کے سب کام کاج سنبھال چکی ہوں حویلی کی ہر چیز کی مجھے خبر ہے کہ کہاں پڑی ہوئی ہے کس کمرے میں کیا ہے وہ بھی میں جانتی ہوں اپنی چھوٹی بہن سدا کے ساتھ گھر کے سب کام کاج بھی کرنے لگی ہوں لیکن بابا چاہیاں سدا کے پاس ہی رہیں گی اس وقت تک جب تک اس کی شادی نہیں ہو جاتی یہ ابھی بچی ہے بابا جب میری شادی ہو جائے گی تب بھی چاہیاں سدا کے پاس ہی رہیں گی مجھے جو بھی چیز چاہئے ہو گی میں اسی سے مانگوں گی جب تک اس کی شادی نہیں ہو جاتی اس وقت میں نہیں چاہوں گی کہ یہ کوئی چیز مجھ سے مانگ کے لے میں اسے اس گھر میں بالکل ایک خود مختار نہ حیثیت دینا چاہتی ہوں بابا میرا ایک ہی بھائی برسک ہے کوئی دوسرا بھائی یا بہن نہیں ہے لہذا سدا مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے اگر آپ کو میری خوش نووی منظور ہے تو پھر میں نے جو کچھ کہا ہے ایسا ہی کیجئے سدا کو بھی اگر مجھ سے تھوڑی سی بھی محبت ہے تو پھر یہ اس سلسلے میں کوئی بحث کوئی جھٹ نہیں کرے گی بلکہ حسب سابق حویلی کی ساری چاہیاں اپنے پاس رکھنے ہوئے اطمینان محسوس کرے گی۔“ شاریہ کے خاموش ہونے پر قاسم نے سدا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”بیٹی اب بول تو کیا کہتی ہے اس وقت شاریہ تیرے پہلو میں بیٹھی ہوئی ہے جو کچھ کہنا ہے پہلے اس سے کہہ لے پھر ہم سے کہنا۔“ سدا مسکرا دی پھر کہنے لگی۔

”بابا اب میرے پاس کہنے کے لئے کچھ رہا ہی نہیں جو الفاظ میری بہن شاریہ نے ادا کیے ہیں ان کے سامنے نہ میں کچھ بول سکتی ہوں اور نہ بولوں گی جس طرح میری بہن چاہے گی جب تک یہ چاہے گی ایسا ہی ہو گا جیسا اس کی پسند ہو۔“

سدا کا جواب سن کر سب خوش ہو گئے تھے پھر اسٹعلیل نے شاریہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

قسطیہ میں ملکہ آئین کی حکومت تھی اور اس کا خزانچی نسی فورس ایک عربی سے ملکہ آئین کو تخت و تاج سے ہٹانے کے لئے اندر ہی اندر کوشش کر رہا تھا آخر اس کوشش میں وہ کامیاب ہوا اپنے سالاروں اپنے بیٹے اور اپنے داماد کے ساتھ مل کر اس نے قسطیہ کے لشکر کے جھوٹے بڑے سالاروں کو انعامات سے نوازتے ہوئے اپنے ساتھ ملا لیا اور ملکہ آئین کو تخت و تاج سے محروم کر کے خود شہنشاہ بن بیٹھا۔

نسی فورس ابتدا درجہ کا دھوکہ باز فریبی اور چال باز شخص تھا اس سے متعلق مشہور مورخ گمن لکھتا ہے۔

یقیناً بہت سے معتبر حکمران گزرے ہیں جو نسی فورس سے زیادہ مجرم تھے لیکن اپنی رعایا میں اس سے زیادہ گمراہہ گیر خنجر شاید ہی کسی نے پیدا کیا ہو اس کی شہرت تین مکروہ میوب سے داغ دار تھی ریا کاری محسن کشی اور حرص یہ نیکی کے ہر گوبر سے عاری تھا۔ اور حسانی کے لئے اس میں کوئی اعلیٰ جوہری موجود نہ تھا جو ہر دہ سے موخر ہونے کے باوجود اس میں کوئی پسندیدہ خصوصیت بھی نہ تھی۔

قسطیہ اور رومہ کی سلطنت میں ان دونوں اختلافات بھی تھے وہ اس طرح کہ قسطیہ میں جب ہرقل کا خاندان ختم ہو گیا اور نیا خاندان برسر اقتدار آیا جس کا پہلا شہنشاہ یولیا تھا اسے بالعموم لیو ساری بھی کہتے ہیں۔

یہ لوگ آخر خود کس سمیت کے پیر و کار تھے اور انہیں پاپایان رومہ سے اختلاف تھا اس اختلاف کا ذکر اکثر مقامات پر آتا ہے قسطیہ کے سب شہنشاہ عموما بین بن چلے رہے۔

ان کے ایک شہنشاہ قسطنطین نے یہ کوشش کی تھی کہ پاپایان رومہ کا تقویٰ قائم ہو جائے لیو ساری ان بتوں مجسموں اور تصویروں کی پرستش کا قائل نہ تھا جو رومنوں کے زیر اثر پاپائے سمیت کا لائیک جزو دین چکی تھی۔

لیو نے بڑے اہتمام سے بتوں اور مجسموں اور تصویروں کے خاتمے کی ضمان لی اور عرف عام میں اس عمل کو بت شکنی کہا جاتا تھا گو لیو بہت حکمن تھا۔

اسی وجہ سے مغربی مسیح اور پاپایان رومہ مذہب ان لوگوں کے سخت مخالف ہو گئے تھے اس کی صرف ایک مثال پیش کر دینی کافی ہے لیو سادس کا بیٹا قسطنطین خاص بت شکنی میں باپ سے بھی دو قدم آگے بڑھا ہوا تھا وہ کم و بیش چھتیس سال قسطیہ کا حکمران رہا مغربی مسیحوں نے اس کی تصویر ایسے انداز میں پیش کی کہ زنجیریں پہنا کر اسے جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں شیاطین کے ساتھ بٹھا دیا اس کے برعکس قسطیہ آخر خود کس مسیحی اسے خدا رسیدہ سمجھ کر اس کی قبر پر دعائیں مانگتے جاتے تھے۔

ان کا خیال تھا کہ مسیحوں میں ادھام پرستی بڑھ گئی ہے اور وہ ذاتی جدوجہد کی بجائے مجزوں اور کراستوں کے خواہاں رہتے ہیں اور رہبانیت بہت ترقی کر رہی ہے اور وہ تمام امور کی انسداد کا خواہاں تھا یہ سرگرمیاں رومہ سے ان کی مخالفت کا باعث بنیں بنو امیہ کے زوال میں رومنوں کو موقع مل گیا اور انہوں نے جبکہ جبکہ حملے شروع کر دیے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانا شروع کیا مہاسیوں کو اندرونی احکامات کی تکمیل میں کچھ وقت لگا اور رومنوں کے لئے پیش قدمی کا یہ بہترین موقع تھا آخر مہدی عباسی کے زمانے میں رومنوں سے بدلہ لینے کے انتظامات مکمل ہوئے اور خلیفہ نے ایک لشکر اپنے بیٹے ہارون کی سرکردگی میں قسطیہ پر یورش کے لئے بھیجا اس وقت قسطیہ پر ملکہ آئین اپنے شوہر کے اشتراک سے عراقی کے فرائض سرانجام دے رہی تھی ہارون پیش قدمی کرتا ہوا اسکوتری پہنچ گیا جو قسطیہ کے سامنے ہے ہارون الرشید کے ان تیز محلوں ترکناز اور یلغار کے سامنے ملکہ آئین نے ہتھیار ڈال دیئے اور ملکہ آئین نے مسلمانوں کو خراج ادا کرنے کا وعدہ کر کے صلہ کر لی۔

پھر ہارون جب خود خلیفہ بنا تو ادھر ملکہ آئین اور اس کے بیٹے میں اختلافات پیدا ہوئے۔ آئین نے بیٹے کی آنکھیں نکلوا دی جس پر وہ فوت ہو گیا اب آئین تباہ سلطنت کی مالک بن گئی تھی۔

نسی فورس نے جب ملکہ آئین کو تاج و تخت سے محروم کیا تو ملکہ کو اپنے سامنے اس نے پیش کرنے کا حکم دیا۔

چنانچہ اس کے کچھ سالاروں نے اس وقت ملکہ کو نسی فورس کے سامنے پیش کیا جس وقت نسی فورس قسطیہ کے تخت پر بیٹھا ہوا تھا اس کے دائیں ہاتھیں اس کا بیٹا اور داماد تھے جبکہ سامنے اس کے سالاروں میں سے لیو خاص میٹاکل اور تاس کے علاوہ بڑے بڑے پادری مذہبی پیشوا اور سلطنت کے دوسرے عمائدین بیٹھے ہوئے تھے۔ آئین کو جب اس کے

سانے پیش کیا گیا تب آئین کو مخاطب کرتے ہوئے نئی فورس کہنے لگا۔

”میں تمہارا ایک محترم اور قابل توجہ خزانچی تھا لیکن تو نے مجھے کوئی اہمیت نہ دی بیسوی تو نے اپنے آپ کو ہالا وارفع اور مجھے کسی کوزہ گر سے بھی زیادہ حقیر جانا دیکھ زمانے کا انتخاب جہاں پہلے میں کھڑا ہوا کرتا تھا آج وہاں توں کھڑی ہے اور جہاں تو بیٹھا کرتی تھی وہاں میں نئی فورس بیٹھا ہوا ہوں زمانے کی تبدیلی دیکھ کہ کبھی تو اپنے آپ کو دھنک بیدار میں شفیق عذرا پیمیزیوں اور پھولوں کے ریشمی ریشوں جیسا خیال کرتی تھی اور اب تو اداسیوں کی جان گداز ساعت اور بد بختیوں سے لبریز کڑی دھوپ جیسی ہو رہی ہے کبھی تیری حالت ماتھے پر شبنم چھڑکتی تھی آج برسوں سے جھلتے جھلے سکتے وجود جیسی ہو کر رہ گئی ہو یہ سب تمہارے اعمال کریمہ اور نامناسب سلوک اور رویے کی وجہ سے ہے۔“ نئی فورس جب خاموش ہوا تب بے پناہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے آئین کہنے لگی۔

”نئی فورس! جس تخت پر تو بیٹھا ہے اس پر بیٹھ کر اتنا مت اترایا رکھنا یہ زندگی کبھی جمود ہے کبھی انتشار یہ زندگی کبھی جرم و سزا کے کھلیانوں میں ذوق گنہگاری سے بھی ہولناک ہے کبھی بازار مہر و وفا میں عزت و توقیر سے لبریز حیات جیسی ہو جاتی ہے یہ زندگی کبھی تیز تر آہنگ نشاط میں چاند کی طرح چمکتا جام ہے۔ کبھی درو کی پھیلنے کی گہر میں خون ناحق کی بوندیں گرانی سفاک کھواروں کی دھار اور خوف ناک خنجر کی چمک سے بھی زیادہ بدتر ہو کر رہ جاتی ہے۔

نئی فورس میں نے اپنی زندگی میں جو کچھ کرنا تھا کر چکی اب تو اپنی تباہی کا انتظار کر۔ نئی فورس میں بہت سے انقلاب دیکھ چکی ہوں اب اس کے سوا کچھ نہیں چاہتی کہ کسی گوشے میں جا چھپوں اور عزت و آرام کی زندگی بسر کروں۔“

نئی فورس انتہائی کمزور و انتقام پرور اور بے وفا انسان تھا حالانکہ اپنے صد حکومت میں ملکہ آئین نے اسے بہت نوازا تھا اس پر ایک خزانچی کی حیثیت سے پورا اعتماد کیا تھا لیکن ملکہ کو معزول کرنے کے بعد نئی فورس نے اس کے لئے معمولی گزراے کا انتظام بھی نہ کیا اور کہتے ہیں کہ آئین کی زندگی کے باقی ایام جزیرہ نس بوس میں بسر ہوئے گزراے کے لئے اسے چرخہ کا تار پڑا تھا۔

نئی فورس نے ملکہ پر یہ بھی الزام لگایا کہ اس نے بزدلی، وطن دشمنی کا ثبوت دینے ہوئے مسلمانوں کو خراج دینا قبول کیا ہے جبکہ اسے چاہئے تھا کہ مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر ان سے خراج وصول کرتی۔

بہر حال ملکہ کو تو نئی فورس نے ایک جزیرے میں قید کر دیا اور سازش سے مہلکت پر منحرف ہوتے ہی بڑھم خود یہ فیصلہ کیا کہ خلافت عباسیہ کے خراج کا طوق اسے گردن سے ہٹا دینا چاہئے بلکہ اسے سلطنت عباسیہ سے خراج وصول کرنا چاہئے اور اگر وہ خراج دینے پر آمادہ نہ ہوں تو ان کے خلاف ایسی جنگوں کی ابتدا کی جائے جس کے نتیجے میں عباسی خلفاء کی فورس کو خراج ادا کرنے پر مجبور ہو جائیں۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد نئی فورس نے ہارون الرشید کے نام ایک خط لکھا جس کا متن کچھ اس طرح تھا۔

”میں نئی فورس ہوں قسطنطنیہ کا نیا شہنشاہ اس سے پہلے ملکہ آئین یہاں حکومت کرتی تھی۔

ملکہ آئین نے اپنے آپ کو پیادہ سمجھا وہ بزدل عورت خراج ادا کرنے پر آمادہ ہو گئی حالانکہ تم جیسے دیشیوں سے دو گنا خراج لینا چاہئے تھام نے بے انصافی سے جو کچھ وصول کیا وہ واپس کر دو ورنہ کھوار کے فیصلے کے لئے تیار ہو جاؤ۔“ یہ خط لکھوانے کے بعد نئی فورس نے چند تیز رفتار قاصد تیار کئے وہ خط قاصدوں کے حوالے کیا اور حکم دیا کہ یہ خط مسلمانوں کے خلیفہ ہارون کے سامنے پیش کیا جائے ساتھ ہی یونانی کھواروں کا ایک گٹھا بھی ان قاصدوں کے ہاتھ بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ کھواروں کا یہ گٹھا ہارون کے سامنے تخت پر رکھنا اور اسے کہنا کہ ہماری کھواریں اتنی تیز ہیں کہ زبردستی بھی تم سے خراج وصول کر لیں گے لہذا تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ اب تک ملکہ کی بزدلی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جو خراج تم نے وصول کیا ہے وہ ہمیں واپس کر دو اور آئندہ جب تک تم خلیفہ ہوسطنطنیہ کی شہنشاہیت کو خراج دینے کا سلسلہ شروع کر دو۔

بہر حال نئی فورس کے قاصد اس کا خط اور کھواروں کا گٹھا لے کر قسطنطنیہ سے بغداد کی طرف روانہ ہوئے۔



ایک روز خلیفہ ہارون الرشید اپنے قصر کی ایک شرفیں پر بیٹھا ہوا تھا اس وقت وہ کرتہ پاجامہ، عباءہ اور سوزے پہنے ہوئے تھا۔ ضامن حیات کے طور پر کھوار کمر سے لنگ رہی تھی اور اصل عریوں کا قومی لباس کرتہ عباءہ اور کھوار واقعہ ہی ضامن حیات خیال کی جاتی تھی اور عہد عباسیہ میں اس لباس میں پاجامے اور سوزے کا اضافہ ہوا اور جعفر برکی نے ایرانی رسم و رواج کی ترقی و ترویج کے لئے چٹل کی بجائے ایرانی جوتے کو رواج دیا

ہدی سناؤ۔

ہارون الرشید کی طرف سے اجازت ملنے پر شاعر داستان گواہی نے کہا شروع کیا۔
 "امیر المومنین ایک سال مجھے بصرہ جانے کا اتفاق ہوا اس زمانہ میں شدت کی گرمی پڑ
 رہی تھی دو پہر کا وقت تھا اب یہ فکر ہوئی کسی جگہ تھوڑی دیر آرام کروں اتفاق سے ایک جھڑ
 نظر آیا جو صاف ستھرا تھا اور تخت بھی بچھا ہوا تھا اور خضہ کے لئے وہاں جھڑ کاؤ بھی کیا ہوا
 تھا۔ ساتھ ہی جھڑ کوں سے معطر ہوا آ رہی تھی اس جگہ کو غیبت سمجھ کر میں چپتے پرچہ کر بیٹھ
 گیا سونا ہی چاہتا تھا کہ یکا یک اندر سے آواز آئی کہ ایک لڑکی دوسری سے کہہ رہی تھی۔
 بس جی چاہتا ہے کہ ہم تینوں بیٹنیں آج تین سو دینار جمع کریں اور ہم میں سے ہر ایک
 ہجرت شہر کہے جس کے شعر میں سب سے زیادہ خوبیاں ہوں وہ کل دینار اٹھالے۔

یہ الفاظ سننے کے بعد میں ان کی گفتگو میں زیادہ دلچسپی لینے لگا متوجہ ہو گیا چنانچہ ان
 تینوں بہنوں میں مقابلہ ہو گیا اور یہ فیصلہ ہوا کہ ہر کوئی ہجرت شہر کہے اس پر ابتدا بڑی بہن
 نے کی اس نے ایک شعر کہا۔ اس شعر کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے۔
 "مجھے ہجرت ہے کہ محبوب میری خوابگاہ میں بھالت خواب آ کر ملا اگر وہ عالم بیداری
 میں ملتا تو بہت زیادہ تعجب نثر ہوتا۔"

مجمعی بہن نے اپنی بڑی بہن کے شعر کی داد دی پھر کہنے لگی آپنی اب میرا شعر بھی سنو
 اس پر اس نے جو شعر کہا اس کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے۔
 "میں صرف خواب میں اس کے خیال سے ملاقات کر سکی اور میں نے اس کو مخاطب کر
 کے کہا۔ مرحبا اور خواہش آمدید۔"

دونوں بہنوں کے بعد چھوٹی بہن نے شعر سنایا جس کا ترجمہ کچھ اس طرح تھا۔
 "میری جان اور میرا کعبہ اس پر قربان جس کے ساتھ میں ہر رات کو ہم خواب ہوتی
 ہوں اور جس کے پنڈے کی خوشبو مشک سے بھی زیادہ بڑھ کر ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد اہمی رکا پھر سلسلہ کلام آگے بڑھتا ہوا کہہ رہا تھا۔
 "امیر المومنین یہ شعر سن کر میں پھڑک اٹھا اور اپنے دل میں کہا اگر یہ لڑکی حسین بھی ہو تو
 نہایت کی محبت ہو جائے اب میں اس مکان سے باہر جانا ہی چاہتا تھا کہ یکا یک دروازہ
 کھلا اور ایک کنیر نے پیغام دیا۔

شیخ صاحب تشریف رکھئے۔ اس کنیر کے کہنے پر میں ٹھہر گیا تھوڑی دیر بعد کنیر نے مجھے
 ایک رقعہ دیا جو تشریف خط میں تھا اور اس کا مضمون یہ تھا۔

خلیفہ ہارون اکیلا ہی بیٹھا ہوا تھا کہ کمرے میں بغداد کا مانا ہوا شاعر اور داستان گواہی
 داخل ہوا کمرے میں داخل ہوتے وقت اس نے خلیفہ سے سلام کیا جس کا جواب اس نے
 سر جھکا کر دیا جہاں تک سر جھکا کر منہ سے کچھ نہ کہنے اور سلام کا جواب دینے کا تعلق ہے تو
 عموماً عباسی دور میں شروع ہوا اور نہ خلافت راشدہ تک تمام مسلمانوں کے لئے صرف اسلام
 علیک کے معمولی الفاظ استعمال کئے جاتے تھے لیکن کبر و غرور بڑھا صیفہ مفرد جمع میں تہلیل
 ہو گیا اور سلام کے ساتھ دعائے الفاظ کا بھی اضافہ ہوا مثلاً اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ لیکن
 جب بغداد پر ایرانی تہمت کا غلبہ ہوا تو سلام کے الفاظ بھی رخصت ہو گئے کیونکہ سلام کا
 جواب دینا شان امارت کے خلاف سمجھا جانے لگا اور سر جھکا کر ہی سلام کا جواب دینے کو
 کافی خیال کیا جانے لگا۔

اس کے بعد اس سلام کے رواج کو اور ترقی دی گئی حکمرانوں نے اپنی انا اور اپنی توقیر
 بڑھانے کے لئے دست بوسی اور آستین بوسی کا قاعدہ جاری کر دیا پھر طبقہ اہلی کی عزت
 افزائی کے لئے آستین بوسی معاف کی گئی ایک وقت آیا کہ امیر المومنین نے پردہ اختیار کیا
 تخت کے سامنے ایک سیاہ پردہ لٹکا دیا جاتا تھا درباری پردے کو بوسہ دے کر بیٹھ جایا کرتے
 تھے۔

لیکن جب خلافت عباسیہ کے ٹکڑے ہو گئے اور مختلف اصولوں میں عطاوف السلوکی ہو گئی
 تو ایرانی اور ترکی نژاد حکمرانوں نے بجائے دست بوسی وغیرہ کے رقاب بوسی کو بھی جائز رکھا
 یہ آخر درجہ کی فرعونیت تھی ہندوستان کے منظرہ دربار میں آداب، کورنش اور سجدہ زمین بوسی
 وغیرہ انہی فرعونی رسومات کی تقلید تھیں۔

بہر حال اہمی اس کمرے میں داخل ہوا ہاتھ کے اشارے سے ہارون الرشید نے اسے
 اپنے قریب ایک نشست پر بیٹھنے کے لئے کہا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اہمی میں تھوڑی دیر تک محل کے باغ میں ٹھہرا رہا لیکن طبیعت لگی نہیں قصر میں آ گیا
 ہوں اور تمہیں طلب کیا ہے آج مجھے کوئی سرور انگیز افسانہ یا اچھی شاعری سناؤ جس سے میرا
 دل بیلے۔" جواب میں شاعر داستان گواہی نے سر نیاز جھکا کر عرض کیا۔

"امیر المومنین ہر دو چشم مجھے عورتوں کے اشعار یوں تو بکثرت یاد ہیں لیکن ایک موقع پر
 تین لڑکیوں کے شعر سننے کا اتفاق ہوا وہ مجھے بے حد پسند آئے اور میں ان کی ہجرت گوئی پر
 حیرت زدہ رہ گیا۔"

اہمی کے یہ الفاظ سن کر دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہارون الرشید کہنے لگا اچھا بہتر

”جناب قبلہ خدا آپ کی مردرداز کرے ہم تمہیں جہنم میں آج ہم نے یہ شرط کی تھی کہ ہم سب فی البدیہہ شعر کہیں اور جس کا شعر سب سے اچھا ہو وہ تین سو دینار اٹھائے اب آپ ہمارے اشعار ملاحظہ فرمائیے اور بحیثیت حاکم اور بیچ فیصلہ فرمائیے کہ انعامی رقم حاصل کون کرے گا۔“

امیر المومنین ان کا یہ پیغام پا کر میں نے اس کینز سے قلم دوات اور کاغذ مانگا اور جو روئل ہوا وہ حیرت انگیز ہے۔

کینز سامان تولائی دوات چاندی کی تھی اور قلم طلائی تھا میں نے اپنا فیصلہ قلم میں لکھ کر امیر بھیج دیا جو چھوٹی بہن کے حق میں تھا جب میری تحریر قلم میں پہنچی تو یکایک تالیوں کی آواز آئی میں نے موقع کو غنیمت سمجھ کر تصد کیا کہ اب یہاں سے رخصت ہو جانا چاہیے۔

چنانچہ جیسے سے اتر رہا تھا کہ اسی کینز نے آواز دی۔

”اُمّی صاحب ابھی تشریف رکھئے۔“

عجب سے پوچھا۔ ”خاتون میرا نام تجھے کیسے معلوم ہوا۔“

وہ بولی بلاشبہ اس وقت تک آپ کا نام پردہ راز میں تھا مگر آپ کا کلام کیسے چھپ سکتا ہے۔

میں ان لڑکیوں کے شاعرانہ جذبات سے حیران تھا تھوڑی دیر کے لئے مجبوراً غمگین ہوا اب بالا خانہ کا دروازہ کھلا اور وہی کینز میرے اور طوے کی دو ٹائیں لے کر حاضر ہوئی میں نے غم سیر ہو کر کھایا پہلے خدا کا شکر ادا کیا پھر میزبانوں کا بھی شکر یہ ادا کیا اس کے بعد اٹھ کر جانا ہی چاہتا تھا کہ آواز آئی۔

”غصہ بیٹے جناب!“ اور پھر کیا دیکھا ہوں کہ سب سے چھوٹی بہن پردہ سے نکل کر سامنے آئی پہلے اس کی خوبصورت گلایاں زرد آستین میں سے نظر آئیں اور ایسا معلوم ہوا کہ بدلی سے یکایک چاند نکل آیا وہ اس نے میرے سامنے تین سو دینار کی چھٹی پیش کی اور بولی آپ کے فیصلہ کے مطابق میں بازی جیت گئی ہوں یہ دینار جو مجھے ملے ہیں وہ میں آپ کو نذر کرتی ہوں۔“

یہ واقعہ سن کر ہارون الرشید بڑا خوش ہوا پھر سوال کیا۔

”اُمّی تم نے بڑی اور بھٹی بہنوں کو محروم کر کے چھوٹی بہن کے حق میں کس بناء پر فیصلہ دیا۔“ اُمّی نے عرض کیا۔

”امیر المومنین بڑی بہن نے تو یہ کہا تھا کہ میرا محبوب عالم خیال میں آیا اگر وہ عالم

بیداری میں آتا تو زیادہ لطف ہوتا یہ محض ایک شرط تھی اور شرط کا پورا ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح بھٹی بہن نے بھی خواب میں اپنے رفیق کا خیر مقدم کیا اور اس نے بھی اس منہوم ملاقات کو غنیمت سمجھا تھا۔

البتہ چھوٹی بہن اپنے مقصد میں کامیاب ہوئی اور اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ اپنے دل نواز کے ساتھ ایک مسکری پر محو خواب ہے اور اس کے سینکٹے ہوئے انفاس سے اس درجہ محفوظ ہوئی کہ نہ صرف اپنی جان بلکہ خاندان کو بھی اس پر تصدق کر دیا اور یہ ایک وہ محسوس حقیقت تھی جس سے وہ متوالی ہوئی۔“

یہ فیصلہ سن کر ہارون نے کہا۔ ”اُمّی بے شک تیرا فیصلہ صحیح تھا اور خوش ہو کر اس نے شاعر اور داستان گو اُمّی کو تین سو دینار عطا کئے۔“ رقم لے کر اُمّی خوش ہوا اور کہنے لگا۔

”امیر المومنین کیا ہی عمدہ حادثہ ہے کہ ان لڑکیوں کے شعروں کی تنقید پر مجھے تین سو دینار ملے پھر اس واقعہ کے اظہار میں مجھے آپ سے بھی تین سو دینار حاصل ہوئے۔“

جواب میں ہارون الرشید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اسی وقت اس کا حاجب فضل بن ریح کرے میں داخل ہوا اور ہارون الرشید کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”امیر المومنین تخطیہ سے بغاوت ہو چکی ہے ملکہ آئرین کی جگہ اس کا خزانچی نسی فورس شہنشاہ بن چکا ہے اور نسی فورس نے اپنے کچھ قاصد بھیج دیے جو آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔“ داستانوں اور شاعری سے دل بہلانے والا ہارون الرشید بالکل بدل گیا ایک دم تسکین کر بیٹھ گیا اُمّی کو اس نے جانے کی اجازت دے دی پھر بلند آواز میں اپنے حاجب فضل بن ریح کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تخطیہ کے نئے بادشاہ کی طرف سے قاصدوں کا آنا کسی غلطی کے بغیر نہیں ہو سکتا انہیں میرے سامنے پیش کرنے سے پہلے سارے سالاروں اور عمائدین سلطنت کا اسی کرے میں اجلاس طلب کر لو۔“ اس کے ساتھ ہی حاجب فضل بن ریح وہاں سے نکل گیا تھا۔ کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ عباسی سلطنت کے سارے بڑے سالار عمائدین سلطنت عدلیہ کے سارے قاضی اور سلطنت کے دوسرے سب اہم لوگ وہاں جمع ہو گئے تھے جب سب لوگ اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تب ہارون الرشید نے حاجب فضل بن ریح کو حکم دیا کہ تخطیہ سے آنے والے نسی فورس کے قاصدوں کو پیش کیا جائے۔

پھر فضل بن ریح نے ان قاصدوں کو امیر المومنین ہارون الرشید کے سامنے پیش کیا۔ ہارون الرشید کچھ دیر تک انہیں غور سے دیکھتا رہا پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”یہ جو تم نے میرے سامنے تلواریں کا گٹھا رکھا ہے اس کی کیا کیفیت ہے۔“ اس پر ایک قاصد بول اٹھا۔

”مسلمانوں کے امیر یہ گٹھا ہمارے شہنشاہ نسی فورس نے بیجا ہے اور یہ بھی کھلایا ہے کہ ہماری تلواریں اس قدر تیز اور کاٹ رکھے والی ہیں لہذا جو کچھ اس نے کہا ہے اس کا اتباع کیا جائے۔“ ان کا یہ جواب سن کر ہارون الرشید اور زیادہ برہم اور سخ پا ہو کے رہ گیا تھا کچھ دیر خاموش رہا تلواریں کی طرف دیکھتا رہا پھر ایک دم ایک جست لگانے کے انداز میں اپنی جگہ سے اٹھا ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی وہ تلواریں بے نیام کی جس کا نام صمصام تھا پھر اس نے جو تلواریں بلند کر کے گرائی تو اس کی تلواریں زور اس قوت سے گری کہ قطیفیہ کے قاصدوں نے جو تلواریں کا گٹھا اس کے سامنے رکھا تھا صمصام سے ہارون الرشید نے قطیفیہ کی ان ساری تلواریں کے گٹھے کو کاٹ کر ٹکڑوں میں بانٹ کے رکھ دیا تھا۔

نسی فورس کا جو خط قاصد لے کے آئے تھے اسی خط کی پشت پر ہارون الرشید نے وہ تاریخی پیغام وہ تاریخی جواب لکھا جس کی مثال تاریخ کے اوراق میں انہیں ملتی ہارون الرشید نے لکھا۔

”امیر المومنین ہارون الرشید کی طرف سے رومی کہتے نسی فورس کے نام او کافر ماں کے بیٹے میں نے تیرا خط پڑھا اس کا جواب تو سنے گا نہیں آنکھوں سے دیکھے گا۔“ اس کے ساتھ ہی ہارون الرشید نے قطیفیہ کے قاصدوں کو فارغ کر دیا اور اپنے سالاروں کو اس نے حکم دیا کہ لشکر کے کوچ کی تیاری کی جائے اس کے ساتھ ہی ہارون الرشید نے وہ اجلاس درخواست کر دیا تھا۔

ابراہیم بن قاسم حویلی میں داخل ہوا محض میں آنے کے بعد وہ سیدھا اصطبل کی طرف جانا چاہتا تھا کہ دیوان خانے کے اندر سے اس کا باپ قاسم نکلا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”بیٹے تم دونوں بھائی کافی دیر سے گئے ہوئے تھے ہم بڑی فکر مندی اور تجسس میں تھے کہ امیر المومنین نے کیا اپنے سارے سالاروں کو طلب کیا ہے اور پھر میرے بچے حویلی میں داخل ہونے کے بعد تم ہمارے پاس دیوان خانے میں آنے کی بجائے اصطبل کا رخ کر رہے ہو۔“ اصطبل کی طرف جانے کی بجائے ابراہیم مڑا اپنے باپ کے پاس آیا کچھ کہنا چاہتا تھا کہ قاسم نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے دیوان خانے میں لے جاتے ہوئے کہنے لگا۔

”ہمیں بتایا گیا ہے کہ تمہاری سلطنت میں انقلاب برپا ہو چکا ہے اور تمہاری ملکہ آئین کو تخت و تاج سے محروم کرنے کے بعد تمہاری سلطنت کا خزانہ نسی فورس حکمران بن گیا ہے اور تم کہو کہ تم ہمارے لئے اس کی طرف سے کیا پیغام لے کر آئے ہو۔“ اس پر ایک قاصد آگے بڑھا تلواریں کا گٹھا اس نے ہارون الرشید کے سامنے رکھ دیا اور لباس کے اندر سے ایک خط ہارون الرشید کو تھماتے ہوئے کہنے لگا۔

”مسلمانوں کے خلیفہ یہ خط ہمارے شہنشاہ کی طرف سے آیا ہے آپ اسے خود ہی پڑھ لیں۔“ ہارون الرشید نے جب نسی فورس کا خط پڑھا تب اس کا چہرہ ذہیت کی علامتوں عارت کرتے آتش فشاں ہاتھوں لبو میں بھائی خواہشوں انتقام کے آبشار اور تنظیم کو بکھیرتی ہلچل جیسا ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں لبو آلود حروف سے لکھے زندگی کے خونی سانچے آتے جاتے موسموں کے قاتلوں میں منزلوں کے کرب اور موت بن کر ذہیت کے کواڑوں پر دستک دیتے لمحوں جیسی کیفیت اختیار کر گئے تھے۔

کچھ دیر وہ سوچتا رہا پھر انتہائی غضبناکی میں وہ قطیفیہ سے آنے والے قاصدوں کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

”قطیفیہ سے آنے والو چاند کا کندن چہرہ اندھیرے جنگل کے جگنو گھیر پاتال کی گہری وادیاں، وقت کی بے کنار گردشیں موسموں کی بے انتہا بصارت اور فضاؤں میں رقصاں چپ کا غبار جانتا ہے کہ ہم وہ قوم ہیں جنہوں نے فتح مندی کی مسافتوں کو اپنے سامنے سینٹے ہوئے بحر ظلمات میں اپنے گھوڑوں کو ڈالا جنہوں نے دشوار گزار کوہستانوں، خونی دلدلوں اور ناقابل عبور صحراؤں تک کو اپنے پاؤں تلے روندتے ہوئے چین کی سرزمینوں تک کو اپنے سامنے زیر و سرنگوں رکھا کیا نسی فورس بھول گیا کہ ہم وہی ہیں جنہوں نے اندلس کے اندر نہ ختم ہونے والی شجاعتوں کے افسانے لکھے۔

نسی فورس شاید ہمارے ماضی ہمارے حال سے واقف نہیں ہے اسی بناء پر وہ بھول اور غلط فہمی کا شکار ہے جس قسم کا خط اس نے مجھے لکھا ہے اس قسم کا خط اس کے لئے لکھ کے سمندر مصائب کے جہنم ستم کی برسات اور زرد چٹوں کی کہانیاں کھڑی کر سکتا ہے۔“

وہاں بیٹھے سب لوگوں نے دیکھا وہ اس لمبے شاعری سے لطف اندوز ہونے والا داستان سن کر دل بہلانے والا قصوں کہانیوں کی مجلسیں برپا کرنے والا اور کجھور کی تاڑی پی کر اپنی محفلوں کو گرم کرنے والا ہارون الرشید نہ رہا تھا اس کا چہرہ غضب ناک تھا آنکھیں قبر برسا رہی تھیں پھر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور قاصدوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اٹھ کھڑی ہوئی اور دونوں ہارون کی طرف ہولی تھیں۔

ابراہیم امطلیل کی طرف گیا امطلیل کے گھوڑے کو پانی پلانے کے بعد اس نے اس پر زین ڈال کے بچک کس دیا تھا گھوڑے کو کام چڑھا دی گئی تاکہ گھوڑے کو احساس ہو جائے کہ وہ کہیں کوچ کرنے لگا ہے پھر وہ واپس دیوان خانے میں آکر قاسم اور عطریف کے ساتھ آنے والی ہم کے متعلق گفتگو کر رہا تھا دوسری جانب شاریہ نے امطلیل کے لئے زوراء تیار کرنے کے بعد وہ ساری چیزیں خربین میں ڈالیں کچھ خشک گوشت اور تازہ بھل اور کمانے پینے کی کچھ اور اشیاء بھی اس نے خربین میں ڈالیں پھر شاریہ اور سلوا امطلیل کی طرف گئیں خربین کو زین کے ساتھ باندھ دیا اس کے بعد انہوں نے پانی کا مٹکیزہ بھر کر بھی گھوڑے کی زین سے باندھ دیا تھا پھر سب دیوان خانے میں بیٹھ کر امطلیل بن قاسم کا انتظار کرنے لگے تھے۔

امطلیل نے مستقر میں کافی دیر لگا دی تھی۔ یہاں تک کہ مغرب کی اذان ہو گئی پھر امطلیل گھر میں داخل ہوا اس کے دیر لگانے کی وجہ سے گھر کے سب افراد بڑے فکر مند تھے جب وہ دیوان خانے میں آیا تو سب کے شکووں اور گلوں سے بھرپور آنکھیں اس پر جم گئی تھیں امطلیل اپنے باپ قاسم کے ساتھ بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔

”ابا ہم دونوں بھائی اکٹھے گئے تھے ابراہیم اکیلے آیا ہے پوری تفصیل اس نے کہہ دی ہو گی میں تھوڑی دیر تک اپنے گھوڑے کو لے کر مستقر کی طرف چلا جاؤں گا اس لیے کہ لشکر یہاں سے کوچ کرنے والا ہے ابراہیم نے آپ لوگوں کو اس کی تفصیل بھی بتا دی ہو گی۔“

امطلیل جب خاموش ہوا تب اسے مخاطب کر کے قاسم کہنے لگا۔

”بیٹے کیا اس ہم میں ابراہیم تمہارے ساتھ نہیں ہو گا۔“

پھر محترم! ابراہیم گھر سے گالٹشکر میں شامل نہیں ہو گا تاہم جس طرح گزشتہ جنگوں میں عطریف میرا ساتھ دیتا رہا ہے اس طرح اس جنگ میں بھی وہ شامل ہونا چاہے تو اس کو اجازت ہے لیکن اگر وہ گھر رہ کر آرام کرنا چاہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس کے لئے بہتر ہے۔ جواب میں عطریف فوراً بول پڑا کہنے لگا۔

”بیٹے میں تو ہر صورت میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔“ پھر عطریف کے کہنے پر ابراہیم اور برکہ دونوں اس کا گھوڑا تیار کرنے کے لئے امطلیل کی طرف چلے گئے تھے جب وہ باہر نکلے تب شاریہ نے امطلیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا شروع کیا۔

”امیر آپ نے بہت دیر لگا دی ہم سب لوگ فکر مند اور پریشان ہو رہے تھے بہر حال

”بیٹے تم اکیلے آئے ہو بھائی کہاں ہے۔“ دونوں جب نشستوں پر بیٹھ گئے تب ابراہیم کہنے لگا۔

”ہا ہا بھائی ذرا مستقر کی طرف گئے ہیں اس لیے کہ لشکر آنے والی شب کو یہاں سے کوچ کرے گا۔“ ابراہیم کے ان الفاظ پر جہاں قاسم عطریف اور سلوا کے علاوہ دیوان کے چہرے پر تجسس تھا وہاں شاریہ ایک عجیب سی پریشانی اور فکر مندی کا شکار ہو کر رہ گئی تھی ابراہیم کو مخاطب کر کے قاسم کچھ کہنا چاہتا تھا کہ شاریہ پہلے بول پڑی۔

”بھائی آپ نے یہ تو کہہ دیا ہے کہ لشکر کسی ہم پر روانہ ہو گا ظاہر ہے کہ اگر امیر امطلیل مستقر کی طرف گئے ہیں تو وہ بھی لشکر کے ساتھ روانہ ہوں گے میرے بھائی تم نے ہم کی تفصیل نہیں بتائی۔“ اس پر اپنا گلا صاف کرتے ہوئے ابراہیم کہنے لگا۔

”شاریہ میری بہن! امیر المومنین نے اپنے سارے سالاروں کے علاوہ عمائدین کو طلب کیا تھا اس لیے کہ کچھ قاصد قسطنطنیہ سے آئے تھے وہاں انقلاب آچکا ہے ملکہ آئرین کو معزول کر کے اس کا خزانچی نسی فورس خود حکمران بن چکا ہے۔“ اس کے بعد ہارون الرشید کے تصریم جو معاملات پیش آئے تھے اس کی تفصیل اس نے سب سے کہہ دی تھی۔ ابراہیم جب خاموش ہوا تب بڑے دکھ اور تاسف کا اظہار کرتے ہوئے شاریہ کہنے لگی۔

”میرا باپ پہلے ہی کہتا تھا کہ یہ نسی فورس ایک نہ ایک دن سازشوں کا جال بچھاتے ہوئے ملکہ آئرین کو تخت و تاج سے محروم کر دے گا اور وہی ہوا اب جبکہ نسی فورس نے مسلمانوں کو خراج دینے سے انکار کر دیا ہے اور انہاں نے مسلمانوں سے خراج طلب کیا ہے تو لگتا ہے کہ اس کے انتہائی برے دنوں کی ابتدا ہونے والی ہے ابراہیم میرے بھائی تم نے کہا ہے کہ لشکر آنے والی شب کو یہاں سے کوچ کرے گا تو تمہارے بھائی کتنی دیر تک لوٹ کے آئیں گے۔“ ابراہیم نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

”بھائی نے مستقر کی طرف جاتے ہوئے مجھ سے کہہ دیا تھا کہ میں ان کے گھوڑے کو تیار کر دوں وہ وہاں دیر نہیں لگائیں گے میرے خیال میں لشکر مغرب کی نماز کے بعد یہاں سے کوچ کر جائے گا اب میں اٹھ کر امطلیل کی طرف جاتا ہوں میرے خیال میں بھائی کسی وقت بھی آسکتے ہیں اس سے پہلے پہلے مجھے ان کے گھوڑے کو تیار کر دینا چاہئے۔“ اس پر شاریہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی کہنے لگی۔

”بھائی تمہارا کہنا درست ہے تم ان کے گھوڑے کو تیار کرو میں مطبخ کی طرف جاتی ہوں اور ان کے لیے زوراء تیار کرتی ہوں۔“ شاریہ کی طرف دیکھتے ہوئے سلوا بھی اپنی جگہ پر

اے خداوندِ مگر بیان چاک لمحوں میں امیر اسلمیل ہی میرے لئے سکون اور آسودگی کا خزانہ، آدمی اور ہواؤں میں رنگوں کا سنہری بادل اور میری پناہ گاہ ہیں امیر اسلمیل میرے خون کی مدت میری ذات کی تابندگی میری ساعت کی نبض میرے دل کے لئے نشاط کی بشارت، میرے لیوں کا نظار میرے لئے بے صوت و صدا شوق کا نغمہ ہیں اللہ اجل مگر لمحوں میں میرے اس ساتھی کی حفاظت کرنا میرے لیے یہ اطمینان کے کاروان کی حیثیت رکھتے ہیں اے میرے مالک تو اپنے مالک اور خالق ہونے کے ناطے سے میرے رفیق و مددگار کی حفاظت کرنا۔" یہاں تک کہتے کہتے شاریہ کو خاموش ہو جانا پڑا اس لیے کہ اسلمیل اور مطریف دونوں اپنے گھوڑوں کی ہانگیں پکڑے اس کے قریب آن کھڑے ہوئے تھے دوسرے سب لوگ بھی وہاں آ گئے تھے اس پر شاریہ نے فوراً اپنے آپ کو سنبھال لیا پھر ہت کر کے بہترین جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ اسلمیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"میری دعا ہے کہ آپ جس ہم پر بھی نکلے امیر اعظم موسیٰ اور یحییٰ اور آخری نبی محمد ﷺ کے مدد سے وہ آپ کو سنہری کامیابیاں اور فوز مندیاں عطا فرمائے۔" جواب میں اسلمیل مسکرا دیا شاریہ باقی لوگوں کے ساتھ ہو لی سب دروازے پر آئے اسلمیل اور مطریف اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے پھر ایڑہ لگا کر گھوڑوں کو ہانکتے ہوئے وہ وہاں سے رخصت ہو گئے تھے۔

✽.....✽

مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے نسی فورس نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا اس لشکر کے ساتھ وہ نکلا اور فرجیہا کے میدانوں میں آ کے خیمہ زن ہوا۔ ایشیائے کوچک کی پرانی تقسیم کے مطابق فرجیہا ایک صوبہ تھا جو ایشیائے کوچک کے مغرب میں واقع تھا اس کے مقابلہ کرنے کے لیے ہارون الرشید نے دیر نہیں لگائی بڑی برق رفتاری سے ہارون الرشید فاسلوں کو طے کرتا ہوا اپنے لشکر کے ساتھ فرجیہا کے میدانوں میں داخل ہوا اور نسی فورس کے سامنے اس نے اپنے لشکر کو خیمہ زن ہونے کا حکم دیا تھا۔

نسی فورس اسلامی لشکر کی تنظیم اور ان کی چمکتی دھکی تلواریں اور ڈھالوں کی چکا چوند دیکھتے ہوئے دنگ رہ گیا تھا اور اس سے بھی بڑھ کر وہ چیز جس نے اسے پریشان اور حیران کر دیا وہ یہ کہ ہارون الرشید نے آتے ہی اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں شاید وہ نسی فورس کے ساتھ جگہ کی ابتدا کرنے والا تھا نسی فورس چاہتا تھا کہ کچھ دن دم لیں تازہ دم ہو کر جگہ ہو لیکن جب اس نے ہارون الرشید کے ارادے دیکھے تو دمگ رہ گیا۔

آپ کی ہم کی اطلاع ہمیں پہلے ہی مل چکی ہے آپ کے گھوڑے پر زین ڈال دی گئی ہے گھوڑے کی زین سے پانی کا مشکیزہ اور آپ کی بڑی خرچین بھی باندھ دی گئی ہے اور اس میں کھانے کے علاوہ تازہ اور خشک پھل بھی ہیں اس کے علاوہ....." یہاں تک کہتے کہتے شاریہ کو رک جانا پڑا اس لیے کہ سچ میں اسلمیل بن قاسم بول پڑا تھا اس نے شاریہ کو مخاطب کیا۔

"شاریہ اس سلسلے میں تمہیں کوئی زحمت نہیں کرنی چاہئے تھی تم جانتی ہو کہ لشکر کا اپنا کھانا تیار کرنے کا بہترین انتظام اور انصرام ہوتا ہے بہر حال میرے زاد اور کے طور پر جو چیزیں تم نے تیار کر دی ہیں اس کے لیے میں تمہارا شکر گزار اور ممنون ہوں۔" اسلمیل بن قاسم کے خاموش ہونے پر شاریہ بول اٹھی۔

"امیر جن خدشات اور خطرات کا میرا باپ اتھار کیا کرتا تھا وہ آج پورے ہو کے رہ گئے بلکہ آئین کا تختہ الٹ دیا گیا اس کی جگہ خود نسی فورس خطیبہ کی سلطنت کا شہنشاہ بن بیٹھا ہے اب یہ مسلمانوں سے ٹکرانے کا لازم کیے ہوئے ہے اور مجھے امید ہے کہ جس عاز پر بھی وہ مسلمانوں کو پکارتے گا ہر اس عاز پر اسے بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑے گا کاش اس جنگ میں میں آپ کے ساتھ شامل ہو سکتی رفیوں کی مرہم پنی کرتی اور اپنی آنکھوں سے نسی فورس کا بدترین انجام دیکھتی۔ امیر مجھے قوی امید ہے کہ اس جنگ میں کامیاب مسلمان ہی ہو کر ابھریں گے اور خداوند قدوس نسی فورس کی جھولی میں ذلت و مسکت ڈال دے گا۔"

اس کے بعد اسلمیل بن قاسم اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے باپ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "بابا مجھے اب جانے کی اجازت دیجئے امیر اہم آپ کے پاس گھر پر رہے گا اس لئے کہ اس کو لشکر میں شامل نہیں کیا گیا اس کے لئے میں نے ہی سلطان سے کہا تھا کہ ہم دو ہمایوں میں سے ایک کا گھر رہنا ضروری ہے لہذا سلطان نے امیر اہم کو گھر رہنے کے لئے کہہ دیا ہے۔" قاسم آگے بڑھا اسلمیل کو اپنے ساتھ لپٹا کر اس نے پیار کیا اس کے بعد وہ امیر اہم اور ہر ملک کو گئے لگا کر شاریہ سلاوا اور رویان پر اس نے ایک الوداعی نگاہ ڈالی پھر اسلمیل میں گیا مطریف اس کے ساتھ تھا امیر اہم نے مطریف کا بھی گھوڑا تیار کر دیا دونوں اپنے گھوڑوں کو لے کر محکم میں آئے اس موقع پر شاریہ پیچاری محکم کی دیوار سے ٹک لگا کر کھڑی ہو گئی تھی اور دھیمے دھیمے راز دارانہ لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"اے خداوند میری ہر سوں سے جھلکتی سگنی آرزوؤں میں چار سو بد بختیاں موج زن تھیں ایک عرصے بعد امیر اسلمیل میرے لیے لطیف حیثیت ثابت ہوئے ہیں اللہ ان کی نگہبانی کرنا

بدلوں اور جور و جبر و استبداد کی آغوشوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ میدان جنگ کے اندر گرد قضا کے زہریلے لمحے جوش مارنے لگے تھے۔ خون سینے میدانوں میں ہر شے پر عرشہ بر اندام اور بخار زدہ ہونے لگی تھی قسمتوں کے حروف لہو لہو ہوتا شروع ہو گئے تھے نفرت کی آگ نے چاروں طرف درد و کرب کی آہیں کھڑی کرنا شروع کر دی تھیں۔

بڑے بڑے شجاعت کے ابد گیر دعوے خون خون ہونا شروع ہو گئے تھے زیت کے فوں میں بے ہمتیاں رقص کر اٹھی تھیں ذہن کے ادھاقوں میں حزن و ملال کی شدتیں بھر آئی تھیں۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے بہت جلد مسلمان لشکریوں مجاہدوں اور سالاروں نے نئی فورس کا مارا سمجھنا اس کی ساری طاقت اس کی ساری شدتوں اور اس کی ساری جواں مردی کو خاک میں ملانا شروع کر دیا تھا اس کے ساتھ ہی اس کی اور اس کے لشکریوں کی حالت بڑی تیزی سے خشک پودوں پر یہ شاخوں مغموم تنہاؤں کے صحرا دشت نوحہ خیز شام غم کی تنہائیوں میں فونی غلوں کی داستانوں اور ستم کی خونی برسات میں اضطراب و تشویش کے نوحوں سے بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

نئی فورس اپنے لشکر کے درمیان میں رہتے ہوئے بلند آواز میں چیختے چلاتے اپنے لشکریوں کو جوان مردی شجاعت کا مظاہرہ کرنے کے لئے اکسارہا تھا لیکن ساتھ ہی اسے یہ فکر بھی کھائے جا رہی تھی کہ لمحہ بہ لمحہ اس کے لشکر کی اگلی صفیں کتنی جا رہی تھیں اور اس کے لشکر کی تعداد کم ہونا شروع ہو چکی تھی تھوڑی دیر جب مزید جنگ ہوئی تب نئی فورس نے اعزازہ لگایا اگر اس وقت اس نے اپنی جان نہ بچائی تو مسلمانوں کا لشکر اسے قتل کرنے کے بعد اس کے لشکر کو نیست و نابود کر دے گا لہذا اس نے ہسپائی کے بگل بجا دیئے تھے۔

ہارون الرشید کے ہاتھوں قسطنطنیہ کے بادشاہ نئی فورس کی یہ انتہائی ذلت آمیز اور بدترین شکست تھی اور شکست کھانے کے بعد نئی فورس بھاگ کھڑا ہوا اور سیدھا اس نے اپنے شہر ہرقلیکہ کا رخ کیا اور شہر میں محصور ہو گیا ہارون الرشید بھی اس کے پیچھے پیچھے اپنے سارے لشکر کے ساتھ اس کے شہر کے نواح میں پہنچا۔

نئی فورس نے اعزازہ لگایا تھا کہ وہ اکیلا مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا لہذا مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اس نے اپنے حیز رفتار قاصد بلغاریوں کے خاقان کی طرف روانہ کئے اور اس سے استدعا کی کہ وہ مسلمانوں کے خلاف اس کی مدد کرے۔

لہذا اس کی طرف دیکھتے ہوئے نئی فورس نے بھی اپنے لشکر کو استوار کرنا شروع کیا لشکر کے اس نے چار حصے کیے ایک اپنی کمان داری میں رکھا دوسرا حصہ اپنے بیٹے اور دامادی سرکردگی میں دیا اور دونوں کے ذمے پڑاؤ کی حفاظت کا کام لگایا لشکر کا ایک حصہ اس نے طبرخاس کی سرکردگی میں اور چوتھا حصہ اپنے سالار میخائیل کی کمان داری میں رکھا تھا جبکہ اپنے تیسرے اور بڑے سالار خاص کو نئی فورس نے اپنے حصے کے لشکر میں اپنے نائب اور اپنے مددگار کے طور پر رکھا تھا۔

دوسری جانب نئی فورس کی طرف دیکھتے ہوئے ہارون الرشید نے بھی اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا قلب یعنی وسطی حصہ ہارون الرشید نے اپنے پاس رکھا اپنے بیٹوں کو بھی اس نے اپنے حصے کے لشکر میں مقرر کیا وائیں جانب کا حصہ اسماعیل بن قاسم کی سرکردگی میں دیا گیا تھا اور ایک دوسرے سالار داؤد بن نعمان کو اس کا نائب مقرر کیا گیا لشکر کا تیسرا حصہ عبدالملک بن صالح کی سرکردگی میں تھا ایک اور سالار ہاشم بن سلسف کو اس کے نائب کی حیثیت سے اس کے ساتھ رکھا گیا چوتھا لشکر سلیمان بن ابی جعفر اور یزید بن عسہ کی سرکردگی میں دیا گیا اور انہیں اپنے لشکر کے پڑاؤ کی حفاظت پر مقرر کر دیا گیا تھا۔

جنگ کی ابتدا خود ہارون الرشید نے کی تھی اپنے حصے کے لشکر کو اس نے بڑھایا تھا پھر وہ نئی فورس کے لشکر کے وسطی حصے پر کسی ویران صحرا سے غم اور اندوہ کی تینویں شدت کے سایوں میں آسیب زدہ قضا کی چاب، زیت کو مرگ میں زندگی کو نوحہ گری میں تبدیلی کرتے ہوئے ریزہ ریزہ کر دینے والی آغوشوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

ہارون الرشید کے ساتھ ہی ساتھ اسماعیل بن قاسم نے بھی اپنے کام کی ابتدا کی اور وہ بھی اپنے سامنے آنے والے نئی فورس کے لشکر پر صدیوں کی طرح گزرتی راتوں میں مرگ کی موجوں کے تجسّس منقّی اعمال کی فطرت کے اندر بڑھکتے آتش فشاں کی حدت موت بن کر زیت کے دروازے پر شب بھر دستک دیتے ہجر درد کے چڑھتے ساگر کی طرح حملہ آور ہوا تھا اسی لمحہ بائیں جانب سے سالار عبدالملک بن صالح نے بھی اپنے حصے کے لشکر کو آگے بڑھاتے ہوئے اجنبیت کی کالی فضاؤں میں جسبوں کو پارہ پارہ طلب کی تڑپ کو بے نام کر دینے والی وحشت، یادوں کے بادبانوں کو چیر چیر کرتے جوش زن موت کے منظر روز و شب کی ادا میں منقّی عمل پھیلاتی فطرت کی طرح حملہ کر دیا تھا۔

نئی فورس نے بھی جوابی کارروائی کی اور وہ بھی مسلمانوں کے لشکر پر مغموم تنہاؤں، اذہان میں سرسراتی رتوں زمین کا حسن طلب بگاڑتے یاس کے نصیب نفرتوں کے سلتکے

ہارون الرشید نے ہر قلعہ شہر سے باہر پڑاؤ ڈال دیا تھا اسے اب اپنے اس لشکر کے اس حصے کا انتظار تھا جسے پڑاؤ کی حفاظت پر چھوڑا گیا تھا جب وہ لشکر بھی پڑاؤ کی ہر چیز کو سینا ہوا وہاں پہنچ گیا تب ہارون الرشید نے ہر قلعہ شہر پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر لیا اور حملہ آور ہونے کے لئے مختلف تدبیروں پر کار بند رہنے کے لئے مختلف لشکروں شروع ہو گئی تھی۔

محاصرہ چند روز جب جاری رہا تو نئی فورس پریشان ہو گیا وہ تو یہ اعزازہ لگائے ہوئے تھا کہ بلغاریہ کا خاقان اس کی مدد کو پہنچے گا اور اسے دیکھتے ہی مسلمان بھاگنے والی بات کریں گے۔

بلغاریوں کی آمد ہی کے انتظار میں ہر قلعہ شہر میں نئی فورس مقرر رہا عزت کرتا رہا دوسری جانب ہارون الرشید نے بھی محاصرے میں نئی پیدا کر دی تھی شہر پر اس نے تاج پڑ توڑنے شروع کر دیئے تھے یہاں تک کہ نئی فورس کو یقین ہو گیا تھا کہ جس طرح مسلمانوں نے محاصرے میں نئی پیدا کرنی شروع کر دی ہے یہ سلسلہ جاری رہا تو شہر کے اندر نہ صرف یہ کہ اس کا لشکر بلکہ شہر کے لوگ بھی بھوکوں مر جائیں گے لہذا اس نے ایک خط ہارون الرشید کی خدمت میں روانہ کیا اپنے رویے کی معافی مانگی اپنی شکست کو تسلیم کیا اور ہارون الرشید کے ساتھ وعدہ کیا کہ جس طرح اس سے پہلے قسطنطنیہ کی ملکہ آئین مسلمانوں کو خراج ادا کرتی تھی اسی طرح نئی فورس بھی ہاتھ قاعدی کے ساتھ اپنا خراج ادا کرتا رہے گا یہ شرائط طے ہونے کے بعد ہارون الرشید اپنے لشکر کے ساتھ واپس ہوا۔

واپسی کے سفر میں ایک روز ہارون الرشید نے دریائے فرات کے کنارے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا وقت گزارنے کے لئے اس نے اپنے درباری شاعر ابن یوسف کی کو طلب کیا جب وہ ہارون الرشید کے خیمے میں داخل ہوا تو ہارون الرشید نے کمال شفقت سے اس کی پذیرائی کی اپنے قریب بٹھایا پھر ابن یوسف کی کو مخاطب کرتے ہوئے ہارون الرشید کہنے لگا۔

”ابن یوسف جس مقصد کیلئے گئے تھے اس کو ہم پا چکے ہیں قسطنطنیہ کے شہنشاہ کو ہم نے بدترین شکست دی ہے اور اسے خراج دینے پر مجبور کیا ہے وہ یہ خیال کرنے لگا تھا کہ ملکہ آئین اپنی کمزوریوں کی وجہ سے ہمیں خراج ادا کرتی رہی تھی اور یہ کہ اس کے خلاف بغاوت کرنے اور تخت و تاج پر قبضہ کرنے کے بعد وہ ہمیں خراج ادا کرنے سے بچ جائے گا لیکن ہم نے ایسا نہیں ہونے دیا پہلی حالت کو ہم نے بحال رکھا ہے ابن یوسف اس خوشی میں مجھے کچھ سناؤ کہ وقت اچھا گزر جائے۔“ ابن یوسف کی نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

”امیر المومنین کیا سنا پسند کریں گے۔“ جواب میں ہارون الرشید نے کچھ سوچا پھر کہنے

لگا۔

”ابن یوسف تم جانتے ہو کہ میں امیر المومنین موصلی اور اس کے بیٹے اسحاق موصلی کو اعلیٰ پائے کا مفتی خیال کرتا ہوں کیا عربوں میں کوئی ایسا مفتی و شاعر بھی مگر رہے جو ان سے اعلیٰ دہلا ہو۔“ جواب میں ابن یوسف کی نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

”امیر المومنین ایک شاعر ایک مفتی مگر رہے جس کی شہرت چار سو تھی اور وہ اپنے فن میں کمالیات کی حدود میں پہنچا ہوا تھا۔“ ابن یوسف کے ان الفاظ سے ہارون الرشید کی آنکھیں جھپک اٹھیں کہنے لگا۔

”یہ معاملہ ہے تو ذرا مجھے اس مفتی کے حالات تو سناؤ میں سنا پسند کروں گا۔ اس طرح میرا وقت اچھا کٹ جائے گا۔“ جواب میں ابن یوسف کی نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

”امیر المومنین ابو عثمان سعید نام کا ایک نوجوان تھا یہ بنی نوفل کا ایک غلام تھا جو کہ میں پیدا ہوا اور مکہ میں ہی تربیت پائی۔“

اس کو بچپن سے گانے کی دھن تھی چنانچہ تعمیر خانہ کعبہ کے زمانے میں ابو عثمان سعید ایرانی مزدوروں کے راگ بنا کرتا تھا اور اپنی ذہانت سے ان کو عربی راگوں میں منتقل کرتا تھا انہیں راگوں کو ترتیب دینے کے بعد ایک روز ابو عثمان سعید قدیم عربی شاعروں کے اشعار غنی دھنوں میں گارہا تھا کہ اس کے آقا نے اس کے گانے کو سنا۔

اس پر اس کے آقا نے اسے بلایا اور جو کچھ وہ گارہا تھا دوبارہ گانے کی فرمائش کی جب وہ سنا چکا تو اس کے گانے کو سن کر ایسا خوش ہوا کہ اس کے آقا نے ابو عثمان سعید غلام کو آزاد کر دیا۔

امیر المومنین آزاد کی کے بعد سعید شام گیا اور رومی یونانی مغربیوں کا شاگرد ہوا پھر شام سے عراق اور فارس گیا ان ممالک میں بھی اس نے موسیقی کی عملی تعلیم حاصل کی اور وہاں اس نے عود بجانا بھی سیکھا۔

تخیل فن کے بعد دوبارہ اپنے شہر مکہ گیا اور روم فارس کی موسیقی میں جو غلطیاں تھیں ان کی اصلاح کی اور غیر ممالک کے نغمات کو اپنے گلے میں اتارا اور دن رات مشقت کرتا رہا۔

چنانچہ ابو عثمان سعید کی راگنیاں مشہور ہوئیں اب سعید کے مکان پر نوجوانوں کا جھگڑا رہنے لگا لوگ اسے سننے کے لئے آتے امیر المومنین نے دور بخوامیہ کے خلیفہ عبدالملک کا دور تھا چنانچہ سعید کی راگنیاں تو مقبول ہونے لگیں لیکن مکہ کے عادل نے دربار خلافت میں شکایت کی کہ سعید نوجوانوں کے اخلاق بگاڑ رہا ہے اور موسیقی کی روز بروز تربیت نسبت

”امیری اور حرام زادی تو غلط گاری ہے اس راگ کو اس طرح نہیں بلکہ یوں گاتے ہیں۔“
امیر المومنین پھر کیا تھا جو گانا مغنیہ گاری تھی وہ سعید نے خود گایا سعید کے گانے پر محفل
میں سناٹا چھا گیا وہ خوبصورت اور حسین مغنیہ برق تڑپ کر اٹھی اور بولی۔

”خدا کی قسم یہ گانے والا استاد ابو عثمان سعید ہے۔“ راز فاش ہونے پر جلسہ کے لوگوں
نے سعید کو اپنے برابر بٹھایا اور معذرت کی اب انہوں نے بھی اپنا حال سنایا اور جلسہ
برخاست ہو گیا وہ مغنیہ اس سے پہلے سعید کے گانے کا چرچہ اور شہرت تو سن چکی تھی لہذا
جب سعید نے گایا تھا تو وہ پہچان گئی کہ یہ ابو عثمان سعید ہی ہو سکتا ہے۔

بہر حال مجلس جب ختم ہو گئی تو جس جگہ قریشی سردار کے ہاں ابو عثمان سعید نے قیام کیا
ہوا تھا وہ اسے اپنے ہمراہ خلیفہ عبد الملک کے دربار میں لے گیا۔

خود وہ قریشی سردار تو عبد الملک سے ملنے شاہی قصر کے اندر چلا گیا لیکن مصلح ابو عثمان
سعید کمرے سے باہر کھڑکی کے نیچے بیٹھ گیا اور اپنے میزبان قریشی سردار سے کہا کہ میں اپنا
تعارف امیر المومنین سے خود کراؤں گا تمہارے ساتھ اندر نہیں جاؤں گا۔

وہ قریشی سردار جب خلیفہ عبد الملک کے پاس جا کے بیٹھ گیا تب ابو عثمان سعید حرکت
میں آیا ساری عمر چونکہ اس نے کد میں گزاری تھی عربوں کا مشہور راگ حدی گانے میں بھی
دو کمال رکھتا تھا عبد الملک بھی عرب تھا حدی کے رموز جانتا تھا لہذا اسے متاثر کرنے کے
لئے ابو عثمان سعید نے حدی خوانی شروع کی خلیفہ عبد الملک اپنے دیس کا راگ سن کر چونک
اٹھا۔ اور پوچھا۔

”کون گارہا ہے؟“ تب اس قریشی سردار نے خلیفہ کے سامنے ابو عثمان سعید کا ذکر کیا
اس انکشاف پر خلیفہ عبد الملک نے اسے اپنے پاس بلایا اور اس کی فرمائش پر ابو سعید نے دو
نیم راگ سنائے۔

جب گانا ہو چکا تو عبد الملک نے حال پوچھا تب سعید نے اپنی داستان غم سنادی۔

امیر المومنین کہتے ہیں کہ خلیفہ عبد الملک نے ابو عثمان سعید کی ساری جائیداد اسے واپس
کرنے کا حکم دیا اور اسے بے شمار مال و دولت اور انعامات سے نوازتے ہوئے رخصت کیا۔
امیر المومنین ابو عثمان سعید کو میں ابراہیم موصلی اور اسحاق موصلی پر اس لئے فوقیت دیتا
ہوں کہ ابو عثمان کے سامنے عربی موسیقی یا گانے کا کوئی عمدہ نمونہ یا راگ نہ تھے جنہیں
استعمال کیا جاتا اس نے سب راگ مختلف علاقوں میں شہروں سے دھکے کھاتے ہوئے سکھے
اور گائے جبکہ ابراہیم موصلی اور اسحاق موصلی کے سامنے ایسے بہت سے نمونے پہلے سے تھے

ہوئے لوگوں کو اسی طرف مائل کر رہا ہے۔

امیر المومنین کہتے ہیں کہ خلیفہ عبد الملک نے خانہ کعبہ کا احترام کرتے ہوئے حکم دیا کہ
سعید کی جائیداد ضبط کر لی جائے اور اسے اس کے پاس حاضر کیا جائے۔

چنانچہ مکہ کے عامل نے حکم کی تعمیل کی اور سعید بحالت تباہ و برباد دمشق پہنچ کر اپنے ایک
جاننے والے قریشی سردار کے ہاں مہمان ہوا۔

اتفاق سے اسی دن قریشی سردار کی کسی کے ہاں دعوت تھی وہ اس ابو سعید عثمان کو بھی
اپنے ساتھ لے گیا اس دعوت کی میزبان ایک پری جمال مغنیہ تھی جس کا نام برق الافاق تھا۔
ابو عثمان سعید نے چونکہ اپنی زندگی کا بڑا حصہ غلامی میں گزارا تھا لہذا اس محفل میں بھی
وہ ایک گوشہ میں سب سے الگ جا کر بیٹھ گیا اور اسی جگہ کھانا کھایا کچھ دیر بعد گانا شروع ہوا
پہلے برق الافاق کی دو کنیزوں نے اپنا کمال گانے میں دکھایا جب یہ گائیں تو برق الافاق
تحت اگر بیٹھی اس کی خوش جمالی سے سعید کی آنکھیں خیرہ ہو کر رہ گئیں اور برق الافاق کی
تقریف میں اس نے بلند آواز میں یہ برہتہ اشعار پڑھے۔

”میں نے کہا یہ آفتاب ہے یا کلیسا کا چراغ ہے جو پس پردہ نظر آگئے ہیں یا میں کوئی
خواب دیکھ رہا ہوں۔“ کہتے ہیں کہ یہ شور سنتے ہی برق الافاق چمک کر بولی کہنے لگی۔
صاحبو میرے حسن کی مدح کرنے کے لئے کیا یہ جیٹی غلام ہی رہ گیا تھا برق الافاق سعید
کو جانتی نہیں تھی سعید چونکہ سیاہ رنگ کا تھا لہذا اس کا حلیہ دیکھتے ہوئے اسے اس نے سیاہ
قام جیٹی کہہ کے پکارا۔

سعید کی طرف دیکھتے ہوئے برق الافاق نے مزید یہ کہا کہ سچ تو یہ ہے کہ اب میرا گھر
شرقیوں کے لائق نہیں رہا اور سازش کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

اس پر حاضرین محفل کو بھی سعید کی یہ باتیں ناگوار گزریں اور خاموش رہنے کی ہدایت کی
اور بڑی منت ساجت سے انہوں نے پھر برق الافاق کو گانا گانے پر رضا مند کیا۔

امیر المومنین اس خوبصورت مغنیہ نے دو چار شعر ہی گائے ہوں گے کہ حاضرین محفل
بے خود ہو گئے سعید نے بھی پھر اس کی تعریف کی کہتے لگا۔

”واہ بی بی کیا خوب گاری ہے۔“ برق الافاق نے اس مرتبہ محفل سے کام لیا اور اس کی اس
تقریف کو برداشت کر گئی اس نے پھر ساز چھیڑا اور گانا شروع کیا کچھ دیر سعید چپ رہ کر مٹنا
رہا آخر ضبط نہ کر سکا انتہائی غصے اور غضبناکی میں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور غصہ سے لال
پیلا ہو کر بلند آواز میں بولا۔

مسلمانوں سے اپنی گزشتہ شکستوں کا انتقام لینے میں کامیاب ہو جائے گا۔“ حاجب فضل بن ریح کے ان الفاظ پر ہارون الرشید کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا پھر وہ طہریہ سے اعزاز میں کہہ رہا تھا۔

”نکاح ہے قحطیہ کا بادشاہی فورس پاگل ہو گیا ہے یا اسے حماقت کے دورے پڑنے لگے ہیں اگر وہ خیال کرتا ہے کہ بلغاریوں کو اپنے ساتھ لانے کے بعد وہ ایک بہت بڑی فزت اور طاقت کی صورت اختیار کر چکا ہے اور ہمیں اپنے سامنے زیر و مغلوب کرنے میں کامیاب ہو جائے گا تو یہ اس کے ذہن کا دھوکہ اور فریب ہے یہی دھوکہ اور فریب اس سے پہلے خزر کے خاقان شالی کو بھی ہوا تھا اور ابھی ہم اپنے پورے لشکر کے ساتھ اس کے خلاف حرکت میں بھی نہیں آئے بلکہ اسکیے اسٹیل بن قاسم نے اس کی ساری جرات مندی اس کی ماری مرداگی اس کی ساری شہافت کے قاعدے کھسے سب اوجیز پھاڑ کے رکھ دیئے اور اب میرے خداوند نے چاہا تو بلغاریوں کی حالت خزر کے خاقان شالی سے بھی زیادہ بدتر اور ہولناک ہو کے رہے گی۔“ یہاں تک کہنے کے بعد خلیفہ ہارون الرشید لہو بھر کے لئے خاموش رہا پھر دوبارہ اپنے سامنے اپنے حاجب فضل بن ریح کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابن ریح ان مجبوروں کو بلاؤ جو قحطیہ کے بادشاہی فورس سے متعلق خبریں لے کے آئے ہیں۔“ اس پر فضل بن ریح باہر نکل گیا تھوڑی دیر بعد وہ لوہا مجبوروں کو وہ ساتھ لے کر آیا تھا اور انہیں ہارون الرشید کے سامنے کھڑا کر دیا۔

ہارون الرشید ان سے سوال کرتا رہا اور ان کے جوابات تفصیل سے سنتا رہا جب ساری اطلاعات ان سے حاصل کر چکا تب اس نے ان مجبوروں کو جا کر آرام کرنے کا حکم دیا اور فضل بن ریح کی طرف دیکھتے ہوئے وہ رعب دار آواز میں بول اٹھا فضل بن ریح وقت ضائع کئے بغیر سارے سالاروں کو کہو کہ میرے خیمے میں حاضر ہوں۔

ہارون الرشید کا یہ حکم سن کر فضل بن ریح خیمے سے نکل گیا تھا اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد لشکر کے سارے سالار ہارون الرشید کے خیمے میں جمع ہو گئے تھے۔

سالاروں کے آنے سے پہلے چونکہ شاعر ابن یوسف ہارون الرشید کے خیمے میں ہی بیٹھا ہوا تھا لہذا کچھ سالاروں کے کہنے پر اس موقع پر اس نے ہارون الرشید کے سامنے چند اشعار کہے جن مطلب کچھ اس طرح تھا۔

”امیر المومنین سے جو مجاہدہ فی فورس نے کیا اس کو توڑ ڈالا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس پر

جن سے وہ مستفید ہو سکتے تھے۔

امیر المومنین اس کے علاوہ ابو حسان کو یہ فقیہ بھی جانتی ہے کہ وہ.....“ شاعر ابو یوسف یہیں تک کہنے پایا تھا کہ خیمے کے دروازے پر ہارون الرشید کا حاجب فضل بن ریح نمودار ہوا وہ کچھ پریشان تھا اسے دیکھتے ہوئے شاعر ابو یوسف خاموش ہی رہا پھر فضل بن ریح خیمے میں داخل ہوا کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ہارون الرشید نے اسے مخاطب کیا۔

”ابن ریح کیا معاملہ ہے میں دیکھتا ہوں تمہارا چہرہ پریشانوں فکر مند یوں کی عکاسی کرتا ہے کہو کیا بات ہے۔ کیا کہیں سے کوئی بری خبر آئی ہے۔“ اس پر فضل بن ریح کہنے لگا۔

”امیر المومنین آپ کا اعزازہ درست ہے میں آپ کی خدمت میں دو بری خبریں لے کے آیا ہوں پہلی یہ کہ آرمینیا میں ہمارا والی یزید بن فروزان مر چکا ہے۔“ یہ خبر سن کر ہارون الرشید تھوڑی دیر تک غم و فکر میں اپنی گردن کو جھکائے بیٹھا رہا پھر فضل بن ریح کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”فضل بن ریح یزید بن فروزان کے مرنے کا مجھے بے حد دکھ ہے احکامات جاری کرو کہ اس کے بعد عارضی طور پر اس کا بیٹا آرمینیا کے سارے معاملات کو سنبھال لے اس کے بعد میں فیصلہ کروں گا کہ آرمینیا میں مستقل حاکم مقرر کیا جائے۔“ یہاں تک کہنے کے بعد ہارون الرشید رکاب پھر فضل بن ریح کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”اب دوسری خبر کہو جو تم لے کر آئے ہو۔“ جواب میں فضل بن ریح ہارون الرشید کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

”امیر المومنین دوسری خبر نہایت اہمیت کی حامل ہے اس لیے کہ قحطیہ کے بادشاہی فورس نے خراج دینے سے انکار کر دیا ہے ہمارے ہاتھوں شکست اٹھانے اور ہر قلعہ شہر میں محصور ہونے کے بعد اس نے جو وعدے کئے تھے وہ ان سے پھر گیا ہے اپنے وعدوں سے پھرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس وقت وہ ہر قلعہ شہر میں محصور ہوا تھا اسی وقت اس نے اپنے خراج و رقبہ قاصد بلغاریوں کے خاقان کی طرف روانہ کئے تھے کہ مسلمانوں کے خلاف وہ اس کی مدد کرے بلغاری خاقان وقت پر تو اس کی مدد کو نہ پہنچ سکا لہذا اس نے ہم سے خراج دینے کا وعدہ کر لیا لیکن ہمارے وہاں سے کوچ کرنے کے چند دن بعد بلغاریوں کا خاقان بلغاریوں کے ایک بہت بڑے لشکر کو لے کر فی فورس کی مدد کے لئے پہنچ گیا ہے اور اس کے آنے کی وجہ سے فی فورس نے انکار کر دیا ہے کہ وہ کسی بھی صورت مسلمانوں کو خراج ادا نہیں کرے گا بلکہ اس کے آگے سے فی فورس کو یہ امید ہو گئی ہے کہ وہ اب جنگ کی صورت میں

مصیبتیں چھاری ہیں امیر المومنین کو یہ خوشخبری سنا دو کہ نئی فورس کے مقابلہ میں جرح ہوئی ہے وہ خدا داد ہے۔"

دراصل ایسے اشعار ہارون الرشید کو سنا کر شاعر ابن یوسف ہارون الرشید کو نئی فورس کے خلاف کر کے اس پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دے رہا تھا۔

بہر حال جب سارے سالار ہارون الرشید کے سامنے جمع ہو گئے جب خبر جو خبریں لائے تھے ان کی تفصیل ان سے کہی اس کے بعد قاصدوں نے بلغاریوں اور نئی فورس کے حعلق جو تفصیل بتائی تھی اس پر مزید گفتگو کرتے ہوئے ہارون الرشید کہہ رہا تھا۔

"میرے عزیزو! ہمارے لیے یہ بڑی سعادت کی بات ہے کہ اس سے پہلے نئی فورس کے مقابلے میں خداوند قدوس نے ہمیں شان دار فتح عطا کی اور ہماری ضربوں کی تاب نہ لاتے ہوئے نئی فورس ہر قلعہ شہر میں پناہ لینے پر مجبور ہوا اور پھر ہماری شرائط کے مطابق ہم سے معاہدہ کیا۔

اب وہ شاید یہ سمجھنے لگ گیا ہے کہ بلغاریوں کو ساتھ ملائے کے بعد وہ ہمارے لئے ناقابل تغیر ہو جائے گا تو یہ اس کی بھول ہے۔

جو خبریں خبریں لے کے آئے ہیں انہوں نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ پہلے بلغاریوں کا خاقان اپنے پورے لشکر کے ساتھ نئی فورس کے پاس آیا ہمارا مقابلہ کرنے کے لئے اس سے تفصیل کے ساتھ گفتگو کی پھر بلغاریوں کے خاقان نے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے ایک حصہ اپنے سالار کی سرکردگی میں اس نے ہر قلعہ شہر کے نواح میں گھات میں بٹھا دیا ہے جبکہ لشکر کے دوسرے حصے کے ساتھ وہ نئی فورس سے پہلو بہ پہلو ہم سے مقابلہ کرے گا اور اس کا خیال ہے کہ وہ ہمیں مار بھگانے اور شکست دینے میں کامیاب ہو جائے گا۔" ہارون الرشید نے چند لمبے خاموش رہ کر کچھ سوچا پھر امیر المومنین بن قاسم کی جانب دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"ابن قاسم میں تمہیں اور تمہارے ساتھ ایک دوسرے سالار کو اختیار کیا، ہم ہم سوچنا چاہتا ہوں تمہارے ساتھ اس مہم میں یزید بن عبدہ ہو گا جو خبریں فورس سے حعلق خبریں لے کے آئے ہیں ان میں سے کچھ تم دونوں کی راہنمائی کریں گے یہاں سے پورے کا پورا لشکر ایک ساتھ کوچ کرے گا اور نئی فورس کی طرف بڑھے گا نئی فورس کے قریب جا کر لشکر کے ایک حصے کے ساتھ تم اور یزید بن عبدہ علیحدہ ہو جانا خبر تمہاری راہنمائی کریں گے تم دونوں بلغاریوں کے اس لشکر پر حملہ آور ہونا جسے گھات میں بٹھایا گیا ہے اتنی دیر تک میں ہائی لشکر

کے ساتھ نئی فورس اور بلغاریوں کے خاقان کے سامنے جا کے خیرہ زن ہوں گا بلغاریوں نے اپنا لشکر جو گھات میں بٹھایا ہے اس سے منہ کے بعد تم مجھ سے آگے آنا اور اگر تمہاری آہ سے پہلے بلغاریوں اور خطیفہ والوں کے ساتھ ہماری جنگ کی ابتدا ہو گئی ہو تو پھر تم دشمن کی پشت پر یا اس کے ایک پہلو پر ضرب لگا کر ان کی شکست کو یقینی بنانے کی کوشش کرنا۔

مجھے امید ہے کہ بلغاریوں کا لشکر جو گھات میں بیٹھا ہوا ہے اسے تم آسانی سے شکست دینے میں کامیاب ہو جاؤ گے اور پھر جب تم پشت کی طرف سے یا کسی پہلو کی طرف سے نئی فورس اور بلغاریوں پر حملہ آور ہو گے تو وہ بھی خیال کریں گے کہ مسلمانوں کو کہیں سے کمک پہنچ گئی ہے اس طرح ان میں مزید بزدلی اور بے حوصلگی چھا جائے گی۔

اس بار نئی فورس کو کڑی سزا دی گئی ہے ہم نے پہلے رحم دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے سارے علاقے اسے واگزار کر دیئے تھے لیکن لگتا ہے کہ ہماری رحم دلی ہمارا تعاون اسے پسند نہیں آیا ساتھ ہی جو اسے بلغاریوں کی طرف سے مدد اور کمک مل گئی ہے تو اس کمک نے اس کا دماغ اور زیادہ خراب کر دیا ہے وہ یہ خیال کرنے لگ گیا ہے کہ ہر صورت میں وہ ہمیں زیر کر لے گا لیکن ہم نے اس پر ثابت کرنا ہے کہ ہمارے لشکریوں کی تعداد کم ہی تھی لیکن کم تعداد ہونے کے باوجود ہم ان پر حاوی ہونے کا ہنر جانتے ہیں۔ پیش قدمی کرتے ہوئے دور تک نئی فورس کے علاقوں میں یلغار کرنے کے بعد اس پر بھرپور وار کریں گے۔" یہاں تک کہنے کے بعد ہارون الرشید کا پھر اسماعیل بن قاسم اپنی جگہ پر اٹھا اور ہارون الرشید کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

"امیر المومنین میرے لئے یہ ایک بہت بڑی سعادت ہے کہ آپ مجھے بلغاریوں پر ضرب لگانے کی مہم سونپ رہے ہیں امیر المومنین اگر آپ برائے نامیں تو اس موقع پر میں آپ سے یہ گزارش کروں گا۔" ہارون الرشید مسکرایا اور کہنے لگا۔

"ابن قاسم تم میرے لشکر میں صرف سالار ہی نہیں بلکہ تمہاری حیثیت بیٹے جیسی ہے دیکھو تمہیں کچھ کہنے کے لئے مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے مکمل کر کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔" جواب میں اسماعیل بن قاسم نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"امیر المومنین! آپ نے اپنی گفتگو کے دوران انکشاف کیا کہ یزید بن عبدہ اس مہم میں ایک نائب کی حیثیت سے میرے ساتھ ہو گا کیا ایسا ممکن نہیں کہ جو لشکر گھات میں بیٹھے بلغاریوں پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ ہو گا اس کی کمان داری یزید بن عبدہ کو سونپ دی جائے امیر المومنین یہ میرے مجھ سے بڑا ہے اور پھر جنگوں میں اس کا تجربہ بھی مجھ سے نہیں

زیادہ ہے۔ امیر المومنین یزید بن عبد اللہ کا تجربہ اور اس کی عمر کو دیکھتے ہوئے آپ اسے اس لشکر کا سالار بنائیں اور مجھے اس کے نائب کی حیثیت سے اس کے ساتھ کر دیں تو یہ میرے لیے ایک بہت بڑی سعادت ہوگی۔" جب تک اسماعیل بن قاسم بول رہا ہارون الرشید مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی یزید بن عبد اللہ اپنی جگہ سے اٹھا اور ہارون الرشید کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"امیر المومنین اسماعیل بن قاسم کی اس تجویز سے قطعی اتفاق نہیں کرتا امیر المومنین لشکر کا سالار وہی اچھا جو عقل کی عمارت پر بیٹھ کر روشنی تہذیب کو مسکراتے لگوں میں تبدیل کر دے کمان دار وہی اچھا جو جسم کی برسات جبر کے موسموں صحرائوں کی وحشت میں گمراہوں کو دریاؤں کی طغیانوں کو اپنے دل کی گہرائیوں میں اٹھنے اٹھانے کی طرح اپنی گرفت میں کر لے جو وحشت قلب کی دل نگاری کو اپنی مٹھی میں بند کر کے اپنا تابع فرمان کرے امیر المومنین یہ کام اسماعیل بن قاسم مجھ سے بہتر کر سکتا ہے۔ امیر المومنین سالار وہی اچھا جو عقلت شب کے ہانی اور ہوس کے پرستاروں کے خلاف خزاں کے بختے دف غم کی یلغار اور آندھروں سے نکلے نصیب کی طرح حرکت میں آتے ہوئے ان پر موت کا سکوت دوام طاری کر دے۔"

امیر المومنین سالار وہی اچھا جو دشمن کے رو بہد ہو تو اپنے اندر کی فنی سرکاری سے دشمن کے الم کے سارے ہادوں کو بے برہم زخموں میں تبدیل کرے بربادی کی طغامت بن کر اپنے دشمن کو مطلق کے غبار کی طرح اڑا کر رکھ دے۔ امیر المومنین یہ کام بھی ابن قاسم مجھ سے بہتر انداز میں کر سکتا ہے لہذا میں آپ سے التماس اور گزارش کروں گا کہ جو لشکر گھات میں بیٹھے بلغاریوں پر حملہ آور ہونے کے لئے مقرر کیا جائے اس کا سالار اسماعیل بن قاسم کو مقرر کیا جائے اور مجھے اس کے نائب کی حیثیت سے اس کے ساتھ رکھا جائے۔

امیر المومنین جہاں تک عمر بڑی ہونے کا تعلق ہے تو ہمارے لشکر میں کئی ایسے لشکر ہوتے ہیں جو عمر میں ہم سے کافی بڑے ہوتے ہیں لیکن وہ بڑے غلوں اور بڑی خوشی کے ساتھ ایک عام اور گمراہ لشکر کی حیثیت سے لشکر میں اپنی بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

جہاں تک تجربے کا تعلق ہے تو میں ابن قاسم کی اس تجویز سے بھی اتفاق نہیں کرتا اس کا تجربہ بھی مجھ سے زیادہ ہے مجھ سے زیادہ جنگوں میں یہ حصہ لے چکا ہے بڑے لشکروں کی کمان داری کر چکا ہے اور پھر اس نے جو آرمینیا میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے امیر المومنین ان کارناموں کے سامنے تو میری زندگی کا سارا ہی عسکری خزانہ بچ اور کم تر ہو کر رہ

جاتا ہے ان سب عوامل کو سامنے رکھتے ہوئے میں آپ سے غلوں نیت سے التجا کروں گا کہ لشکر کا سالار اسماعیل بن قاسم اور مجھے اس کا نائب مقرر کیا جائے۔ رہا سوال عمر اور تجربے کا تو اس کی اہمیت زیادہ نہیں ہے۔ ایک خاتون کی پکار پر ایک سترہ سالہ لڑکے ابن قاسم نے ہندوستان سرزمینوں کو اوجھڑ کر رکھ دیا تھا۔ حالانکہ اس کے ماتحت سالار عمر میں اس سے بڑے تھے۔" یزید بن عبد اللہ جب خاموش ہوا جب کچھ دیر تک ہارون الرشید مسکراتا رہا سوچتا رہا پھر اپنے دیگر سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"عزیزان من جو جنگو اسماعیل بن قاسم اور یزید بن عبد اللہ کے درمیان ہوئی ہے اس سے میرا دل بے حد خوش ہوا ہے اور مجھے ایک ذہنی اور قلبی سکون ملا ہے کہ میرے سالاروں میں اتنا جذبہ اور اتنی بڑی قربانی دینے کا حوصلہ ہے کہ وہ اتنے بڑے درجے کے لئے اپنے ساتھیوں کے حق میں دست بردار ہو سکتے ہیں عزیزو بلغاریوں کے طریقہ جنگ سے تم بھی واقف ہو میں تم سے بھی مشورہ کرتا ہوں کہ تم سب کیا چاہو گے کہ سالار مقرر کیا جائے۔" جواب میں تقریباً سارے ہی سالاروں نے جب اسماعیل بن قاسم کے لئے اپنی رائے کا اظہار کیا تب ہارون الرشید اسماعیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"ابن قاسم میں نے جوتہارے حق میں فیصلہ دیا تھا وہ درست ہی تھا اب یزید بن عبد اللہ جہارے حق میں دست بردار ہو چکا ہے تم اسے سالار مقرر کرنا چاہتے تھے اس کے بعد تم نے اپنے ساتھی سالار کو بھی دیکھا کہ اس ہم کے لئے وہ جوتہیں ہی مناسب سمجھتے ہیں۔ لہذا اس لشکر کا سالار اسماعیل بن عبد اللہ ہو گے یزید بن عبد اللہ ایک نائب کی حیثیت سے جہارے ساتھ ہو گا۔" یہاں تک کہنے کے بعد ہارون الرشید لہجہ بھر کے لئے رکا کچھ سوچا پھر وہ اپنے سارے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے دوبارہ کہہ رہا تھا۔

"لشکر یہاں سے تھوڑی دیر تک کوچ کرے گا سارا لشکر ایک ساتھ یہاں سے پڑاؤ قائم کر کے واپسی کے سفر پر روانہ ہو گا راستے میں آدمی رات کے قریب ابن قاسم اور یزید بن عبد اللہ اپنے حصے کے لشکر کو لے کر اس سمت روانہ ہوں گے جہاں بلغاریوں نے گھات لگا رکھا ہے جو خبر ان سے متعلق تفصیل لے کے آئے ہیں وہ ان کی راہنمائی کریں گے۔ علیحدہ ہونے سے پہلے ہی فورس کے علاقوں میں دور دور تک یلغار اور ترسنازی کی جائے گی۔"

میرے عزیزو! ایک بات یاد رکھنا جو بلغاری گھات میں بیٹھے ہیں ان کا مقصد یہی ہے کہ جب ہماری فوجیں اور بلغاریوں کے خاقان سے جنگ شروع ہوگی تو کسی مناسب موقع پر وہ اپنی گھات سے نکل کر ہمارے لشکر پر ضرب لگائیں گے اور فوجوں کے لئے

حمزہ لشکر نے دریائے فرات کے کنارے سے واپسی کا سفر شروع کیا تھا واپسی شروع کرنے سے پہلے اسلیم بن قاسم نے ان مجرموں سے رابطہ قائم کیا تھا جنہوں نے گھات لگائے بلخاری لشکر کی طرف اس کی راہنمائی کرنی تھی اور اس بلخاری لشکر کے مکمل حمل وقوع اور ان کے آس پاس کے علاقے کی کیفیت کو اس نے پوری طرح جان لیا تھا اس کے بعد دشمن کے علاقوں میں ترکانہ شروع ہوئی تھی۔

ایک روز آدمی رات تک پورے لشکر نے حمزہ وہ کر سفر کیا اس کے بعد ہارون الرشید اپنے دیگر سالاروں کے ساتھ لشکر کا بڑا حصہ لے کر اس طرف بڑھا جہاں نسی فورس اور بلخاریوں کا خاقان اپنے حمزہ لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھے جبکہ اسلیم بن قاسم اور یزید بن عتبہ رات کو گہری تاریکی میں گھات لگانے والے بلخاری لشکر کا رخ کر رہے تھے۔ اسلیم بن قاسم اور یزید بن عتبہ نے بڑی راز داری کے ساتھ سفر جاری رکھا چونکہ انہوں نے ان بلخاریوں پر حملہ آور ہونا تھا جنہوں نے گھات لگا رکھی تھی اور گھات لگانے کا مقصد اور مدعا یہ تھا کہ جس وقت نسی فورس اور بلخاریوں کے خاقان کی مسلمان لشکریوں کے ساتھ جنگ کی ابتدا ہو جائے گی تو وہ کوئی مناسب موقعہ جان کر اچانک کسی سمت سے نمودار ہوں گے اور مسلمانوں کے لشکر بھی اس طرف سے ضرب لگاتے ہوئے نسی فورس کی فتح اور مسلمانوں کی شکست کو یقینی بنانے کی کوشش کریں گے۔

سفر چونکہ رات کے وقت کیا جاتا دن کا حصہ کہیں گھات میں گزار دیا جاتا اس طرح ایک روز مشاء کے بعد ایک جگہ اسلیم بن قاسم نے اپنے لشکر کو روک دیا اس موقعہ پر اسے مخاطب کرتے ہوئے یزید بن عتبہ کچھ پوچھتا چاہتا تھا کہ اسلیم بن قاسم نے اپنے ساتھ سفر کرنے والے مجرموں کو مخاطب کیا اور ان سے پوچھا۔

”میرے عزیزو! اب یہ بتاؤ کہ بلخاریوں کا لشکر یہاں سے لگ بھگ کتنی دور ہو گا تمہاری راہنمائی میں یہاں تک تو ہم پہنچ چکے ہیں لیکن ان پر ضرب لگانے سے پہلے میں کوئی فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔“ اس پر راہنماؤں نے آپس میں صلاح مشورہ بھی کیا پھر ایک ان کی

فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن خداوند نے چاہا تو ہم انہیں ایسا کوئی موقعہ نہیں دیں گے۔ رات کی گہری تاریکی میں جب اسلیم بن قاسم اپنے لشکر کو لے کر علیحدہ ہو جائے گا تو ہائی لشکر کو لے کر میں اور دوسرے سارے سالار نسی فورس کا رخ کریں گے اور نسی فورس کے سامنے پڑاؤ کریں گے اگر نسی فورس فوراً جنگ کی ابتدا کرنا چاہے تو ہم اس کا مقابلہ کریں گے اور اگر وہ پڑاؤ کئے رہے اور ہمارے رد عمل کا انتظار کرے تو ہم اس وقت تک خاموش رہیں گے جب تک گھات لگا کر بیٹھنے والے بلخاریوں کا خاتمہ کرنے کے بعد اسلیم بن قاسم اور یزید بن عتبہ اپنے لشکر کو لے کر ہم سے نہیں آتے جب وہ ہم سے آئیں گے تو ہم جنگ کی ابتدا کرنے میں دیر نہیں لگائیں گے۔“

ہارون الرشید کی تجویز سے سارے سالاروں نے اتفاق کیا تھا پھر وہ اجلاس ختم کر دیا گیا تھوڑی دیر بعد لشکر نے واپسی کا سفر شروع کر دیا تھا۔



رات کے وقت ان علاقوں کی طرف ہم نے پیش قدمی کی ہے لہذا مجھے امید ہے کہ بلغاری ہاری آمد سے آگاہ نہیں ہوں گے۔

جب وہ پوری طرح میری طرف نہیں گئے جہاں کارروائی کرنے کیلئے حملہ آور ہوں گے تو اپنے مجبوروں کی راہنمائی میں ایک پہلو سے کوہستانی سلسلے کے اندر داخل ہونے والے راستے سے اس میدان میں گھسنا جہاں بلغاریوں نے گھات لگا رکھی ہے۔

میرے عزیز بھائی! جب تم کوہستانی سلسلے کے دیرانے میں داخل ہو گے تو چہارے مانے جو صورت حال ہوگی وہ کچھ اس طرح کہ دشمن کی پشت چہاری جانب ہوگی اس لیے کہ دشمن پوری طرح سٹ کر جھ پے حملہ آور ہو چکے ہوں گے یا میری طرف حراست کرنے کی کوشش کر رہے ہوں گے ایسی صورت میں اگر تم پشت کی جانب سے پوری طاقت اور قوت کے ساتھ حملہ آور ہو گے تو اس کے دو نتائج ہمارے حق میں بھر ہوں گے۔

پہلا یہ کہ جہاں بلغاریوں کا زور کم ہو جائے گا اور میں پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ ان پر حملہ آور ہو کر انہیں اپنی ضروریوں کا نشانہ بناؤں گا۔ دوسرا یہ کہ بلغاری یہ محسوس کریں گے کہ مسلمانوں کے کسی لشکر ان پر حملہ آور ہونے کے لئے ان علاقوں میں پہنچ چکے ہیں لہذا ایک طرح سے ان میں بددلی اور بدحواسی پھیلے گی اور اس سے ہم پر اپنا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔ یہاں تک کہ ان کے بعد اسماعیل بن قاسم خاموش رہا پھر وہ دوبارہ یزید بن عبد اللہ کو مقابلہ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”ابن عبد اللہ میرے بھائی! جب ہمارے دو طرفہ حملوں سے دشمن اپنے اندر شکست و ریخت محسوس کرے گا جب وہ ہو جائے گا اور رات کی گہری تاریکی میں شب خون اسی طرح جاری رہا تو ان کی تعداد بڑی تیزی سے کم ہو جائے گی تو یاد رکھنا وہ بھاگ کر اپنے دوسرے لشکر سے جاننے کی کوشش کرے گا اب بھائی کے لئے وہ تیسرا راستہ اختیار کرے گا جس طرف کسی خورس ان کے خاقان نے پڑاؤ کیا ہوا ہے اس لئے کسی خورس اور خاقان کا پڑاؤ اس جگہ سے جہاں بلغاریوں نے گھات لگا رکھی ہے لگ بھگ دو میل کے فاصلے پر ہوگا اب جب بلغاری ہمارے شب خون سے شکست خوردہ ہو کر بھاگیں گے تو اس دو میل کے راستے میں ہم نے پوری طاقت اور قوت سے ان کا تعاقب کرنا ہے اور ان کی تعداد کم کرنے کے لئے اپنا پورا زور صرف کر دینا ہے چونکہ اس موقع پر ہمارے مجبور ہاری راہنمائی کر رہے ہوں گے لہذا جب وہ بتائیں گے کہ دشمن کے بڑے حصے کا پڑاؤ قریب آگیا ہے تب ہم علیحدہ ہوں گے اور دائیں جانب سے ہوتے ہوئے امیر المومنین سے جا ملیں گے میرے بھائی یہ

لشکر کی کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”امیر ابن قاسم وہ جگہ یا یوں کہیں، وہ کوہستانی سلسلہ جہاں بلغاری لشکر نے گھات لگا رکھی ہے یہاں سے دو فرلانگ سے زیادہ نہیں ہوگا۔“ مجر جب خاموش ہوا تب کچھ دیر خاموش رہ کر اسماعیل بن قاسم سوچتا رہا پھر رات کی گہری تاریکی میں یزید بن عبد اللہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”ابن عبد اللہ میرے محترم بھائی دشمن سے غفلت کے لئے میرے ذہن میں ایک طریقہ کار ہے اس موقع پر میرے بھائی تم دشمن پر ضرب لگانے کا اگر کوئی طریقہ اپنے ذہن میں رکھتے ہو تو کہو اس پر عمل کیا جائے اس لیے کہ.....“ اسماعیل بن قاسم اپنی بات مکمل نہ کر سکا اس لیے جگ میں یزید بن عبد اللہ بول پڑا اور کہنے لگا۔

”ابن قاسم میرے عزیز بھائی تم میری عزت کرتے ہو اور میرا احترام کرتے ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی میرے لیے ایک سعادت ہے اس کے لئے میں تمہارا شکر گزار اور ممنون ہوں لیکن میرے بھائی یہ بات اپنے ذہن میں رکھنا کہ میں تمہارا نائب ہوں آخری فیصلہ تم نے کرنا ہے اگر تمہارے ذہن میں کوئی لائحہ عمل ہے تو میرے بھائی وہ کہو اگر میں نے دیکھا کہ میں اس میں کوئی بہتر اضافہ کر سکا ہوں تو ضرور بولوں گا۔“ اسماعیل بن قاسم نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

”ابن عبد اللہ میرے بھائی! مجبوروں نے بتایا کہ جس کوہستانی سلسلے کے اندر بلغاریوں نے پڑاؤ کر رکھا ہے وہاں سے تین راستے نکلے ہیں ایک بڑی شاہراہ والا راستہ ہے جس سے وہ نکل کر ہمارے لشکر پر ضرب لگانے کا ارادہ رکھتے ہیں ہم نے اس سمت کا رخ نہیں کرنا اس لئے کہ اس سمت کے بالکل سامنے کسی فورس اور بلغاریوں کا خاقان پڑاؤ کئے ہوئے ہوں گے ہائی دو راستے جو ہیں مجبوروں کے مطابق ایک پشت کی طرف سے اس جگہ داخل ہوتا ہے اور ایک پہلو کی طرف سے، عزیز بھائی میں چاہتا ہوں کہ لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر لیں آدھا تمہارے پاس آدھا میرے پاس میں اپنے حصے کے لشکر کو لے کر پشت کی جانب سے داخل ہونے والے راستے کا رخ کروں گا اور وہاں سے میں حملہ آور ہونے کی ابتدا کروں گا۔“

جب میں بلغاریوں پر حملہ آور ہوں گا تو اس کا ایک ہی نتیجہ نکلے گا وہ یہ کہ بلغاری سارے کے سارے سٹ کے میری طرف بڑھیں گے چونکہ ہم امیر المومنین کے لشکر سے آدھی رات کے وقت علیحدہ ہوئے تھے اور دن کے وقت ہم سڑ نہیں کرتے رہے صرف

آج نے دیکھا اسٹیل بن قاسم دیکھتے ہی دیکھتے بڑی برق رفتاری سے بلغاریوں پر بھڑے
موسوں کی زمینوں سے نکل کر اپنی تھنیر کی تحریریں تلاش کرتے طوقانوں تعبیر کی ساری
زمین بے کنار مہتاب خواہشوں ذات کی اندرونی دنیا کی ساری سطحوں احساسات و جذبات
کی ساری باتوں تک کو خندوش و خست آواز میں تبدیل کر دینے والے نئے اعزاز کونفوس کاری
کی طرح حلقہ آور ہوا تھا۔

بلغاریوں کا وہ حصہ جو جاگ رہا تھا اس نے بھی فوری کارروائی کی اور وہ بھی رد عمل کے
طور پر اسٹیل کے لشکر پر درندگی سفاکی و دشت و ستم آرائی بستیاں ویران شہر کنڈر کر دینے
والے لالہ انتہا جور افیاد اور ویرانیاں پھیلاتے گرداب کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

اتنی دیر تک بلغاریوں کے لشکر کا وہ حصہ جو سو رہا تھا آرام کر رہا تھا وہ بھی جاگ اٹھا
انہوں نے بھی اپنے آپ کو مسلح کرتے ہوئے اسٹیل بن قاسم پر حملہ آور ہونے کی ابتدا کر
دی تھی یوں کوہستانی سلسلے کے اندر موت کا شور دوام برہادیوں کی علامتیں چینی چلاتی قضا
آجی سائے اور خوف کی اڑتی آندھیوں کے علاوہ دشت پھیلاتی بے کنار گونجیں اٹھ کھڑی
ہوئی تھیں۔

جس وقت بلغاریوں کا پورا لشکر بری طرح اسٹیل بن قاسم سے مصروف پیکار تھا اور ان
کی پشت بڑبڑ بن عہد کی طرف تھی تب بڑبڑ بن عہد نے اپنے کام کی ابتدا کی اپنے حصے
کے لشکر کے ساتھ وہ حرکت میں آیا اور بلغاریوں کی پشت پر نمودار ہوتے ہوئے نفس کی
ذلت و پستی کا باعث بنی اندھیری راتوں کی پرچھائیں موجوں کے ظالم اضطراب کے جوش
خواہشوں سے بھرپور سانسوں اور تھنوں کی شیشہ گری کو مسمار کرتی وحشی ہواؤں کے قص
سے دامد کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

کوہستانوں سے گھری ان وادیوں کے اندر اب برہند شیطانی قہقہے اٹھ کھڑے ہوئے
تھے زہر آگئی سکتے لمبے برسوں کا اٹھے تھے مرگ کی آگ کے سلاب میں اجالوں کی نیت لبو
لہو آوازوں کی دیواریں خون آلود اور انسانیت کی دھوپ کی مانند ہونے لگی تھیں۔

کچھ دیر تک ہولناک جنگ ہوتی رہی بلغاریوں نے فوری کارروائی کرتے ہوئے لشکر
کے پشتی حصے کو بڑبڑ بن عہد سے مصروف کار کر دیا تھا باقی لشکر اسٹیل کے سامنے ہی جا
ہا۔ لیکن آہستہ آہستہ اسٹیل ایک صف سے دوسری صف دوسری سے تیسری صف میں جست
نیز کرتے ہوئے ان کی تعداد بڑی تیزی سے کم کرتا چلا جا رہا تھا۔

بلغاریوں نے بھی اعزازہ لگایا تھا کہ اسٹیل بن قاسم ان کی صفوں کی صفوں کو ادھیڑتا چلا

میرا طریقہ کار ہے یہی تجویز اس وقت میرے ذہن میں ہے اس میں اگر کوئی تبدیلی کرے
چاہو تو میرے بھائی میں سمجھتا ہوں میں اسے تمہاری طرف سے اپنے لیے راہنمائی خیال
کروں گا۔“ اسٹیل بن قاسم جب خاموش ہوا تب رات کی گہری تاریکی میں بڑبڑ بن عہد
مسکرایا اور کہنے لگا۔

”ابن قاسم میرے بھائی نہ میں اس میں کوئی ترسیم کرنا چاہتا ہوں اور نہ تبدیلی جو طریقہ
کار تم نے وضع کیا ہے یوں جانو یہ میرے لیے بالکل آخری انتہائی مناسب اور معمری
اصولوں کے مین لائن ہے اس موضوع پر اب جانو کہ میں کچھ بھی نہیں کہنا چاہتا۔“ بڑبڑ بن
عہد کے اس جواب سے اسٹیل بن قاسم خوش اور مطمئن ہو گیا تھا اور وہیں انہوں نے اپنے
لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور اپنے تجربوں کی راہنمائی میں دونوں کوہستانی سلسلے کے ان
مختلف دونوں کی طرف بڑھے جن کے ذریعے وہ کوہستانی سلسلے میں داخل ہو کر دشمن پر شب
خون مارنے کا سلسلہ شروع کر سکتے تھے۔

رات شاہراہوں اور راستوں پر مکالوں اور بازاروں میں گھیسوں اور کوچوں میں اپنی
خواہشوں کی گھڑی اٹھائے بھاگتی چلی جا رہی تھی گہری فیند نے جسم و روح کی جدائی کا ایک
تماشہ کھڑا کر رکھا تھا خاموشیاں قضا کی رقاہد آکھوں میں قص کرنے لگی تھیں وقت مسکراتے
ہوئے رونما ہونے والے حالات کا جائزہ لے رہا تھا فضاؤں کے اندر پیاس و خوف کو اٹا
الیت بنانے والے اندیشے تاکہ جھانک کرنے لگے تھے موت و مرگ کے شہر لمبے نک و
تکب کو زندگی کا نصاب اور خونی تعبیریں زیت کو اپنا دف بنانے لگی تھیں۔

بڑبڑ بن عہد کوہستانی سلسلے کے اس درے کے قریب آن کا تھا جس کے اندر داخل ہو
کر اس نے اسٹیل بن قاسم کے حملہ آور ہونے کے بعد دشمن کے لشکر کی پشت پر ضرب
لگانے کی ابتدا کرنی تھی۔

جبکہ اسٹیل کوہستانی سلسلے کے اس شرقی درے کی طرف گیا تھا جس میں سے ہونے
ہوئے اس نے اپنے شب خون کی ابتدا کرنی تھی۔

وہ ایک وسیع و کھلی وادی تھی جس کے اندر بلغاریوں نے پڑاؤ کر رکھا تھا بلغاری بڑے
تھکا تھے ان کے لشکر کا ایک حصہ آرام کر رہا تھا دوسرا گہری نیند سویا ہوا تھا جاگنے والا حصہ
بالکل مستعد اور چوکنا تھا ایسے میں اسٹیل اپنی کارروائی کی ابتدا کر چکا تھا۔

شب خون مارنے کے لئے وہ شرقی درے سے کوہستانی سلسلوں میں داخل ہوا پھر بڑی
تیزی سے اس کوہستانی وادی میں داخل ہوا جہاں بلغاریوں نے پڑاؤ کر رکھا تھا پھر وقت کی

اسٹیل اور یزید بن عسہ نے بلغاریوں کا تعاقب ترک کر کے اپنے لشکر کا رخ کر لیا تھا۔ اپنے لشکر کو ایک طرف استوار کرنے کے بعد اسٹیل بن قاسم اور یزید بن عسہ دونوں اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے اس جگہ آئے جہاں ہارون الرشید اپنے سالاروں کے ساتھ اپنے پڑاؤ کا جائزہ لے رہا تھا جب دونوں قریب آئے تو ہارون الرشید مسکراتے ہوئے دونوں سے مل کر ہوا پھر دونوں کا ہاری ہاری شانہ چہنچہاتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں تم دونوں کی کارگزاری اس وقت ہی دیکھ چکا تھا جب بلغاری قبیلہ آگے آگے بھاگتے ہوئے اس میدان کا رخ کر رہے تھے تم دونوں نے ان کے گھات میں بیٹھنے والے لشکر پر ضرب لگا کر ایک طرح سے روٹوں اور بلغاریوں کے اندر کم ہوشی اور بددی کے اثرات کھڑے کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے اس کے لئے میں تم دونوں کو مبارک دیتا ہوں تمہاری جرات مندی تمہاری شجاعت کو سلام کرتا ہوں۔ گھات میں بیٹھنے والے لشکر کو نقصان پہنچانے کے باعث بلغاریوں کے جذبے پہلے کی نسبت سرد پڑیں گے وہ اپنے آپ کو بڑا خوشنور بنے شجاع خیال کرتے ہیں لیکن آج اس جنگ میں ہم انہیں بتا دیں گے کہ ان کی قدر شجاع اور کس قدر دلیر ہیں۔ ابن قاسم میرے عزیز بیٹے میں لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کرنے لگا ہوں۔

ایک میرے پاس رہے گا دوسرا تمہاری کمان داری میں کام کرے گا لشکر کا دایاں حصہ تمہارے سپرد ہوگا۔ دو چھوٹے سالار تمہارے نائب ہوں گے لشکر کا بائیں حصہ یزید بن عسہ سنبالے گا اور تمہاری طرح اس کے تحت بھی دو چھوٹے سالار دیئے جائیں گے اب تم باہم مل کر ملے کر لو کہ کس کس کو تم اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہو اس کے بعد میں لشکر کی تفصیل دیتا اور استوار کرنے لگا ہوں اور تم دیکھتے ہو کہ سارے روٹوں اور بلغاریوں کے لشکر کے اندر ایک الجھلی سی برپا ہے۔

جو بلغاری تم دونوں سے شکست خوردہ ہو کر ان سے آن ملے ہیں یاد رکھنا یہ بلغاری اور ان کے جذبات میں آ کر ان کا ہم سے انتقام لینے کی کوشش کریں گے اور میرے خداوند کو شکر ہوا تو اس کوشش میں ہم ان کو نیست و نابود کر کے رکھیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد ہارون الرشید لمبہ بھر کے لئے رکا پھر اپنے سارے سالاروں کو قافلہ کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”لشکر کا وہ حصہ جو پڑاؤ کی حفاظت کرے گا اس کو میں نے پہلے ہی علیحدہ کر دیا ہے اب پڑاؤ میں باقی کر اپنے فرانس سنبال چکا ہے اب تم لوگ اپنے اپنے باتوں کو اپنے ساتھ

جا رہا ہے اور بڑی تیزی سے ان کی تعداد کم ہوتی چلی جا رہی ہے اس بنا پر یزید بن عسہ کے سامنے سے کچھ لشکریوں کو ہٹا کر بڑی تیزی سے اسٹیل کی طرف منتقل کرتے چلے جا رہے تھے جس کا نقصان انہیں یہ ہوا کہ یزید بن عسہ پر ان کا دباؤ کم ہو گیا اور اس نے ان کی صفوں کے اندر گھس کر تیزی اور بربادی کا مکمل شروع کر دیا تھا۔

اب کوہستانی سلسلے کی گہری وادی کے اندر بلغاریوں کی حالت بڑی تیزی سے جو رولم کی کئی زنجیروں ہو سکتے جنگل اور گونگی منطق میں سرگرداں مقتدر کی محسوس، ستم و اقبال میں پھنسے تصورات کے گرداب اور روتی خزاں روتوں سے بھی زیادہ اتر ہونا شروع ہو چکی تھی۔

دوسری جانب اسٹیل بن قاسم یزید بن عسہ اور ان کے لشکریوں نے امداد نہ لگایا تھا کہ ان کے مقابلے میں بلغاریوں کی تعداد بڑی تیزی سے کم ہو رہی ہے اور وہ افراتفری کے علاوہ آہستہ آہستہ بد نظمی کا بھی شکار ہوتے جا رہے ہیں لہذا انہوں نے اپنے حلوں میں مزید جارحیت اور تیزی پیدا کر دی اور پھر اسٹیل بن قاسم اور یزید بن عسہ کے بار بار بحیریں بلند کرنے کے جواب میں مسلمان مجاہدین بلغاریوں پر زمان و مکان سے ماوراء، چنگیزی برہنہ بجلیوں جیسوں کی دہلیزوں پر موت کی دستک دیتے مشیت کے جزا و سزا کے عناصر ادا کرتی شعلے برساتے طوفانی عفریت کی طرح ٹوٹ رہے تھے۔

اب مشرق کی طرف سے روشنی پھوٹ پڑی تھی پھر آہستہ آہستہ سورج کا آدھا چہرہ مشرق سے نمودار ہوا اور اس کی سرخ کرنیں زمین اور دھرتی کا سینہ چومنے لگی تھیں روشنی میں بلغاریوں نے دیکھا کہ ان کے لشکر کا آدمے سے زیادہ حصہ کٹ چکا تھا میدان جنگ میں ان کی لاشوں کے انبار لگے ہوئے تھے اور مسلمان لشکری دو طرف سے ان پر حملہ آور ہو کر ان کے لشکر کے وسطی حصے کی طرف بڑی تیزی سے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔

یہ صورتحال بلغاریوں کے لئے انتہا درجہ کی ہولناک ثابت ہوئی لہذا ان کے سالار نے مشورہ کیا اور پھر میدان جنگ چھوڑ کر وہ بھاگ کھڑے ہوئے اسٹیل بن قاسم اور یزید بن عسہ نے جیسا کہ پہلے طے کیا ہوا تھا کہ پوری طاقت اور پوت سے تعاقب کرنا ہے لہذا وہ بلغاریوں کے پیچھے لگ گئے تھے۔

کوئی ڈیڑھ میل تک ہولناک تعاقب جاری رہا اس دوران بلغاری مزید کم ہو گئے تھے پھر اسٹیل بن قاسم اور یزید بن عسہ نے بلغاریوں کا تعاقب ترک کر دیا اس لیے کہ آگے اب دشمن کا پڑاؤ تھا اور انہوں نے دیکھا کہ دشمن پڑاؤ کے سامنے بالکل نزدیک ہی طغیان ہارون الرشید اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کے ہوئے تھا لہذا بائیں جانب سے کاوا کاٹنے ہوئے

تیزی سے رومنوں اور بلغاریوں کو اپنی جرات مندی کا غلام اپنی شجاعت کا اسیر، اپنی نسل بیکینی کا کار اپنے ذوق میلان کا حرف اپنی سپاہگراںہ قابلیت کا نشانہ اور انوکھی اور عجیب تہن ریزی اور شرابیگری کا تختہ مشق بنانے لگے تھے۔

فرزند ان توحید بے غرض و جفاکش اور مجاہدین جلیل بن کر عجیب بلند ہمتی اور انوکھے سکر و خود فراموشی میں بڑی تیزی کے ساتھ رومنوں اور بلغاریوں پر زوال و فنا طاری کرنے لگے تھے۔ وہ مگر آلود و سمندر کے عیش رازداروں کے ترجمان بن کر غیر مرئی پروں کی سرسراہٹ کی طرح دشمنوں پر چھاتے جا رہے تھے ساتھ ہی ساتھ وہ رعد سے مشابہہ آتش فشاں کے چھپنے کی آوازوں جیسی تجسیریں بلند کرتے ہوئے گویا نغمہ عبودیت الاپتے چلے جا رہے تھے اور ان کی ان تجسیروں ان کے ان جفاکش حملوں کے باعث میدان جنگ میں ایک عجیب سا ساں رہا ہو گیا تھا۔

اپنے آپ کو وحشی خون خوار قروں کے کالے لہجوں جیسا بہادر اپنے آپ کو زندگی کے قفس میں بند موت کے مناظر جیسا بہادر اور دلیر سمجھنے والے بلغاری مجاہدین کے حملوں کے سامنے کرناک بیداری میں اپنے آپ کو پت جھڑکی رتوں و جل میں غمری روشنی و مکی اور ادبار کی لامتناہی پر چھاتیوں کے تکار جیسا محسوس کر رہے تھے جبکہ بستیوں کو دیر ان آبادیوں کو دھواں دھواں کرنے والے رومن اپنے آپ کو اس کا رومان کی طرح محسوس کر رہے تھے جس کا آغاز دریں آئینہ جس کا انجام ہجرت خیر ہونا شروع ہو گیا ہو۔

رومنوں اور بلغاریوں نے کئی بار آپس میں صلاح و مشورہ کرنے کے بعد اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ حملہ آور ہوتے ہوئے مسلمانوں کو پیچھے دھکیلنے کی کوشش کی لیکن ان کی ہر کوشش ناکام رہی اس لیے کہ جوابی کارروائی کرتے ہوئے مسلمان لشکر کی صحرا کے سرگرداں مجلوں سمندر تک کو لڑوہ دینے والے بھونپال کے جھکڑوں اور عقیق کی عظمت سے اٹھنے والے جاہد و قاہر دل آشوب مناظر کی طرح جوابی کارروائی کرتے ہوئے ان کی صفیں ٹکی صفیں اٹھنے اور اور جھڑنا شروع کر چکے تھے۔

اپنے لشکر کی تعداد بڑی تیزی سے کم ہوتے دیکھ کر رومنوں اور بلغاریوں دونوں کو اپنی ہترین شکست اپنے سامنے دکھائی دینے لگی تھی پھر پسا ہو کر دونوں قوتیں بھاگ کھڑی ہوئیں۔ لیکن ان دونوں کی بدبختی کے بھاگنے سے پہلے انہوں نے یہ طے نہ کیا تھا کہ کس سمت بھاگنا ہے۔

کس جہت کا رخ کرنا ہے جہاں تک رومنوں کا تعلق تھا تو انہیں ان کا شہنشاہ ٹی فورس

رکھنے کے بعد اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر دو۔ "اس کے ساتھ ہی سارے سالار حرکت میں آئے چھوٹے سالاروں کو باہم تقسیم کیا گیا اس کے بعد رومنوں اور بلغاریوں کے سامنے مسلمانوں کے لشکر کے تینوں حصے اپنی صفیں درست اور استوار کرنے لگے تھے۔

دوسری جانب رومنوں اور بلغاریوں کے اندر بھی ہیبت ناک طبل بجا اٹھے تھے وہ تعداد میں مسلمانوں سے زیادہ تھے اس لیے کہ دونوں اقوام کے اتحاد سے ان کی حدودی فوقیت ہو گئی تھی کچھ دیر طبل بجتے رہے رومن اور بلغاری اپنی صفیں درست کرتے رہے اس کے بعد جنگ کی ابتدا رومنوں اور بلغاریوں نے کی۔

رومن اور بلغاری اندھیری راتوں کی تاریکی اور اندھی گناہ وادوں میں میٹک ریزوں کی طرح نزول کرتے ظلم و کرب کی خوشنواں داستانوں ہیبت ناک راتوں کے سناٹوں میں ظلم و ستم کی یورش۔ کرب و الم کی یلغار اور ہوس کے شیاطین کی طرح حملہ آور ہوئے تھے۔

ہارون الرشید اور اس کے سارے سالاروں نے شروع میں جارحیت اختیار نہیں کی بلکہ انہوں نے ارادوں کو سلب جسموں کو ریزہ ریزہ اور روجوں کو ٹکٹ ٹکٹ کر دیئے والی حر آفرین قوت رکھنے والی انوکھی پر اسرار طاقت کی طرح رومنوں اور بلغاریوں کے حملوں کو روکا تھا نا کا آچل پھیلانے غیر فانی جذبوں نفرت کے طوفان عناد کی آگ اور سرکش آندھجوں کی طرح رومنوں اور بلغاریوں کے سامنے جتے ہوئے انہیں اپنے لشکر کے اندر آگے نہ بڑھنے دیا تھا۔

کچھ دیر ایسا ہی ساں رہا رومن اور بلغاری بڑھ چڑھ کر حملہ کرتے رہے جبکہ مسلمان مجاہد ہارون الرشید کے اشارے پر صرف حملوں کو روکتے رہے پھر ہارون الرشید نے تجسیریں بلند کیں یہ اس کا اپنے سالاروں اور لشکریوں کو اشارہ تھا کہ اب دفاع کا لبادہ اتار کر رومنوں اور بلغاریوں کے خلاف جارحیت اختیار کرنے کا وقت آ گیا ہے۔

تجسیریں بلند ہوتے ہی خود ہارون الرشید اس کے سارے سالار اور لشکر کی بے وقت و بے نصیب مجرموں و حرام نصیب درامد و فرد مایہ کر دینے والے قدیم رسومات کے پاسپانوں اور کہنہ روایات کے عناصر کی طرح حملہ آور ہونا شروع ہوئے تھے۔ میل وقت اور ہجوم بلامیں وہ آگ و دھن کا کھیل کھیلنے اجل کے دست دراز، لو کے گرم تہ جھوکوں دھرتی، چھاتی کالی رتوں اور غصیب و غضب میں ڈوبی آوازوں کی طرح رومنوں اور بلغاریوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے انہیں ان کے سایوں ان کی پر چھاتیوں سے محروم کرنے لگے تھے۔

آسمان کی آنکھ نضاؤں کی بصارت، زمین کے ذروں نے دیکھا مسلمان لشکر کی بڑی

کے برقیہ شہر کی طرف بھاگا اور پہلی جگہ کی طرح ہر قلعہ شہر میں محصور ہو گیا تھا اس لیے کہ ہر قلعہ شہر کی فسیل بڑے بڑے پتھروں سے بنی ہوئی تھی انتہائی مضبوط اور مستحکم تھی اس کا خیال تھا کہ اس میں رہے ہوئے وہ جگہ کو طول دے کر بچ سکتا ہے جبکہ بلغاری جو بھاری رقوم کے عوض فی فوس کی مدد کے لئے آئے تھے وہ کھلے میدان کی طرف بھاگے اب ان کی بدبختی یہ کہ ہارون الرشید نے اپنے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کیا اور جو لشکر پڑاؤ کی حفاظت پر محصور تھا ان دونوں کو جمع کرنے کے بعد انہیں اپنے پیچھے پیچھے آنے کو کہا جاتی لشکر کے ساتھ اس نے انتہائی چپاکی اور انتہائی طاقت و قوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بلغاریوں کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔

یہ تعاقب دور تک جاری رہا اپنے آپ کو ناقابل تسخیر اور اپنے آپ کو دراز دست خیال کرنے والے بلغاری مسلمان مجاہدین کے آگے بے ضرر بھیڑ بکریوں کی طرح بھاگ رہے تھے جبکہ مسلمان مجاہدین ان کا تعاقب کرتے ہوئے ان کی تعداد کو کم کرتے چلے جا رہے تھے۔

کافی دور تک بلغاریوں کا قتل عام کرنے اور انہیں اپنے لئے بے خطر بنانے کے بعد ہارون الرشید اس کے سالار مڑے پیچھے آنے والا لشکر اور پڑاؤ کا سارا سامان بھی ان کے پاس بچ گیا جب ایسا ہوا تب ہارون الرشید اپنے لشکر کے ساتھ مڑا اور اس نے رومنوں کے شہر ہرقلیہ رخ کیا تھا۔

ہرقلیہ شہر سے باہر پڑاؤ کرنے کے بعد ہارون الرشید اور سارے سالاروں نے جو پہلا کام کیا وہ یہ کہ زنجیوں کی دیکھ بھال کی گئی اس کے بعد لشکر کے کھانے کا اہتمام کیا گیا آنے والی شب کو لشکر یوں کو مکمل آرام اور استراحت کرنے کا موقع فراہم کیا گیا اگلے روز ہارون الرشید نے اپنے خیمے میں اپنے سارے چھوٹے بڑے سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا تھا جب سارے سالار اس کے خیمے میں جمع ہو گئے تب ہارون الرشید نے ایک نظر غائر ان پر ڈالی کچھ سوچا پھر انہیں مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”عزیزان من! یہ ہم سب کی خوش قسمتی ہے کہ ہم نے رومنوں اور بلغاری دونوں کے ساتھ لشکر کو شکست دے کر مار بھاگ دیا ہے اور یہ خداوند قدس کا ہم پر بہت بڑا احسان اس کی ایسی مہربانی ہے جس کا ہم شکر یہ بھی ادا کریں تو ہمیں کر سکتے میرے عزیزو! پہلے بھی ایک بار رومنوں کا بادشاہ فی فوس ہمارے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد ہرقلیہ شہر میں محصور ہوا تھا اور جب اس نے دیکھا کہ ہم نے محاصرے میں سختی پیدا کر دی ہے تو وہ ہمارے ساتھ صلح

کی شرائط طے کرنے پر مجبور ہوا تھا لیکن اس بار میں اس کے خلاف دوسرا طریقہ کار اختیار کروں گا تاکہ یہ بار بار ہمارے خلاف شورش برپا کرنے کی کوشش نہ کرے اور آنے والے دنوں میں مکمل طور پر ہمارا مطیع اور فرمانبردار رہنے کی کوشش کرے۔

یہاں میں تم پر یہ بھی واضح کر دوں کہ ہرقلیہ شہر کے اندر محصور رہتے ہوئے یہ اس بار دو کام کرنے کی کوشش کرے گا پہلا یہ کہ تحفظیہ قاصد بھجوائے گا وہاں سے مزید لشکری سکوائے گا دوسرا کام یہ کرے گا کہ وہ بلغاریوں کی طرف تیز رفتار ہرکارے روانہ کرے گا اور جو نیا لشکر تحفظیہ سے آئے اس کے لئے حکم جاری کرے گا کہ وہ بلغاریوں کے ساتھ ملے اور دونوں کے لئے تجویز پیش کرے گا کہ وہ شہر کے باہر سے ہم پر حملہ آور ہو کر رات کے وقت مناسب موقعہ دیکھتے ہوئے ہم شب خون مارتے ہوئے ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کریں اور شہر کے اندر سے خود فی فوس دن کے وقت یا رات کے کسی بھی لمحے وقفے وقفے سے نکل کر ہمیں طویل جگہ میں الجھانے کی کوشش کرے گا لیکن میں رومنوں اور بلغاریوں کو ایسا کرنے کی سہلت نہیں دوں گا۔

میرے عزیزو! تم دیکھتے ہو کہ اس علاقے میں درخت بے شمار ہیں۔ لشکر کے اندر ہمارے صنایع بھی کافی ہیں تھوڑی دیر تک جب یہ اجلاس تمام ہو جائے گا تو درخت کاٹنے کا سلسلہ شروع کیا جائے گا اور آنے والی شب کو چٹائیں تیار کی جائیں گی رات کے وقت ہی پتھروں کے ڈھیر لگا دیئے جائیں گے اس کے بعد میں چاہتا ہوں کہ ہرقلیہ شہر کی فسیل پر تنگ باری کرتے ہوئے فسیل کو توڑ کر شہر پر قبضہ کرنے کی کوشش کی جائے۔

یزید بن عبدہ درخت کٹوانے کی ذمہ داری میں تمہیں سونپتا ہوں جس قدر لشکری تم اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہو رکھ لو کوشش یہ کی جائے کہ پہلے تنگ درخت کاٹنے جائیں ان کی کٹائی لشکر میں ابجدھن کے طور پر بھی استعمال ہو جائے گی ان سے چٹائیں بھی بن جائیں گی۔“ اس کے بعد ہارون الرشید نے اپنے دوسرے سالار سلیمان بن ابی جعفر کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تمہارے ذمے میں منتخبوں کے لئے پتھر اکٹھے کرنے اور لشکر کے سامنے انہیں ڈھیر کرنے کا کام لگا رہا ہوں تم بھی جس قدر لشکری اپنے ساتھ رکھنا چاہو رکھ سکتے ہو دائیں بائیں تم دیکھتے ہو پتھر جمع کرنے کے بے شمار مواقع ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد ہارون الرشید رکا پھر دوبارہ وہ اسٹیل بن قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”اسلیل تمہارے ذمے لکڑی کاٹنے والوں پتھر جمع کرنے والوں کی نگرانی لگا رہا ہوں میرے بیٹے یہ کام فی الغور ہونا چاہئے مغرب کی نماز سے پہلے لشکر کے آگے پتھروں کے ڈھیر لگ جانے چاہئے اور لکڑی کٹ کر لشکر کے اندر پہنچ جانی چاہئے رات کے وقت میں چاہتا ہوں کہ تختیوں تیار ہو جائیں گی اور جب اگلی صبح کا سورج دھرتی پر اپنی روشنی پھیلانے لگا جب ہر قلعہ شہر کے کین اور شہر کے اندر محصور ہونے والے رومن یہ دیکھیں گے کہ ہم نے ان کے سامنے شہر کی فصیل پر سنگ باری کرنے کے لئے تختیوں نصب کر دی ہیں میرے عزیزو! اس سلسلے میں کسی کو کوئی شک ہو تو بولے۔“ ہارون الرشید کی ساری گفتگو کے جواب میں جب کوئی نہ بولا تب ہارون الرشید نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے سب پر ایک سکرانی ہوئی نگاہ ڈالی پھر اسلیل بن قاسم کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”ابن قاسم میرے بیٹے اب اٹھو یزید بن عبدہ کے حوالے کچھ جوان کرو جو کڑیاں کاٹنے کا اہتمام کریں کچھ جوان سلیمان بن ابی جعفر کی سرکردگی میں دے دو جو پتھروں کے ڈھیر لگائیں یہ کام ابھی اور فی الغور ہو جانا چاہئے اور تم خود ان دونوں کاموں کی نگرانی کرو رات کے وقت تختیوں تیار کرنے کی نگرانی میں تمہارے ساتھ خود کرو گے۔“ اس کے ساتھ ہی ہارون الرشید نے جب وہ اجلاس برخواست کر دیا تو اسلیل بن قاسم کی نگرانی میں یزید بن عبدہ اور سلیمان بن ابی جعفر نے لکڑی کاٹنے اور پتھر جمع کرنے کا کام طوفانی انداز میں شروع کر دیا تھا۔

آنے والی شب کو لشکر کے کچھ حصے باری باری جاگ کر پہرہ دیتے رہے تاکہ ہر قلعہ شہر سے نکل کر نی فرس ان پر شب خون نہ مار سکے کچھ دستے باری باری مناہوں کے ساتھ منجینیقوں کی تیاری اور تھکیل کے کام میں مصروف رہے۔ مناہوں کو بھی باری باری رات کو سونے اور آرام کرنے کا موقع فراہم کیا جاتا رہا جس وقت تختیوں تیار ہو گئی تھیں اس وقت ہارون الرشید بذات خود اپنے سارے سالاروں کے ساتھ کام کی نگرانی کے علاوہ اپنے لشکریوں کی فلاح و بہبود کے لئے ہر کام پر بھی نگاہ رکھے ہوئے تھا ایک موقع پر جبکہ سارے سالار اس کے پاس تیار ہو جانے والی منجیق کے پاس کھڑے تھے ہارون الرشید نے اسلیل بن قاسم یزید بن عبدہ سلیمان بن ابی جعفر داؤد بن نعمان یزید بن رضوان ہرثمہ بن العین اور چند دیگر سالاروں کو اپنے پاس بلایا جب وہ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے تب ہارون الرشید نے بڑی راز داری اور سرگوشی میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا شروع کیا۔

”عزیزان من! رات آدمی کے قریب گزر رہی ہے ایک منجیق تیار ہو چکی ہے تھوڑی دیر

بک نیم اور تختیوں اپنی تھکیل کو پہنچ جائیں گی میرے خیال میں صبح تک ہم سات یا آٹھ تختیوں حرکت میں لانے کے قابل ہو جائیں گے ہمارے لیے یہی کافی ہیں۔

جس کام کے لئے تم لوگوں کو یہاں جمع کیا ہے وہ یہ کہ شہر کے اندر نی فرس کے پاس ابھی آدھا لشکر ہے کہ وہ ایک مزاحمتی قوت کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔

جہاں تک بلغاریوں کا تعلق ہے تو ابھی تھوڑی دیر پہلے ہمارے مخبر یہ اطلاع دے چکے ہیں کہ بلغاری بھاگے نہیں ہیں یہاں سے چند میل شمال میں جا کے وہ پڑاؤ کر چکے ہیں صورتحال کا جائزہ لے رہے ہیں اب جو میں قدم اٹھانا چاہتا ہوں وہ یوں ہے کہ۔

ابھی اسی وقت اپنے مجبوروں کی راہنمائی میں چند مسلح دستے متعین کرو جو کہ ہر قلعہ شہر اور بلغاریوں کے درمیان حامل ہو جائیں کسی آنے جانے والے کو وہاں سے گزرنے نہ دیں۔

اسلیل بن قاسم یہ کام میں تمہارے ذمے لگا رہا ہوں اس کو بڑی تیزی اور ذہانت سے اپنی تھکیل تک پہنچانا جو دستے متعین کرو انہیں حمیہ کرنا کہ کوئی بھی شخص ہر قلعہ شہر سے نکل کر بلغاریوں کی طرف نہ جانے پائے اور بلغاریوں کی طرف سے کوئی بھی فرد یا مسلح جوان ہر قلعہ شہر کی طرف آ کر ہر قلعہ شہر میں داخل نہ ہونے پائے میں نی فرس اور بلغاریوں کے درمیان ہر قسم کا رابطہ منقطع رکھنا چاہتا ہوں۔

صبح سویرے فجر کی نماز اور لشکریوں کا کھانا کھلانے کے بعد اپنے کام کی ابتدا کریں گے جہاں پتھروں کے ڈھیر لگائے گئے ہیں ان سے آگے تختیوں نصب کر دی جائیں گی شہر پر سنگ باری کا کام شروع کر دیا جائے گا میں چاہتا ہوں کہ بلغاریوں کو یہ خبر نہ ہو کہ ہر قلعہ شہر میں کیا ہو رہا ہے اور شہر کے اندر محصور نی فرس اور اس کے لشکریوں اور سالاروں کو یہ خبر تک نہیں ہونی چاہئے کہ بلغاری کہاں ہیں اور ان کے کیا ارادے ہیں۔

بلغاری اس لئے رک گئے ہیں کہ وہ حالات کا انتظار کریں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم پر شب خون مارنے کی بھی کوشش کریں لیکن ہم انہیں ایسا موقع نہیں دیں گے اس وقت بھی ہمارے لشکر کے دو حصے مستعد ہیں ایک ہر قلعہ شہر کی طاقت اور قوت سے نمٹ سکتا ہے اور اگر بلغاری ادھر کارخ کرتے ہیں تو دائیں جانب جو ہمارا لشکر ہے وہ بلغاریوں کے شب خون کو ناکام بنا سکتا ہے۔

ابن قاسم مسلح دستے مجبوروں کی راہنمائی میں بلغاریوں اور ہر قلعہ شہر کی طرف متعین کئے جائیں وہ کل تک وہیں اپنے فرائض انجام دیتے رہیں گے میں چاہتا ہوں کہ یہ سلسلہ کل شام تک قائم رہے اور بلغاریوں کو کچھ خبر نہ ہونے پائے کہ ہر قلعہ شہر میں نی فرس پر کیا

فصل پر اس کے لشکر کی بڑی آسانی سے انہیں مار بھگانے میں کامیاب ہو جائیں گے بہر حال فی فوس ایک طرح سے مطمئن تھا۔ لیکن اب جو اس نے شہر کے نزدیک آٹھ مہینے اور چاروں کے ذمہ دیکھے تب اس کے پاؤں تلے سے زمین نکلی شروع ہو گئی تھی وہ اب مسلمانوں کی کارگزاری اور فی صورت حال پر پریشان اور فکر مند سا ہو رہا تھا۔

فی فوس انہی سوچوں میں غرق تھا کہ ہارون الرشید کے کہنے پر اس کے لشکریوں نے اپنے کام کی ابتدا کی اور تحقیق چلانے والوں نے شہر پر سنگ باری کی ابتدا کی سنگ باری سے شہر کے شرقی دروازے کے دائیں جانب جو برج تھا اسے تھوڑی دیر ہی کی سنگ باری میں مسلمانوں نے اڑا کر رکھ دیا تھا۔

برج کے اندر کھڑے فی فوس نے جب دیکھا کہ شرقی دروازے کا برج گر گیا ہے تب وہ فکر مند ہوا اور برج سے نکل کر اپنے محافظوں کے ساتھ نیچے چلا گیا تھا تاہم اس نے شہر کی فصل کے اوپر اپنے سالاروں کی نگرانی میں لشکریوں کو بالکل چوک اور مستعد رہنے کا حکم دے دیا تھا۔

ہارون الرشید کے کہنے پر اس کے لشکریوں نے شہر کے اندر سنگ باری نہیں کی مہینے صرف فصل کے برجوں اور فصل کو اپنا ہدف بنائے ہوئے تھے کچھ دیر تک سنگ باری جاری رہی شرق کے کئی برج ذمہ کر دیئے گئے پھر سنگ باری نے اپنا ہدف شرقی دروازے اور فصل کی دیوار کے اوپر والے حصے کو بنانا شروع کیا آہستہ آہستہ ہر کلیہ شہر کی فصل اور دروازہ لرزنے شروع ہوئے اور پھر دروازہ اور فصل کا کچھ حصہ لرز کر زمین ہوس ہو گیا فصل کا ایک حصہ گر رہا تھا۔

یونہی شہر کے شرقی دروازے سمیت فصل کا ایک حصہ گر ہارون الرشید کے کہنے پر اس کے سالار اور اس کے لشکر کی بالکل مستعد ہو گئے تھے یہ احتیاط اس لئے کی گئی تھی کہ شرقی دروازہ اور فصل کا حصہ گرنے کے بعد فی فوس اگر شہر سے باہر نکل کر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے تو اس کے حملوں کا جواب دیتے ہوئے پہلے کی طرح اسے شکست سے دو چار کیا جائے۔

شرقی دروازہ اور شہر کی فصل کا حصہ گرنے کے باوجود بھی سنگ باری نہیں روکی گئی اب آٹھ مہینے پھر برساتے ہوئے اپنا ہدف تبدیل کر گئی تھیں چار مہینے شہر کے دروازے کے بائیں جانب جو فصل تھی اسے اپنا ہدف بنانے لگی تھیں باقی چار شہر پناہ کے بائیں جانب والی فصل کو توڑنے لگی تھیں اس طرح آہستہ آہستہ فصل کا حصہ گرنے لگا تھا اور یہ سلسلہ

گزدی۔ جبکہ میں ہر کلیہ شہر پر صبح سویرے سے ہی سنگ باری شروع کروں گا اور فی فوس کو مجبور کروں گا کہ وہ ہمارے سامنے ہتھیار ڈالے اپنی شکست کو تسلیم کرے اور اپنے دیہے کی معافی مانگے اور اگر اس نے ایسا کرنے سے انکار کیا تو اس کی گردن بھی کاٹی جا سکتی ہے۔

عزیزان من! ہر کلیہ شہر کو تسخیر کرنے کی فی فوس کو اپنے سامنے جھکانے کے بعد جو پہلا کام میں کروں گا وہ یہ کہ لشکر کا ایک حصہ یہاں سے دائیں جانب کاٹا جائے ہوئے بلغاریوں پر وارد ہوں گا اور ان پر کامیاب شب خون مارا جائے گا اس طرح بلغاریوں کی رہی سہی طاقت وقت کی کٹوتی کے رہ جائے گی اور وہ اپنی سر زمینوں کو واپس جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔

جہاں تک فی فوس کا تعلق ہے تو اگر یہ صلح کی ابتدا کرتا ہے تو میرا ارادہ ہے کہ اسے معاف کر دیا جائے گا اس کا قتل ہمارے لئے کچھ سودمند ثابت نہیں ہو سکتا تاہم میں نے یہ ضرور ضمان رکھی ہے کہ فی فوس کو اپنے سامنے زیر کرنے کے بعد ہر کلیہ کو بالکل تباہ و برباد کر کے زمین کے برابر کر دیا جائے گا اور یہاں کے کینوں سے پہلے ہی کہہ دیا جائے گا کہ وہ

اپنی حفاظت اپنے تحفظ کی خاطر جہاں چاہیں چلے جائیں اس لیے کہ ہر کلیہ شہر کو میں اس کی فیصل سمیت زمین ہوس کر کے رہوں گا کہ آنے والے دنوں میں یہ شہر مسلمانوں کے لئے کسی خوف اور اندیشے کا باعث نہ رہے۔

ہارون الرشید کی اس تجویز سے سارے سالاروں نے اتفاق کیا تھا پھر سب سے پہلے اسٹیل حرکت میں آیا کچھ صلح دستے اس نے اپنے چہرہ کی راہنمائی میں مقرر کئے جو ہر کلیہ شہر اور بلغاریوں کے پڑاؤ کے درمیان پھیل گئے ان کے ایسا کرنے سے بلغاریوں اور فی فوس کے درمیان رابطے اور تعلق کی امید ختم ہو کر رہ گئی تھی۔

دوسری جانب اسلامی لشکر میں رات بھر کام ہوتا رہا اور جب شرق سے سورج طلوع ہوا تو ہر کلیہ شہر کے کینوں اور شہر کے اندر محصور فی فوس اور اس کے لشکریوں نے دیکھا کہ شہر کے جنوب شرق میں آٹھ مہینے نصب ہو چکی تھیں جن کے دائیں بائیں اور پیچھے مسلمان لشکر کی انتہائی تنظیم کے ساتھ اپنی صفیں درست کر چکے تھے۔

اس موقع پر فی فوس نے ہر کلیہ شہر کے ایک برج میں کھڑے ہو کر مسلمانوں کے لشکر کا جائزہ لیا اور وہ دیکھ رہا تھا کہ مسلمانوں کے پاس مہینے نہیں ہیں قلعہ اور فصل شکنی کے دوسرے اوزار وہ رکھتے ہیں اس بناء پر وہ مطمئن تھا کہ وہ ہر کلیہ شہر میں محفوظ رہے گا شہر میں اس نے پہلے کی نسبت خوراک اور ضروریات کا زیادہ سامان جمع کر رکھا تھا وہ یہ بھی امید لگائے بیٹھا تھا کہ جب مسلمان لشکر کی سیزیموں کی مدد سے فصل پر چڑھنے کی کوشش کریں گے

حاصل بھی ملے ہو گا وہ کسی فورس کے ساتھ ہو گا وہ میرے رو برو آئے اور مجھ سے گفتگو کرے اور جو شرائط میں ملے کروں گا ان شرائط کو اس نے ماننا ہو گا اسے یہ بھی بتا دینا کہ شرائط سخت نہیں ہوں گی ہم مسلمان تم لوگوں جیسا دیشیانہ رویہ اور برتاؤ نہیں رکھتے اس پر یہ بھی واضح کر دینا اگر اس نے میرے سامنے آنے اور مجھ سے معاملہ ملے کرنے سے انکار کیا تو پھر مادی ضلیل کو گرا دیا جائے گا اور کسی فورس اور اس کے سارے لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتارا جائے گا صرف ہرقلیہ شہر کے کینوں کو یہاں سے نکل کر اپنی محفوظ پناہ گاہوں کی طرف جانے کی اجازت دی جائے گی اب تم جاسکتے ہو اس سے زیادہ میں تم سے گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔ ہارون الرشید کا یہ حکم سن کر کسی فورس کے وہ نمائندے اور سفیر اپنے سفید پرچموں کو ملے کرتے ہوئے لوٹ گئے تھے۔

جب وہ شہر میں داخل ہوئے تب ہارون الرشید کچھ دیر سوچتا رہا اس کے چہرے پر ہلکی سی سکرابت نمودار ہوئی پھر وہ چند لمحوں تک بڑے غور سے استعیل اور یزید بن عسہ کی طرف دیکھتا رہا پھر دھجے سے لہجے میں انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابن قاسم اور ابن عسہ میں ایک بار پھر تم دونوں کو ایک انتہائی اہم مہم سونپنے والا ہوں۔ دیکھو اگر رومن بادشاہ کسی فورس مجھ سے ملنے کے لئے یہاں نہ آیا تب جس مہم پر میں نہیں روانہ کرنا چاہتا ہوں وہ ختم نہیں ہوگی لیکن اس میں تاخیر ہو جائے گی اس لیے کہ سب سے پہلے ہم ہرقلیہ شہر پر حملہ آور ہوں گے میں نے ارادہ کیا ہے کہ ہر صورت میں اس شہر کی ضلیل گرا دی جائے گی شہر کے کینوں کو شہر سے نکلے گا سونق فراہم کیا جائے گا لیکن اس سے پہلے کسی فورس کے پورے لشکر کا خاتمہ کر دیا جائے گا جب شہری اپنا سامان لے کر شہر سے نکل جائیں گے تو میں اس شہر کو مکمل طور پر ویرانہ اور کھنڈر میں تبدیل کر دینے کا تہیہ کیے ہوئے ہوں تاکہ آنے والے دور میں کوئی بھی رومن شہنشاہ اسے ہمارے خلاف آماج گاہ اور پناہ گاہ کے طور پر استعمال نہ کر سکے۔

اور اگر کسی فورس مجھ سے رو برو اور بالمشافہ گفتگو کرنے کے لئے آ جاتا ہے تب میری ایک بات غور سے سنو۔

جونہی کسی فورس اپنے محافظ دستے یا اپنے سفیروں کے ساتھ یہاں آتا ہے اس کے یہاں پہنچنے کے ساتھ ہی تم دونوں اس لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کر جانا جس پر تم گھات لگانے والے بلغاریوں پر حملہ آور ہوئے تھے۔

میں تمہاری دیر تک ان مجبوروں کو روانہ کروں گا کہ وہ یہ اعزازہ لگائیں کہ بلغاریوں نے

تمہاری دیر تک ہی جاری رہا ہو گا کہ شہر کے اندر سے کچھ سوار نکلے وہ سفید علم اٹھائے ہوئے تھے جو اس بات کی نشانی تھی کہ کسی فورس صلح کرنے پر آمادہ ہے۔

سفید علم لئے ان جوانوں کے نکلنے کے باوجود ہارون الرشید نے اپنے لشکر کو چوکس رکھا اس لئے کہ کسی فورس شاید علم کی صورت میں دھوکہ دہی سے کام لے کر اچانک حملہ آور بھی ہو سکتا تھا۔

لیکن ایسا نہیں ہوا جونہی سفید علم لہرانے والے سوار نکلے مسلمانوں نے تنگ باری روک دی تاہم سارا لشکر بالکل حملہ آور ہونے کے لئے تیار رہا سوار قریب آئے گھوڑوں سے اترے ان کے کہنے پر انہیں ہارون الرشید کے سامنے جب پیش کیا گیا تو ان میں سے ایک اپنی گردن کو خوب خم کرتے ہوئے ہارون الرشید کے سامنے جھکا اسے تعظیم دینی پھر کہنے لگا۔

”مسلمانوں کے خلیفہ ہمیں ہمارے بادشاہ کسی فورس نے روانہ کیا ہے کہ وہ آپ کے ساتھ صلح کرنے پر آمادہ ہے اور یہ پیشکش بھی کرتا ہے کہ آئندہ کبھی بھی جب تک وہ زندہ رہا مسلمانوں کے خلاف نہ جنگ کی پھل کرے گا نہ مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر نقصان پہنچائے گا لہذا ہماری آپ سے گزارش ہے کہ جنگ کو موقوف کر دیں جو شرائط آپ ملے کریں گے ہمارا بادشاہ انہیں منظور کرتے ہوئے ان کا اتباع کرے گا۔“ وہ شخص جب خاموش ہوا تب ہارون الرشید کچھ سوچتا رہا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”یہ دوسری بار ہے کہ کسی فورس ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہوا ہے۔ پہلی بار جب اس نے جنگ کا قیل بجا یا تھا تو اسے ہم نے بدترین شکست دی تھی ہرقلیہ شہر میں وہ قیم ہوا تھا لیکن محاصرے کی شدت کو دیکھتے ہوئے شرائط ملے کرنے پر مجبور ہوا تھا۔

لیکن کسی فورس کی بدبختی کہ اس نے اس جنگ سے کوئی سبق نہ لیا ہم سے انتقام لینے کے لئے بلغاریوں کو اپنے ساتھ ملایا اور اب بلغاریوں کے آنے کے بعد جو اس کی حالت ہوئی ہے وہ تم لوگوں کے سامنے ہے۔

لوٹ جاؤ کسی فورس کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ میں اس کے سفیروں کے ذریعے کوئی معاملہ ملے نہیں کروں گا وہ خود یہاں چل کر آئے میرے ساتھ بالمشافہ گفتگو کرے اور میرے ساتھ شرائط ملے کرتے ہوئے معاہدہ کرے اور اسے یہ بھی بتا دینا کہ آنے والے دنوں میں ملے شدہ معاہدہ کو اگر اس نے توڑنے کی کوشش کی تو پھر ہمارا لشکر قطعاً کی بجائے کسی اور دوسرے شہر میں رکے گا نہیں اب تم لوٹ جاؤ کسی فورس کو بھیجو اس سے یہ بھی کہنا کہ ہماری طرف سے اسے جان کا کوئی خطرہ نہیں لیکن یہ میرا آخری فیصلہ ہے کہ ج

کس جگہ قیام کر رکھا ہے نئی فورس کے آنے کے بعد تم دونوں اپنے اس لشکر کو لے کر روانہ ہو جانا اور اپنے تجربوں کی راہنمائی میں بلغاریوں پر حملہ آور ہونا میں چاہتا ہوں کہ بلغاریوں کی طاقت کو اس قدر کچل کر اس قدر کمزور کر دیا جائے کہ آنے والے دنوں میں کبھی بھی کسی بھی صورت وہ مسلمانوں کے لئے جارحیت اختیار کرنے والی قوت یا حاضمی طاقت ثابت نہ ہوں لہذا نئی فورس کے آنے سے پہلے پہلے تم اپنے حصے کے لشکر کو تیار رکھو اور جو بھی وہ یہاں پہنچتا ہے تم یہاں سے کوچ کر جانا۔" اس کے ساتھ ہی ہارون الرشید نے کچھ تجربوں کو بلایا اور انہیں فی الفور بلغاریوں پر نگاہ رکھنے کے لئے مقرر کر دیا اور دوسری جانب اسٹیلین اور یزید بن عسہ بھی اپنے لشکر کو تیاری کا حکم دینے کے لئے ہارون الرشید کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے تھے۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ رومن شہنشاہ نئی فورس اپنے کچھ محافظوں اور سفیروں کے ساتھ شہر سے نکلا سفید علم پہلے کی طرح فضا میں پھڑپھڑا رہے تھے نئی فورس کو اس کے محافظ سیدھے ہارون الرشید کے پاس لائے ہارون الرشید نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا بہترین استقبال کیا اسے اپنے سامنے بٹھایا یمن اسی وقت اسٹیلین اور یزید بن عسہ بلغاریوں پر ضرب لگانے کے لئے وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔

رومن شہنشاہ نئی فورس جب ہارون الرشید کے سامنے بیٹھا تو اس کا رنگ ہلدی ہو رہا تھا جسم پر ہلکی ہلکی کپکپاہٹ تھی آنکھوں میں خوف چہرے پر انجانے اندیشوں کے سراغ دیکھے جا سکتے تھے گنگو کا آغاز ہارون الرشید نے کیا اور نئی فورس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"نئی فورس تیرے اعمال نامے میں بہت سے برے کام لکھے جا چکے ہیں جس کا حساب میں تو تم سے نہیں لوں گا لیکن اس کائنات کا مالک ضرور تم سے باز پرس کرے گا۔

نئی فورس سب سے برا اور بدترین کام تم نے یہ کیا کہ تم نے اپنی ملکہ کے خلاف سرکشی و بغاوت کمزری کی اسے قید کر دیا اگر تم یہیں تک کرتے تو معاملہ کچھ بگڑا نہ تھا کہ تمہاری سلطنت کا اندرونی معاملہ تھا اس میں ہم دخل اندازی کرنے والے نہ تھے۔

لیکن تم نے دوسرا برا فعل یہ کیا کہ ہمیں خراج دینے سے انکار کر دیا جو ملکہ باقاعدگی سے ادا کرتی تھی ہمیں جنگ کی دھمکیاں دیں تمہاروں کا گھناہاری طرف روانہ کیا اور پھر اپنی بدعتی کو حیدر پھیلاتے ہوئے تم نے جنگ کی طرح ڈالی۔

خاتم جب ہم نے تمہیں ایک بار شکست دے دی تھی اور تم ہرقلیہ شہر میں محصور ہوئے تھے اپنے کئے کی معافی مانگنے کے بعد صلح پر آمادہ ہوئے تھے تو تمہیں مہرت نیزی سے کام

لیجے ہوئے واپس تختہ جاکر اپنے ملک اپنی رعایا کی خدمت کرنے کا فریضہ ادا کرنا چاہئے تھا۔

لیکن جہادی نیت میں سیل اور کھوت قاتم نے ہمارے خلاف انتقامی کارروائی کرنے کے لئے ہمیں اپنے سامنے نیا دکھانے کے لئے بلغاریوں کو بلا لیا اور پھر تمہاری اور بلغاریوں کی متحدہ قوت کا حشر جو ہم نے کیا وہ بھی تمہارے سامنے ہے۔

نئی فورس یوں جانو ہم تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتے تھے اسی بناء پر ہم نے اس وقت جنگ رکوا دی جس وقت تمہارے لشکر کی سفید علم لہراتے ہوئے شہر سے نکلے تھے ورنہ فسیل کا ایک حصہ تو ہم نے گرا ہی دیا ہے اور میں نے تمہارے لشکر کو اس شہر کو زمین بوس کر کے رکھ دوں گا اب جبکہ تو میرے سامنے بیٹھا ہے میں نے تیرے گناہ اور جرائم بھی گنا دیئے ہیں تو یی بول تیرے لیے کیا سزا تجویز کروں۔" ہارون الرشید کی اس گفتگو سے نئی فورس کو کسی قدر حوصلہ ہوا تھا اسے امید ہو گئی تھی کہ مسلمانوں کا امیر المومنین اسے قتل نہیں کرے گا لہذا انتہائی مابری اور انکساری کا مظاہرہ کرتے ہوئے نئی فورس کہنے لگا۔

"مسلمانوں کے عظیم حکمران! میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ اس وقت آپ میرے ساتھ جو چاہیں سلوک کر سکتے ہیں آپ چاہیں تو میری گردن اڑانے کا حکم دے سکتے ہیں اور اگر چاہیں تو اپنی فطری رحمہ لی اور خدا ترسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجھے معاف بھی کر سکتے ہیں۔ مسلمانوں کے محترم اور عظیم حکمران! اگر آپ مجھے معاف کر دیں تو میں آپ کے ساتھ انجیل مقدس پر ہاتھ رکھ کر پختہ عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی بھی آپ کے خلاف سرکشی نہیں کروں گا۔ آپ کے خلاف جنگ کی طرح نہیں ڈالوں گا اور جس طرح ملکہ آئین آپ کو خراج ادا کرتی رہی تھی اسی طرح میں آپ کو خراج ادا کرتا رہوں گا میں نے یہ بھی سنا ہے کہ آپ ہرقلیہ شہر کو تباہ و برباد کر کے زمین بوس کرنا چاہتے ہیں میری آپ سے التماس ہے کہ آپ شہر کو تباہ نہ کریں میں آپ کا مطلع و فرمانبردار بن کر رہوں گا شہر کے اندر بے شمار لوگ آباد ہیں پرسکون زندگی بسر کرتے ہیں یہ سارے بے گھر ہو کر میرے اور آپ دونوں کے لئے نام صرف بد دعا بلکہ مصیبت کا باعث بنیں گے۔" نئی فورس رکا پھر دوبارہ کہنے لگا۔

"تاہم میں آپ کو عہد دیتا ہوں کہ ہرقلیہ شہر کو میں عسکری طور پر استعمال نہیں کروں گا اس کی جو فسیل گر گئی ہے اس کی حرمت کرادوں گا شہر کے اندر کوئی لشکر نہیں رکھوں گا اس طرح آنے والے دور میں یہ شہر پر امن رہے گا۔" نئی فورس جب خاموش ہوا تو بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ہارون الرشید اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

پادری میں در دیوار کو شکستہ تہذیب کے بوسیدہ خیموں کو تار تار اور ٹھاسوں تک کے سارے بچوں کو کھول دینے والے بے زنجیر طوفانوں کی طرح حملہ آور ہوئے تھے۔

بلغاری آرام کر رہے تھے تاہم انہوں نے سنبھل کر اسطیل بن قاسم اور یزید بن عسہ کا مقابلہ کرنا چاہا لیکن اس وقت تک ابن قاسم اور ابن عسہ دونوں اپنے لشکریوں کے ساتھ زیر و زبر کر دینے والی آتش سیال ٹھکن ٹھکن کر دینے والے آندھیلوں کے گجولوں کی طرح ان کے اندر گھس کر ان کا قتل عام شروع کر چکے تھے۔

اس صورت حال کو بلغاریوں کا خاقان زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکا اس لیے کہ رات کی تاریکی میں اس نے اعمازہ لگا لیا تھا کہ اس کے لشکر کی حالت حملہ آور مسلمانوں کے سامنے موت کے ستلاشی جذبوں لخت لخت صداؤں کی کرچی کرچی خواہشوں، مقدر کی بدنامی و عربانی پہلے چوں کی بے پایاں خروش سے بھی زیادہ ہولناک ہوتا شروع ہو گئی تھی لہذا مخصوص آوازیں نکالتے ہوئے اپنے لشکریوں کو اشارہ دیا اور یہ آوازیں سننے ہی بلغاری اپنے پڑاؤ کی ہر چیز چھوڑ کر اپنے علاقوں کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

اسطیل بن قاسم اور یزید بن عسہ نے صبح تک انہی میدانوں میں کچھ قیام کیا پھر اپنے زخموں کی دیکھ بھال کرنے کے ساتھ بلغاریوں کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سینٹے ہوئے وہ واپس ہارون الرشید کے پاس پہنچ گئے تھے۔

نئی فورس اور بلغاریوں کے مقابل آنے سے پہلے چونکہ ہارون الرشید دشمن کے علاقے میں دوسریک بلغاریا کرتا ہوا اور ان پر حملہ آور ہوتا ہوا اور بے شمار لوگوں کو قیدی بناتا ہوا نئی فورس اور بلغاریوں کے مقابل آیا تھا لہذا جس قدر قیدی اس کے پاس تھے ان سب کو لے کر وہ بغداد کی طرف روانہ ہوا۔

ان قیدیوں میں دونوں کے بادشاہ نئی فورس کی ایک کنیز بھی شامل تھی کہتے ہیں کہ اپنے لشکر کے ساتھ ہارون الرشید راستے ہی میں تھا کہ ایک جگہ اس نے پڑاؤ کیا تھا کہ نئی فورس کے دو پادری ہارون الرشید کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے بڑے احترام اور بڑی عزت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نئی فورس کا ایک خط ہارون الرشید کو پیش کیا اس خط میں نئی فورس نے ہارون الرشید کو لکھا تھا۔

”اے شہنشاہ وقت! میری ایک ضرورت آپ سے وابستہ ہے جسے اگر آپ پورا کر دیں تو آپ کے دین کا زیاں ہوگا نہ دنیا کا خسارہ اور میری ضرورت بھی معمولی ہے کہ آپ

”نئی فورس ہم مسلمان بے ضرر اور امن کے ستلاشی لوگ ہیں جو ہمارے ساتھ امن اور سکون کے ساتھ رہتا ہے اس سے ہم خزاں رسیدہ چوں اور سکوت آلودہ دھندلوں سے بے ضرر بے داغ ملکوں آسمان اور عروس کائنات جیسے ہر سکون امن بدوش نیلا بنوں کھلکاؤں کے دودھیا اچھل جیسے پر امن رہے ہیں کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتے لیکن وہ جو نقصان پہنچاتے ہیں ہماری سرزمینوں کے اندر قتل و غارت کا بازار گرم کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو نئی فورس یاد رکھنا ان کے لئے میں اور میرے رفیقان تیغ و زورہ برق و ہاروں کے قتل کی طرح حرکت میں آتے ہیں ایسے لوگوں کے وصال قصوں کو ہم جبر کی داستانوں میں اور ان کے دامان و گریبان کو زخموں میں شہید مل کرنے کا ہنر جانتے ہیں آئے والے دور میں اگر تم نے پھر کبھی ایسا معرکہ برپا کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا پچھتاؤ گے۔“ جواب میں نئی فورس نے صبح مندی کے ساتھ رہنے کا عہد کیا اس پر ہارون الرشید نے اسے واپس جانے کی اجازت دے دی جس کے جواب میں نئی فورس اپنے سفیروں اور اپنے محافظوں کو لے کر اس عہد کے ساتھ ہرقلیہ شہر واپس چلا گیا کہ وہ چند روز ہرقلیہ شہر میں قیام کر کے ہرقلیہ شہر کی فیصل کو دوبارہ درست کر کے واپس تھظیفہ میں چلا جائے گا۔ کچھ مورخین کا خیال ہے کہ ہرقلیہ شہر کو ہارون الرشید نے تباہ کر کے زمین بوس کر دیا تھا۔

دوسری طرف بلغاری لشکر ابھی تک اپنے خاقان کی سرکردگی میں اس انتظار میں پڑا ہوا تھا کہ دیکھیں نئی فورس کیا قدم اٹھاتا ہے چونکہ بلغاریوں اور نئی فورس کے بیچ میں ہارون الرشید نے اپنے مسلح دستے متعین کر دیئے تھے لہذا بلغاریوں اور نئی فورس کے درمیان کوئی رابطہ اور تعلق نہ رہا تھا اسی بناء پر بلغاریوں نے جہاں پڑاؤ کیا تھا وہیں قیام کر کے وہ نئی فورس کی طرف سے نئے پیغام کا انتظار کرنے لگے تھے۔

انتظار کے انہی دنوں میں ایک رات ان کی بدبختی کی ابتدا ہوئی وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ مسلمان اس جگہ پر بھی آکر ان پر حملہ آور ہو سکتے ہیں جہاں انہوں نے نئی فورس سے رابطہ کی خاطر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا وہ یہی امید لگائے ہوئے تھے کہ مسلمان نئی فورس کا محاصرہ کر لیں گے اور اس محاصرے کے دوران نئی فورس ان سے رابطہ کر کے نئے لائحہ عمل کو طے کرے گا لیکن کچھ بھی نہ ہوا۔

بہر حال اسطیل اور یزید بن عسہ رات کی گہری تاریکی میں بلغاریوں کے سر پر پہنچے اور ان پر وہ دونوں اپنے لشکر کے ساتھ جبر کی دھول اڑاتے مشیت کے کارکنان وقت کی سگڑی

ایک روز قاسم، عطف، اسلمیل، ابراہیم، برسک، سادہ، رویان اور شاریہ سب دیوان خانے میں بیٹھے اسلمیل سے گزشتہ جنگوں کے حالات بڑی تفصیل سے سن رہے تھے کہ حویلی کے صدر دروازے پر دستک ہوئی۔

اس پر برسک اپنی جگہ سے اٹھا اور بھاگتا ہوا باہر نکل گیا تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا دیوان خانے میں کھڑے ہو کر ابراہیم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”بھائی ابراہیم حویلی کے دروازے پر ایک شخص کھڑا ہے وہ امیر المومنین ہارون کی طرف سے آیا ہے خلیفہ نے آپ کو طلب کیا ہے۔“ برسک کے ان الفاظ پر اسلمیل چونکا پھر اپنے باپ قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ابا میری غیر موجودگی میں ہمارے گھر کے امدار یا بغداد میں کوئی ایسا واقعہ تو پیش نہیں آیا جو ابراہیم سے منسوب ہو یا جس میں یہ لوث ہو۔“ قاسم نے بڑی فکر مندی سے اسلمیل کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”میں نے ایسا کوئی حادثہ کوئی سانحہ ہوا ہی نہیں ہے تمہارے بعد تمہارا بھائی گھر سے زیادہ باہر نکلا ہی نہیں ہے۔“ جواب میں پھر اسلمیل فکر مند لہجے میں کہنے لگا۔

”پھر امیر المومنین نے ابراہیم کو کیوں طلب کیا ہے حالانکہ اس وقت کوئی مہم بھی درپیش نہیں ہے میں جانتا ہوں اس سے پہلے ابراہیم بہت سی جنگی کارروائیوں اور حصہ لے چکا ہے اس وقت کوئی مہم درپیش نہیں پھر جو امیر المومنین نے ابراہیم کو طلب کیا ہے تو یہ بغیر علت کے نہیں۔“ اس وقت تک ابراہیم اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا پھر اسلمیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”بھائی آپ فکر مند نہ ہوں میں جانتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ امیر المومنین نے کیوں مجھے طلب کیا ہے۔“ اس بار اسلمیل نے کسی قدر پرسکون انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا شروع کیا۔

”اچھا جاؤ اور اگر کوئی غیر معمولی واقعہ ہو تو مجھے بلا نیما میں حالات کو سنہال لوں گا ہر چیز

کے ایک اشارے پر پوری ہو سکتی ہے جو قیدی آپ اپنے ساتھ لے گئے ہیں ان میں میرے بیٹے استبراق کی نگہتر بھی شامل ہے اگر وہ لڑکی آپ مجھے واپس کر دیں تو آپ کا مجھ پر بڑا کرم ہو گا اپنے بیٹے استبراق کی میں اس سے سگائی کر چکا ہوں اور پھر میرا یہ بیٹا میرا ولی عہد بھی ہے وہ لڑکی چونکہ ایک جنگی قیدی کی حیثیت سے آپ کے پاس موجود ہے لہذا آپ وہ مجھے واپس کر دیں مجھے امید ہے کہ آپ میری اس درخواست کو قبول کریں گے۔“

کہتے ہیں کہ بڑی رحمدلی اور تعاون اور فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہارون الرشید نے فوراً اس لڑکی کو طلب کیا جب وہ لڑکی ہارون الرشید کے سامنے کھڑی کی گئی تو اسے فی فورس کے خط سے آگاہ کیا گیا اس نے خط کے مندرجات کو حلیم کیا۔

اس کے بعد ہارون الرشید نے اس لڑکی کو انتہائی قیمتی اور فاخرہ لباس سے نوازا زیورات دیئے مصلیٰ کے طور پر جواہرات عطا کئے اور جس وقت پادری اس کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اس وقت وہ ایک قیمتی مچھولہ داری کے نیچے کھڑا ہوا تھا وہ مچھولہ داری بھی ہارون الرشید نے اس لڑکی کو دے دی اس کے علاوہ اس لڑکی کے لئے ہارون الرشید نے بے انتہا گراں قیمت عمدہ قسم کے ساز و سامان ظروف اور دوسری چیزوں سے آراستہ سامان تیار کیا اسے مصلیٰ تحائف بھی دیئے پھر ایک محافظ دستے کے ساتھ اس لڑکی کو فی فورس کی طرف روانہ کر دیا گیا۔

کہتے ہیں کہ اس لڑکی کو جب فی فورس کے پاس پہنچایا گیا تو فی فورس ہارون الرشید کی اس کمال طرفی سے بے حد متاثر ہوا اور جو لشکری اس لڑکی کو لے کر فی فورس کے پاس گئے تھے ان کے ہاتھ اس نے پھر ایک خط بھجوایا جس میں اس نے تہ دل سے ہارون کا شکریہ ادا کیا بہر حال ایک فاتح ایک کامیاب سپہ سالار کی حیثیت سے ہارون الرشید بغداد میں داخل ہوا اور اس کے داخلے پر بغداد میں لوگوں نے خوشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک جشن کا سماں برپا کر دیا تھا۔

ہارون الرشید کو وہ مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”امیر المومنین میں اس بات کو حلیم کرتا ہوں کہ یہ لڑکی بڑی خوبصورت حسین اور پرکشش ہے لیکن میں یہ بھی بتاؤں کہ میرے بھائی اسلعل کی سگائی پہلے سے ہو چکی ہے اور جس لڑکی کو ان سے منسوب کیا گیا ہے امیر المومنین وہ لڑکی اس سے بھی زیادہ خوبصورت اس سے کہیں زیادہ پرکشش ہے۔“ یہاں تک کہتے کہتے امیر المومنین کو رک جانا پڑا اس لیے کہ کچھ میں ہارون الرشید مسکراتے ہوئے بول اٹھا۔

”کہیں تم بہک تو نہیں گئے ہو کیا وہ تمہارے سامنے کھڑی عتاب نام کی اس لڑکی سے بھی زیادہ حسین و پر جمال ہے۔“ اس پر امیر المومنین بن قاسم کی چھاتی تن مچی کچھ سوچا پھر وہ عجیب سے غمزہ نماز میں کہہ رہا تھا۔

”امیر المومنین جو کچھ میں نے کہا ہے وہ سچ ہے وہ لڑکی چاند تاروں کی جاتی مسکراہٹ محبت کے گھٹھوں کے آباد مگر ترانوں کے قافلوں، سرود و سرجی خور و لب رقصاں کی مہک، جوئے محبت کی روانی، تاروں کی گنگو بہاروں کے کلام سی حسین شبنم کی عکاسی کی کرنوں کی کشش کے جال امیدوں کے ریشم جیسی پر جمال ہے وہ لڑکی امیر المومنین سیپوں کے موتی اور مکتے پھولوں، گداز نفوس کی سی پرکشش ہے وہ اگر لوگوں کے سامنے آن کر کھڑی ہو جائے تو خدائی نوک مورخ کی زبان نقاد کا قلم، شاعر کی شریعت ادیب کا ادب زہر آلود خنجر کی دھار، خون چاٹتی تیغ کی کاٹ تک کام کرنا چھوڑ دے۔“

اور پھر سب سے بڑھ کر امیر المومنین وہ لڑکی میرے بھائی کو اپنے شعلہ جمال کا ترجمان اپنے گلاب لبوں کا نطق، اپنی ذات کی آواز، اپنی رفاقت کا نغمہ و رنگ اپنے جذبات کا سونا اپنے احساسات کا زیور اپنی جان کا باسہاں اپنی محبت کا محافظ اور اپنی مہکتی دھجی سانسوں کا امن خیال کرتی ہے۔

جہاں تک میرے بھائی اسلعل کا تعلق ہے تو وہ بھی اس لڑکی کو اپنے لئے محبت کی طلب جسم کی رونق و رنگ، چاہت کی بارش کی بوند قوس قزح کی بیاض، محبت کا آلاپ، شبنموں کی رقصاں، شمع، زندگی کی بے جہتی میں چمکتا آفتاب اپنی ذات کے منظر کی تشکیل معصوم تنہاؤں کا عجب اور اپنی فکر کے رزمیہ گیت سے بھی زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔“ جب تک امیر المومنین بول رہا ہارون الرشید خوش رہ کر مسکراتا رہا ہاں وہ گاہے گاہے کبھی طیب جبرائیل کی طرف دیکھ لیتا تھا وہ لڑکی جس کا نام عتاب بتایا گیا تھا وہ بھی مسکراتے ہوئے امیر المومنین کی طرف دیکھ رہی تھی قریب بیٹھا ہوا وزیر فضل بن ریح بھی بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ امیر المومنین کو مخاطب

نمائندوں کا اور مجھے امید ہے کوئی ایسی بات ہوگی نہیں۔“ اس کے ساتھ ہی امیر المومنین چلا گیا جبکہ پہلے کی طرح اسلعل سب کو جنگوں کے حالات سناتے لگا تھا۔

حاجب جب امیر المومنین کو ہارون الرشید کے کمرے میں لے کر گیا تب امیر المومنین نے دیکھا کہ اس وقت ہارون الرشید کے پاس دو اشخاص بیٹھے ہوئے تھے ایک حکیم جبرائیل اور دوسرا نیا وزیر فضل بن ریح یہ اس سے پہلے ہارون الرشید کا حاجب تھا لیکن جعفر برکی کے مارے جانے کے بعد نیا حاجب مقرر کر دیا گیا تھا اور فضل بن ریح کو ہارون الرشید نے نیا وزیر مقرر کر لیا تھا۔

ہارون الرشید نے مسکراتے ہوئے امیر المومنین کا استقبال کیا پھر اسے ایک نشست پر بیٹھے کے لئے کہا ساتھ ہی ہارون الرشید نے اسے مخاطب کیا۔

”ابن قاسم تمہارے چہرے کے تاثرات بتا رہے ہیں کہ تم کچھ فکر مند لگتے ہو دو حکمو پریشان ہونے کی بات نہیں چہیں کسی کام کی جواب طلبی کے لئے تو طلب نہیں کیا گیا چہیں ایک اچھے کام کے لئے بلایا گیا ہے یوں چالو میں ایک عام سے سلسلے میں تمہارے بھائی اسلعل سے متعلق فیصلہ کرنا چاہتا ہوں اس لیے تم پرسکون اور مطمئن ہو کے بیٹھو۔“ یہاں تک کہنے کے بعد ہارون الرشید اپنے قریب بیٹھے اپنے وزیر فضل بن ریح سے سرگوشی کی جس کے جواب میں فضل بن ریح کمرے سے نکل کر چلا گیا تھا تھوڑی دیر بعد فضل بن ریح لوٹا اس کے ساتھ ایک انتہا درجہ کی خوبصورت لڑکی تھی وہ لڑکی جب ہارون الرشید کے سامنے آن کر کھڑی ہوئی تب امیر المومنین کی طرف دیکھتے ہوئے ہارون الرشید کہنے لگا۔

”امیر المومنین میرے بیٹے یہ جو لڑکی تمہارے سامنے آن کر کھڑی ہوئی ہے اس کی طرف دیکھو بہت کم لڑکیاں اس جیسی حسین خوبصورت اور پرکشش ہوں گی یہ گزشتہ جنگوں میں جنگی قیدی کی حیثیت سے ہمارے ہاتھ لگ گئی انتہا دافش مند اور سلیقہ شعار لڑکی ہے بندہ اونچے سے پہلے ہی راستے میں اس نے اسلام قبول کر لیا اور اپنا نام تبدیل کر کے اس نے عتاب رکھ لیا ہے پرانے نام کو فراموش کر دو اب جو چالو اس کا نام عتاب ہے اور یہ مسلمان ہے چہیں اس لیے بلایا ہے کہ تمہارے بھائی اسلعل بن قاسم کی میری نگاہوں میں بڑی وقعت بڑی عزت ہے اسے اپنے بیٹوں جیسا جانتا ہوں اس لڑکی کو میں تمہارے بھائی اسلعل کے لئے پسند کر چکا ہوں کہو اس سلسلے میں تمہارا کیا خیال ہے۔“ امیر المومنین کسی قدر فکر مند کی اور پریشانی کا اظہار تھا جب اسے اصل موضوع کا پتہ چلا تب وہ کسی قدر آسودہ ہوا اور پرسکون سے لہجے میں

کرنے سے پہلے ہارون الرشید نے عتاب نام کی اس لڑکی کو مخاطب کیا ایک خالی نشست کی طرف اسے بیٹھنے کے لئے کہا وہ لڑکی جب بیٹھ گئی تب ابراہیم کی طرف دیکھتے ہوئے ہارون الرشید کہنے لگا۔

”اس لڑکی کا ذکر اسٹیل نے مجھ سے کیا تھا وہ اسے آرمینیا کے جنم سے نکال کر لایا تھا اور مجھے یہ بھی خبر ہوئی تھی کہ وہ طیب جبرائیل کے ایک عزیز کی بیٹی ہے اور جبرائیل کے ہاں رہنے کی بجائے اس نے تم لوگوں کے ہاں قیام کرنا مناسب سمجھا لیکن اسٹیل بڑا راز دار ٹھہرا اس نے آج تک مجھ سے ذکر ہی نہیں کیا کہ اس لڑکی سے اس کی معشوقی ہو چکی ہے اور وہ لڑکی اس کمال کی پر جمال ہے بہر حال اگر وہ لڑکی ایسا جمال ایسا حسن ایسی خوبصورتی رکھتی ہے تو یقیناً ایسی خوبصورت حسین اور ہنردہن کی لڑکی صرف اسٹیل بن قاسم کو ہی زیب دیتی ہے۔“ یہاں تک کہنے کے بعد ہارون الرشید لہجہ بھر کے لئے رکھا پھر اس کے بعد اپنی منگھو کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”ابراہیم میرے بیٹے میں اس لڑکی کے صرف حسن اس کی خوبصورتی ہی سے متاثر نہیں اس کے اعلیٰ اخلاق اس کی عقل مندی نے بھی مجھے متاثر کیا ہے میری نگاہوں میں اب اس کی حیثیت ایک بیٹی کی سی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اپنی بیٹی کی حیثیت سے ہی اس کا ہاتھ کسی کے ہاتھ میں دوں تاکہ یہ اس کے ساتھ پرسکون اور خوش حال زندگی بسر کرے دیکھو ابراہیم اگر اس لڑکی کو میں جہاڑی زندگی کا ساگی بنانا چاہوں تو تمہارے کیا خیالات و جذبات ہوں گے۔“ ایک دزدیدہ سی نگاہ اس لڑکی پر ابراہیم نے ڈالی پھر ہارون الرشید کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”امیر المومنین اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں آخری فیصلہ تو آخر میرے باپ میرے بڑے بھائی اسٹیل بن قاسم نے ہی کرنا ہے۔“ ہارون الرشید مسکرایا اور کہنے لگا۔

”نہیک ہے آخری فیصلہ قاسم اور اسٹیل ہی کریں گے لیکن تم یہ تو کہو کہ یہ لڑکی جنہیں پسند ہے۔“ ابراہیم نے ایک عجیب سی نگاہ باری باری ہارون الرشید، طیب جبرائیل، وزیر فضل بن ربیع پر ڈالی آخر میں اس کی نگاہیں لہجہ بھر کے لئے عتاب پر جم گئیں پھر وہ کہنے لگا۔

”امیر المومنین اس جیسی حسین اور خوبصورت عقل مند اور دانا لڑکی کو اپنی زندگی کا ساتھی نہ بنانا میں سمجھتا ہوں ایک فاش نطفی اور جرم سے کم نہیں لیکن امیر المومنین اس کا فیصلہ تو آخر میرے باپ اور بھائی ہی کو کرنا ہے۔“ ابراہیم جب خاموش ہوا تو طیب جبرائیل کچھ سوچنے ہوئے ہارون الرشید کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”امیر المومنین آپ مطمئن رہیں میں ابراہیم کے ساتھ جاتا ہوں اس کے گھر جاتا ہوں اس موضوع پر اس کے باپ بھائی سے بات کرتا ہوں اس کے بعد اس معاملے کو آخری شکل دیتے ہوئے امیر المومنین جس لڑکی کو اسٹیل بن قاسم کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے آپ اس لڑکی کو جانتے ہیں میرے عزیز کی بیٹی ہے اس کے حسن جمال کی ابراہیم تعریف بھی کر چکا ہے ایک منگھیر کی حیثیت سے وہ اسٹیل کی حویلی میں قیام کیے ہوئے ہے عتاب نام کی اس لڑکی سے متعلق بھی میں قاسم اور اسٹیل سے بات کرتا ہوں امیر المومنین اتنی دیر تک اس لڑکی کو بغداد کے مہمان خانے میں رکھا جائے مجھے امید ہے کہ آج ہی خود قاسم اور اسٹیل دونوں باپ بیٹا اس لڑکی کو ابراہیم کے لئے لینے کے لئے آئیں گے اور اپنی حویلی میں لے جائیں گے۔“ طیب جبرائیل جب خاموش ہوا تو کسی قدر احتجاجی انداز میں ہارون الرشید کی طرف دیکھتے ہوئے ابراہیم کہنے لگا۔

”امیر المومنین میں سمجھتا ہوں کہ آپ یک طرفہ فیصلہ کر رہے ہیں آپ نے میری رضامندی تو پوچھ لی لیکن اس لڑکی سے تو پوچھا ہی نہیں کہ کیا یہ میری زندگی کی ہم سفر بننے کے لئے تیار ہے امیر المومنین میری نسبت اس لڑکی کی رضامندی اور اس کی خوشنودی کو زیادہ اہمیت دی جانی چاہئے اس لیے کہ اس شہر میں یہ اجنبی ہے مہمان ہے کسی بھی صورت اس کی دل شکنی نہیں ہونی چاہئے ہاں اگر یہ اپنی رضامندی سے ایسا کرنے کے لئے تیار ہے تو امیر المومنین میں سمجھوں گا کہ اسی میں میری خوشی اور سکون ہو گا۔“ ابراہیم کے خاموش ہونے پر ہارون الرشید نے سوالیہ سے انداز میں عتاب کی طرف دیکھا شاید وہ امیر المومنین کے دیکھنے کے انداز کو بھانپ گئی تھی بلکہ وہ جی شرماتی اور لجاتی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔

”امیر المومنین اس سلسلے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔“ عتاب کا جواب سن کر ہارون الرشید خوش ہو گیا تھا پھر دوبارہ ابراہیم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابراہیم جو قیدی لڑکیاں آئی ہیں ان میں سے ایک کا انتخاب خود جبرائیل بھی اپنے بیٹے کے لئے کر چکا ہے۔“ ہارون الرشید جب خاموش ہوا تو طیب جبرائیل اپنی جگہ پر اٹھا اور کہنے لگا۔

”امیر المومنین آپ مجھے اور ابراہیم کو اجازت دیں تاکہ اس معاملے کو ہم آگے بڑھائیں۔“ ہارون الرشید نے جب ان دونوں کو اجازت دے دی تب دونوں اس کمرے سے نکل گئے۔

جب دونوں قصر سے باہر آئے کچھ سوچتے ہوئے مسکراتے اور نگاہوں میں شرارت آمیز

نازلے طیب جبرائیل ابراہیم بن قاسم کو خطاب کر کے کہنے لگا۔

”ابراہیم میرے بیٹے اگر تم برائے مانو تو میں تمہارے اہل خانہ کے ساتھ ایک مزاحیہ کھیل کھیلا ہوں دیکھو محتاج نام کی لڑکی کے لئے ہارون الرشید نے انتخاب تو تمہارے بڑے بھائی کا کیا تھا اب میں تمہارے گھر جا کر دو کام کروں گا پہلا کام یہ کروں گا کہ تمہارے باپ سے کہوں گا کہ ابراہیم کی لڑکی کو پسند کرتا ہے لیکن بتانا نہیں چاہتا لہذا اس سے پوچھا جائے یہ کسے پسند کرتا ہے اس طرح ایک جتو کا معاملہ شروع ہو گا تم سے جب پوچھیں گے تو تم حالات کی اصلیت ان پر ظاہر کرنا اس طرح وہ لڑکی تمہیں مل جائے گی۔

جو دوسرا کام میں کروں گا اس میں تمہاری دیر کے لئے شادی کو پریشانی اور فکرمندی ضرور ہو گی لیکن یوں جانو یہ بھی ہمارے مزاحیہ کھیل کا ایک حصہ ہی ہو گا میں تمہارے بڑے بھائی اسطیل سے جا کر کہوں گا کہ میں ابراہیم دونوں ابھی ابھی ہارون الرشید کے پاس سے اٹھ کر آ رہے ہیں جو لڑکیاں قید ہو کے آئی ہیں ان میں سے ایک کے لئے امیر المومنین نے تمہارا انتخاب کر لیا ہے اسے یہ بھی کہوں گا کہ مغربیہ اس لڑکی سے تمہارے نکاح کا اہتمام کرنے کے لئے ہارون الرشید تمہیں بلائے گا۔

اس طرح ایک ہی موضوع کے دو موضوع بن جائیں گے لیکن یہ دونوں موضوع تمہاری دیر کے لئے بلکہ میں کہوں چند لمحوں اور مذاق کے طور پر رہیں گے اس لئے..... طیب جبرائیل اپنی بات مکمل نہ کر سکا اس لئے کہ فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے ابراہیم کہنے لگا۔

”میرے محترم اس طرح تو میری بہن شادی انتہا درجہ کی فکرمند پریشان مفہوم اور الم گزیدہ کی سی ہو کر رہ جائے گی۔ کم از کم اس کی یہ حالت مجھ سے تو نہ دیکھی جائے گی۔“

اس پر طیب جبرائیل نے ہلکا سا قہقہہ لگایا کہنے لگا۔

”دیکھو یہ خوف نہ بنو یہ سارا مزاحیہ کھیل تمہاری دیر کے لئے ہی رہے گا کون سا اسطیل اسی وقت اٹھ کے سلطان کی طرف چل دے گا تمہاری دیر تک فکرمندی رہے گی اور جب وہ تم سے پوچھیں گے کہ تم کس لڑکی کو پسند کرتے ہو تو جو حالات کی اصلیت ہے وہ تم سب پر ظاہر کر دینا اس طرح شادی بھی خوش ہو جائے گی کہ ہم نے اس کے ساتھ مذاق کیا ہے اس کی اصلیت اور حقیقت کوئی نہیں ہے میرے خیال میں تم اس تجویز سے اتفاق کر دو گے۔“

جواب میں ابراہیم نے کچھ سوچا پھر جبرائیل کو خطاب کر کے کہنے لگا۔

”میرے محترم آپ جیسا بھی چاہے کریں میں آپ کے اہماز کو سمجھ گیا ہوں۔ بہر حال میں کوئی اعتراض نہیں کروں گا۔“ طیب جبرائیل ابراہیم کی اس بات سے خوش ہو گیا تھا پھر

دونوں خاموشی کے ساتھ تیز آگے بڑھنے لگے تھے۔

تمہاری دیر بعد جبرائیل ابراہیم کے ساتھ اس کی حویلی میں داخل ہوا دونوں جب دیوان خانے میں آئے تو سب وہاں بڑی بے چینی سے شاید ابراہیم کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔ جبرائیل نے آگے بڑھ کر ہادی ہادی قاسم اسطیل عطر لطف اور برسک سے مصافحہ کیا پھر وہ دونوں جب نشستوں پر بیٹھ گئے جب اسطیل نے اپنے بھائی ابراہیم کو خطاب کرتے ہوئے پوچھا۔

”ابراہیم میرے بھائی امیر المومنین نے تمہیں بلایا تھا کیا معاملہ ہے تم کچھ بنیاد سے بھی لگ رہے ہو۔“ اس پر ابراہیم کی بجائے طیب جبرائیل بول اٹھا کہنے لگا۔

”یہ کیا بتائے گا جس وقت یہ امیر المومنین کے پاس گیا اس وقت میں بھی وہاں ہی بیٹھا ہوا تھا میں سارے معاملے کی تفصیل تم لوگوں سے کہتا ہوں۔“ طیب جبرائیل نے گد صاف کیا اور پھر وہ کہہ رہا تھا۔

”میرے عزیز! میں تم سے دو موضوعات پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں پہلا موضوع یہ کہ ابراہیم کسی لڑکی کو پسند کرتا ہے میرے سامنے بیٹھا ہوا ہے انکار نہیں کرے گا وہ لڑکی بھی اسے چاہتی ہے میں نے اسے بہت کرید لیا لیکن بتانا نہیں ہے تم دونوں باپ اور بھائی بیٹھے ہوئے ہو خود ہی اس سے پوچھ لینا کس لڑکی کو یہ چاہتا ہے اور کون سی لڑکی اسے اپنی محبت کا مرکز بنائے ہوئے ہے۔“ جس وقت طیب جبرائیل یہ بات کر رہا تھا شرم کے باعث ابراہیم کی گردن جھکی ہوئی تھی شادی سلوا رویان اور دیگر سارے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے کسی قدر خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔

”دوسرا موضوع جس پر میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ تمہاری دیر تک امیر المومنین کو اپنے قصر میں بلائیں گے اس لیے کہ لہرائیوں کے علاقوں سے جو لڑکیاں گرفتار ہو کر قیدی کی حیثیت سے آئی ہیں ان میں ایک انتہا درجہ کی خوبصورت ایک اعلیٰ پائے کی سلیقہ شعار اور حسین لڑکی ہے اور اس کا انتخاب امیر المومنین نے اسطیل کے لئے کیا ہے میرے خیال میں تمہاری دیر تک امیر المومنین اسطیل کو وہاں بلائیں گے اور اس لڑکی سے اس کے نکاح کا اہتمام کیا جائے گا۔“ یہ الفاظ ادا کرنے کے بعد طیب جبرائیل بڑے غور بڑے انتہاک بڑی توجہ کے ساتھ شادی کی طرف دیکھنے لگا تھا اس نے جائزہ لیا شادی ایک دم تبدیل ہو کر وہ جتنی تھی جیسے اس کی ذات کے اندرونی حصوں میں انقلاب برپا ہو کر ایک دم ظاہر اور نمودار ہو گیا ہو۔

اس نے دیکھا شاریہ بچاری بے دیار و بے لوار کرتی قسمتوں خیالوں و احساس کے انقلاب میں فنا جذبوں کے عروج جیسی اداس زرد روغزاں میں خواہشوں کی جھلساتی پیش جیسی لہر مند بے خواب آنکھوں میں خوفناک سینے بختی لہروں میں پریشان بے نام سرگوشیوں میں زندگی کی مضطرب کراہوں کی ٹنگنیں بکرو بر اور شہر اور مگر میں اداسی کی خشک راتوں کے نوجوں جیسی طول اور بستیوں مثالی تقدیر آبادیاں جلاتی خونی چکیاں چلاتی آندھیوں جیسی بچاری ہولناک ہو کے رہ گئی تھی۔

اسٹیل بھی بڑی تیزی سے شاریہ کی بدلتی ہوئی حالت کا جائزہ لے رہا تھا وہ خود پریشان ہو گیا تھا مگر جبرائیل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے محترم آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں میرا کسی سے نکاح کیسے ہو سکتا ہے آپ جانتے ہیں میری معنی شاریہ کے ساتھ ہو چکی ہے ہم دونوں ایک دوسرے کو اپنی منزل قرار دے چکے ہیں پھر کیسے امیر المومنین کسی دوسری لڑکی کے ساتھ میرے نکاح میرے عقد کی بات کر سکتے ہیں۔“ اسٹیل بن قاسم جب خاموش ہوا تو طیب جبرائیل اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”لیکن تم نے امیر المومنین پر کبھی یہ انکشاف نہیں کیا کہ تمہاری معنی شاریہ کے ساتھ ہو چکی ہے اگر تم نے اس معنی کا ذکر امیر المومنین سے کیا ہوتا تو دھوکے سے کہہ سکتا ہوں کہ آج وہ میرے ابراہیم اور فضل بن ربیع کے سامنے اپنی پسند کی لڑکی سے تمہارے نکاح کا ذکر نہ کرتے۔“

گذشتہ جنگ میں جو نصرانی لڑکیاں قید اور اسیر ہو کے آئی ہیں ان لڑکیوں میں سے ایک انتہا درجہ کی خوبصورت اور حسین ہے امیر المومنین نے تمہارے لئے اس لڑکی کا انتخاب کیا ہے میرے خیال میں تھوڑی دیر تک وہ تمہیں بلائیں گے اور اپنی موجودگی میں وہیں قصر میں تمہارے نکاح کا اہتمام کریں گے۔“ طیب جبرائیل کی اس گفتگو کا جواب اسٹیل دینا ہی چاہتا تھا کہ چونکہ پڑا اس لیے کہ اس نے دیکھا کہ اسی لمحہ شاریہ کی آنکھوں سے آنسو گر کر اس کے دامن کو بھگونے لگے تھے اسٹیل نے فوراً بات کا رخ بدلہ اور طیب جبرائیل کی بجائے شاریہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تمہیں رونے کی کیا ضرورت ہے تم تو اس طرح آنسو بہا رہی ہو جیسے میں نے خود تم سے اپنا رشتہ منقطع کر کے کسی دوسری لڑکی کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا تہیہ کر لیا ہے جو کچھ طیب جبرائیل نے کہا ہے یہ امیر المومنین کی اپنی اور ان کی ذاتی سوچ ہے اس میں میری

اپنی سوچ میرے اپنے خیال میرے اپنے فیصلے میرے اپنے ارادے کا کوئی دخل عمل نہیں ہے تم بالکل مطمئن ہو اپنی جگہ آسودہ اور بالکل بے فکر رہو امیر المومنین نے اگر کسی اور لڑکی سے میرے نکاح کا اہتمام کرنا چاہا بھی تو میں ایسا نہیں ہونے دوں گا دیکھو۔“ اسٹیل کو روک جانا پڑا اس لیے کہ جبرائیل بول پڑا۔

”اسٹیل میرے بیٹے کیا تم نے امیر المومنین پر ذکر نہیں کیا کہ شاریہ سے تمہاری معنی ہو چکی ہے۔“ جواب میں اسٹیل کہنے لگا۔

”کیوں نہیں امیر المومنین کو تو میں پہلے دن بتا دیا تھا کہ آرمینیا سے میرے ساتھ شاریہ اور اس کا بھائی آیا ہے اور ان دونوں بہن بھائی پر کیا جتنی ہے اس کی تفصیل بتا دی تھی امیر المومنین پر یہ بھی واضح کر دیا تھا کہ شاریہ اور برسک دونوں بہن بھائی آپ کے رشتہ دار ہیں اور وہ آپ کے ہاں قیام نہیں کرنا چاہتے اس کے بعد جب گھر والوں نے شاریہ سے میری معنی طے کر دی تو اس معنی کا ذکر میں نے خود امیر المومنین سے کیا تھا۔“

ہو سکتا ہے انہیں یاد نہ رہا ہو اسی بناء پر انہوں نے کسی اور لڑکی کے ساتھ میری معنی یا میرے نکاح کا فیصلہ کر لیا ہو اگر یہ فیصلہ انہوں نے بھولے سے کیا ہے تو اس صورت میں ان کا فیصلہ ان کی طرف سے میرے لیے محبت اور جان شکاری کا اظہار ہے اور اگر یہ فیصلہ انہوں نے اس بناء پر کیا ہے کہ میں شاریہ کے علاوہ کسی اور لڑکی کو بھی اپنی زندگی کا ساتھی بنا لوں تو یہ ان کی طرف سے غلط فیصلہ ہے جسے میں کسی بھی صورت قبول نہیں کروں گا اگر اس سلسلے میں مجھے امیر المومنین نے بلایا تو میں صاف اور واضح طور پر کہہ دوں گا کہ میری معنی شاریہ کے ساتھ ہو چکی ہے اور میں اپنی زندگی میں شاریہ کی ہی صورت میں صرف اپنی زیست کا ساتھ رکھنا چاہتا ہوں میں وہ بیچوں کے درمیان نہ اپنے آپ کو تقسیم کرنا چاہتا ہوں اور نہ اپنی ذات کو بانٹنا چاہتا ہوں شاریہ وہ پہلی لڑکی ہے جسے میں نے پسند کیا ہے میں وہ پہلا شخص ہوں جسے خود شاریہ نے بھی چاہا ہے لہذا ہم دونوں ہی اپنی منزل سے روگردانی نہیں کر سکتے۔“ اسٹیل کی اس گفتگو سے شاریہ نے کافی حد تک اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا چہرے پر آسودگی تسلی اور طمانیت بھی آگئی تھی وہ بار بار غریب سے اعزاز میں اسٹیل کی طرف دیکھ بھی لگتی تھی اس موقع پر گفتگو کا آغاز قاسم نے کیا اور شاریہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”نبی ابراہیم کس لڑکی کو چاہتا ہے جسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتا ہے نہ مجھے پتا ہے نہ اسٹیل کو اور اگر ہم نے اس لڑکی سے متعلق ابراہیم سے پوچھا بھی تو یہ نہ مجھے بتائے گا اور نہ اسٹیل کو بیٹے تم اس گھر کی ایک محترم اور معزز اکالی ہو گواہ ابراہیم تم سے عمر میں کافی بڑا ہے

مطریف، رویان، ساوا جہاں تک برسک کا تعلق ہے تو وہ بچہ ہے ابھی ان کاموں میں اس کی کوئی دلچسپی نہیں سب یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اگر یہ سارے امیرانیم کے لئے اس لڑکی کو لانے کے لئے آمادہ اور تیار ہیں تو میں ابھی جا کر اس لڑکی کو گھر لے آؤں گا دیکھو میں نے شان رکھی ہے کہ اسٹیل اور امیرانیم دونوں بھائیوں کی انٹیمی شادی کروں جہاں تک اسٹیل کا تعلق ہے تو اس کا معاملہ طے ہو چکا ہے شاریہ سے بہتر کوئی لڑکی مجھے اپنے بیٹے اسٹیل کے لئے مل ہی نہیں سکتی۔ مجھے امیرانیم کے لئے کسی اچھے رشتے کی تلاش تھی اب جب کہ عتاب نام کی لڑکی خداوند قدس کی طرف سے ہمیں تحفے میں مل رہی ہے تو ہم اس سے انکار نہیں کریں گے لیکن پہلے ان پانچوں افراد کی رضامندی بے حد لازمی ہے۔“ قاسم جب خاموش ہوا تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے اسٹیل جھٹ سے بول اٹھا۔

”ہا ہا امیرانیم کے لئے اگر عتاب کو یہاں لایا جائے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔“ اسٹیل کے یہ الفاظ ادا کرنے تھے کہ ہاری ہاری بڑی تیزی کے ساتھ شاریہ مطریف اور رویان اور سدا نے بھی وہی الفاظ ادا کر دیئے جو اسٹیل نے ادا کئے تھے اس صورت حال پر قاسم اور جبرائیل مسکرا اٹھے تھے۔

قاسم جبرائیل کو مخاطب کر کے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ شاریہ قاسم کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”ہا ہا جس طرح محترم جبرائیل نے کہا ہے عتاب نام کی وہ لڑکی اس وقت مہمان خانے میں ہے کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ ابھی اور اسی وقت جائیں اور اس لڑکی کو یہاں لے آئیں وہ قیدی کی حیثیت سے یہاں آئی ہے اسلام قبول کر چکی ہے اور اس کا آگاہ چچا بھی نہیں ہے امیر المومنین کی بڑی مہربانی کہ انہوں نے اسے بنی کی حیثیت سے امیرانیم کے سامنے پیش کیا۔“ یہاں تک کہنے کے بعد شاریہ کی پھر اسٹیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”عتاب کو لانے کے لئے آپ کو بھی ہا ہا کے ساتھ جانا چاہئے۔“ اسٹیل فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ہا ہا وقت ضائع نہ کریں انھیں محترم جبرائیل کو بھی ساتھ لے کے چلتے ہیں۔“ اس پر قاسم اٹھ کھڑا ہوا جبرائیل بھی کھڑا ہوا پھر تینوں حویلی سے نکل گئے تھے۔

باقی سب لوگ دیوان خانے میں بیٹھ کر بڑی بے چینی سے ان کی آمد کا انتظار کرنے لگے تھے۔



لیکن چونکہ رشتے میں تم اس سے بڑی ہو لہذا اسے اپنے ساتھ لے جاؤ اور اسے پوچھ کر دو لڑکی کون ہے جسے اس نے پسند کیا ہے جس کو یہ اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتا ہے اگر وہ لڑکی عاقل و بالغ ہوئی تو اس کا تعلق خواہ کسی غریب اور نادار خاندان سے ہی کیوں نہ ہو امیرانیم کو اس سے بیاہ دوں گا۔“ شاریہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی پھر امیرانیم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”بھائی! اھو میرے ساتھ دوسرے کمرے میں چلو تاکہ ابھی سب کے سامنے یہ سلسلہ بھی ختم ہو جائے۔“ امیرانیم اپنی جگہ سے اٹھا نہیں بیٹھا ہاں اس پر طیب جبرائیل نے ہلکا سا تھپہ لگایا اور بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے شاریہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”شاریہ میری بیٹی! تمہیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے یہیں بیٹھی رہو جنھو میں سارے معاملے کی اصلیت تم پر ظاہر کرتا ہوں۔ نہ تمہیں امیرانیم کو دوسرے کمرے کی طرف لے جانے کی ضرورت ہے نہ اس سے کچھ استفادہ کرنے کی ضرورت ہے۔“ اس کے بعد ہارون الرشید کے سامنے قصر میں جو پیش آیا تھا وہ طیب جبرائیل نے تفصیل کے ساتھ کہہ دیا تھا جب وہ اپنی بات ختم کر چکا تو کچھ دیر سارے ہنستے رہے پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے خوشی کا اظہار کرنے والوں میں شاریہ سب سے پیش پیش تھی۔

اس موقع پر قاسم نے طیب جبرائیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا شروع کیا۔

”جبرائیل تم نے واقعی بڑا بھیا تک مذاق کیا یہ ساری کارروائی تم نے راستے میں امیرانیم کے ساتھ مل کر طے کر لی تھی۔“ جبرائیل منہ سے کچھ نہ بولا کچھ دیر مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلاتا رہا پھر کہنے لگا۔

”بھائی قاسم برا مت ماننا ایسا کر کے میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ دراصل شاریہ اور امیر اسٹیل ایک دوسرے کو کس قدر چاہتے ہیں یوں جانو یہ ان دونوں کی محبت اور چاہت کا استقامت تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ دونوں ٹوٹ کر ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی جدائی اور فرقت کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

اب تک جو ہوا یہ تو مذاق تھا بہر حال اب میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ کیا آپ اس لڑکی کو اپنانے کے لئے تیار ہیں۔“ قاسم نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

”جبرائیل وہ لڑکی اگر میرے بیٹے امیرانیم کو پسند کر چکی ہے امیرانیم بھی اگر اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کے لئے امیر المومنین کے سامنے ہاں کہہ چکا ہے تو پھر مجھے تو کوئی اعتراض نہیں لیکن یاد رکھنا میرے بعد اس گھر کے پانچ اور اہم افراد بھی ہیں اسٹیل، شاریہ،

ہیں ہے چاروں کو علیحدہ اس لیے بلایا ہے کہ میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اب میں رقت ضائع کئے بغیر دونوں بیٹوں کی شادی کر دینا چاہتا ہوں تم چاروں میں سے اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو بولے۔" سب سے پہلے عطفی بولا کہنے لگا۔

"بھائی جہاں تک میرا اور رویان کا تعلق ہے ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے میں سمجھتا ہوں اگر دونوں بھائیوں کی شادیاں ہوں تو ہمارے لیے یہ انتہا درجہ کی خوشی کا موقع ہو گا اس لیے کہ ایک عرصے بعد اس گھر میں خوشیاں اٹھیں گی ہاں اس سلسلے میں شاریہ سے مشورہ کرنا بہت ضروری ہے یہ اس گھر کی سب سے زیادہ اہم شخصیت ہے اور پھر....." عطفی اپنی بات مکمل نہ کر سکا اس لیے کہ شاریہ بول پڑی قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"ہاں میں آپ کی بیٹی ہوں آپ کا فیصلہ میرے سر آنکھوں پر میں آپ کے کسی بھی فیصلے سے روگردانی نہیں کر سکتی میں سمجھتی ہوں آپ کو مجھ سے مشورہ کرنا تھا نہ مجھ سے پوچھنا چاہئے تھا بلکہ آپ کو تو بس آخری فیصلہ کر دینا چاہئے تھا اور آپ کا فیصلہ ہی مجھ جیسی بیٹی کے لئے حکم کا درجہ رکھتا ہے۔" شاریہ کا جواب سن کر قاسم خوش ہو گیا تھا کہنے لگا۔

"میری بیٹی میں تم سے یہی الفاظ سننا چاہتا تھا تم نے میرا دل خوش کر دیا ہے ابھی تھوڑی دیر تک میں تجھیں رقم دیتا ہوں رویان، سادا اور عتاب کو اپنے ساتھ لے جانا ابراہیم اور اسطیل بھی اگر تم سب کے ساتھ جانا چاہیں تو انہیں بھی ساتھ لے کے جاؤ اور دونوں بیٹوں کی شادی کے لئے جو کچھ خریدنا چاہتی ہو خرید لو لیکن شادی کا سامان بہترین عمدہ ہونا چاہئے اس کے لئے میری بیٹی تم رقم کی فکر نہ کرنا نقدی میں تم کو وافر مقدار میں دوں گا۔" اس کے ساتھ ہی قاسم اٹھ کھڑا ہوا کہنے لگا۔

"اب اٹھو دیوان خانے میں چل کر سب کو یہ خوشخبری سناتے ہیں۔" چاروں اٹھ کر دیوان خانے میں آئے اپنی نشست پر بیٹھنے کے بعد قاسم نے کہا شروع کیا۔

"میرے بچے میں نے عطفی، رویان، سادا اور شاریہ کے ساتھ مل کر ایک فیصلہ کیا ہے کل اسطیل ابراہیم دونوں بھائیوں کی شادی ہو گی اسطیل اور ابراہیم میرے دونوں بچے تھوڑی دیر تک شاریہ، عتاب، سادا، رویان کے ساتھ بازار جانا اور جو چیزیں یہ خریدنا چاہیں خریداری میں ان کی مدد کرنا اس کے لئے میں نقدی شاریہ کو دیتا ہوں لیکن ساری خریداری شام سے پہلے پہلے ہو جانی چاہئے۔" یہاں تک کہنے کے بعد قاسم اپنی جگہ سے اٹھا دوسرے کمرے میں گیا نقدی کی ایک خلی لاکر اس نے جب شاریہ کی گود میں رکھی تو شاریہ نے نقدی کی وہ خلی اٹھا کر عتاب کی گود میں رکھ دی اور کہنے لگی۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ قاسم جبرائیل اور اسطیل حویلی میں داخل ہوئے عتابہ ان کے ساتھ تھی اسے دیکھتے ہی سب سے پہلے شاریہ بھاگتی ہوئی باہر نکلی عتابہ سے گلے ملی جب دونوں ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئیں تو اپنا منہ عتابہ شاریہ کے کان کے قریب لے گئی اور کہنے لگی۔

"اگر میں غلطی پر نہیں تو تم شاریہ ہو بھائی اسطیل کی مگھیر تمہارا حسن واقعی شہینہ کی حد تک غضب ڈھانے والا ہے۔" شاریہ مسکرا دی عتابہ کی پیشانی چومی کہنے لگی۔

"تمہارا اعزاز درست ہے۔" اس کے بعد جب بھاگ کر سادا اس سے ملی تو عتابہ پھر بول اٹھی اور اگر میں غلطی پر نہیں تو یہ سادا ہے اس کے بعد رویان گلے ملی اس کا بھی نام اس نے پکارا اس کے بعد گھر کے سب دیگر افراد باری باری اس نے نام لیا تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے عطفی بول اٹھا۔

"بیٹا تم تو ایسے بول رہی ہو جیسے برسوں سے ہمارے اندر رہتی رہی ہو۔" اس پر عتابہ مسکرائی کہنے لگی۔

"ہاں ایسی کوئی بات نہیں ہے راستے میں بھائی اسطیل حویلی کے پورے حالات اور حویلی کے کمینوں کے متعلق تفصیل سے بتاتے رہے ہیں لہذا میں نے اعزازہ لگا لیا تھا کہ کون کیا ہے اور کیا نام ہے۔" عتابہ کی اس گفتگو کا شاریہ جواب دینے ہی لگی تھی کہ قاسم نے شاریہ کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"شاریہ میری بیٹی تم سادا عطفی اور رویان چاروں میرے پاس آؤ۔" قاسم کے ان الفاظ پر شاریہ رویان عطفی اور سادا جو کچھ تھے اس کے قریب آن کھڑے ہوئے چاروں کو لے کر قاسم دیوان خانے سے ملحقہ کمرے میں داخل ہوا جب وہاں نشستوں پر بیٹھ گئے تب سب کو مخاطب کرتے ہوئے قاسم کہنے لگا۔

"میں اپنے خداوند محترم کا بے حد شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے پہلے شاریہ کی صورت میں انتہائی خوبصورت اور حسین بیٹی عطا کی اور اب ایک ایسی ہی بیٹی مجھے ابراہیم کے لئے بھی میرے خداوند نے عنایت کر دی ہے یہ اس کی طرف سے میرے لیے نعمت ہے جس کا میں جس قدر شکر یہ ادا کروں کم ہے۔ میری بیٹی میں نے تجھے کر رکھا تھا کہ دونوں بھائیوں کی شادی ایک ساتھ کروں گا بیٹی تم پہلے سے اس گھر میں ہو اور اس گھر میں تمہاری حیثیت سب سے محترم سے زیادہ باعزت ہے اس لیے کہ تم بڑے بیٹے اسطیل کی مگھیر ہو جہاں تک عطفی اور رویان کا تعلق ہے تو میرے بعد یہ گھر کے محترم ہیں عطفی بھائی ہے رویان

انہی دنوں فرانس کے بادشاہ سارلیمان کی طرف سے خیرگالی کا پیغام لے کر ایک وفد بغداد پہنچا اور ہارون الرشید سے ملاقات کی استدعا اور التجا کی۔ ہوا کچھ یوں کہ سارلیمان اپنے باپ کی موت کے بعد تاج و تخت کا وارث بنا لہذا شہنشاہ بننے کے بعد اس نے مسلمانوں میں سے اپنے ہم عصر خلیفہ ہارون الرشید سے نامہ و پیغام شروع کیا اور تعلقات روابط کی طرح ڈالی اس طرح ان دونوں کے مابین دوستی قائم ہوئی اس دوستی کا مقصد یہ تھا کہ دونوں ممالک کے مابین سیاسی تعلقات زیادہ مضبوط ہوں اور دونوں شہنشاہوں کے درمیان خصوصی روابط قائم ہو جائیں گواس سلسلے میں کوئی باقاعدہ معاہدہ تو دونوں حکمرانوں کے مابین نہ ہو سکا لیکن ایک تعلق ضرور قائم ہوا۔

وہ بھی اس طرح کہ بیت المقدس کے اسقف نے سارلیمان کو ایک مکتوب بھیجا اور اس سے التجا کی کہ وہ اپنی مسیح رعایا کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں لاطین کا حج کرنے پر راغب کرے نیز اس نے سارلیمان سے یہ بھی کہا کہ وہ شہر بیت المقدس کے سبکوں پر خاص نظر کر رکھے اس لیے کہ اس وقت خدا کی اس وسیع سرزمین میں دینی سب سے بڑا مسیح شہنشاہ ہے۔

کہتے ہیں سارلیمان نے اپنی طرف سے ایک وفد اس اسقف کی طرف روانہ کیا اور اسے ہدایت کی کہ لاطین کے حج اور اسقف کی زیارت ہونے کے بعد وہ وفد بغداد جائے اور مسلمانوں کے خلیفہ کی خدمت میں اس کی طرف سے دوستی اور غلوں کا پیغام پیش کرے۔ یہ وفد کاؤنٹ لائپرٹ کاؤنٹ سیکونڈ اور ان کے ساتھیوں پر مشتمل تھا ان میں ایک یہودی تاجر اخلق بھی شامل تھا اور وہ ان لوگوں کی راہنمائی اور ترجمانی کے لئے رکھا گیا تھا اور یہ یہودی تاجر نام جس کا اسحاق تھا عربی اور فرانسیسی دونوں زبانوں پر خوب عبور رکھتا تھا۔ بہر حال یہ وفد اسقف کی زیارت اور ملاقات سے فارغ ہونے کے بعد بغداد پہنچا جو اس وقت شرق اسلام کا پایہ حکومت تھا۔

کہتے ہیں کہ ہارون الرشید نے وفد کے استقبال کا خاص طور پر انتظام کیا ایسے انتظامات

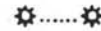
”ہاں میں اس گھر میں ایک عرصے سے رہ رہی ہوں اس گھر کے ہر فرد اس گھر کے ماحول اور ہر رسم سے شناسا اور واقف ہو چکی ہوں عتابہ کا اس حویلی میں آج پہلا دن ہے ہاں نقدی اس کے پاس رہے گی خریداری کے بعد بھی ادا نیگی کرے گی ہاں ایسا کر کے میں اسے احساس دلانا چاہتی ہوں کہ اس گھر میں اس کی کتنی وقعت اس گھر میں اس کی کتنی عزت اور وقار ہوگا۔“ جب تک شادیہ بولتی رہی عتابہ تو صلی اعزاز میں اس کی طرف دیکھتی رہی جب وہ خاموش ہوئی تب عتابہ آگے بڑھ کر اس سے گلے ملی اس کا منہ کئی بار چومنا پھر کہنے لگی۔

”میری بہن ۵، تیری عظمت تیری فراخ دلی کو صمد ہار سلام پیش کرتی ہوں لیکن نقدی تیرے پاس ہی رہے گی تو بڑے بھائی اسماعیل کی معیتر ہے اس لحاظ سے تیرا رتبہ سب سے اہم ہے میں سمجھتی ہوں تو عمر میں مجھ سے زیادہ نہیں کم ہی ہوگی لیکن رشتے میں بڑی ہے لہذا تیرا احترام تیری عزت مجھ پر واجب ہے۔“ اس کے ساتھ ہی نقدی کی قبلی عتابہ نے شادیہ کی گود میں رکھی اور دوبارہ نشست پر ہونے لگی تھی۔

شادیہ اپنی جگہ سے اٹھی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی سبھی سبھی لپاتی اسماعیل کی طرف بڑی بڑے پیارے اعزاز میں نقدی کی قبلی اس کی گود میں رکھی پھر انتہائی شیریں آواز میں کہنے لگی۔

”نقدی کی یہ قبلی اپنے پاس رکھیں چونکہ آپ ہمارے ساتھ خریداری کے لئے جا رہے ہیں ہاں کے بعد آپ گھر کے بڑے ہیں لہذا اگر نقدی کی قبلی آپ اپنے پاس رکھتے ہیں اور خریداری کی قیمت چکاتے ہیں تو کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔“ شادیہ کی اس حرکت کو سب نے پسند کیا پھر اسماعیل، امراہیم، شادیہ، عتابہ، رویان اور سدا سب اٹھے اور خریداری کے لئے بازار کی طرف چلے گئے تھے۔

اگلے روز بڑی دھوم اور شان و شوکت کے ساتھ اسماعیل اور امراہیم کی شادی شادیہ اور عتابہ سے ہو گئی تھی۔



کی جمیل کی جو بادشاہوں اور وزیروں کے لئے خاص ہوتے ہیں ایسا کرنے سے ہارون الرشید کا مقصد یہ تھا کہ اسلام کے وقار حکومت کے جلال اور خلافت کے دہبے کا نقش آنے والے وفد کے ارکان پر پڑے۔

وفد سے ملاقات کرنے کے لئے خلیفہ نے خاص اہتمام کیا تھا جب یہ وفد جفرالس کے بارے شاریمان کی طرف سے تھا ہارون الرشید کی خدمت میں حاضر ہوا تو وفد کے ارکان نے دیکھا کہ خلیفہ ہارون الرشید اس وقت اپنی مارے سونے کے تخت پر جو جواہرات سے مریح تھا جلوہ گر تھا۔

یہ تخت ایک اونچے مکان پر کافی بڑے اور وسیع کمرے کے پچھلے حصوں کے درمیان رکھا ہوا تھا جن پر ریشم کے زرکار اور نقش و نگار والا کپڑا منڈھا ہوا تھا اس کے دھاکے سونے کے تھے اور ان کی چمک دک نگاہ کو خیرہ کرتی تھی۔

اس وقت خلیفہ ہارون الرشید پر ایک چتر سایہ گلن تھا جس پر آنکھوں اور ہاتھی دانت کا استعمال کیا گیا تھا چتر کی چھت سیاہ ریشم کی تھی یہ بھی سونے کے تاروں سے بنی گئی تھی اور اپنی چمک دک دکھارہی تھی۔

چتر کے سامنے اور دائیں بائیں سونے کے چادر تھے ہر ہلال کے ساتھ سونے کی لڑائیں لگ رہی تھیں اور ہر لڑی میں بڑے بڑے موتی پھوٹے ہوئے تھے اور موتیوں کے وسط میں سرخ زرد اور اذرق رنگ کے یا قوت کچھ ایسی شان سے لگائے گئے تھے کہ دیکھنے والا مبہوت ہو کے رہ جاتا تھا۔

ہارون الرشید نے جس طرح اپنے تاج و تخت اور اس کمرے کو سجایا ہوا تھا ویسی ہی شان و شوکت سے وفد کا استقبال کیا اور اسی شان کے ساتھ کافی دیر تک ان سے گفتگو کرتا رہا۔

فرانسیسی وفد اور ہارون الرشید کے درمیان کس موضوع پر ملاقات ہوئی اس کے متعلق مورخین کوئی روشنی نہیں ڈالتے تاہم اس وفد کے ذریعے ہارون الرشید اور شاریمان کے درمیان خیر سگالی کا رابطہ اور تعلق قائم ہوا۔

جب یہ وفد رخصت ہوا تو اسے رخصت بھی اسی شان دار طریقے سے کیا جس طریقے سے ہارون الرشید نے ان کے استقبال کا اہتمام کیا تھا اس وفد کے ساتھ ہارون الرشید نے اپنا ایک عربی وفد شاریمان کی طرف روانہ کیا ان عربوں کے ساتھ ہارون الرشید نے شاریمان کے لئے بہت سے تحفے بھی روانہ کئے۔

ان تحفوں میں جو سب سے اہم تھا قنادہ ایک پانی کی گھڑی تھی جس کی سوپاں بالکل صبح

وقت بتاتی تھیں اور جسے دیکھ کر شاریمان کا وفد دنگ رہ گیا تھا ان لوگوں نے جب اس گھڑی کو دیکھا اور گھڑی کو انہوں نے وقت بتاتے ہوئے بھی سنا تب شاریمان کے وفد کے لوگوں نے یہ خیال کیا کہ اس گھڑی کے اندر شیطان بیٹھا ہے جو اسے حرکت دیتا ہے۔

گھڑی کے علاوہ دوسری اشیاء جو عربی وفد کے ساتھ ہارون الرشید نے فرانس کے بادشاہ شاریمان کی طرف روانہ کی تھیں ان میں ایک شلرج کی ایک بساط بھی بڑی اہمیت رکھتی تھی کہتے ہیں کہ اس بساط کے مہرے بڑے قیمتی بیروں کے تھے یہ بساط بیروں سمیت ہاتھی دانت کی ایک مسند گچی میں رکھی ہوئی تھی جو سونے سے مرصع تھی اور اس پر ایک غلاف بھی تھا جس کے دھاکے سونے اور چاندی کے تھے۔

اس کے علاوہ ہارون الرشید نے شاریمان کو ایک ہاتھی بھی روانہ کیا جو ہندوستان سے منگوا گیا تھا تاکہ بغداد کے کسی باغ میں اسے رکھا جائے اور لوگ اسے دیکھیں یہ ہاتھی شالی افریقہ کے راستے فرانس کی طرف روانہ ہوا تھا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہارون الرشید نے عربوں کا جو وفد شاریمان کی طرف روانہ کیا وہ تھا شاریمان کے پاس پہنچا کیونکہ فرانسیسی وفد کے دو بڑے اہم افراد راستے میں وفات پا گئے اسحاق یہودی جو فرانسیسیوں کی راہنمائی کے لئے ان کے ساتھ آیا تھا وہ بھی مسلمانوں کا ساتھ نہ دے سکا اس لیے کہ وہ ہاتھی کو اپنے ساتھ لے جا رہا تھا۔

بہر حال شاریمان نے عربی وفد کا شاعر اور پر تپاک استقبال کیا اور ہارون الرشید نے جو تحفے اس کے لئے بھجوائے تھے انہیں دیکھ کر وہ دنگ رہ گیا تھا جب ہاتھی فرانس پہنچا تو ہاتھی کو دیکھنے کے لئے فرانس کی خلقت ٹوٹ پڑی کیونکہ اس سے پہلے وہاں کے لوگوں نے ایسا عجیب و غریب جانور کبھی نہ دیکھا تھا۔

یہ عربی وفد کئی دنوں تک فرانس میں مقیم رہا فرانس کی حکومت اور ارباب حکومت کی طرف سے اس کی خوب پذیرائی اور سہماں داری ہوتی رہی اور ان کی عزت ان کے احترام میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی اس لئے کہ فرانس کا بادشاہ شاریمان جانتا تھا کہ مسلمانوں کا خلیفہ ہارون الرشید طاقت اور قوت میں کس پائے کا خلیفہ ہے۔

عربی وفد کے ارکان جب شہر سے باہر نکلے تو انہیں دیکھنے اور خوش آمدید کہنے کے لئے لوگ ٹوٹ پڑے اور ان کے حسن اور گندم گورنگ کو دیکھ کر جسے صحرائی چشم نے چند بار بتا دیا تھا جوش و جذبات سے اتنے بے قابو ہوئے کہ فخر سرائی پر اتر آئے۔

فرانس میں عربوں کی تعریف و توصیف میں ناجانے کتنے گیت اور اشعار لکھے گئے یہ

میت اور اشعار جہاں جہاں بھی جاتے انہیں جذبے اور جوش کے ساتھ سنایا جاتا۔ شاعر لیسان یہ نہیں چاہتا تھا کہ عربی وفد اس سے ملیں ہو جائے لہذا عربی وفد جب لوٹنے کی تو اس نے اپنی طرف سے ایک اور وفد اس کی راہنمائی اس کی حفاظت اور خدمت کے لئے ان کے ساتھ روانہ کیا اور عربوں کے لئے شاعر لیسان نے انتہائی قیمتی تحائف اور ہدایا بھی بھیجے اور کہتے ہیں ہارون الرشید کے لئے بھی شاعر لیسان نے بڑے قیمتی اور عمدہ تحائف روانہ کئے تھے۔

فراہمی وفد نے چونکہ ایک ماہ سے کچھ زیادہ عرصہ بغداد میں قیام کیا جا جو حالات انہوں نے دیکھے تھے بغداد میں قیام کے دوران انہوں نے جہاں شہر اور حکام کا جائزہ لیا وہاں رشید کی شخصیت کا بھی خوب انہوں نے مطالعہ کیا رشید سے متعلق جو انہوں نے دیکھا وہ سوانح نگار کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

ہارون الرشید اپنے لباس اور لباس کی تراش خراش اور وضع و قطع کے اعتبار سے جو مختلف موسام اور مناسبات سے تعلق رکھتے تھے ایک امتیازی حیثیت رکھتا تھا عام طور پر جو لباس استعمال کرتا تھا اس کا ایک لازمی جزو عمامہ ہوتا تھا جس کا نام صافیہ پڑ گیا تھا اس کی تکمیل عمامے ایک ایسی ٹوپی سی ہوتی تھی جو ہاس کی باریک تیلیوں سے مخروطی شکل میں بنائی جاتی تھی اس پر سیاہ رنگ کا نہایت قیمتی ربڑی کپڑا منڈھا جاتا تھا ان دونوں پر ایک چھوٹا سا عمامہ ہوتا تھا یہ اون کا ہوتا تھا جو نہایت قیمتی سیاہ رنگ کے ربڑم کا ہوتا تھا۔

عمامے کا ایک حصہ سامنے کی طرف ایک سیاہ چوڑے طرے کی طرح ہوتا تھا اور دوسرا پیچھے کی طرف لٹکا دیا جاتا تھا جو گردن کو دھوپ یا راستے کی گرد و غبار سے محفوظ رکھتا تھا ان عماموں کی حفاظت رکھوالی کے لئے ایک خاص ربڑم کا تھیں بھی کیا جاتا تھا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سلطنت میں کوئی اور آدمی کوئی ایسا عمامہ نہیں ہاندھ سکتا تھا جو ہارون الرشید ہاندھتا تھا رشید کے جسم پر جو کمبلیں ہوتی تھیں وہ اعلیٰ درجہ کی روئی اور بہترین باریک دھماگے سے تیار کی جاتی تھیں یہ کمبلیں خاص طور پر خراسان سے تیار ہو کر آتی تھیں۔ ہارون الرشید اپنی کمبلیں کے اوپر ایک ربڑی چادر استعمال کیا کرتا تھا جو سینے اور گردن کے گرد لٹکائی ہوتی تھی یہ چادریں ہارون الرشید کے لئے یمن سے بن کر آتی تھیں کیونکہ یہ کام ان لوگوں وہاں کی بہترین دھکاری میں شہر ہوتا تھا اور ساری دنیا میں اس کی شہرت بھی تھی۔

تسمیہ ایسا ہوتا کہ ہارون الرشید یعنی چادر کی بجائے مصر کا پٹا ہوا کرتا یا کمبلی استعمال کرتا

جوں نہایت قیمتی کپڑے کا ہوتا تھا اور وہ صرف لباس کے لیے بنایا جاتا تھا اس کی آستین اور سینے کا حصہ نہایت خوبصورت رنگ کے دھاگے سے بنا ہوتا تھا اور اس پر طرح طرح کے نقش ہوتے تھے۔

اس کمبلی پر ایک سیاہ رنگ کا جبہ استعمال کرتا تھا جو نہایت نادر کپڑے سے بنایا جاتا تھا کبھی اس پر ربڑم کے نقوش کڑھے ہوتے تھے آستینوں اور سینے کے حصے پر بسم اللہ کڑھا ہوتا تھا یا قرآن شریف کی کوئی چھوٹی سی آیت جو سہرے دھاگے سے کڑھی جاتی تھی۔

ہارون الرشید جو جوتے استعمال کرتا تھا وہ خاص عربی کے طرز کے ہوتے تھے ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ وہ بھی طرز کے بنے ہوئے جوتے استعمال کرتا جنہیں اس کے وزراء پہننے جتے مومن جن کا تعلق عجمیوں سے ہوا کرتا تھا۔

ہارون الرشید عربی طرز کے جو جوتے استعمال کرتا تھا وہ قصداً اور عمداً کرتا تھا کہ بھی لوگ اس کی ریس نہ کر سکیں وہ اپنے جوتوں سے متعلق بڑے فخر سے کہا کرتا تھا یہ بھی وہ جوتے ہیں جو میرے آباؤ اجداد استعمال کیا کرتے تھے۔

جوتوں کے ساتھ ہارون الرشید جرابیں استعمال کرتا جو یا تو طلام ربڑم کی ہوتی تھیں یا بکلی لون کی ان کا طول ٹخنوں سے ذرا اونچا ہوتا تھا جب وہ تخت خلافت پر بیٹھا تو سوائے جوتے کے اور کوئی چیز دکھائی نہ دیتی تھی سوزے اس کے پاجامے سے ڈھکے رہتے تھے۔

ہارون الرشید جب محل میں ہوتا یا اپنے کسی مخصوص تفریحی مقام پر ہوتا تو ہاتھ میں کھوار کے بجائے بیک کی چھری رکھتا تھا البتہ قصر سے باہر جب سواری کا ہلوس لٹکا تو چھری کی بجائے اس کے پاس کھوار ہوا کرتی تھی یہ اسراہ عرب اور سابق حکمرانوں کی پرانی عادت تھی۔

ہارون الرشید اکثر و بیشتر سادہ لباس استعمال کیا کرتا تھا اور وہ دونوں کے قصر اور ایمان کے کسری کی تھیں نہایت قیمتی جواہرات سے مزین لباس اور تاج زیب سر نہیں کرتا تھا ہاں یہ ضرور تھا کہ خاص خاص اجتماعات کے موقع پر یا جب دوسرے ممالک کے سفارتی وفدوں یا رباب ہوتے تو اس وقت وہ گراں بہار زرد کار اور زرد کار لباس ضرور استعمال کرتا تھا کہ خلافت کی حیثیت قائم رہے اور اسلام کی سر بلندی کا دوسروں پر خوب اثر پڑے۔

دوسرے رفاہ کے مقابلے میں ہارون الرشید کے علق قسم کے جواہرات جمع کرنے کا بے حد شوق تھا اس کا خزانہ خاص بے حد قیمتی اور نادر جواہرات سے بھرا ہوا تھا لیکن ان گراں مایہ جواہرات کی وہ لٹائش پسند نہیں کرتا تھا البتہ اپنی ہشتکری میں قیمتی جواہرات استعمال کرنے کا بے حد زیادہ شائق تھا اس کے پاس ہشتکریاں بہت سی تھیں لیکن ایک وقت

میں مختلف قسم کے نقش کڑھے ہوئے ہوتے تھے۔

ہارون الرشید کی یہ عادت تھی کہ ایک مرتبہ کا استعمال کیا ہوا لباس عموماً دوسری بار نہ پہنتا تھا۔ بجز اس صورت کے کہ وہ اپنی مٹاوت اور نقش و نگار کے اعتبار سے خاص حیثیت رکھتا ہو۔

ہارون الرشید جب مجالس و مہرب میں کینزوں کے ساتھ بیٹھا تو بدن پر زر کار رہی نہیں ہوتی اور ان حطروں سے معطر ہوتی جو بعد اہلیم سے چنے اور بدلے کے طور پر اس کی خدمت میں روانہ کئے جاتے تھے کبھی کبھی بلاد چین اور مشرق سے بھی اس طرح کے تحائف اس کے پاس آیا کرتے تھے۔

فکار کے سونہ پر جو لباس زیب تن کرتا تھا وہ کشادہ ہوتا تھا اور سونے کپڑے کا بنا ہوتا تھا تاکہ ریاضت شہسواری اور فکار کے تعاقب میں آسانی رہے۔

جہاد کے سونہ پر اس کا لباس مخصوص ہوتا تھا سر پر خود پہنتا تھا جس پر غازی کا لفظ لکھا ہوتا تھا جو زرہ استعمال کرتا تھا وہ حد درجہ مضبوط ہوتی تھی ایسے مواقع پر پاؤں میں جو جوتا پہنتا تھا وہ چوڑے کانٹوں سے بکھڑے ہوتا تھا تاکہ اٹائے جنگ میں گھوڑے کی ضرب سے آسانی پہاڑ ہوتا رہے۔

ہارون الرشید کو بہترین اور نادر ترین قسم کی گھوڑیں جمع کرنے کا بھی شوق تھا اس کے پاس نہایت نایاب و عظیم قسم کی گھوڑوں کا ذخیرہ تھا ان میں وہ گھوڑیں بھی تھیں جو ان ابطال عرب نے استعمال کی تھیں جو تاریخ میں اپنا نام اور مقام رکھتی تھیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کے مجموعہ گھوڑوں میں حضرت علیؑ کی گھوڑا ذوالفقار بھی تھی اس کے علاوہ رشید کی گھوڑوں کے ذخیرے میں ایک گھوڑا مصاصہ بھی تھی جو صحابی رسولؐ حضرت عمرؓ بن مہدی کی ہوا کرتی تھی۔ کہتے ہیں کہ تمام خلفاء میں ہارون الرشید پہلا شخص تھا جس نے گھوڑے پر سواری کی حالت میں چوگان کھیلا۔ ہارون الرشید کو یہ کھیل بے حد پسند تھا چوگان بازی میں اس کے ساتھ اس کے وزیر امراء بھی برابر کے شریک ہوا کرتے تھے۔

چوگان کے لئے اس نے ایک میدان تیار کروایا تھا جس کے ارد گرد آرام دہ نشستوں کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔

اس کے علاوہ اسے فکار کا بڑا شوق تھا خلیفہ اور ریح کے موسموں میں فکار کھیلتا اس کو جب فکار پر جانا ہوتا تو پہلے حاجب کو تیاری کا حکم دے دیا کرتا تھا حاجب حمید دوں کو سدھانے والوں، جہاز جھنکار صاف کرنے والوں فکاری کتوں کے رکھوالوں باز اور پرے

میں صرف وہ ایک ہی انگشتری استعمال کیا تھا۔

ان انگشٹیوں میں سے کوئی بھی ایسی نہیں تھی جو اپنی ایک تاریخ نہ رکھتی ہو اور ان میں سے ہر ایک سے متعلق کوئی بھی دلچسپ اور پر لطف داستان وابستہ ضرور تھی۔

ہارون الرشید کی انگشٹیوں میں سب سے زیادہ مشہور انگشٹی کا نام اسٹیل تھا یہ نہیں معلوم ہو سکا اس کی اس انگشٹی کا نام یہ کیوں رکھا گیا تھا۔

بغداد کے جو ہریوں کی یہ عادت تھی کہ کسی خاص خصوصیت کی بنا پر وہ اپنی پائی ہوئی انگشتری کو کسی خاص نام سے موصوم کر دیتے تھے جو کھینے سے مناجت رکھتے تھے اور ان کے تناسب قفل اور آب و تاب کے لحاظ سے مطابقت کے حامل ہوتے تھے غالباً یہی انگشتری ہے جو بحر کے نام سے بھی یاد کی جاتی تھی گویا اس ایک انگشتری کا نام اسٹیل بھی تھا اور بحر بھی اس لیے کہتے تھے کہ یہ بڑی مال تھی اور یہ ہارون الرشید کو بڑی محبوب اور عزیز تھی۔

ہارون الرشید کے پاس بہت سی انگشٹیاں تھیں ان میں کچھ خطرناک بھی تھیں ان میں سب سے زیادہ خطرناک وہ انگشٹی تھی جس کا گیند یا قوت سرخ رنگ کا تھا جو جبل کے نام سے یاد کی جاتی تھی البیرونی کی روایت کے مطابق اس کی قیمت تین لاکھ دینار تھی رشید نے اسے ایک قبیلے میں بہت سے گینگوں کے ساتھ رکھا ہوا تھا کہتے ہیں یہ انگشٹی تاریخ کی بڑی بڑی شخصیتوں کی انگشٹیوں میں منتقل ہوتی رہی تھی ایران کے قدیم حکمرانوں سے ہوتی ہوئی یہ انگشٹی ہارون الرشید تک پہنچی تھی جب یہ انگشٹی ہارون الرشید کو ملی تو ہارون الرشید نے اس پر لفظ احد نقش کرا دیا تھا۔

اس انگشٹی کی یہ بھی حقیقت لکھی جاتی ہے کہ اس کا یا قوت سرخ رات کی تاریکی میں اس طرح روشن رہتا تھا جس طرح امیر سے میں چراغ ہوتا ہے اور تاریکی میں اس پر نظر ڈالنے والا اس میں ایسی تماشیلیں دیکھتا تھا جو نمایاں ہوتی تھیں اور غائب ہو جایا کرتی تھیں اس ہارون الرشید کے ہارے میں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ہارون الرشید کے بعد غلیظہ المسعین ہاشم کے بعد یہ انگشٹی کبھی نہ ملی۔

ان انگشٹیوں کے علاوہ ہارون کے پاس اور انگشٹیاں بھی تھیں لیکن ان میں اہم ترین انگشتری خاتم خلافت تھی اس انگشتری کو وہ اجتماعات عامہ میں استعمال کیا کرتا تھا اس پر لا الہ الا اللہ کے الفاظ نقش تھے۔

تفصیل کے مطابق مزید یہ کہا جاتا ہے کہ موسم گرما میں وہ ہاریک کپڑے کی بنڈی نہیں کے پیچے پہتا کرتا تھا جس کی آستین کچھ زیادہ ہوتی تھی اور وزن میں بہت ہلکی پستکی اس

اس کے علاوہ ہارون الرشید کو کشتی رانی میں بھی بڑی دلچسپی تھی بغداد کے دوران قیام دریا کے اندر کشتی رانی ہوتی تھی اس کے لئے بہترین وقت رات کا مقرر کیا جاتا تھا تاکہ کشتیاں روشنی سے جھگمگانے لگیں۔

مقابلے میں حصہ لینے والی کشتیاں ایک ایسی جگہ کا رخ کرتیں جہاں چراغوں سے منعکس ہونے والی روشنی ان پر پڑتی دریاے دجلہ پر بنے پل کھول دیے جاتے تھے تاکہ وہ کشتیاں آسانی سے ان کے پاس سے گزر سکیں کشتی رانی کے ایسے مواقع پر ہارون الرشید کے چنگ اور دیاب بھانے والے موسیقار بھی ساتھ ہوتے لیکن ان سازوں پر اس وقت تک چوٹ نہ پڑتی اور نغمہ موسیقی کا دور اس وقت تک نہ شروع ہوتا جب تک پایہ تخت بغداد سے کافی دوری نہ ہو جاتی تاکہ دریا کے کنارے گزرنے والے شائقین اور تماشاکی اس سیر و تفریح میں دخل اندازی نہ کر سکیں۔

کہتے ہیں ہارون الرشید کو تمام عباسی خلفاء میں سے شطرنج کھیلنے کا زیادہ شوق تھا۔ یہ شغل وہ وقت گزارنے کے لئے نہیں بلکہ بے انتہا ذوق و شوق سے کرتا تھا اس کھیل سے اسے غیر معمولی شغف تھا اس کی غیر معمولی دلچسپی نے اسے شطرنج کا ماہر بنا دیا تھا ایسی ایسی چالیں کھیلتا تھا کہ مقابلہ ششدر رہ جاتا اس فن میں اس کے حریف صرف دو چار ہی آدمی تھے ان میں زیادہ تر مشہور ابو حفص شطرنجی امیر ایہم موصلی اور اس کا بیٹا انس شامل تھے۔

شطرنج سے ہارون الرشید کی غیر معمولی رغبت اور شوق کا اندازہ اس سے بھی ہو جاتا ہے کہ اس نے فرانس کے بادشاہ شارلیمن کو جو تحائف اور ہدایہ بھیجے ان میں شطرنج کی بسات بھی تھی جو انتہا درجہ کی قیمتی تھی۔

شطرنج سے متعلق ہارون الرشید کا قول تھا کہ شطرنج سے جو چیزیں مجھے حاصل ہوتی ہیں وہ مہربانیاں اور عمل و فکر ہیں۔

شطرنج سے متعلق ہارون الرشید کا ایک واقعہ بھی مشہور ہے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رشید اور موسیقار امیر ایہم موصلی کے درمیان شطرنج کی بازی کشتی میں جی ہوئی تھی شرط یہ تھی کہ جو غالب آ جائے گا اس کا حکم ہارنے والے کو ماننا پڑے گا۔

اتفاق کی بات یہ ہے کہ رشید بازی ہار گیا۔

اس پر امیر ایہم موصلی نے کہا امیر المؤمنین اس بندہ حقیر کا لباس زیب تن کرنے کی زحمت گوارہ فرمائیں گے۔

یہ کہہ کر اس نے اپنے کپڑے اتارنے شروع کر دیئے۔

والوں کو اور شکار سے متعلق جملہ کارگزاریوں کو حکم دیتا کہ وہ فوراً شکار گاہ کی طرف روانہ ہو جائیں۔

اور یہ لوگ شکار گاہ کے چپے چپے سے واقف ہوا کرتے تھے۔

ہارون الرشید کی شکار گاہ پایہ تخت سے کافی فاصلے پر تھی لہذا یہ سبز جو شکار کے لئے لیا جاتا تھا خاصا طویل ہوتا تھا اور اس میں کئی دن لگ جایا کرتے تھے۔

لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ قریب میں کوئی مقام شکار کے لئے خاص قرار دے دیا جاتا تھا ایسی صورت میں سفر طے نہ کیا جاتا تھا صبح جاکے شکار کرنے کے بعد شام کو ہارون الرشید لوٹ آتا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ بغداد کے قریب دریائے فرات اور دجلہ کے پاس ایک قلعہ ارض ہارون الرشید نے اس کام کے لئے مختص رکھا تھا یہ کافی بڑی شکار گاہ تھی جس کے اندر بعض جگہوں پر نیم دائرے کی صورت میں دیواریں کھڑی کر دی گئی تھیں جو اونچے ستونوں پر تھیں اور بہت زیادہ مضبوط اور محکم تھیں۔

شکار کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ جن جانوروں کو شکار کرنا مقصود ہوتا تھا انہیں ہانکا کرتے تھے اور ہانکتے ہوئے شکار گاہ کے اندر دیواروں کی صورت میں جو احاطے بنے ہوئے تھے ان کی طرف لاتے تھے۔

اور جو حصہ کھلا ہوتا تھا ادھر سے آگے بڑھ کر ایک حلقہ سا بنا لیتے تھے اس کے بعد گھوڑوں، سدھائے ہوئے چیتوں اور شکاری کتوں کو ان پر چھوڑ دیا جاتا تھا اس طرح یہ جانور گھبرا کر اور سر پر پاؤں رکھ کر جھاکر اور جھازوں کی طرف بھاگتے تھے لیکن دائرہ برابر تنگ ہوتا جاتا تھا یہاں تک کہ دیواروں سے گھرے ہوئے احاطے میں داخل ہو جاتے تھے۔

جہاں سے ان کے لیے نکلنا ناممکن ہوتا تھا جب اس طرح شکار کے جانور اس احاطے میں محصور رہ جاتے تب خلیفہ ہارون الرشید اپنے خواص کے ساتھ نمودار ہوتا اور شکار شروع کر دیتا تھا ہارون الرشید کے ساتھ اس موقع پر اس کے جانشین اور مصاحب ہوا کرتے تھے۔

ہارون الرشید کو تیر اندازی کے فن میں غیر معمولی مہارت اور کمال حاصل تھا اس کی تیر اندازی میں مہارت کا اندازہ کچھ اس طرح لگایا جاتا ہے کہ کبوتر کے پاؤں میں سبز دھاگا باندھ دیا جاتا تھا پھر تیر اندازی ہوتی دھاگا تیر سے کٹ جاتا اور کبوتر کو کسی طرح کا زخم بھی نہ پہنچتا تھا۔

رشید کو بھی آگئی اس نے ابراہیم موصلی کو اپنے مخصوص پارچہ جات میں سے کچھ لباس عطا فرمائے اور بہت بڑا انعام بھی دیا جب جا کر اس شخص سے اس کی جان چھوٹی۔
ہارون الرشید کو رات کے وقت بھیجیں بدل کر قصر سے نکلے اور بغداد شہر میں گھومنے پھرنے کا بڑا شوق تھا ایسے مواقع پر وہ اپنے کسی بھی وزیر یا عہدیم کو ساتھ لے لیتا اور ایک نگہبان بھی ساتھ رہتا تھا۔

اس طرح شب کی تاریکی میں ایک عام شہری کا روپ بھر کر وہ مختلف جلسوں مجلسوں اور اجتماع میں خواہ وہ تفریحی ہوں رکی ان میں جا پہنچتا تھا اور ان میں حصہ لیتا تھا یہ رسومات چاہے خوشی کی ہوں یا غم کی کیفیت رکھتی ہوں بھیجیں بدل کر ہارون الرشید ان میں جاتا اور لوگوں کے احوال جاننے کی کوشش کرتا۔

ہارون الرشید کی اس طرح کی مجلس آرائیوں کی لمبی چوڑی داستانیں قلم اور حنظل کی مدد سے کتابوں کی نظر کی جا چکی ہیں یہ داستانیں پر لطف حکایات، نادر لطائف طر و مزاح اور عرافت سے بھری ہوئی ہیں ان داستانوں میں ہزاریوں لوگوں سوداگروں بڑے بڑے تاجروں اور سوسائٹی کی عمر رسیدہ خواتین کے ساتھ بھیجیں بدل کر ہارون الرشید کے گفتگو کرنے کے معاملات بھی ہیں اور جب تک الف لیلہ کے اوراق زمرہ ہیں ہارون الرشید کی یہ داستانیں بھی زمرہ رہیں گی۔

✽.....✽

جعفر برکی کے قتل اور اس کے بعد براک خاندان کے مختلف افراد کو زعمان میں ڈالنے کے باعث مملکت کے مختلف مقامات پر بتواتر اٹھ کھڑی ہوئی تھیں یہ بتواتر صرف ہراسمیں کی حمایت میں نہیں تھیں بلکہ مملکت کے حالات دیکھتے ہوئے دوسرے بہت سے عوامل بھی بتواتر میں شامل ہو گئے تھے یمن آذربائیجان خراسان مصر اور عراق کے علاوہ دوسرے بہت سے علاقوں میں بتواتر اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

ان بتواتر کی بڑی بڑی وجوہات کچھ اس طرح تھیں۔
اول مملکت کا رتبہ بہت زیادہ وسیع تھا اور کہیں نہ کہیں سے لوگوں کی سازشیں، شکایات آتی ہی رہتی تھیں۔

دوئم متعدد صوبے پایہ تخت خلافت سے دور دراز کی مسافت پر واقع تھے لہذا سرکشی اور بغاوت کا خطرہ تھا۔

سوم اس زمانے میں نقل و حرکت کے وسائل بہت محدود تھے جو بغاوت کا باعث بننے لگے۔

چہارم حکومت کے پرچم سے مختلف قسم کے انکار و معاند رکھنے والے بہت سے گروہ بہت سی قومیں اکٹھی ہو گئی تھیں جو ایک دوسرے کے خلاف برسر پیکار ہو جاتی تھیں۔

پنجم خارجی مذہب کا وجود بہائے خود ایک بہت بڑا فتنہ تھا اور یہ فتنہ ہر جگہ کسی نہ کسی صورت اور کسی نہ کسی صوبے میں الفتنہ رہتا تھا۔

ششم بنو عباس کے خلاف دھت و علو یہ بھی اپنا کام انجام دے رہی تھیں۔

ہفتم اہل قارس اپنا گزشتہ دار عظیم لانے کے لئے بے قرار تھے اور آزادی و مختاری حاصل کرنے کی تاک میں رہتے تھے۔

اس طرح کے اور بہت سے اسباب ایسے جمع ہو گئے تھے جو بد امنی شورش اور بغاوت کے موجب بننے لگے۔

بتواتر کی حالت کچھ عہد ہارون الرشید میں ہی خاص طور پر نہیں تھی بلکہ عہد سابق میں

بھی یہی کیفیت تھیں اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہیں ہو گا کہ عباسی دور میں سیاسی خوشیں اور ہنگامہ آرائیاں بہت زیادہ تھیں۔

اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ ہارون الرشید اور اس کے اسلاف کے زمانے میں جو نظم و ملکت رائج تھیں اس کا تقاضا یہ تھا کہ خلیفہ ہار ہار صوبوں کے والیوں کا تبادلہ کرنے پر مجبور تھا کہ وہ اپنے صوبے میں خود مختاری کا خواب نہ دیکھنے لگیں اور خلیفہ کے اقتدار اعلیٰ سے روگردانی کرنے کی کوشش نہ کریں۔

اس نظام میں خوبی کم اور خرابی زیادہ تھی سب سے بڑی خرابی یہ تھی کہ عدم اعتماد کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی والی یہ خیال کرتے تھے کہ وہ چند روز ہیں اس کے بعد انہیں تبدیل کر دیا جائے گا لہذا وہ اپنی من مانی کرنے لگتے تھے جس کی وجہ سے سیاست اور نظم و ملکت میں نئے نئے واقعات رو پذیر ہوتے رہتے والی بجائے اس کے کہ تعمیر اصلاح کی طرف مائل ہوں اس کوشش میں لگے رہتے تھے کہ کسی طرح سے زیادہ سے زیادہ مال جمع کر لیں اور دولت مند بن جائیں کیونکہ ہر وقت انہیں کھٹکا لگا رہتا تھا کہ اب معزول ہوئے اور اب یہ عہدہ ان کے ہاتھوں سے گیا۔

یہ حالت صرف بڑے بڑے صوبوں ہی کی نہیں بلکہ بڑے بڑے شہروں میں بھی یہی کیفیت تھی ان کے والی تیزی سے تبدیل ہوتے رہتے تھے جس کی بناء پر والی رعایا کی بہتری کا کام یا نظم و نسق درست کرنے کی بجائے زیادہ سے زیادہ مال و دولت جمع کرنے میں لگ جاتے تھے تاکہ جب تک انہیں تبدیل کیا جائے یا معزول کر دیا جائے اس وقت تک وہ کافی رقم جمع کر لیں۔

ہارون الرشید کے دور میں اگر ان عوامل کا جائزہ لیا جائے تو بہت سے شہر ایسے ملنے ہیں جہاں کے والی کئی بار تبدیل کئے گئے کوئی شہر میں جو وقتاً فوقتاً والی مقرر کئے گئے ان کی تعداد نو تھی۔

بصرہ میں مختلف والیوں کو معزول کرنے کے لئے والی مقرر کئے جاتے رہے اس طرح بصرہ میں لگاتار آگے پیچھے یکے بعد دیگرے پندرہ والی مقرر کئے گئے۔

مدینہ منورہ میں آگے پیچھے گیارہ والیوں کو مقرر کیا گیا کہ کمرہ میں ان کی تعداد سولہ تھی اس طرح شام اور مصر میں بھی بہت کم عرصے بعد والیوں کا تبادلہ کر دیا جاتا تھا۔

والیوں کی یہ تعداد اس کے باوجود ہے کہ سارے والی بنو عباس سے مقرر کئے جاتے تھے اور بنو عباس کے خلفاء اس بات پر مجبور تھے کہ اپنے عزیز و اقارب کو مختلف صوبوں کا والی

مقرر کریں اس کی بھی مختلف وجوہات تھیں۔

اول یہ کہ یہ لوگ دوسروں کے مقابلے میں زیادہ وقار دار ہو سکتے تھے۔

دوئم دوسروں کے مقابلے میں یہ کم خطرناک تھے۔

سوم دوسروں سے کہیں زیادہ سر بلندی عزت شرف اقتدار میں شرکت اور مال و دولت میں حصہ انہیں قرب خلافت کے باعث حاصل تھا لہذا خود ان کی بھلائی اس میں تھی کہ حکومت کے خلاف آمادہ عمل نہ ہوں۔

چہارم ان کے لیے وہ بہت زیادہ سہولتیں حاصل تھیں جو عام ان خلافت میں سے ہونے کے باعث انہیں جن سے دوسرے لوگ محروم تھے۔

پنجم اس طرح خلیفہ کو زیادہ اطمینان اور دل جمعی کے ساتھ خلافت کی تدبیر کا موقع ملتا تھا اور اپنی اولاد میں اس منصب کو متواتر لگاتا اور پر اس طور پر باقی رکھنے کا امکان تھا اس کے باوجود کہ والی زیادہ تر عباسی ہوتے تھے سرکشیاں اور بغاوتیں کمزوری ہوتی رہیں۔

ہارون الرشید کے زمانے میں جو حوادث رونما ہوئے ان کی نہ میں کچھ دوسرے عوامل بھی کار فرما تھے جو کبھی دوسرے مقامات پر اور کبھی خود پایہ تخت خلافت میں رونما ہو جایا کرتے تھے ان بغاوتوں کے کمزور ہونے میں ولی عہدی کا مسئلہ بھی شامل تھا اس لیے کہ ہارون الرشید کے بڑے بیٹے امین اس کے بعد مامون کو ولی عہد مقرر کر گیا تھا لہذا دونوں کے درمیان کشمکش تھی امین کی طرف داری عرب کر رہے تھے جبکہ مامون الرشید کی پشت پناہی ایرانی کر رہے تھے اس طرح دو بڑی قوتوں کے درمیان ایک طرح کی محاذ آرائی بھی تھی جو بغاوت کا باعث بنتی تھی۔

بہر حال ہارون الرشید کے دور میں جب مختلف صوبوں میں بغاوتیں انہیں اور اسے بغاوتوں کی خبر ہوئی تو اس نے ان بغاوتوں کو فرو کرنے کا حکم ارادہ کر لیا تھا۔

ان بغاوتوں میں سب سے زیادہ خطرناک صورتحال خراسان کا خطہ تھا اس لیے کہ ایک تو براکہ یہاں کے رہنے والے تھے اور براکہ میں سے جعفر کو قتل کرنے کے بعد خلیفہ ہارون الرشید نے باقی کو زندان میں ڈال دیا تھا اس بناء پر خراسان کا صوبہ پوری شدت سے ہارون الرشید کے خلاف اٹھ سکتا تھا۔

اور پھر اس صوبے میں ایک اور خطرہ بھی منڈلا رہا تھا اس کی بھی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔ کہ ہجری 178ء میں ہارون الرشید نے فضل بن یحییٰ برکی کو خراسان کا والی بنایا تھا فضل برکی وہاں ایک سال سے کچھ زیادہ مدت تک مقیم رہا اس نے ایک آمر مطلق کی ذمہ کی وہاں

برس کی وہ ہانگ خود مختار تھا کوئی اس کا ہاتھ پکڑنے والا یا روک ٹوک کرنے والا نہیں تھا۔ وہاں کے دوران قیام میں اس نے مختلف اور متحد قسموں کے کارنامے انجام دیے جن میں سے بعض اچھے بھی تھے اور برے بھی فضل برکی نے خراسان میں قیام کے دوران جو سب سے زیادہ خطرناک کام کیا وہ یہ کہ اس نے ایک جیش عظیم کی تنظیم قائم کی۔

اس لشکر عظیم کا بھانہ اس نے یہ بتایا کہ حدود خراسان کے دفاع کے لئے اس جیسے لشکر کی بڑی ضرورت ہے اس لشکر کا نام اس نے عباسیہ رکھا تھا اس لشکر کے لوگوں کے نام ایک خاص رجسٹر میں درج کئے جاتے تھے اور انہیں مستقل معاوضہ مسالوں کے بیت المال سے ملا کرتا تھا اس لشکر میں سارے ایرانی خراسانی شامل تھے جو شدت کی حد تک براہ کے طرف دار تھے یہ پورا لشکر واضح اور غیر مصروف طور پر آل برک کے سوا کسی اور کارفرما تہدار نہیں تھا۔

اس لشکر کی خبریں برابر رشید کو بھی پہنچا کرتی تھیں یہ تفصیل اسے اس کے عبور روانہ کیا کرتے تھے رشید نے جب اس لشکر کو مرتب کرنے کی خبر سنی اور اسے یہ بھی بتایا گیا کہ آج تک اتنا بڑا لشکر اس مملکت میں قائم نہیں کیا گیا تو وہ اندیشہ ہائے شدید میں مبتلا ہو گیا یہ بات اسے خاص طور پر ناگوار گزری تھی کہ اتنا بڑا اقدام فضل برکی نے اس کی اجازت اور مشورے کے بغیر کیے کر لیا۔

لیکن وہ ایسا موقعہ تھا کہ فی الفور ہارون الرشید کوئی تادیبی کارروائی یا تنقیدی قدم نہیں اٹھا سکا تھا وہ بغداد میں مقیم تھا اور وہاں رہ کر خراسان کے اتنے بڑے لشکر کو قسم کر دینا اس کے لیے آسان بھی نہ تھا۔

جو براہک اس کی خدمت میں بغداد کے اعدا ہانہ رہا کرتے تھے ان کے سامنے ہارون الرشید نے اس لشکر کی تنظیم اور تدبیر سے متعلق کبھی اضطراب یا خوف و وحشت کا اظہار بھی نہیں کیا اور کامل مبرا اور خاموشی سے کام لیتا رہا۔

اسی اثنا میں اس کے عبوروں نے اطلاع دی کہ یہ لشکر بہت طاقتور ہو گیا ہے اور ساتھ ہی ان عبوروں نے اس لشکر پر فضل برکی کے تصرفات پر جرح اور تنقید بھی کی تھی۔

ہارون الرشید دن بدن اس لشکر اور فضل برکی سے نالاں ہوتا جا رہا تھا لہذا جو خبر نامہ اس کے عبوروں نے لکھا تھا اس نے فضل برکی کے باپ یحییٰ برکی کے حوالے کر دیا اور اسے کہا۔

اسے ملاحظہ کریں اور اپنے صاحبزادے کو ایک خط لکھ کر نصیحت کریں کہ وہ ایسی حرکتوں سے باز رہے۔

کہتے ہیں یحییٰ نے فوراً فضل کو ایک خط لکھا اور اسے بہت سے مفید اور ضروری نصیحتیں کیں لیکن یحییٰ برکی ایسا چالاک انسان تھا کہ اس نے اس عظیم لشکر کی ترتیب اور تنظیم کے بارے میں ایک حرف بھی نہ لکھا جو خراسان میں بریکوں کی حمایت کے لیے فضل بن یحییٰ نے قائم کیا تھا۔

ہارون الرشید نے حکمت و مصلحت سے کام لیتے ہوئے فضل برکی کو اس کے منصب سے معزول یا برطرف تو نہیں کیا بعض اہم امور کی آڑھ لے کر فوراً اسے بغداد میں حاضر ہونے کی ہدایت کی۔

فضل برکی نے یہ احتیاطی کارناموں کو لاکھوں نوجوانوں پر جو اس نے ذاتی لشکر تیار کر رکھا تھا جس کا نام اس نے عباسیہ رکھا تھا اس کے چند دستوں کے ساتھ وہ بغداد شہر میں داخل ہوا کہتے ہیں کہ ان چند دستوں میں بھی لگ بھگ دس ہزار بھی لشکر شامل تھے۔

یہاں سے اس بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ان لشکریوں میں ایک بھی لشکر عرب نہیں تھا۔ فضل برکی ان مسلح بھی دستوں کو لے کر بغداد پہنچا رشید نے اس کا بھڑکنا استقبال کیا

اور اپنی ناراضگی اس پر ظاہر نہ کی ہارون الرشید نے بڑی مہارت کے ساتھ اپنے جذبات کو براہک اور عوام پر فاش نہیں ہونے دیا بلکہ اس لشکر میں دیکھ کر یہ بھی لشکر جو فضل برکی راستے میں حفاظت کے لئے اپنے ساتھ بغداد لے آیا ہے کسی نہ کسی طرح جلد بغداد سے خراسان واپس چلا جائے لیکن براہک اس لشکر گراں کو واپس جانے کے لئے نہیں لائے تھے بلکہ وہ اسے اپنا تابع اور فرمانبردار بنا کر قلب بغداد میں رکھنے کا منصوبہ بنا چکے تھے چنانچہ انہوں نے بغداد میں جو مستقر تھا جس کا نام رصافہ تھا اس کے قریب ہی ایک بہت بڑا قطعہ زمین لشکر کیلئے حاصل کیا اور وہاں اس لشکر کے قیام کا اہتمام کیا گیا کو لشکر کا یہ حصہ اس بڑے لشکر کا ایک جز تھا پورے بڑے لشکر کا نام عباسیہ رکھا گیا تھا اور جو حصہ بغداد لایا گیا تھا اس کا نام ان بریکوں نے کریمیا رکھ دیا براہک کے اس لشکر کو بغداد میں قیام کئے ابھی زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ اس کا ایک بڑا حصہ ہارون الرشید کے قصر پر بھی مقرر کر دیا گیا اور اس کا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ ہارون الرشید کی جان و مال کی حفاظت کے لئے لشکر کے اس حصے کو متعین کیا گیا ہے۔

جو شخص کبھی نگر سے بریکوں کی اس حرکت کا جائزہ لے گا وہ یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہے گا کہ درحقیقت براہک کا اتنا بڑا لشکر تیار کرنا نہ صرف مسالوں بلکہ ہارون الرشید کی حکومت کے خلاف ایک انتہائی قدم تھا جس نے ہارون الرشید اور خلافت عباسیہ کو پورے

طور پر براۓ کے دست تصرف میں دے دیا تھا۔

بلکہ اسے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ برمکیوں کے اس اقدام نے اہل فارس اور عربوں کے درمیان سخت ترین ٹکڑھ پیدا کر دی تھی اتنی شدید فتح اسلامی سے لے کر اب تک اس کی مثال دیکھنے میں نہیں آتی تھی کیونکہ فی الواقعہ عجیبوں کا عربوں پر غالب آ جانا اس بات کی نشاندہی تھی کہ ہارون الرشید نے براۓ کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے تھے۔

اور پھر برمکیوں نے جو اپنے مخصوص دستے ہارون الرشید کے قصر پر مقرر کر دیئے تھے تو یہ دستے چٹھوں کے اندر ہارون الرشید اور اس کے نگہبانوں پر قابو پا سکتے تھے اور کریمیا کے دو دستے چند ساتوں کے اندر علی اندر بغداد شہر میں داخل ہو کر امراء اور بڑے سالاروں کا خاتمہ بھی کر سکتے تھے۔

اس صورتحال میں عربوں کا حشر کیا ہوتا وہ کیا کرتے وہ کہاں جاتے کیا ان میں اتنی سکت تھی کہ وہ اس لشکر قاہرہ کے سامنے ٹھہر سکتے جس سے بڑھ کر اب تک کوئی لشکر ساری مملکت میں ترتیب نہ دیا جاسکا تھا۔

لشکر مذکورہ کی طرف سے براۓ ہارون الرشید کا خاتمہ بھی کر سکتے تھے دوسری صورت ان کے پاس یہ بھی تھی کہ ہارون الرشید کو معزول کر کے اور امراء بنو عباس میں سے اپنی مرضی اور پسند کے آدمی کو مسند آراء نے خلافت کر دیتے ان مواقع پر جبکہ لشکر عباس کا ایک حصہ بغداد میں آگیا تھا ایک موقع پر جعفر برکی نے ہارون الرشید کے ایک آدمی سے بڑی جی پتے اور دل کی بات کہی تھی اور یہ بات ہارون الرشید کے اس آدمی نے ہارون الرشید کو پہنچا دی تھی اور غضب کی حالت میں ایک روز جعفر برکی نے لشکر عباس کی موجودگی کی وجہ سے یہاں تک کہہ دیا تھا۔

”خدا کی قسم اگر ہارون الرشید نے ہمیں ایسی باتوں پر مجبور کیا جو ہماری مرضی اور پسند کے خلاف ہوں تو ہم اس کیلئے وہاں صریح بن کر اس کے چٹے چمڑا سکتے ہیں۔“

اس لشکر کی موجودگی میں حقیقت یہ تھی کہ ہارون الرشید اس وقت بالکل ویسے ہی عیوجم مصائب میں گھرا ہوا تھا جس طرح اس کا دادا ابو جعفر منصور اپنے سب سے بڑے خراسانی دشمن ابو مسلم کے مقابلے میں گھرا تھا لیکن منصور کی حالت مختلف تھی اس لیے کہ وہ اپنے پایہ تخت میں ہر طرح سے محفوظ تھا اس کے ارد گرد جو لشکر اور سالار تھے وہ سب عرب تھے اور ان کا ایک بہت بڑا جم غفیر اس کی مدد کے لئے موجود تھا جو کسی بھی وقت ابو مسلم خراسانی پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کر سکتے تھے۔

لیکن ہارون الرشید کا حال اپنے دادا ابو جعفر منصور سے مختلف تھا اس کی حالت برمکیوں کے سامنے ایسی تھی جیسے وہ کسی درندے کے سامنے بالکل یکا وتھا اور غیر مسلح کھڑا کر دیا گیا ہو اور اس کے سامنے سے بھاگ جانے کی بھی کوئی صورت نہ رہی ہو اور ہر آن اسے یہ خطرہ لگا رہے کہ نہ جانے کب وہ وحشی درندہ نوٹ پڑے اور کام تمام کر دے۔

اگر مورخین کے نزدیک ابو جعفر منصور مسلم خراسانی کو قتل کر دینے اور اس کی جان لینے میں حق بجانب تھا اور یہ خود اس کی سلاستی اور تحفظ کا تقاضا تھا تو ہارون الرشید بھی براۓ کی ہلاکت اور بربادی کے سلسلے میں حق بجانب تھا ہارون الرشید نے براۓ کے خلاف جو کچھ کیا وہ صرف اپنے بچاؤ کے لئے نہیں تھا بلکہ اپنی حکومت خلافت اور مملکت کو بچانے کے لئے اس نے کیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کا یہ دفاع عرب قومیت کی سیادت اور سر بلندی کا بھی دفاع تھا جو کچھ عرصہ سے برمکیوں کی وجہ سے اہل زوال و انحطاط ہوتا چلا جا رہا تھا۔

بہر حال جعفر برکی کے قتل کے بعد برمکیوں کا وہ لشکر جو بغداد کے اندر تھا اس سے تو ہارون الرشید نے اپنے آپ کو محفوظ کر لیا تھا لیکن عباس نام کے لشکر کا وہ بڑا حصہ جو خراسان میں موجود تھا وہ کسی بھی وقت کسی برکی کے اشارے پر ایسی بغاوت کھڑی کر سکتا تھا جو سرکشی کی آگ دوسرے صوبوں میں بھی بھڑکا سکتا تھا۔

عباس نام کے اس لشکر کے علاوہ اب برمکیوں نے ہارون الرشید کے لیے ایک اور خطرہ بھی کھڑا کرنے کی کوشش کی تھی جس میں وہ کافی حد تک کامیاب ہوتے بھی دکھائی دے رہے تھے یہ بھی ہارون الرشید کے خلاف سرکش اور بغاوت ہی کا ایک گھمٹاؤ تھا۔

وہ اس طرح کہ جعفر برکی جسے ہارون الرشید کی بے پایاں محبت حاصل تھی اور وہ اس کا وزیر تھا اور اس کے بے پناہ اعتماد کے زیر اثر تھا اور وہ عملاً شریک حکومت بن گیا تھا ہر معاملے میں ذیل تھا اور مخصوص امور میں بھی اس کی چلنی تھی۔

حد یہ کہ دونوں دلی عہدوں امین اور مامون کے معاملے میں بھی وہ ایک حریف اور فریق کی حیثیت اختیار کر چکا تھا اور اس نے باقاعدہ ان دونوں میں رنجش اور بغض و عناد کے جراثیم پیدا کر دیئے بلکہ ان دونوں کے گرد ایسی سموم فضا پیدا کر دی تھی جو حسد اور عداوت سے عبارت تھی اور اس حسد اور عداوت میں اس درجہ اضافہ ہو گیا تھا کہ اگر ان دونوں بھائیوں میں ضمن جاتی تو خلافت کا مستقبل خطرے میں پڑ جاتا۔

یہی جعفر برکی نام کا وہ شخص تھا جس نے ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ کی اہانت کی حالانکہ وہ سیدہ قمر خلافت تھی اور بنی ہاشم کی ایک قابل عزت خاتون تھی اس کے خلاف جعفر

اسطیل بن قاسم ایک روز اپنی حویلی میں داخل ہوا صدر دروازے سے داخل ہونے کے بعد وہ محسن میں چند قدم ہی آگے بڑھا تھا کہ دیوان خانے سے بڑی تیزی کے ساتھ شاریہ نکل کر کچھ دیر تک بڑے غور اور گھورنے کے اعزاز میں وہ اسطیل کی طرف دیکھتی رہی پھر انتہائی محبت و محاسن میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”آج آپ نے گھر آنے میں اتنی دیر کر دی کہاں رہے آپ ابھی تک آپ نے کھانا بھی نہیں کھایا اور آپ کی وجہ سے گھر کے کسی فرد نے ابھی تک کھانے کو ہاتھ نہیں لگایا سب پریشان تھے کہ آپ کہاں گئے ہیں بابا بڑی فکر مندی کا اظہار کر رہے تھے اگر تھوڑی دیر تک آپ نہیں آتے تو وہ آپ کا پتہ کرنے کے لئے بھائی ابراہیم کو بھیجنے والے تھے۔“ یہاں تک کہنے کے بعد کچھ بھر کے لئے شاریہ دیکھی پھر اپنے خوبصورت ہونٹوں پر ہلکا سا تبسم بکھیرتے ہوئے کہنے لگی۔

”میرے خیال میں گھر سے نکلنے کے بعد آپ بھول جاتے ہیں کہ گھر میں آپ کا شدت سے انتظار کرنے والی آپ کی ایک بیوی بھی ہے۔“ جواب میں اسطیل مسکرایا اور کہنے لگا۔

”شاریہ ایسی کوئی بات نہیں نہ میں تمہیں بھول سکتا ہوں اور نہ فراموش کر سکتا ہوں میں ایک ضروری کام کے سلسلے میں گیا ہوا تھا اسی میں تاخیر ہوئی۔“ اتنی دیر تک آگے بڑھتے ہوئے اسطیل بن قاسم دیوان خانے کے قریب آگیا تھا دونوں میاں بیوی دیوان خانے میں داخل ہوئے سب سے پہلے اسطیل کے باپ قاسم نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

”بیٹے تم کہاں چلے گئے تھے ہم سب لوگ تمہارے متعلق فکر مند تھے کہاں رہے اتنی دیر تک۔“ اسطیل اور شاریہ دونوں قریب قریب نشستوں پر بیٹھ گئے اور پھر اسطیل نے اپنے باپ قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا شروع کیا۔

”بابا مجھے چھ روز پہلے امیر المومنین نے کہا تھا کہ میں دارالترجمہ کا جائزہ لوں اور اسے اپنی نگرانی میں رکھتے ہوئے اس کی کارگزاری پر گہری نظر رکھوں بابا دو تین دن تک مجھے وہاں

اطلائیہ اور خفیہ طور پر برسرِ جنگ رہا اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ زبیدہ ایک خلیفہ کی بیٹی اور اس کے محسنِ اعظم رشید کی بیوی ہے۔

اس شخص کی جرات اور بے ہاکی کا یہ عالم تھا کہ رشید کو جب رقم کی ضرورت ہوتی تو انکو دینے سے انکار کر دیتا اور آڑ یہ لیتا کہ اموالِ مسلمین کو صحیح طور پر خرچ نہ ہونے دینا اس کا فرض ہے حالانکہ وہ خود اور اس کے ساتھی اور اس کے قریبی رشتہ دار اموالِ مسلمین کو بے دریغ اور بغیر حساب کتاب کے خرچ کرتے رہتے تھے اور کوئی ان کا محاسبہ کرنے والا نہیں تھا اصل واقعہ یہ تھا کہ کدو فریب سے یہ خود رشید کا محاسب بن بیٹھا تھا اور اس کے اعتراض اور احتجاج کی ذرا بھی پروا نہیں کرتا تھا۔

ان حالات میں ہر اکہ نے تدابیرِ مصریحہ سے کام لے کر حکومت پر مکمل قبضہ کر لیا تھا اور ہارون الرشید پر تمام دروازے بند کرتے چلے جا رہے تھے لہذا ہارون کا چمکنا ہونا اور برسکوں کے چال سے نکلنے کی کوشش کرنا ایک بہترین اور قدرتی امر تھا۔

حالانکہ ہر اکہ کی حرکتوں اور کاروائیوں کو ہارون الرشید ایک عرصہ دراز تک نظر انداز کرتا رہا لیکن پھر وہ نہایت مناسب موقع پر ہوشیار ہو گیا جبکہ ان کا نفوذ قلبِ دولت میں سرایت کر گیا تھا اور ان کی شوکتِ خود اس کی شوکت پر خود اس کے پایہ تخت بغداد میں غالب آگئی تھی۔

اور نعرہِ سوویت و جمیعت اس کی عرب قومیت کے خلاف نہایت شدت کے ساتھ گونجنے لگا تھا اور اب تک جو کچھ وہ کرتے آئے تھے جس طرح اپنے ہاتھ دولت سے رنگتے رہتے تھے حکومت پر اور اس کے محکموں اور شعبوں میں جس طرح قابض اور مصرف ہو گئے تھے لوگوں کو مختلف ترکیبوں سے اپنے گرد جس طرح جمع کر لیا تھا اور امراء دولت کو جس طرح اپنے اشارہٴ چشم کا تابع فرمان بنالیا تھا ان سب چیزوں سے زیادہ جو چیز رشید کو مکمل رہی تھی وہ ان برسکوں کا اقتدار تھا جو ہر چیز پر چھایا ہوا تھا کوئی بات بھی ان کی مرضی کے بغیر نہیں ہو سکتی تھی۔

بہر حال خراسان کے علاوہ یمن آذر بائیجان اور مصر کے اندر بھی بتاتو تیس اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

جانے کی مہلت نہ ملی پھر مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں امیر المومنین مجھ سے اس سے متعلق پوچھ نہ لیں لہذا میں آج صبح ہی صبح نکل گیا آپ جانتے ہیں کہ پہلے دارالترجمہ بھی برکی کی نگرانی میں کام کرتا تھا اب اس کے زعمان میں چلے جانے کے بعد اس کی نگرانی امیر المومنین نے میرے ذمے لگا دی ہے۔“ اسٹیل کے ان الفاظ کے جواب میں اس کا باپ قاسم کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی شاریہ بول اٹھی اور اسٹیل کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھ لیا۔

”یہ دارالترجمہ ہے کیا چیز اور اس میں ہوتا ہے۔“ اس موقع پر مسکراتے ہوئے اسٹیل نے اپنی بیوی شاریہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”اس دارالترجمہ میں بڑے بڑے عالم اور مختلف زبانوں پر عبور رکھنے والے لوگ بیٹھے ہیں اور خصوصیت کے ساتھ یونانی اور عومیت کے ساتھ ہندوستان سے لائی گئی کچھ کتابوں کا ترجمہ عربی میں کرتے ہیں۔“ اسٹیل جب رکا تو پہلے جیسے مناس بھرے اعزاز میں شادیہ نے پھر اسے مخاطب کیا۔

”اس دارالترجمہ اور وہاں ترجمہ ہونے والی کتابوں سے متعلق تو میں بعد میں کسی وقت گفتگو کروں گی دراصل آپ کی آمد سے پہلے ہم سب ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کر رہے تھے اور وہ موضوع ہے بھی بڑا دلچسپ میں اس سے متعلق بابا بھائی ابراہیم عظیم سے وضاحت اور تفصیل چاہ رہی تھی لیکن مجھے کسی نے کچھ نہیں بتایا سب یہی کہہ دیتے ہیں کہ اس کی تفصیل آپ ہی بتائیں گے لہذا پہلے سب مل کے کھانا کھاتے ہیں اس کے بعد جس واقعے کی تفصیل میں چاہ رہی ہوں وہ آپ سے سنوں گی۔“ شاریہ کی اس معمولانہ گفتگو پر اسٹیل مسکرا دیا کہنے لگا۔

”جس موضوع کی تم تفصیل جانا چاہتی ہو پہلے وہ موضوع تو کہو اگر میں اس کے متعلق جانتا ہوتا تو جہیں تفصیل بتا دوں گا۔“ شاریہ نے نفی میں گردن ہلا دی کہنے لگی۔

”نہیں ایسے جہیں ابھی میں کچھ نہیں کہوں گی اس طرح کھانے میں دیر ہو جائے گی پہلے کھانا لگاتی ہوں کھانا کھاتے ہیں اس کے بعد آپ تفصیل بتائیے گا۔“ اس کے ساتھ ہی شاریہ اٹھ کھڑی ہوئی عتاب اور سلوا بھی کھڑی ہو گئی تھیں تینوں نے وہیں کھانے کے برتن لگائے سب مل کر کھانا کھانے لگے تھے۔

کھانے کے بعد تینوں نے مل کر برتن اٹھائے سارے برتن مطبخ میں رکھنے کے بعد دوبارہ جب سب اپنی نشستوں پر آ کے بیٹھ گئیں تب اسٹیل نے شاریہ کو مخاطب کیا۔

”اچھا اب کہو تم کس بات کی تفصیل جانا چاہتی تھی جو جہیں عظیم بابا اور ابراہیم نہیں تائے اور سب نے یہی کہہ دیا کہ وہ مجھے ہی بتائی ہے اگر مجھے بھی نہ آتی ہوئی تو میں بھی ان کی طرح انکار کروں گا۔“ جواب میں شاریہ مسکرائی اور کہنے لگی۔

”چند دن پہلے میں اماں کے پاس بیٹھی ہوئی تھی تو اماں نے میرے سامنے ایک فرضی جنت اور بہشت کا اشارہ ذکر کیا تھا میں اس کا نام بھول گئی ہوں۔“ اس کے ساتھ ہی شاریہ نے سوالیہ سے اعزاز میں رویان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

”اماں کیا نام تھا اس جنت اور بہشت کا جس کی نہ آپ مجھے تفصیل بتا سکی تھیں۔“ رویان نے مسکراتے ہوئے شاریہ کی طرف دیکھا پھر دھم سے لہجے میں کہنے لگی۔

”اس کا نام جنت ارم تھا۔“ شاریہ چونکے کے اعزاز میں اچھل پڑی پھر اسٹیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”ہاں ہاں اس کا نام جنت ارم تھا یہ نام سن کر مجھے ایک جستجو ہو گئی تھی میں نے ہر ایک سے تفصیل جانا چاہی لیکن کسی نے نہیں بتایا اب آپ مہربانی کریں اگر آپ جانتے ہیں تو اس کی تھوڑی بہت تفصیل تو مجھے بتائیں کہ جنت کیا تھی کس نے آباد کی کہاں آباد کی اس کے اثرات کیا ہیں اگر اس کے اثرات ہیں تو کس جگہ ہیں۔“ شاریہ جب خاموش ہوئی تو مسکراتے ہوئے اسٹیل نے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”اس کی تفصیل جانتے سے جہیں کیا حاصل ہو گا کیا فائدہ پہنچے گا۔“

”کوئی فائدہ پہنچے گا پہنچے بس آپ اگر جانتے ہیں تو مجھے اس کی تفصیل ضرور بتائیں۔“

خدا کرنے کے اعزاز میں شاریہ نے کہا تھا۔

اسٹیل نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

”اچھا جو کچھ میں جانتا ہوں اس جنت سے متعلق میں جہیں بتاتا ہوں لیکن میرے ذاتی خیال کے مطابق اس کی کوئی حقیقت اور اصلیت نہیں ہے بہر حال سنو۔

کہتے ہیں ارم ایک شہر کا نام تھا جس کے بڑے بڑے ستون تھے اور عاد بن عوص بن ارم کے دو بیٹے تھے شدید اور شداد جو اس کے بعد تاج و تخت کے وارث ہوئے۔

شداد نے جنت کی صفات سن کر بالکل اس جہی ایک جنت زمین پر بنانا چاہی چنانچہ اس نے عدن کے جنگلوں میں تین سو برس میں ایک شہر بنایا اور خود کہتے ہیں شداد کی عمر نو سو برس تھی۔

اور جو شہر اس نے بنوایا تھا وہ بہت بڑا تھا کہنے والوں کا کہنا ہے کہ اس کی دیواریں

چاندی سونے کی اینٹوں سے اس کے ستون زبرد اور پاقوت سے بنائے گئے تھے۔ اور جب جنت میں کرتار ہوگی تو شہزاد اپنے سارے الارک و لشکر کو لے کر جنت دیکھنے کے لئے چلا جب وہ اس شہر نما جنت سے ایک منزل کے فاصلے پر رہ گیا تب کہنے والوں کا کہنا ہے کہ خدا نے ایک ایسی ہولناک آواز آسمان سے بھیجی کہ وہ سب مر گئے۔

اس روایت کو طبری، محاسبی اور زبیری وغیرہ مفسرین نے لکھا اور عبد اللہ بن قلابی صحابی سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ وہ اپنے اونٹ کو دھوڑتے ہوئے اس شہر میں جا پہنچے اور بے شمار جواہرات وہاں سے رول کر اپنی جھولی میں بھر لیے جب امیر معاویہ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے حضرت عبد اللہ کو طلب کر کے سارا قصہ پوچھا کعب احبار سے اس کی تصدیق چاہی کعب احبار نے کہا کہ یہ شہر ارم ذات الہما ہے اور اس میں ایک شخص مسلمانوں میں سے آپ کے زمانے میں داخل ہو گا سرخ رنگ پست قدم اور گردن پر گل ہو گا اور وہ اونٹ کی تلاش میں وہاں پہنچے گا۔

پھر جب اس کے سامنے عبد اللہ بن قلابہ کو لایا گیا تو اس نے کہا کہ خدا کی قسم یہ وہی شخص ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد اسٹیل رکا کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔
”اس واقعہ کو بیان کرنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ اس شہر کی خبر آج تک کبھی نہیں سنی گئی اور نہ یہ بات پایہ تکمیل کو پہنچی کہ زمین کے کسی ٹکڑے پر ایسا شہر آباد کیا گیا تھا۔

مزید یہ کہ عدن کا میدان جہاں ایسا شہر بنایا جانا گمان کیا جاتا ہے یمن کے وسط میں واقع ہے اور اس کی آبادی ہمارے بڑی حد تک جاری ہے مسافر اور سیاح تمام ملکوں سے وہاں آتے جاتے رہتے ہیں لیکن کسی ایک نے ایسے شہر کی خبر کی نقل تک نہیں کی نہ کسی اور قوم نے اس کا حال بیان کیا۔

پس اگر یہ کہا جاتا کہ یہ شہر ویران ہو گیا اور اس کے آثار اب باقی نہیں رہے تو مناسب اور زیبا تھا مگر لکھنے والوں کے کلام سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب تک موجود ہے بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ دمشق ہے جس پر قوم عاد نے قبضہ کیا تھا اور بعضوں کا ہڈیاں تو یہاں تک بھی گئی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ۔

کہ وہ شہر نظر سے غائب ہے اور صرف جادوگر اور اہل ریاضت کو نظر آتا ہے سنو شادیہ یہ سب باتیں خرافات اور مضحکات سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتیں۔

بعض مصنفوں نے غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے اس ارم کے باغ اور محل کو جو قوم عاد نے تعمیر کیا تھا

دنیا سے اٹھا کر آسمان تک پہنچا دیا تھا اور قیامت کے دن وہ بھی منجملہ آسمان یہ سبوں کے ایک بہشت ہوگی لیکن یہ سارا سراسر اہتمام اور بے بنیاد داستان کے سوا کوئی شئی نہیں رکھتا جبکہ علماء نے شہزاد کی جنت سے سراسر انکار کیا ہے اور فی الحقیقت خدا کی بہشت کے مقابلے میں کافر کی بہشت کا ذکر ہی ایک بے معنی اور بے جوڑ بات ہے اور پھر اس جنت سے انکار کرنے والے علماء نے جو کچھ لکھا ہے اس کی تفصیل زمانہ حال کی حقیقتات سے بھی ہوتی ہے کیونکہ قوم عاد جس سے اس جنت کی نسبت ملے کی جاتی ہے وہ عرب کے صحرائی علاقے میں آباد تھی۔

قوم عاد دراصل ایک قبضہ اوس کی اولاد میں سے تھے۔ جو حضرت نوح کی نسل سے تھا۔ نوح کے بیٹے سام کے پانچ بیٹے تھے صیلام، آشور، ارکسد، لود اور ارم، ارم کے آگے چار بیٹے تھے اوس جول جسر اور مش اوس کی اولاد کو عاد اونی کا نام گیا ہے اور جسر کی اولاد حمود کہلاتی ہے۔

بعض مورخین کی تحقیقات کے مطابق یہ قوم یمن اور عمان کے قریب آباد تھی عرب کے نقشے میں جو ریگستان پچاس درجہ طول اور میں درجہ بلد پر واقع ہے وہ احناف کہلاتا ہے۔ جہاں قوم عاد آباد تھی اس کے آثار آج تک ان مقامات کے ناموں میں پائے جاتے ہیں جو شیخ فادس کے کنارے پر یا قرب وجوار کے میدانوں میں واقع ہیں۔

چونکہ اپنے زمانے میں اوس کی اولاد دیگر قبائل سے بہت ممتاز تھی اور شرقی و جنوبی عرب کی مالک تھی جسامت اور قوت وغیرہ میں اوروں پر فائق تھی اہم لیے بطور مثال خداوند قدوس نے قرآن مقدس کی سورہ الفجر میں عاد کا ذکر کیا ہے ان کے رہنے کی عمارتیں تھیں لیکن وہ ریگستانی محل اس قابل نہیں تھے کہ قرآن مجید میں ان کا ذکر کیا جاتا بہر حال جن لوگوں نے شہزاد کی جنت کا ذکر کیا ہے تو فی الواقعہ اس جنت کی کوئی حقیقت نہ تھی۔

اس کے علاوہ جن لوگوں نے شہزاد کو عاد کی اولاد میں لکھا ہے ان کے سلسلے میں یہ بھی لکھ دیا جاتا ہے کہ وہ ایک تیسرا عاد تھا جس کی اولاد شہزاد تھا جس کا زمانہ دو ہزار سال قبل مسیح کے لگ بھگ تھا یعنی عاد اونی و ثانی کے بہت زمانہ بعد ہوا تھا یہ شہزاد بنی عبد العس کی اولاد میں سے تھا اور اس کے باپ کا نام بھی عاد تھا جو بڑی شان و شوکت کا بادشاہ تھا اور اس نے بڑی عایشان عمارتیں بنائی تھیں جن کے نشانات اب بھی پائے جاتے ہیں۔ ”اسٹیل بن قاسم کی اس ساری گفتگو کے جواب میں شادیہ کچھ کہتا ہے چاہتی تھی کہ حویلی کے صدر دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا استقبال کیا ہارون الرشید جب بیٹھ گیا تب سب لوگ اس کے سامنے اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔

بسم اللہ پڑھنے اور سلام کہنے کے بعد ہارون الرشید نے یمن آذربائجان، خراسان اور مصر میں رونما ہونے والی بغاوتوں کی تفصیل اپنے سارے سالاروں سے کہہ دی تھی۔ یہ ساری تفصیل کہنے کے بعد وہ تھوڑی دیر کا اس کے بعد دوبارہ وہ اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”عزیزان من! میں نے تم لوگوں کو دو امور کے لئے طلب کیا ہے۔ پہلا ایک چھوٹا سا امر ہے اس کو طے کرتے ہیں اس کے بعد بغاوتوں والے امر کی طرف آتے ہیں۔

میرے عزیزو! تخطیہ کے کسی فورس کے خلاف ہمارے سارے لشکریوں اور سالاروں نے اپنی بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کیا تھا جس کے نتیجے میں ہمارے ہاتھوں نے فورس کو بدترین شکست ہوئی سارے لوگوں کی کارکردگی دیکھتے ہوئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہر بڑے سالاروں کے ماتحت جو چھوٹے سالار کام کرتے رہے ہیں ان کے نام عباس بن فضل کو دیئے جائیں تاکہ ان کی ترقی اور ان کے درجات میں اضافہ کیا جائے ایک تو یہ کام ہے۔

اسی سلسلے کی ایک دوسری کڑی یہ بھی ہے کہ صرف ایک دن پہلے ہی فورس نے اپنے کچھ قاصد میری طرف روانہ کئے تھے اور اس نے مجھے یہ پیشکش کی تھی کہ اعلیٰ میں اور وہ دونوں مل کر حملہ کر دیں اس نے یہ بھی پیشکش کی ہے کہ اعلیٰ میں پر دونوں ملک حملہ کرنے کے بعد اعلیٰ کو اپنے سامنے ذبح اور فتح کر کے سارے اعلیٰ کو آدھا تقسیم کر لیں۔

نئی فورس ایسا اس لیے چاہتا ہے کہ وہ فرانس کے بادشاہ شارلیمان کا اتحاد دوجہ کا مخالف ہے اور اسے اپنے سامنے ذبح کرنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ چاہتا ہے کہ اعلیٰ کے ایک حصے پر اسے قدم جمانے کا موقع مل جائے اور وہاں اپنی عسکری طاقت و قوت میں اضافہ کر کے فرانس کے بادشاہ شارلیمان کے خلاف نئی جنگوں کی ابتدا کرے اور اسے اپنے سامنے بھگتے پر مجبور کرے۔

میرے عزیزو! اس میں کوئی شک نہیں کہ اعلیٰ میں پر ان دونوں بنو امیہ کی حکومت ہے وہ بے شک ہمارے مخالف ہمارے دشمن ہی کسی لیکن سب سے بڑی بات کہ وہ ہمارے مسلمان بھائی ہیں لہذا ہم کسی بھی صورت ایک غیر مسلم عسکران کے ساتھ مل کر اپنے مسلمان بھائیوں پر حملہ آور نہیں ہو سکتے لہذا میں نے کسی فورس کے قاصدوں کو سمجھا دیا ہے کہ ہم کسی بھی

دشمن کو ہر ممکن فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

”آپ سب لوگ بیٹھے رہیں میں دیکھ ہوں حویلی کے دروازے پر کس نے دستک دی ہے۔“ ساتھ ہی دیوان خانے سے نکل کر وہ محسن کی طرف بھاگ گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اور اسلیم بن قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”آپ دونوں بھائیوں کو امیر المومنین نے طلب کیا ہے دروازے پر امیر المومنین کا خادم کھڑا ہے وہ آپ سے بات بھی کرنا چاہتا ہے۔ میں اسے کہہ آیا ہوں کہ میں آپ کو بھیجوں ہوں۔“ ہر مسک کے ان الفاظ پر اسلیم اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اسلیم کی طرف دیکھتے ہوئے امیر المومنین بھی کھڑا ہو گیا پھر دونوں بھائی دیوان خانے سے نکل گئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد دونوں لوٹے جب دیوان خانے میں داخل ہوئے ان کے باپ قاسم نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے پوچھ لیا۔

”میرے بچے کیا بات ہے تم دونوں مجھے کچھ سنجیدہ اور فکر مند سے کہتے ہو خیریت تو ہے۔“ اسلیم بن قاسم نے اپنے باپ کی طرف دیکھا پھر بڑے احترام سے اسے مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”پر محترم میں اور امیر المومنین دونوں قمر کی طرف جا رہے ہیں امیر المومنین نے سارے سالاروں اور سلطنت کے عمائدین کو وہاں جمع ہونے کا حکم دیا ہے دراصل سلطنت کے مختلف صوبوں میں بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوئی ہیں اور ان بغاوتوں کو کچلنے اور فرو کرنے کے لئے خلیفہ نے فی الفور ایک مجلس طلب کی ہے جس میں فیصلہ کیا جائے گا کہ بغاوتوں کو کس طرح چکلا جائے آپ لوگ سب بیٹھ کر باتیں کریں میں اور امیر المومنین جاتے ہیں فکر مندی کی کوئی بات نہیں ہے ہم تھوڑی دیر تک لوٹ آئیں گے۔“ اس کے ساتھ ہی اسلیم اور امیر المومنین دونوں حویلی سے نکل گئے تھے۔

جب وہ قصر کے کمرہ خاص میں داخل ہوئے تو وہاں سب لوگ اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور سلطنت کے کچھ عمائدین ابھی تک آ رہے تھے اسلیم اور امیر المومنین بھی اس کمرے میں داخل ہو کر اپنے اپنے منصب کے مطابق اپنی نشستوں پر جا بیٹھے تھے تھوڑی دیر بعد جن لوگوں کو بلایا تھا وہ سب کے سب جب آ گئے تب ان کے آنے کی اطلاع حاجب نے ہارون الرشید کو کرادی تھی۔

ان دونوں حاجب سلطنت کے وزیر فضل بن ربیع کا بیٹا عباس بن فضل بن ربیع تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہارون الرشید پشتی دروازے سے اس بڑے کمرے میں داخل ہوا سب

وقت وہ ایک بہت بڑے لشکر کی صورت اختیار کر کے خراسان کے امور ہمارے لیے مشکلات پیدا کر سکتے ہیں خراسان کے امور جو دوسری قوت سرانجامی ہے وہ خارجی ہیں میرے عزیز بیٹے خاندیجوں کی اس وقت دو اشخاص پشت پناہی کر رہے ہیں ایک حمزہ بن اترک اور دوسرا وہب بن عبد اللہ یہ دونوں خارجی ہیں خاندیجوں کے بہت بڑے سردار ہیں ان کے علم تلے خارجی بغاوت اور سرکشی کرنے کے لئے متحد ہو چکے ہیں۔

ان سارے حالات کو دیکھتے ہوئے خراسان سے متعلق جو فیصلہ میں نے کیا ہے میرے بیٹے وہ اس طرح ہے کہ اس سے قبل دو لشکر تم اور یزید بن عتبہ لے کر دکن کے خلاف حرکت میں آیا کرتے تھے اسی لشکر کے ساتھ تم خراسان کی طرف کوچ کرو گے برہمکوں کے لشکر عباسیہ کا مکمل طور پر خاتمہ کر دینا اور خارجی جو متحد ہو کر ایک قوت بن رہے ہیں انہیں بھی جس جس نہس کر کے رکھ دینا۔ میں نے آج قاصد خراسان کے والی علی بن یحییٰ کی طرف روانہ کر دیئے ہیں جہارے وہاں پہنچنے تک وہ سارے انتظامات کو آخری شکل دینے کا حسب سابق یزید بن عتبہ جہارے ساتھ ہوگا جہار چھوٹا بھائی ابراہیم بن قاسم بھی جہارے نائب کی حیثیت سے اس لشکر میں شامل ہوگا اور جہارے لشکر کو میں یہ ہدایات دیتا ہوں کہ برہمکری اور سالار اس ہم کے دوران اپنے اہل خانہ کو اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے۔

ابن قاسم میں جہارے ذمے ایک اور کام لگا رہا ہوں آرمینیا میں بھی چونکہ حالات خراب ہو چکے ہیں لہذا وہاں کے حالات درست کرنے کے لئے میں نے خزیمہ بن خازم کو نصیبین سے اچھڑوانہ کیا تھا جو کبھی جہار دست راست بھی رہ چکا ہے لیکن اس کی غیر موجودگی میں چونکہ نصیبین کے حالات خراب ہونے کا خدشہ تھا لہذا میں نے سلیمان بن یزید کو اس کی جگہ آرمینیا کی طرف روانہ کیا لیکن وہ بغاوت کو فرو کرنے میں ناکام رہا ہے۔

اب اس وقت خزیمہ بن خازم نصیبین میں ایک لشکر کے ساتھ موجود ہے جہاری اس ہم میں وہ بھی جہارے نائب کی حیثیت سے جہارے ماتحت کام کرے گا۔

آرمینیا کے لئے میں محمد بن زہیر کو وہاں کا والی مقرر کرتا ہوں یہ بھی آج ہی آرمینیا کی طرف روانہ ہو جائے گا اور وہاں موجودہ والی سلیمان بن یزید آرمینیا سے نکل کر جہارے لشکر میں شامل ہوگا اور جہارے نائب کی حیثیت سے کام کرے گا۔

جب تک تم خراسان میں مصروف رہو گے محمد بن زہیر آرمینیا کے حالات درست کرنے میں مصروف رہے گا حالات کو زیادہ پیچھے نہیں دے گا باغیوں کو روک کر رکھے گا اور جب تم خراسان کے حالات درست کر لو تو پھر خراسان کے انتظامات علی بن یحییٰ کے حوالے

صورت نہ خود اہلس پر حملہ آور ہوں گے نہ ہی یورپ کے کسی اور نصرانی شہنشاہ یا بادشاہ کو اس بات کی اجازت دیں گے کہ وہ اہلس کے مسلمانوں پر ضرب لگائے اگر کسی نے ایسا کرنے کی کوشش کی تو ہم خود اس نصرانی حکمران کے خلاف حرکت میں آئیں گے۔

اب میں تم سے یہ بھی کہوں کہ میں کسی فورس کی فطرت سے خوب واقف ہوں وہ گاہے بگاہے جنگوں کی ابتدا کر کے اپنے لوگوں میں ہردل عزیز ہونے کے بخار میں مبتلا ہے اب جب اس کے قاصد واپس جا کر یہ کہیں گے کہ میں نے اہلس میں اس کے ساتھ تعاون کرنے سے انکار کر دیا ہے تو یاد رکھنا وہ ہماری سرحدوں پر گزیر کر نے کی کوشش ضرور کرے گا بہر حال اس پر بھی ہم نگاہ رکھیں گے اور اگر اس نے ہماری سرحدوں پر پہلے جیسی ترکنہ کرنے کی کوشش کی تو اس کا خوب سد ہا ب کیا جائے گا یہ بات میں نے آپ لوگوں سے اس لیے کہہ دی ہے تاکہ آپ لوگوں کے ذہن میں یہ بات بھی ہو کہ جہاں ہمارے حلقہ صوبوں میں بغاوتیں اٹھی ہیں وہاں ایک طرف سے قسطنطنیہ کا بادشاہ کسی فورس بھی ان بغاوتوں اور سازشوں سے فائدہ اٹھا کر ہمارے سرحدی علاقوں کو اپنا ہدف بنا سکتا ہے اور اس کے لئے ہمیں تیار اور محتاط رہنا ہوگا۔" ہارون الرشید کے کہنے پر بڑے سالاروں نے اپنے ان چھوٹے سالاروں کے نام پیش کئے جن کی کارکردگی کسی فورس کے ساتھ جنگ میں اچھی رہی تھی لہذا ان کی سفارش پر ہارون الرشید نے ان کے درجے اور ان کے مراتب میں اضافہ کر دیا تھا اس طرح کئی چھوٹے سالار نیچے سے اٹھ کر اوپر بڑے سالاروں میں آکر شامل ہو گئے تھے۔

جب چھوٹے سالاروں کی ترقیوں کا یہ معاملہ مل ہو چکا تب کچھ سوچتے ہوئے ہارون الرشید نے اسماعیل کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"اسماعیل میرے بیٹے جن صوبوں میں بھی بغاوتیں اٹھی ہیں ان میں سے میں خراسان کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہوں یہاں دوسرے کے عوامل اٹھ کھڑے ہوئے ہیں میرے بیٹے تم جانتے ہو کہ برہمکوں نے اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کرنے کے لئے وہاں عوام کا ایک لشکر کھڑا کیا تھا وہ کافی بڑا لشکر تھا اس کا نام تو انہوں نے عباسیہ رکھا لیکن اس میں سب جی شامل تھے ایک بھی عرب کو اس لشکر میں نہ رکھا گیا تھا۔

اب واقعی طور پر جعفر برکی کے قتل کے بعد وہ لوگ ادھر ادھر منتشر ہو گئے تھے یمن آذر بائیجان مصر شام اور شہل عراق میں جگہ جگہ بغاوتیں کھڑی ہونے کے باعث برہمکوں کے کھڑے کردہ اس لشکر کے حامیوں اور افراد نے پھر متحد ہونا شروع کر دیا ہے اور کسی بھی

بھائی کا مہر گئے۔“

”ہاں قصر سے نکلنے کے بعد ہم دونوں بھائی مستقر کی طرف چلے گئے تھے جو لشکر لے کر ہم نے خراسان کی طرف جانا ہے اسے ہم نے تیار کر دیا ہے اور لشکر میں جو چیزیں ہمیں چاہئے تھیں یا ضروریات کا جو سامان تھا اس کی فراہم کر بھی ہم نے امیر المومنین کو پیش کر دی ہے اس لیے کہ لشکر ہر سوں یہاں سے کوچ کرے گا۔“ اسطیل جب خاموش ہوا تب برہی اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے شاریہ کہنے لگی۔

”یہ لوگ سرکشی اور بغاوت کیوں کھڑی کرتے ہیں جہنم سے اپنے گھروں میں زندگی بسر کیوں نہیں کرتے اور دوسروں کو بھی جہنم سے رہنے نہیں دیتے۔“ شاریہ کے ان الفاظ پر سب مسکرا دیئے تھے پھر قاسم شاریہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”بنیامین تمہارے جذبات کو سمجھتا ہوں میں جانتا ہوں اسطیل کا گھر سے لکنا جہیں شاق مزرعہ ہے اور.....“ قاسم یہیں تک کہنے پایا تھا کہ اس کی بات کانٹے ہوئے ابراہیم بول پڑا۔

”ہاں اس بار شاق جہیں مزرعہ گا اس بار دتہدیلیاں ہوئی ہیں پہلی یہ کہ مجھے بھی بھائی کے تحت ان کے نائب کی حیثیت سے لشکر میں شامل کیا گیا ہے ورنہ ان سے پہلے جن مہموں میں بھی میں شامل ہوا وہ بھائی سے علیحدہ تھیں۔“

ہاں دوسری بات جو جتنی اور اچھی ہوئی ہے وہ یہ کہ امیر المومنین نے سالاروں کے علاوہ لشکر میں کو بھی اجازت دے دی ہے کہ جو بھی چاہے اپنے اہل خانہ کو لشکر میں اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے اس بناء پر ہاں اگر آپ اجازت دیں تو میں اور بھائی شاریہ بہن اور عتابہ کو بھی اپنے ساتھ لے جائیں۔“ جواب میں قاسم مسکرایا اور کہنے لگا۔

”ایک شرط پر میں شاریہ اور عتابہ دونوں کو تم دونوں کے ساتھ بھوانے کے لئے تیار ہوں۔“ چونکے کے انداز میں سب نے قاسم کی طرف دیکھا تھا پھر کسی نے کچھ پوچھا نہ تھا تاہم اسطیل نے اپنے باپ کو مخاطب کیا۔

”ہاں آپ ہم پر ایسی شرط عائد کرنا چاہتے ہیں۔“ قاسم کچھ دیر مسکراتا رہا پھر کہنے لگا۔

”بیٹے میری شرط یہ ہے کہ تم دونوں بھائی شاریہ اور عتابہ کو اس صورت میں اپنے ساتھ لے جا سکو گے کہ عطریف تمہارے ساتھ جانے کی بجائے یہاں میرے ساتھ رہے اگر یہ شرط منظور ہے تو پھر تم دونوں بھائی شاریہ اور عتابہ کو اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو۔“ اہل اس کے کوئی جواب دینا عطریف سب سے پہلے بول اٹھا اور قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے

کرنے کے بعد اپنے ہارے لشکر کے ساتھ آرمینیا کا رخ کرنا اور محمد بن زہیر کے ساتھ مل کر آرمینیا کے حالات بھی درست کرنا مجھے قوی امید ہے کہ تم خراسان اور آرمینیا دونوں صوبوں میں بغاوت کے اٹھنے والے شعلوں کو بغیر کسی دقت کے سرد کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ باقی رہ گئے مصر یمن اور شمالی عراق تو یہاں سے اٹھنے والی بغاوتوں کو بہت جلد ختم کر لیا جائے گا۔“ اس کے بعد ہارون الرشید نے مصر یمن اور شمال عراق میں اٹھنے والی بغاوتوں سے نمٹنے کے لئے اپنے لشکر اور سالار مقرر کئے تھے۔

سارے معاملے طے کرنے کے بعد کچھ دیر ہارون الرشید خاموش رہا پھر اپنے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم لوگوں کو اس مجلس میں بلانے سے پہلے میں نے اپنے اسلحہ خانوں کا جائزہ لیا ہے اس کے لئے میں نے فضل بن ربیع کو مقرر کیا تھا جس قدر اسلحہ خانے میں ہتھیار ہیں ان کی کتنی مکمل کر لی گئی ہے اور جو کچھ فضل بن ربیع نے گنا ہے اس کے مطابق اس وقت اسلحہ خانے میں دس ہزار گواریں ایک لاکھ پچاس ہزار نیزے ایک ہزار زہریں ہیں ہزار خودویزہ لاکھ؛ حالیں ایک لاکھ کانہیں ایک ہزار سادی زہریں ہیں ہزار جوشن۔“ یہاں تک کہنے کے بعد ہارون الرشید کا کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

”اب تم لوگ مستقر کی طرف اپنے اپنے حصے کے لشکر کا جائزہ لو جس چیز کی کمی ہو وہ رات کو ہی مجھے بتاؤ تاکہ اگلی صبح وہ پوری کر دی جائے میں چاہتا ہوں بہت جلد مساکر اپنی اپنی مہم کی طرف روانہ ہو جائیں۔“ ہارون الرشید کی اس تجویز سے سارے سالاروں نے اتفاق کیا تب ہارون الرشید نے وہ اجلاس ختم کر دیا تھا۔

عشاء کی نماز کے کافی بعد اسطیل اور ابراہیم دونوں بھائی گھر میں داخل ہوئے جب وہ دیوان خانے میں داخل ہوئے تب سب پریشانی سے ان دونوں کی طرف دیکھنے لگے تھے اس موقع پر گفتگو کا آغاز قاسم نے کیا اور دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔

”میرے بچے تم دونوں کہاں رہ گئے تھے تم دونوں قصر میں گئے تھے اس کے بعد تمہارا اتہ پتہ ہی نہیں چلا ہم تو بڑی بے چینی سے تم دونوں کا انتظار کر رہے ہیں ابھی تک تمہاری فکر سے کھانا بھی نہیں کھایا۔“ اسطیل اور ابراہیم دونوں آگے بڑھ کر اپنے باپ کے دائیں بائیں بیٹھ گئے اور قصر کے امیر ہارون الرشید کی موجودگی میں جو گفتگو ہوئی اس کی تفصیل اسطیل نے کبہ دی تھی۔

اسطیل جب خاموش ہوا تب قاسم نے اسے پوچھا۔ ”قصر سے اٹھنے کے بعد تم دونوں

لگا۔

”بھائی یہ شرط ہے تو بڑی کڑی لیکن اپنے دونوں بیٹوں اور بیٹیوں کے جذبات و احساسات کا خیال کرتے ہوئے یہ کڑوی گولی آخر مجھے ہی لگنا ہوگی میں آپ کے پاس رہوں گا ان چاروں کو جانے دیں۔“

یہ فیصلہ ہونے کے بعد شار یہ عتابہ اسطیل اور ابراہیم سب خوش ہو گئے تھے پھر شار یہ، عتابہ اور سادانے اٹھ کر کھانا لگایا سب نے ل کر کھانا کھایا اور پھر ایک روز بعد لشکر خراسان کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

.....

اسطیل، یزید بن عتبہ ابراہیم اور دوسرے سالار اپنے لشکر کو لے کر جب خراسان پہنچے تو خراسان کے والی علی بن عیسیٰ نے اپنے سالاروں اور سرکردہ لوگوں کے ساتھ ان کا شاندار استقبال کیا۔

خراسان کے حالات بھی عجیب و غریب تھے آمدنی کے لحاظ سے یہ صوبہ سب سے نمایاں تھا اس لیے نہیں کہ یہ وہ صوبہ تھا جہاں بنو امیہ کے خلاف عباسی بغاوت کا سیلاب ہوئی اور عباسیوں کو برسرِ اقتدار لانے میں اس سرزمین کا بہت بڑا ہاتھ تھا اس سے بھی کہ ہارون الرشید کی مملکت میں سب سے زیادہ ہاروت اور مال دار صوبہ تھا بلکہ ثقافت و تجارت اور تہذیب و تمدن کے اعتبار سے بھی اونچا مقام یہ صوبہ رکھتا تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہنگوہ ماضی گودا پس لانے کے لئے یہاں زبردست جوش و جذبہ پایا جاتا تھا۔

عباسی خلیفہ موصی ہارون کے زمانے میں اس صوبہ کا گورنر فضل بن سلیمان طوسی تھا یہ بڑا دور اندیش اور سلیجے ہوئے دماغ کا مالک تھا حسن تدبیر اور نظام میں یکساں تھا ہارون الرشید جب خلیفہ ہوا تو اس نے جعفر بن محمد کو خراسان کا والی مقرر کیا۔

جعفر جب خراسان پہنچا اور وہاں کے حالات کو اچھی طرح قابو پا لیا تو اپنے بیٹے عباس بن جعفر بن محمد کو ایک بڑا لشکر دے کر افغانستان کی فتح پر مامور کیا۔

عباس سرزمین افغانستان میں فاتحانہ داخل ہوا شہر داخل کیے بعد دیکرے اس نے فتح کیے اور دور تک اپنی فتح مندی کے نشان چھوڑتا چلا گیا بہت سا مال غنیمت افغانستان کی فتوحات میں اس کے ہاتھ لگا اور بے انداز دوسرا قیمتی سامان اس نے یہاں سے اکٹھا کیا اور یہ سب کچھ اس نے بغداد کے بیت المال میں بھیج دیا۔

ہارون الرشید کو عباس بن جعفر کی یہ بات پسند آئی اس نے اس کی عزت افزائی کا ارادہ کیا چنانچہ باپ کی جگہ عباس بن جعفر کو خراسان کا والی مقرر کر دیا۔

لیکن حالات کی بد قسمتی کہ ہارون الرشید کا ماموں ابن عطا خراسان کا والی بننے کے لئے بے چین تھا لہذا اس کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے ہارون الرشید نے اسے خراسان کا

والی مقرر کر دیا۔

لیکن امن عطا کام نہ چلا سکا اس لیے کہ کمزور شخص تھا اور نظم و انتظام میں بھی کورا تھا حالات بگڑنے لگے اور بگڑتے چلے گئے۔ خراسانوں کی طرف سے فریادیں اور شکایات بندہ میں وصول ہونا شروع ہو گئیں لیکن رشید نے اسے معزول نہیں کیا۔

ہارون الرشید کی اس سردمہری اور امن عطا کے طرز عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ اضطراب اور فتنہ پیدا ہوتا چلا گیا اور خارجیوں نے شورش برپا کر دی۔

ہارون الرشید نے اپنے ماموں امن عطا کو لکھا کہ ہانیوں کا سختی سے سرکلا جائے امن عطا نے خارجیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے داؤد بن یزید کو بھیجا لیکن وہ ہانی خارجیوں کا مقابلہ نہ کر سکا۔

ہارون الرشید کو جب اپنے ماموں کی ناکامیوں کی خبر ملی تو بہت بگڑا اور اسے معزول کر دیا اور اس کی جگہ حمزہ بن مالک کو خراسان کا والی مقرر کیا۔

حمزہ بن مالک نے خارجیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن وہ مکمل طور پر انہیں مغلوب نہ کر سکا۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے ہارون الرشید نے فضل بن یحییٰ برکی کو خراسان کا والی مقرر کیا وہ خود وہاں نہ گیا لیکن اپنی طرف سے ایک شخص ابن شریل کو وہاں کا حاکم بنا کر بھیج دیا۔ لیکن فضل بن یحییٰ برکی کو بھی آخر معزول کر دیا گیا اس کے بعد علی بن یحییٰ کو خراسان کا حاکم مقرر کیا گیا جس وقت اسماعیل بن قاسم یزید بن عبدہ اور امیر ایم اپنے لشکر کو لے کر خراسان پہنچے تھے اس وقت خراسان کا والی یہی علی بن یحییٰ ہی تھا۔

خراسان میں داخل ہونے کے بعد پورا ایک دن اسماعیل نے اپنے لشکریوں اور سالاروں کو آرام کرنے کا موقع دیا اگلے دن اس نے سب کا اجلاس طلب کر لیا اس میں اس کے اپنے سالاروں کے علاوہ علی بن یحییٰ اور اس کے ماتحت کام کرنے والے سالار بھی شامل ہوئے تھے۔

جب سب وہاں جمع ہو گئے تب علی بن یحییٰ کو مخاطب کرتے ہوئے اسماعیل کہنے لگا۔

”ابن یحییٰ میرے محترم! مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ یہاں بے عادت کرنے والی دو بڑی قوتیں ہیں ایک خارجی اور دوسرے فضل برکی کا قائم کردہ ذاتی لشکر جس کا نام عباسیہ تھا اور مجھے توڑی سی ان سے متعلق تفصیل بتاؤ تاکہ میں اسی کے مطابق ان کے خلاف حرکت میں آؤں۔“ اسماعیل جب خاموش ہوا تب علی بن یحییٰ اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”ابن قاسم میرے عزیز! آپ کا کہنا درست ہے یہاں بے عادت اور سرکشی میں بڑی زخمی سر اٹھا رہی ہیں ایک برمکیوں کا قائم کردہ لشکر عباسیہ اور دوسرے خارجی جہاں تک عباسیہ نام کے لشکر کا تعلق ہے تو وہ ابھی اپنے آپ کو مجتمع کر رہے اکٹھے ہو رہے ہیں اپنے آپ کو مسلح کرنے کی ہم میں ہیں جہاں تک خارجیوں کا تعلق ہے تو وہ ایک شخص حمزہ بن ابرک کی سرکردگی میں اکٹھے ہو چکے ہیں اور جگہ جگہ انہوں نے سر اٹھائے ہوئے یلغار، زکاز اور لوٹ مار کا بازار بھی گرم کر رکھا ہے۔“ علی بن یحییٰ جب خاموش ہوا تو کچھ سوچتے ہوئے اسماعیل بول اٹھا۔

”ابن یحییٰ میرے بھائی عباسیہ کے لشکریوں کو اکٹھا ہونے دو میں دیکھوں گا کہ یہ اکٹھے ہو کر بھی ہمارے خلاف کیا گل کھلاتے ہیں جہاں تک خارجیوں کا تعلق ہے تو بقول تمہارے ”اکٹھے ہو چکے ہیں سرکشی اور بے عادت پر اترے ہوئے ہیں لوٹ مار بھی کر رہے ہیں لہذا آنے والی شب کو خارجیوں پر ضرب لگانے کے لئے ہم یہاں سے کوچ کریں گے جو لشکر ہمارے پاس ہے اس کا آدھا حصہ نظم و نسق درست کرنے کے لئے اپنے مرکز میں رہنے دو اور باقی حصے کے ساتھ تم ہمارے ساتھ شامل ہو گے۔“ یہ فیصلہ ہونے کے بعد آنے والی شب کو خارجیوں پر ضرب لگانے کے لیے اسماعیل بن قاسم نے ان کی طرف کوچ کیا تھا۔

اپنے لشکر کے ساتھ اسماعیل اور علی بن یحییٰ، یزید بن عبدہ اور امیر ایم جب خارجیوں کے لشکر کے مقابل آئے تو ان کے سردار حمزہ بن ابرک نے حملہ آور ہونے میں پہل کی اور اسماعیل کے لشکر پر وہ نہ شہزادوں کو مقبروں، بستیوں کو کھنڈروں شاہراہوں کو سنسان کر دینے والے عذاب، زمین کے درختوں چہرے کی ساری تابندگی جھین لینے والے تاریکیوں اور دھور غیب میں پھیلنے وقت ٹھوس مائیں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اسماعیل بن قاسم علی بن یحییٰ یزید بن عبدہ اور امیر ایم بن قاسم نے دفاع کا لہذا نہیں پیتا زراہاریت پر اتر آئے اور وہ بھی شکست ذات کی مجبوریاں جانی انجانی لاچارگی طاری کرتی ساتوں خواہوں کی گونجوں کو سنسان کر زراہاریت میں بدل دینے والی وقت کی بے روک بلواروں کے گوشوں تک کو ریزہ ریزہ کر دینے والے مقدر کے کھردرے ہاتھوں شب کی ناش قہلیں کو برہم کر دینے والی آنکھوں اور دلوں میں ہول پیدا کر دینے والے طوفانوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

خراسان کی سرزمینوں میں دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے ہر طرف کرب کے جھگواٹھ کھڑے ہوئے تھے زمین کے خشک چہرے پر جسم و جان کے عذاب طاری ہوا شروع ہو

گئے تھے۔ بھولوں کے خواب نگر جسوں کے آشوب میں اور غم کا دواہہ جتنی مسکراہٹیں درد کے لحوں میں تبدیل ہونا شروع ہو گئی تھیں۔

خانہگی جو اپنے آپ کو حرم و حسم کے سیال فنا کا سا شجاع مردانگی کے نگار خانوں کا حکم و مستحکم چہار زمانے بھر کی وحشتوں سے زیادہ ہولناک اور وقت کے فاصلوں میں کرب و الم کی یورش سے بھی زیادہ ہولناک خیال کرتے تھے اب ان کی حالت اسلعل بن قاسم علی بن عیسیٰ بن یزید بن عتہ اور ابراہیم بن قاسم کے سامنے رسوائیوں کے اندھروں میں غلوں کے بھنور، وحشتوں کے لحوں میں وہموں کے جھوم اور کالی رتوں کے سوس میں خون میں نہاکی شگفتگی سے بھی زیادہ بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد خارجیوں کو بدترین شکست اٹھانا پڑی اور وہ میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے اسلعل بن قاسم نے اپنے لشکر کا ایک حصہ اپنے پڑاؤ کی حفاظت پر چھوڑا اس لیے کہ پڑاؤ میں لشکر کی مورخیں بھی شامل تھیں باقی لشکر کے ساتھ اس نے خارجیوں کا تعاقب شروع کر دیا تھا دور تک ان کا قتل عام کیا گیا اس کے بعد اپنے لشکر کو لے کر اسلعل اس جگہ آیا جہاں خارجیوں کے ساتھ لڑائی ہوئی تھی خارجیوں کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سینا گیا اس کے بعد لشکر کے زخموں کی دیکھ بھال ہونے لگی تھی۔

دوسری جانب ہارون الرشید نے یمن کی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے اپنے ایک سالار عبدالملک بن مالک کو روانہ کیا اور اسے وہاں کا نیا حاکم بھی مقرر کیا۔

یمن کے حالات شروع سے ہی کچھ عجیب و غریب سے رہے تھے اس لیے کہ جب ہارون الرشید مسند خلافت پر بیٹھا تو اس نے عباس بن محمد کو اپنی طرف سے یمن کا پہلا والی مقرر کیا۔

لیکن یہ کوئی معقول انسان نہیں تھا لہذا ہارون الرشید نے اسے معزول کر دیا اس کی جگہ ابراہیم بن محمد کو مقرر کیا لیکن یمن کے گڑے ہوئے کالوں کو یہ شخص بھی سنوار نہ سکا جو کہ ایک عرصے سے خراب ہو چکے تھے مزید یہ کہ اہل یمن بھی اس سے خوش نہ تھے آخر اسے واپس بلا لیا گیا اور عبداللہ بن مصعب زہیری کو اس کی جگہ نامزد کیا گیا۔

عبداللہ کے بعد ایک شخص احمد بن اسلعل کو یہ ذمہ داری سونپی گئی لیکن حالات درست نہ ہوئے۔

آخر یمن کی آئے روز کی بغاوتوں سے تنگ آ کر ہارون الرشید نے اپنے ایک غلام حاد

بربری کو یمن کا والی بنا کر بھیجا۔

حاد بڑا سنگدل اور سخت مزاج انسان تھا اس نے آتے ہی ظلم و جور کا وہ بازار گرم کیا کہ لوگ دھج رہ گئے۔

آخر حاد کے ظلم و حسم کے خلاف دو سرداروں نے ظلم بغاوت کھڑا کیا ایک صہم بن عبدالحمید اور دوسرا عمر بن ابی خالد حمیری تھا۔

ان دونوں کی خوش قسمتی کہ ایک اور یعنی سردار نام جس کا الصباح تھا وہ بھی ان کی حمایت میں اٹھ کھڑا ہوا اور بغاوت پر آمادہ ہو گیا۔

یوں کافی تیاریوں کے بعد یہ تینوں باغی سردار ایک بہت بڑا لشکر تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے آخر وہ حاد بربری کے مقابل آئے۔

یمن کے نئے والی حاد نے بھی اپنے لشکر کے ساتھ ان تینوں باغیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا طرفین نے بڑی سخت اور خونخوار لڑائی کی اس لڑائی کی شدت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس جنگ میں لگ بھگ بیس ہزار سے زائد آدمی کام آئے۔

بہر حال اس جنگ کے نتیجے میں تین باغیوں میں سے ایک باغی عمر بن ابی خالد پکڑا گیا حاد نے اسے باجولاں کر کے اسے بغداد کی طرف روانہ کر دیا۔

اب باقی دو باغی سرداروں نے جنگ جاری رکھی جو طویل پکڑتی گئی آخر دوسرا باغی صہم بھی گرفتار ہوا اور اسے بھی حاد نے زعمہ ہارون الرشید کی طرف روانہ کر دیا۔

دو باغیوں کے گرفتار ہونے کے بعد حاد نے اپنا پورا زور تیسرے باغی الصباح کے خلاف لگا دیا اور گھیرا تنگ کرنا شروع کر دیا آخر تنگ آ کر تیسرا باغی الصباح امان کا طالب ہوا لیکن حاد نے اسے امان نامہ دینے سے انکار کر دیا براہ اس سے جنگ کرنا پڑا۔

یہاں تک کہ اسے بھی زعمہ گرفتار کر لیا لہذا اسے بھی ہارون الرشید کے پاس بغداد روانہ کر دیا۔

ہارون الرشید نے ان تینوں کو قتل کر دیا اور الصباح کی نعش بر سر عام عبرت اور سبق آموزی کے لئے لٹکا دی۔

اب جو بڑے بڑے باغی تھے وہ تو ختم ہو گئے لیکن حاد بربری بڑا سخت مزاج اور ظالم شخص تھا لوگوں کو شدید ترین عذاب اور اذیت میں مبتلا کرتا یہاں تک کہ لوگ اس کے ظلم و حسم کے خلاف ہتھی پڑے اور فریاد کناں ہوئے وہ ہارون الرشید کی خدمت میں پہ در پہ خط لکھتے رہے کہ حاد کو واپس بغداد بلا لیا جائے اور کسی نرم شخص کو بھیجا جائے لیکن جب ہارون

الرشید نہ مانا۔

جب یمن میں جگہ جگہ بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔

انہیں بغاوتوں کو فرو کرنے کے لئے ہارون الرشید نے حماد بربری کو توواہیں بلا لیا اور اس کی جگہ عبدالملک بن مالک کو روانہ کیا تاکہ وہ یمن سے اٹھنے والی بغاوتوں کو فرو کرے اور ساتھ ہی وہ یمن کے لوگوں کا دل جتنے کے لئے ان کے ساتھ نرم رویہ رکھے۔

کہتے ہیں عبدالملک بن مالک جب یمن پہنچا تو اس نے بڑی نرمی سے کام لیا یہ بڑا معقول انسان تھا اس نے لوگوں کے تالیف قلوب میں کوئی کمی نہ رکھی ہر ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کرتا اس نے یمن کے لوگوں کے ساتھ ایسا اچھا اور نرم برتاؤ کیا کہ لوگ اس کے ہم نوا ہو گئے جگہ جگہ جو بغاوتیں اٹھیں وہ آپ سے آپ جھاگ کی طرح بج گئیں اس طرح یمن سے اٹھنے والی بغاوت کو ختم کرنے کے لئے کسی قسم کی تک و دو نہ کی گئی بلکہ عبدالملک بن مالک کے نرم رویے ہی نے ان سب بغاوتوں اور باغیوں کا خاتمہ کر کے رکھ دیا۔

✽.....✽

آرمینیا خراسان اور یمن کے علاوہ شمالی افریقہ شمالی عراق شام اور مصر میں بھی ہارون الرشید کے دور میں چھوٹی موٹی بغاوتیں اٹھی تھیں لیکن انہیں بڑی آسانی کے ساتھ دبا کر حالات پر مکمل طور پر قابو پا لیا گیا تھا۔

خراسان میں خارجیوں کو بدترین شکست دینے کے بعد اسماعیل بن قاسم اور علی بن یسعی دونوں نے اپنے عساکر کو کچھ سستانے کا موقعہ فراہم کیا ان کے لیے یہ انکشاف بھی حوصلہ افزا تھا کہ خارجیوں کا سردار اعلیٰ حمزہ بن اترک جنگ میں مارا گیا تھا لہذا خراسان کے والی علی بن یسعی نے اسماعیل کو یقین دلایا تھا کہ حمزہ بن اترک کے بعد خراسان میں خارجی سر اٹھانے کی کوشش نہیں کریں گے۔

لیکن اسی دوران دوسرا اور بہت بڑا خطرہ اٹھ کھڑا ہوا اور وہ یہ کہ فضل برکی نے عباسیہ کا جو لشکر خراسان میں کھڑا کیا تھا اس کے سارے افراد متحد ہو گئے تھے اور شمالی خراسان میں انہوں نے ایک بہت بڑا اجتماع کر کے اپنی طاقت اور قوت کا اظہار بھی کر دیا تھا تاہم اسماعیل بن قاسم اور علی بن یسعی دونوں نے اپنے بھڑے خراسان کے اندر پھیلا رکھے تھے تاکہ خراسان کے اندر کوئی طاقت سرکشی اور بغاوت پر آمادہ ہو تو اس کی نقل و حرکت کی ہر وقت انہیں اطلاع ہو سکے۔

✽.....✽

ایک روز اسماعیل شاریہ ابراہیم اور عتابہ چاروں خیمے میں اکٹھے بیٹھے کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے اور یہ خیمہ اسماعیل اور شاریہ کا تھا اچانک شاریہ نے گفتگو کا رخ بدل کر اسماعیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”امیر بغداد اپنی حویلی کے اندر آپ نے مجھ سے ایک وعدہ کیا تھا دیکھیں اس وقت ہم چاروں قارئین بیٹھے ہوئے ہیں اور اس وقت آپ وعدہ پورا کر سکتے ہیں۔“ بڑے پیار سے انداز میں اسماعیل نے مسکراتے ہوئے اپنی بیوی شاریہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”کون سا وعدہ؟ مجھے کچھ یاد نہیں اگر میں نے تمہارے ساتھ کوئی وعدہ کیا تھا تو کہو۔“ جواب میں شاریہ نے گلے کو صاف کیا پھر کہنے لگی۔

”امیر المومنین نے بغداد کے کتب خانے آپ کی تحویل میں کر دیے تھے میں نے کتب خانوں اور اس کے اندر رکھی جانے والی کتابوں کی تفصیل ایک بار آپ سے پوچھی تھی اور آپ نے کہا تھا کہ کسی مناسب موقعہ پر بتاؤں گا اس وقت ہم چاروں قارئین بیٹھے ہوئے ہیں آپ ان کی تفصیل بتائیں اس طرح ہمارا وقت بھی اچھا گزر جائے گا۔“ یہاں تک کہنے کے بعد شاریہ خاموش ہوئی اس کے ان الفاظ کے جواب میں اسماعیل کچھ کہتا ہی چاہتا تھا کہ اسے مخاطب کرتے ہوئے عتابہ بول اٹھی۔

”بھائی شاریہ ٹھیک کہتی ہے اس طرح ہمارا وقت اچھا کٹ جائے گا دیکھئے انکار مت کیجئے گا۔“ اسماعیل کے انداز سے گلن تھا کہ وہ ان دونوں کے سامنے ہار مان گیا تھا پھر کوئی فیصلہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”اچھا اگر تم دونوں کی بھی مرضی ہے تو جس قدر تفصیل میں چاہتا ہوں وہ تمہیں بتاتا ہوں۔“ اس کے بعد اس نے گلا صاف کیا اور وہ کہہ رہا تھا۔

”بغداد میں دو قسم کی کتب کے تراجم عربی میں ہوتے ہیں ایک کتب جن کا تعلق ہندوستان سے ہے اور دوسری قسم کی وہ کتب ہیں جن کا تعلق یونان سے ہے پہلے میں یہ بتاتا چلوں کہ موضوع کے لحاظ سے ان کتب کا تعلق عموماً چار موضوعات سے ہے اول طب دوم

علم نجوم سوئم فلسفہ اور چہارم حصہ و داستان پہلے میں تم لوگوں کے سامنے ان کتب کا ذکر کروں گا جن کا تعلق ہندوستان سے ہے بعد میں یونانی کتب کا تذکرہ کروں گا۔

پہلے طب کی طرف آتے ہیں جہاں تک طب کا تعلق ہے تو طب کا وجود دنیا میں چھ ہزار قبل مسیح سے ہوا اور اس کے موجد کلدانی عرب تھے لیکن ہندوستان کے اطباء کا دعویٰ ہے کہ طب کی ایجاد کا خزانہ نہیں حاصل ہے اور مصری طب کو بھی وہ ہندی طب کی شاخ خیال کرتے ہیں لیکن یہ صرف بحث ہے عقلی فیصلہ یہ ہے کہ دنیا کی ہر قوم اپنے طب کی خود کی موجد ہوتی ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ جن اقوام نے طب کو عملی حیثیت سے مدون کیا ہے ان میں کلدانی ہندی مصری یونانی اور عرب ہیں اور ہر قوم نے اپنی ہم عصر قوم سے فائدہ بھی اٹھایا ہے۔

ہندوستان کی طب کی جو کتابیں عربی میں ترجمہ ہوئی ہیں ان کی تعداد بہت کم ہے ان کتابوں کو ویدک کی کتابیں کہتے ہیں ان میں سب سے اہم اور نمایاں کتاب کا نام سر سہنگا ہے اس کے مصنف کا نام سر ستا ہے جس نے ہمارے ایک شخص دیوداس سے تعلیم حاصل کی تھی (یہ کتاب حکیم بوعلی سینا کی کتاب القانون کے ہم پلا خیال کی جاتی ہے)

عربی میں سب سے پہلے یہی کتاب ترجمہ ہوئی اس کا نام سرونی الطب رکھا گیا ہے یہ امراض کی شناخت اور معالجات میں ایک بسیط کتاب ہے ہارون الرشید کے دور میں اس کتاب کا ترجمہ پہلے فارسی میں ہوا پھر عربی میں اس کا ترجمہ کیا گیا اس کتاب کا ترجمہ مکہ نے ایک ہندو نے بغداد میں رچے ہوئے کیا۔

مکہ بذات خود ایک لاجواب طبیب تھا اور اس نے ایک ایسی کتاب بھی لکھی جس میں ہندوستان کی جڑی بوٹیوں پر تفصیل ملتی ہے اور اس کتاب میں اس نے ایک ایک بوٹی کے دس دس نام لکھے ہیں۔

ہندوستان کی دوسری بڑی کتاب جس کا بغداد میں عربی میں ترجمہ کیا گیا اس کو کتب اسوم کہتے ہیں یہ ہندوستان کے ایک شخص شافاق ہندی کی تصنیف ہے جس میں ہر قسم کے زہروں کا بیان ہے اور عربوں کی تحقیقات میں ہندوستان کے اطباء کا درجہ بہت بلند ہے عام زہروں کے علاوہ جس قدر زہریلے سانپ ہیں ان کی بھی کافی تحقیقیں ان کتابوں میں ہیں اس کتاب کو بھی حکیم مکہ نے فارسی اور عربی میں ترجمہ کیا تھا۔

ہندوستان کے اطباء کی کتابیں عربی میں ترجمہ ہونے کے باعث ہندوستان کی بہت سی بوٹیاں بھی علاج و معالج کے لئے بغداد میں پہنچ گئیں ان میں زیادہ تر مشہور ترہلہ یعنی آملہ، بھیڑہ، ہڑ پٹی، یعنی فل فل، الی، یعنی تر، ہندی، نیلوفر، لمبوں، ناریل، جائے پھل، کنگ پھل یعنی

لوہک، چمن، یعنی صندوق کیسر اور الائچی وغیرہ شامل ہیں۔ "یہاں تک کہنے کے بعد اسطیل رکا پھر شاریہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"ایک موضوع ختم ہوا یعنی طب کی تفصیل میں نے بتا دی اب علم نجوم کی طرف آتے ہیں۔

علوم نجوم سے متعلق کہتے ہیں کہ یہ علم جسے علم ہیت بھی کہتے ہیں ایشیا کے صحرائین چرواہوں کی مرہون منت ہے یہ چرواہے طویل راتوں میں بے کاری سے پریشان ہو کر صلی افلاک کے مطالعہ میں مصروف رہتے تھے اور ہر ستارے کی حرکت و سکون پر گہری نظر ڈالتے رہتے تھے اور ان کا دل شہادت دیتا تھا کہ ان ستاروں کا تغیر و تبدل کسی اصول کے تحت ہے اور یہ ستارے موسم اور زراعتی فصلوں پر خاص اثر رکھتے ہیں۔

اس لئے انہوں نے ان کے نام رکھے اور ان کے طلوع غروب کا اندازہ کیا پھر ثواب کی امداد سے تمس مقرر کر کے ہر ستارہ کے لئے ایک منزل مخصوص کی جس سے فصلوں کی بنیاد پڑی اور سیر و سفر میں انہی ستاروں نے میل و فرسنگ کا کام دیا اس علم کے معلم اول کس ملک کے باشندے تھے یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے لیکن آثار سے یہ ثابت ہے کہ علم ہیت یعنی نجوم کی ایجاد کا خزانہ بھی کلدانی عربوں کے سر ہے۔

کہتے ہیں کہ آج سے ہزاروں سال قبل اس قوم نے فلکیات میں انتہائی کمال حاصل کیا تھا اور انہوں نے ان سات ستاروں کی سات ہیکیں بائیں میں تعمیر کی تھیں جن کی یہ پرستش کرتے تھے ان میں نامور کلدانی نجومی بھی ایک شخص حکیم طنکوش تھا اور وہ ان ہیکیوں کا بہتم اہلی بھی تھا اس زمانہ میں بائیں والے مندروں سے رسد گاہ کا کام لیا کرتے تھے یہ ہمارے مسلح سپہ سالاروں میں بتائی جاتی تھیں اور کئی کئی درجن کی ہوتی تھیں جن کو ہائی زبان میں ذکرات کہا جاتا تھا۔

کلدانوں کے بعد علم نجوم میں ہندوستان کا درجہ بہت بلند ہے اور یہ اس علم کے خودی موجد تھے ہند کے بعد مصری ان علوم میں سرفہرست نظر آتے ہیں اور ان کے نجوم کے اصول سب سے جدا گانہ تھے۔

یونانیوں نے بھی علم نجوم کو خوب ترقی دی اور ایک یونانی حکیم تھالیس نے علم نجوم کو بہت کچھ دیا اس نے زمین کو مرکز کائنات مانا اور اس نے سب سے پہلے زچہ بتائی۔ "یہاں تک کہنے کے بعد اسطیل کو رک جانا پڑا اس لیے کہ سچ میں بڑے عیارے انداز میں منکراتے ہوئے شاریہ بول پڑی۔

”امیر ابھی اس سے آگے کچھ نہ کہنے گا پہلے یہ بتائیے کہ زنج کیا چیز ہوتی ہے۔ تاکہ جو کچھ آپ کہنے والے ہیں اس کو سمجھنے میں ہمیں آسانی رہے۔“ اس پر اٹھیل مسکرایا اور کہنے لگا۔

”علم نجوم زنج کی اصطلاح میں اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں ستاروں کی حرکات اور اعمال فلکی کا مفصل حال ہوتا ہے اور رسد گاہوں میں اصطلاح کے بعد زنج سے کام لیا جاتا ہے اور پھر زنج کی مدد سے ہی چتر یا تقویم تیار ہوتا ہے۔“

تھیلیس کے بعد یونانیوں میں فیثاغورث نے علم کو ترقی دی اور اس نے بجائے زمین کے آفتاب کو مرکز مانا کیونکہ اس حکیم کی رائے میں خود آفتاب محل مرکز میں واقع تھا اور دیگر سیارے ماسوائے زمین کے اس کے گرد گردش کرتے ہیں یہ نظام چونکہ محسوسات کے خلاف تھا لہذا دوسرے حکماء نے فیثاغورث کے اس نظریے کو تسلیم نہیں کیا۔

یونان میں فیثاغورث کے بعد ارسطو خاص نے یہ ثابت کیا کہ زمین آفتاب کے گرد حرکت کرتی ہے جبکہ ہندوستان کے حکماء میں آریابھٹ اور مسلمانوں میں ابو سعید بھی حرکت زمین کے قائل تھے۔

علم نجوم کی سب سے اہم کتاب جو ہندوستان سے بغداد میں داخل ہوئی وہ برہمپتہ سدھانت ہے بغداد میں اس کتاب کے آنے کا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ سندھ سے ایک علمی جماعت عہاسی خلیفہ منصور کے دربار میں پہنچی ان علماء میں ایک پنڈت بھی تھا جو علم نجوم اور ریاضی کا علامہ تھا اس پنڈت نے ہدیہ ایک کتاب منصور عہاسی کو پیش کی جس کا نام برہمپتہ سدھانت تھا اور بعد میں اس نام کو مخفف کر کے اسے سدھانتا کہہ کر پکارا جانے لگا۔

یہ کتاب ہندوستان کی مشہور زنج ہے جو راجہ جیگر سے منسوب ہے اس کا منصف ایک شخص برہم گپت ہے برہم گپت ہندوستان کا ایک نامور عالم تھا اور وہ علم نجوم میں یکساں تھا۔

سدھانتا نام کی یہ کتاب جس کو برہم گپت نے تحریر کیا تھا اس میں زمانے کی تقسیم کلپ کے حساب سے مئی اور ایک کلپ چار ارب اور تیس کروڑ سال کے برابر خیال کیا جاتا تھا چونکہ اس کے مطابق حساب لگانا دشوار تھا اس لیے ہندوستان کے ایک اور نامور نجومی آریابھٹ نے ایک کتاب لکھی جو آریابھٹ کے نام سے مشہور ہے اس کتاب کا ترجمہ ابو الحسن نے عربی میں کیا ہوا ہے آریابھٹ نے بجائے کلپ کے زمانے کی تقسیم کا حساب جگ سے رکھا ہے اور اس نے ایک جگ کو کلپ کا جزا رواں حصہ قرار دیا ہے۔

یہ علم نجوم کی دو اہم ترین کتب ہیں جن کا ترجمہ ہو چکا ہے اور اس سلسلے کی ایک اور

تیسری کتاب بھی بہت اہم ہے اس کو کرن کھنڈ کہتے ہیں اور اس کا مصنف بھی برہم گپت ہے چنانچہ ہندوستان کی علم نجوم پر تین کتابوں کا بغداد میں عربی میں ترجمہ ہو چکا ہے ایک سدھانتا دوسری آریابھٹ اور تیسری کرن کھنڈ عربوں کی یہ ایماء داری کہ انہوں نے ترجموں کا نیا نام نہیں رکھا بلکہ اصل کتاب کے نام کو عربی سانچہ میں ڈال لیا ہے۔

خلیفہ منصور عہاسی جب سدھانتا نام کی کتاب سے واقف ہوا تو اپنے دربار کے نامور ریاضی دان اور مخم محمد بن ابراہیم بن خلف فراسی کو کتاب کا ترجمہ کرنے کا حکم دیا اور بھی وہ ریاضی کا مسلمان عالم ہے جس نے سب سے پہلے اضطراب کا استعمال کیا چنانچہ محمد فراسی نے اس پنڈت کی اجازت سے اس جیسا کہ کتاب کا عربی میں ترجمہ کیا اور ترجمہ کا نام اس نے سندھ ہند کبیر رکھا جہاں تک دوسری کتاب کرن کھنڈ کا تعلق ہے تو اس کا ترجمہ ایک عرب یعقوب بن طارق نے کیا ترجمہ کرنے میں اس نے بھی پنڈت مذکورہ کی خدمات حاصل کیں۔

چنانچہ علم نجوم کی ان تین کتابوں کے ترجمے سے ہی عرب نجوم کے تین مذہب قائم ہوئے لیکن قبولیت کی سند صرف مشہور کتاب سدھانتا ہی کو ملی اور یہ تینوں کتابیں عربوں میں علم نجوم کی ترقی کا باعث بنیں۔

کہتے ہیں کہ علماء اسلام میں کتاب سدھانتا پر سب سے زیادہ ابو ریمان البیرونی نے تنقید کی عباسیوں کے دور میں سدھانتا کا جو ترجمہ ہوا تھا ابو ریمان البیرونی نے اسے ناقص قرار دیا ابو ریمان البیرونی چونکہ مسکرت کا زبردست قاضی تھا لہذا اس نے از سر نو علم نجوم کی اس کتاب کا ترجمہ کیا اور اس میں حساب کے جس قدر طریقے تھے ان کو ایک جہاں اور طبعہ رسالے میں مرتب کر کے لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ ”یہاں تک کہنے کے بعد اٹھیل پھر دکا اور کہنے لگا۔

”ہندوستان کی علم طب اور نجوم سے متعلق جس قدر کتب ترجمہ ہوئیں ان سے متعلق میں جو تفصیل جانتا تھا بتا دی اب تیسری قسم کی کتب کی طرف آتے ہیں جن کا تعلق حصص اور حکایات سے ہے جہاں تک حصص اور حکایات کا تعلق ہے تو عہد جاہلیت بھی عرب حصص حکایات کے بڑے شوقین تھے چاندنی راتوں میں بیٹھ کر افسانے سنا کرتے تھے یہ مجلس نہایت پر لطف ہوا کرتی تھی چنانچہ یہ ذوق شوق عہد اسلام تک قائم رہا۔

ہارون الرشید کے دربار میں بھی ایام العرب اور تاریخ جاہلیت کے ماہر موجود تھے اور آج کل ہارون الرشید کے پاس علامہ عبد اللہ اصمعی حکایات داستانیں حصص اور افسانے سنانے

میں سب سے ماہر خیال کیا جاتا ہے۔

ہمارے ہاں ہندوستان کی ہضمت و حکایات پر مبنی جو کتاب پہنچی اس کا نام کلیدِ دمنہ ہے اس میں عموماً ایسی کہانیاں ہیں جو حیوانات اور پرندوں کی زبانی بیان کی گئی ہیں نیز سیاسیات تدبیر منزل معاملات باہمی اور اخلاق و آداب پر بھی یہ ایک لا جواب کتاب ہے۔

یہ کتاب سکریت میں تھی اور سب سے پہلے حکیم حمزویہ نے ایرانی شہنشاہ نوشیروان کے لئے یہ کتاب پہلوی زبان میں ترجمہ کی تھی اور حکیم مذکورہ اس کتاب کی نقل ہندوستان سے لے کر چارہا تھا یہ پہلا موقع تھا کہ سکریت سے پہلوی زبان میں یہ کتاب ترجمہ ہوئی۔

پھر پہلوی سے ہی عربی میں ایک شخص عبد اللہ بن اقطع نے اس کتاب کا ترجمہ کیا اور اس پر ایک بیش قیمت مقدمہ لکھا جو ادبیت کے لحاظ سے حدیم اظہر ہے (یہ عربی ترجمہ سن 1818ء میں پیرس کے کتب خانہ سے نکال کر شائع کیا گیا ہے یہ کتاب عربوں میں بڑی مقبول ہوئی پر افسوس ہے اصل سکریت اور برزویہ کا پہلوی نسخہ مفقود ہے صرف عبد اللہ کا ترجمہ باقی ہے جو مصر اور بیروت میں چھپ چکا ہے اور دوسری زبانوں میں آج تک جس قدر ترجمے ہوئے ہیں ان کی اصل بھی نسخہ ہے عربی کے علاوہ ایک ترجمہ سریانی میں بھی ہوا تھا لیکن سریانی کے ترجمے کو اتنی مقبولیت حاصل نہ ہوئی جتنی کہ عربی ترجمے کو ہوئی۔)

یہ کتاب ایک پنڈت بیدپا کی تصنیف ہے جو سکریت میں ہندوستان کے راجہ داہم کے لئے لکھی گئی تھی یہ کبریات کے چادر خاندان کا راجہ تھا (مورخین ہند کی تحقیقات کے مطابق یہ خاندان محمود غزنوی کے حملہ تک باقی رہا تھا اور اس خاندان کے سارے راجہ داہم کے خطاب سے یاد کئے جاتے تھے خولجہ نظام الملک طوسی نے بھی فتح سوسنات کے حالات میں ایک داہم کا ذکر کیا تھا ابوریحان البیرونی کے نزدیک اس کتاب کا ماخذ ہندوستان کی ایک کتاب پنج طہر ہے لیکن جدید تحقیقات اس کے خلاف ہیں بلاشبہ ہندوستان کے مقبول شاہ کاروں میں پنج طہر کٹھا۔ ہنوا پریش اور سرست ساگر مشہور کتابیں ہیں اور ان کتابوں میں دلچسپ قصے ہیں لیکن کلیدِ دمنہ ان تینوں کتابوں کا انتہائی مجموعہ کہی جاسکتی ہے پنج طہر کی اصلیت یہ ہے کہ یہ کتاب (13) تیرہ ابواب پر مشتمل تھی جس کے نام ترجمہ مرآۃ الملوک تھا اور اس کتاب کی تصنیف کا مقصد یہ تھا کہ راجاؤں کو اصول حکومت کی تعلیم دی جائے استادِ زمانہ سے اصل کتاب کے آٹھ باب گف ہو گئے اور صرف پانچ باقی رہ گئے اور ان پانچ بابوں ہی کی وجہ سے اس کتاب کا نام پنج طہر رکھ دیا گیا یعنی رشتہ بچکانہ۔

کتاب کے ابواب کب گف ہوئے ہنوز اس کی تحقیقات نہیں ہوئیں لیکن حکیم برزویہ یا

کتاب ہندوستان سے لے کے گیا تھا اور اس کا پہلوی میں ترجمہ ہوا وہ مکمل تھا۔ یہاں تک کہنے کے بعد اطلیل دم لینے کے لئے رکا پھر سلسلہ کلام آگے بڑھاتے ہوئے کہنے لگا۔

”کتاب کلیدِ دمنہ جن کتابوں کا مجموعہ ہے ان میں زیادہ تر حالات پیدائش کے اجزاء پر کہانیاں شامل ہیں جن کو مختلف مصنفین نے اپنے اپنے خیال اور مزاج کے مطابق ترتیب دیا ہے۔“

اور اس کی تفصیل کچھ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ہندوستان کے ایک مذہب جس کو بدھ دھرم کہتے ہیں اس کے اعتقادات میں سب سے بڑا عقیدہ یہ ہے کہ انسان اس عالم فانی میں ایک مرتبہ نہیں آتا ہے بلکہ دنیا کے اعمال کے مطابق وہ بار بار جرم لیتا ہے۔

اور یہ انقلاب انسان اور حیوان کی صورتوں میں ہوا کرتا ہے (ایسی عقیدے کو ہندوستان میں آدامگون اور یونانیوں میں تناخ کہا جاتا ہے)

(اور چونکہ یہ غیر متناہی سلسلہ ہے لہذا ہر دین دار بدھت کی یہی خواہش رہتی ہے کہ جس طرح ممکن ہو یہ سلسلہ ختم ہو جائے اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ انسان کی چند زندگیوں میں سے کسی میں ایسے نیک اعمال سرزد ہوں کہ وہ پھر دنیا میں نہ آئے اور اس کا چراغِ زندگی ہمیشہ کے لئے گل جائے۔

بدھ مذہب کی اصطلاح میں آخرِ زندگی کا نام نردان ہے لہذا نردان انسانوں کے لئے خاص قسم کی زندگی نہیں بلکہ سلسلہ حیات سے دوا کی علیحدگی کا نام نردان ہے۔

اس مذہب کے پیروکاروں کے اصول کے مطابق مہاتما گوتم بدھ نے بھی اپنی زندگی کے مشہور احوال ختم کئے تھے اور اس کو روحانی طاقت سے اپنی پچھلی زندگیوں کے حالات یاد تھے جو اپنے شاگردوں سے بیان کیا کرتا تھا چنانچہ ان جمع شدہ روایات کی تعداد پانچ سو پچاس ہے اور اس مجموعہ کا نام جاہک ہے اور کلیدِ دمنہ کتاب میں کئی جاہک بیان کئے گئے ہیں۔

کہتے ہیں اس اصول کے مطابق مہاتما بدھ کی زندگی بھی دو حصوں میں تقسیم ہوئی ہے ایک وہ زمانہ جو نردان سے قبل گزرا ہے اس وقت تک وہ دیوتاؤں کی اعانت کا متاع تھا اور دوسرا حصہ نردان ہے جس کے بعد وہ خود وجودِ ربانی تسلیم کیا گیا چنانچہ مہاتما بدھ کے زندگی کے یہی ابواب ہتسم باشان ہیں چنانچہ دنیا کے اکثر محققین نے تسلیم کیا ہے کہ یونانی روایات کو چھوڑ کر دنیا میں افسانوں کی جس قدر مشہور کتابیں ہیں ان کا ماخذ زیادہ تر بدھ مت کی ہی کتاب پیدائش سے ہے اور اسی چشمہ کے چند قطروں کا نام کتاب کلیدِ دمنہ ہے۔“ یہاں تک کہنے کے بعد اطلیل رکا پھر کہنے لگا۔

”یہ تو تفصیل ان کتب کی ہے جو ہندوستان سے لائی گئیں اور بغداد میں ان کا ترجمہ کیا گیا اور آج کل یہ بغداد کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

اب دوسرا حصہ ایرانی کتب کا ہے اور یہ ایران کا تاریخی سرمایہ ہے جو عربی میں منتقل کیا گیا فارسی کتابوں کو عربی میں ترجمہ کر کے منتقل کرنے کا سہرا زیادہ تر امن المصنف کے سر ہے جو فارسی اور عربی دونوں زبانوں میں خوب مہارت رکھتا تھا اس نے بہت سی فارسی کتب کا ترجمہ عربی میں کیا ہے جو آج کل بغداد کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

ان میں ایک کتاب کا نام خدائی نامہ ہے یہ ہم کی تاریخ ہے جس میں آغاز سلطنت سے آخر دور تک کے حالات درج ہیں۔

دوسری کتاب جس کا فارسی سے عربی میں ترجمہ ہوا وہ آئین نامہ ہے یہ کلی قوانین کا مجموعہ ہے اور کئی ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔

اس کے بعد دو اور کتب کا ترجمہ فارسی سے عربی میں ہوا وہ ادب الکبیر اور ادب الصغیر ہیں یہ دونوں کتابیں آداب و اخلاق میں لاجواب خیال کی جاتی ہیں۔

ان کتب کے علاوہ کچھ اور کتب بھی فارسی سے عربی میں ترجمہ ہوئیں اور یہ بھی بغداد کے کتب خانے میں موجود ہیں ان میں سے ایک تاج ہے یہ نوشیروان کی ہیرت ہے اس کتاب کے علاوہ بھی ہیرت پر بہت سی فارسی کتب کا ترجمہ کیا جا چکا ہے۔

ایک اور کتاب مزدک نامہ ہے یہ وہی مزدک ہے جس نے ایرانیوں کے شہنشاہان سے زمانہ میں زرتشتی مذہب میں اصلاح کی اور خود مجتہد اعظم ہونے کا دعویٰ کیا اور جس کو نوشیروان نے قتل کروا دیا تھا۔

ایک اور کتاب کا ترجمہ عرب عالم جلیلہ بن سالم نے کیا اس کتاب میں رسم و انداز اور بہرام کے حالات درج ہیں اس کے علاوہ فارسی کی ایک تاریخ بھی عربی میں ترجمہ کی گئی ہے جس کا نام بلکین ہے (قدیم ایرانیوں کے ہاں یہ کتاب ویسی ہی عظمت اور اہمیت رکھتی جس طرح ہندوؤں کے ہاں مہا بھارت کی عظمت ہے۔)

سب سے اہم کتاب جو فارسی سے عربی میں ترجمہ ہوئی وہ الف لیلہ ہے شاریہ اس سے متعلق میں جہیں تفصیل نہیں بتاؤں گا اس لیے کہ اس کتاب سے متعلق سب کے سامنے حویلی میں ایک بار میں جہیں اس کی تفصیل بتا چکا ہوں نیز یہ کہ فلسفہ وہ کتب جو بغداد میں ترجمہ ہو چکی ہیں ان کے متعلق بھی کچھ نہیں کہوں گا اس لیے کہ ان کی تفصیل بھی ایک بار میں نے بابا اور ابراہیم کے سامنے تم سے کہہ دی تھی میرے خیال میں جہیں یاد بھی ہوگی۔“

طیبل جب خاموش ہوا تب اس کی طرف دیکھتے ہوئے شاریہ نے پوچھا لیا۔
”کیا کتب خانہ کھولنے کا سلسلہ خلیفہ ہارون الرشید کے دور سے شروع ہوا یا اس سے پہلے بھی مسلمانوں میں کتب خانوں کو رکھنے کی کوشش کی تھی۔“ اس سوال کے جواب میں طیبل نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

”میں شاریہ کتب خانوں کی روایت اس سے بہت پہلے ملتی ہے خلافت امیہ میں سب سے پہلے خالد بن یزید نے کتب خانے کی بنیاد ڈالی تھی چونکہ شروع اسلام میں تحریری سرمایہ صرف اس قدر تھا کہ قرآن مجید کی متفرق سورتیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک کے علاوہ شعراء کے قصائد تھے اس کے بعد امیر معاویہ کے دور میں کچھ اور اضافہ ہوا اور خالد کے زمانے میں کتب خانے کی باضابطہ بنیاد قائم ہوئی اور عہد ہارون میں کتب خانوں کی یہ بنیاد آسمانوں تک پہنچ گئی۔

ہارون الرشید کے بعد یہ شوق اسلامی مملکتوں میں عام ہو گیا امراء اور علماء کے مکانات کتب خانوں سے سج گئے۔ متوکل اللہ کے عہد میں فتح بن خاقان کا کتب خانہ بینظیر خیال کیا جاتا تھا اس کے علاوہ امین کا کتب خانہ جس کو خلیفہ حکم نے قائم کیا تھا اس میں کہتے ہیں چار لاکھ کتابیں تھیں اور تمام ممالک کا خراج کتابوں کی فراہمی میں خلیفہ صرف کر دیا تھا۔

اسلامی دنیا کا دوسرا حصہ جو خلافت عباسیہ کے مصنف کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا جن میں جدا جدا تاجدار و حکمران تھے ان کے کتب خانے علیحدہ تھے نوح بن منصور جو بخارا کا حاکم تھا اس کا کتب خانہ بھی بالکل بینظیر و بے حد مل تھا مشہور حکیم بوعلی سینا نے بھی بہت کچھ اسی کتب خانے سے فائدہ اٹھایا تھا اس کے علاوہ شیراز میں ایک بہت بڑا کتب خانہ تھا۔

قرطبہ میں ایک ایک جاہل تک کے گھر میں کتب خانہ تھا لیکن وہاں کوئی عام کتب خانہ قائم نہ ہوا تھا اس کے علاوہ مدرسہ نظامیہ بغداد کے قائم ہونے کے بعد ہر مدرسہ مسجد میں ایک ایک کتب خانہ بھی رکھا گیا تھا ان کتب میں البیرونی کی کتب بھی بہت ملتی ہیں اس شخص نے ہندوستان میں چندہ سال تک قیام کرنے کے بعد ہندوؤں کے رسوم و عتقاد، مذہب، مادہ، تاریخ، تہذیب و تمدن، قانون و قواعد علوم و فنون ان کے علاوہ مقامات مقدسہ وغیرہ پر قلم اٹھایا اس کی تحریریں نادر ہیں اور اس عہد کی بہترین عکاسی کرتی ہیں محض ہندوستان کے شوق میں بیرونی نے چار سو سالوں میں مسکرت جیسی مشکل زبان حاصل کی اور ہندوستان سے واپس آ کر غزنی میں قیام کے دوران اس نے ہندوستان پر کتب لکھیں البیرونی نجم تو تھا ہی تاریخ

میں بھی وہ خاصی شہرت رکھتا ہے چوتھی صدی ہجری سے ہندوستان میں علماء یورپ کی قدر دانی سے البیرونی کو بڑی شہرت ملی کہتے ہیں کہ اس کی ولادت یوم بیسہ اور صبح کے وقت ہوئی اور کل ولادت کی نسبت سے البیرونی مشہور ہے۔

بیرون کو سندھ کا ایک شہر بتایا جاتا ہے لیکن یہ قطعی غلط ہے سندھ کا مشہور شہر ہیرودن ہے جو دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر دہل اور مٹھہ کے درمیان واقع تھا حقیقت میں یہ شخص خورازم کا باشندہ تھا بیرونی اس کو اس لیے کہتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں جب شہروں کی آبادی زیادہ ہو جاتی تھی تو شہر فیصل کے باہر آباد ہو جاتا شروع ہو جاتا تھا اس طرح فیصل سے باہر اور بیرونی ہونے کی وجہ سے اس کا نام بیرونی پڑ گیا ورنہ اس کا پورا نام البیرونی تھا۔ "اسٹیل مزید کچھ کہتا چاہتا تھا کہ اسے رک جانا پڑا اس لیے کہ خیمے سے باہر کسی کے کھکانے کی آواز سنائی دی تھی ساتھ ہی کسی نے اسٹیل بن قاسم کو پکارا بھی تھا۔

اس پکار پر اسٹیل بن قاسم کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا پھر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اس کی طرف دیکھتے ہوئے ابراہیم بھی کھڑا ہو گیا دونوں بھائی جب باہر نکلے تو انہوں نے دیکھا کہ خیمے سے باہر یزید بن عسہ اور خراسان کا حاکم علی بن یسعی چھ مسلح جوانوں کے ساتھ کھڑے تھے جب اسٹیل اور ابراہیم دونوں بھائی ان کے قریب گئے تو علی بن یسعی نے اسٹیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا شروع کیا۔

"ابن قاسم میرے عزیز! ہم نے فضل برکی کے قاتم کردہ لشکر پر نگاہ رکھنے کے لئے جو خبر مقرر کیے تھے وہ لوٹ آئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ عباسیہ کے عسکری خراسان کے شمالی علاقوں میں جمع ہو چکے ہیں اور کسی بھی وقت وہ اپنی کھروائیوں کی ابتدا کر سکتے ہیں اگر انہوں نے ایسا کیا تو بہت سارے علاقوں میں ترک تاز کرتے ہوئے وہ تباہی اور بربادی کا کھیل کھیل گئے اس بناء پر کیا یہ بہتر نہیں کہ قبل اس کے کہ وہ تباہی اور بربادی کی ابتدا کریں ہم خود حرکت میں آئیں اور انہیں تباہ و برباد کر کے رکھ دیں۔" علی بن یسعی جب خاموش ہوا تب اسے مخاطب کرتے ہوئے اسٹیل کہنے لگا۔

"میرے محترم تم ٹھیک کہتے ہو لشکر ابھی اور اسی وقت یہاں سے شمال کی طرف کوچ کرے گا جو خبر آئے ہیں وہ ہماری راہنمائی کریں گے اور عباسیہ پر حملہ آور ہوں گے نہ انہیں پر پھڑ پھڑانے کی اجازت دیں گے نہ کسی علاقے میں انہیں تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلنے کا موقع فراہم کریں گے تم جاؤ لشکر کو کوچ کا حکم دے دو۔" اس کے ساتھ ہی علی بن یسعی اور یزید بن عسہ ان مسلح جوانوں کے ساتھ وہاں سے چلے گئے تھے۔ اسٹیل اور ابراہیم دونوں

جب خیمے میں آئے تو بڑی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے شاریہ نے پوچھا کیا۔
"کیا بات ہے کون لوگ تھے جنہوں نے آپ کو خیمے سے باہر آواز دے کر بلایا۔"
جواب میں اسٹیل نے گفتگو کی تفصیل کے علاوہ لشکر کے کوچ کرنے کی تفصیل بھی کہہ دی تھی تو بڑی دیر بعد خیمے اکھاڑ دیئے گئے پھر لشکر نے بڑی تیزی سے شمال کی طرف کوچ کیا تھا تاکہ عباسیہ پر ضرب لگا کر اس کا خاتمہ کیا جاسکے۔

دوسری جانب عباسیہ نام کے لشکر کے سالاروں کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ ہارون الرشید کا سالار اسٹیل بن قاسم اور خراسان کا والی علی بن یسعی ان پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہے ہیں لہذا انہوں نے بھی اسٹیل بن قاسم اور علی بن یسعی پر حملہ آور ہونے کے لئے بڑی تیزی سے ان کی طرف بڑھنا شروع کیا تھا۔

اسٹیل کے عہد عباسیہ نام کے لشکر کی نقل و حرکت کی پوری اطلاعات اس تک پہنچا رہے تھے لہذا راستے میں تو بڑی دیر رک کر اسٹیل نے اپنے سارے سالاروں کے ساتھ ایک راز دارانہ مشورہ کیا یہ مشورہ انتہائی سرگوشی اور راز دارانہ سے اعجاز میں ہوا تھا اس کے بعد دوبارہ پیش قدمی شروع کر دی گئی تھی۔

دونوں لشکر جب ایک دوسرے کے آنے سنانے آئے تب ایک خونی انقلاب رونما ہوا اس لیے کہ عباسیہ نام کے لشکر کے سالاروں نے اسٹیل بن قاسم اور علی بن یسعی کے لشکر پر کوساروں کا دھار لہو کر کے جان کنی کے لمحات، زمین پر خون کی خیرات ہانپنی سک ریزوں کی ہارش تنی تہذیب کو زخم زخم کر کے ہر عزم کو جلا دیئے والی قضا اور قاتلوں کی تسکین کے باب کھوٹی جیل گوڑوں کی یلغار کی طرح حملہ کر دیا تھا۔

دوسری طرف اسٹیل بن قاسم نے اپنے لشکر کی ترتیب عجیب و غریب رکھی تھی لشکر کا وہ حصہ جو عموماً اس کی سرکردگی میں جنگوں میں حصہ لیا کرتا تھا وہ آگے تھا اس لشکر کی کمان داری خود اسٹیل کر رہا تھا اور اس کے ساتھ اس کے نائب کی حیثیت سے اس کا بھائی ابراہیم بھی تھا جب کہ لشکر کا دوسرا اور بڑا حصہ اسٹیل بن قاسم کے حصے کے لشکر کے پیچھے تھا اور اس کی کمانداری خراسان کا والی علی بن یسعی اور یزید بن عسہ کر رہے تھے۔

عباسیہ لشکر نے جب حملہ کیا تو اس حصے کو صرف اسٹیل اور ابراہیم دونوں بھائیوں نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ روکا تھا وہ لشکر جس کی کمان داری علی بن یسعی اور یزید بن عسہ کر رہے تھے وہ غیر متحرک رہا پیچھے ہی رہتے ہوئے کسی اشارے کی مناسب لمحے کا منتظر تھا۔

عباسیہ کے لشکر اور سالار جب اپنے حملے کی تکمیل کر چکے تب اسطیل نے ابراہیم کے ساتھ اپنے کام کی ابتدا کی تھی اور وہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ عباسیہ لشکر پر حملے کی امیدوں خیالات کے ہجوم عقیدوں کی جہتوں نگاہ و فکر کے زاویوں کو دیکھتی آگ کی بدترین ہزیمت میں تبدیل کر دینے والے فطرت کے مسل بلاخیز اور وقت کی بساط کو اتنی آرمیوں کی خوفناک دستک کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

جب اسطیل اور ابراہیم دونوں بھائیوں نے دشمن پر ضرب لگانی شروع کی تب وقت کی آنکھ نے دیکھا ان بھائیوں کے پیچھے جو لشکر تھا وہ بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ دھنوں میں تقسیم ہوا تھا ایک حصے کی کمانداری علی بن یحییٰ کے پاس تھی دوسرے کی کمانداری یزید بن عتبہ کر رہا تھا۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے پہلے علی بن یحییٰ نے اپنے کام کی ابتدا کی اور وہ اپنے حصے کے لشکر کو بائیں جانب سے ٹکرا ہوا دشمن کے پہلو پر آیا اور اس کے پہلو پر وہ حملوں کے مسل میں صدیوں کی خاموشیوں پر پہل برپا کر دینے والے حادثوں اندھیرے کے مسافروں کی آنکھ کو چکا چوند کر دینے والی روشنی اور قضا کے شوریدہ سرسائوں کی طرح حملہ آور ہوا۔

دوسری جانب یزید بن عتبہ دائیں جانب سے ہوتا ہوا دشمن کے دوسرے پہلو کی طرف گیا اور پھر اس نے فضا کے سببے ہوئے لمحوں میں گردش روک دینے والی آرمیوں کے جھکڑوں زنی کو سختی خوشی کو غم اقدام کو ہپائی میں تبدیل کر دینے والی فوق الفطرت ساحرائہ رسومات کی طرح ضرب لگانا شروع کر دی تھی۔

میدان جنگ پوری طرح بھڑک اٹھا تھا زعمی و موت و کشت نیکی و بدی سزا و جزا بری طرح ایک دوسرے سے دست و گریبان ہو گئے تھے عصیان میں ڈوبے شیطان کے بھیاک گماشتے انسانیت کو عریاں کرنے کا رقص شروع کر چکے تھے انسانی نعشیں زمین پر اس طرح گرنے لگی تھیں جیسے چٹانوں پر نازک آکھینے گر کر کرہی کرہی ہو جاتے ہیں چار سو روٹی دلاتی آہیں زعمی کو ادھرنے لگی تھیں موت زہر اپنے زہر آگس سلاہوں، ریختے خوفناک اڑو دھاؤں برق تپاک بن کر قدرت کے قہر کی طرح آدمیت کی رگ رگ سے خون چوسنے لگی تھی قضا کی سوچیں چار سو مرگ کے اندھیرے منور کھڑے کرتے چلی گئی تھیں۔

عباسیہ نے بڑی شدت سے حملوں کی ابتدا کی تھی لیکن جب اسطیل، علی بن یحییٰ یزید بن عتبہ اور ابراہیم نے جوابی کارروائی کرتے ہوئے انہیں اپنا رنگ دکھانا شروع کیا اپنی شجاعت اپنی مردانگی اور اپنی عسکری مہارت کے عظم کھڑے کرنے شروع کئے تب عباسیہ کی حالت ان

کے سامنے بڑی تیزی سے درد کے بستروں ٹھنڈائی حیات کی مشطوں شام کی اداہیوں غم کی دہلیزوں، نفرت کی جلی عراہوں اور غموں کے اضطراب سے بھی زیادہ ابدت ہونا شروع ہو گئی تھی۔

چھ ہی ساتوں بعد عباسیہ کو بدترین شکست ہوئی اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے اسطیل ابراہیم علی بن یحییٰ اور یزید بن عتبہ نے اپنے پورے لشکر کے ساتھ پوری طاقت اور قوت سے ان کا تعاقب شروع کیا یہ تعاقب آہستہ آہستہ ہولناکی اور خوفناکی اختیار کرتا چلا گیا جوں جوں تعاقب طول پکڑتا گیا۔ عباسیہ کی بدبختی میں اضافہ ہوتا چلا گیا اس لئے کہ ان کی پشت پر صرف علی بن یحییٰ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ رہ گیا تھا اسطیل بن قاسم اور یزید بن عتبہ اپنی رفتار تیز کرتے ہوئے اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ ان کے دائیں بائیں پھیلتے چلے گئے تھے اور اب بھاگنے والے عباسیہ لشکر کا پشت اور دونوں جانب کے پہلوؤں سے سر طرف قتل عام شروع ہو گیا تھا اس طرح فضل برکی نے اپنی حفاظت کے لئے خراسانیوں پر مشتمل جو لشکر تیار کیا تھا جس کا نام اس نے عباسیہ رکھا تھا اس جنگ کے دوران مکمل طور پر اس لشکر کا خاتمہ کر دیا گیا۔

اسطیل اور علی بن یحییٰ اپنے لشکر کو لے کر جب اپنے پڑاؤ میں لوٹے تو پڑاؤ میں ایک داویلا بچا ہوا تھا لشکر میں شامل جو عورتیں پڑاؤ میں موجود تھیں بہت سی رو رہی تھیں یہ صورت حال یقیناً اسطیل ابراہیم علی بن یحییٰ اور یزید بن عتبہ کے لئے پریشان کر دینے والی تھی اسطیل اپنے لشکر کے ساتھ جب پڑاؤ میں داخل ہوا تو اس نے اپنے لشکریوں کو تو آرام کرنے کا حکم دیا لشکری اپنے اپنے خیموں کی طرف چلے گئے اسی دوران کچھ عورتیں بڑی تیزی سے بھاگی ہوئی اس طرف آئیں جہاں اسطیل ابراہیم علی بن یحییٰ اور یزید بن عتبہ چند چھوٹے سالاروں کے ساتھ اپنے گھوڑوں پر سوار تھے جب عورتیں ان کی طرف آئیں تو اسطیل اپنے گھوڑے سے اتر گیا اس کی طرف دیکھتے ہوئے باقی سب لوگ بھی اتر کر کھڑے ہو گئے تھے۔

وہ عورتیں جب قریب آئیں تو قتل اس کے ان سب سے کوئی کچھ کہتی بڑی پریشانی اور فکر مندی میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے اسطیل نے پوچھ لیا۔

کیا ہوا یہ لشکر میں شور و داویلا کیوں بچا ہوا ہے اور کچھ عورتوں کی رونے کی آوازیں کیوں آ رہی ہیں؟

اس پر ایک عورت آگے بڑھی اور اسطیل کو مخاطب کرتے ہوئے انتہائی دکھ و پریشانی اور

فکرمندی میں کہنے لگی۔

”امیر غضب ہو گیا جس وقت آپ لوگوں نے دشمن کو شکست دی دشمن بھاگا اور اس کے تعاقب میں آپ لوگ کھڑے ہوئے تب کچھ سلع جو ان ہمارے پڑاؤ میں داخل ہوئے انہوں نے آپ کی بیوی شادیہ کو اٹھالے جانا چاہا وہ شادیہ کو زبردستی اٹھا کر گھوڑے پر بٹھا بھی چکے تھے اور جس وقت بھاگنے لگے تھے تو پڑاؤ کی عورتوں کو اس کی خبر ہو گئی پڑاؤ کی بہت سی عورتوں نے کھار میں سونت لیں اور ان کی راہ روک کھڑی ہوئیں ان کے ساتھ کئی کئی ہوئی اس کھش میں وہ شادیہ پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کر دینا چاہتے تھے لیکن پڑاؤ کی عورتوں کے ایک دم حملہ آور ہونے کی وجہ سے وہ شادیہ کا خاتمہ تو نہ کر سکے پر اسے ایسا نقصان پہنچا کہ بچاری کو اپنا بچ کر دیا ہے اس کی ایک ٹانگ پاؤں کے قریب سے کٹ گئی ہے پڑاؤ کے اندر جو طیب تھے انہوں نے زیادہ خون نہیں چہنے دیا بروقت پٹیاں ہاتھ کر خون تو روک دیا ہے لیکن وہ اس وقت سخت اذیت اور کرب میں ہے طیب نے اس کے آرام سکون اور درد میں کمی کے لئے اس کو دوا تو پلائی ہے امیر اس وقت شادیہ کو آپ کی سخت ضرورت ہے۔“ یہاں تک کہنے کے بعد لہو بھر کے لئے وہ عورت رکی پھر کہنے لگی۔

”اس حادثے میں محتاج نے بھی کھش اور محنت کی تھی لیکن وہ بچ گئی ہے وہی شادیہ کو سنبھالے ہوئے ہے۔

حملہ آور ہونے والے تعداد میں تین تھے اور تینوں کی نشیں اس وقت امیر آپ کے نیچے سے ڈرا فاصلے پر پڑی ہوئی ہیں۔“ اس موقع پر اسٹیل بن قاسم کچھ نہ بولا تھا لگتا تھا اسے چپ اور سکوت کا مرض لاحق ہو گیا ہو پھر بڑی تیزی سے وہ اپنے نیچے کی طرف بڑھا تھا ابراہیم علی بن یحییٰ اور یزید بن عتبہ اس کے ساتھ تھے۔

جب وہ چاروں نیچے میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا فحش کی صورت میں شادیہ بستر پر پڑی تھی اس کا بستر لبو لہان تھا بائیں ٹانگ پر پٹی بندھی ہوئی تھی پاؤں کٹ چکا تھا پڑاؤ میں کام کرنے والے دو طیب اس کے پاس بیٹھے تھے اور ایک طرف ابراہیم کی بیوی محتاج بیٹھی رو رہی تھی۔

جونمی اسٹیل بن قاسم اپنے تینوں سالاروں کے ساتھ نیچے میں داخل ہوا نیچے میں چلے سے بیٹھے طیب اٹھ کھڑے ہوئے ان کی طرف دیکھتے ہوئے محتاج بھی کھڑی ہو گئی تھی اچانک محتاج حرکت میں آئی بھاگی اور پھر بچاری اسٹیل بن قاسم کے شانے پر سر رکھ کر بری طرح رونے لگی تھی۔

اسٹیل نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اسے علیحدہ کیا ایک طرف بٹھایا پھر اس نے بستر پر پڑی شادیہ کا جائزہ لیا اس کی آنکھیں بند تھیں بے ہوش پڑی ہوئی تھی جواب طلب سے اعزاز میں جب اسٹیل نے دونوں طیبوں کی طرف دیکھا تو ایک طیب بول اٹھا۔

”امیر فکرمند ہونے کی بات نہیں ہے بٹھا جلد ٹھیک ہو جائے گی ابھی تک یہ بے ہوش پڑی ہوئی ہے میں نے اس کا زخم صاف کر کے پٹی ہاتھ دی ہے اس کا کچھ دیر بے ہوش رہتا ہی اس کے لئے سودمند ہے اس لئے کہ میں نے جو مرہم لگا لی ہے اور اس کے مطلق میں جو دوا اتاری ہے وہ اپنا اثر اتنی دیر تک کر جائے گی کیونکہ درد میں کافی حد تک کمی آ جائے گی اس طرح یہ زخم سے اٹھنے والی نیسوں اور درد کی شدت سے نجات پا جائے گی۔“ شادیہ اپنے بستر پر بے ہوش پڑی ہوئی تھی بستر کا کچھ حصہ خون آلود تھا اس کا لباس بھی خون سے تر تھا تاہم محتاج کی حالت اس سے مختلف تھی وہ بالکل ٹھیک تھی اس کا لباس بھی ٹھیک تھا تاہم اس کے ہازوؤں اور چہرے پر غراشیں ضرور تھیں اسٹیل چپ چاپ خاموش شادیہ کے بستر کے پاس کھڑا رہا اس موقع پر اس کے چہرے پر سوچوں کو زنگ آلود کر دینے والی غضبناکی ہادہاؤں میں گر ہیں ڈال دینے والی تیز طوفانی ہواؤں جیسا غضب تھا چہرے کے تاثرات ایسے شدید اور سخت ہو گئے تھے جیسے شب کے سراپوں میں طلسم کی آمد حیاں ہر شے کو خونی تھا پیتائی چلی جائیں گی۔

اس کی آنکھوں کی حالت بھی یکسر تبدیل ہو گئی تھی جیسے تقدیر و تدبیر کی کھش میں زعمی کی زنجیریں کاٹنے جلنے کمر کے اندر ان گنت جذبوں کا خون ہونا شروع ہو گیا ہو آنکھوں میں شے کے باعث سرخی اتر آئی تھی یزید بن عتبہ اور علی بن یحییٰ اسٹیل کی حالت دیکھتے ہوئے فکرمند ہو گئے تھے وہ چپ بالکل بے حس و حرکت کھڑا تھا بالکل یوں جیسے فحش کا کوئی نمائندہ زمین کی کوکھ سے دکھ کے طوفان اور درد کے صراخوں میں ہر چیز کو بے صدا کرتی کرب بھری چپ کے غبار کا شہر ہو۔

ابراہیم بن قاسم کی حالت بھی اپنے بھائی اسٹیل سے مختلف نہ تھی اس کے چہرے اور آنکھوں میں بے پناہ غصے اور غضبناکی کی کیفیت تھی وہ بھی دکھ کا اظہار کرتے ہوئے ہونٹ کاٹ رہا تھا۔

پھر نیچے میں اسٹیل کی دکھ بھری آواز بلند ہوئی اس نے طیبوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا شروع کیا تھا۔

”آپ دونوں یہیں بیٹھے رہیں جب تک یہ ہوش میں نہیں آ جاتی میں چاہتا ہوں آپ

دووں بیٹیں رہیں میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں میں ذرا حملہ آوروں کی نعشوں کا جائزہ لے لوں۔“ اس کے ساتھ ہی اسٹیل خیمے سے نکلا ابراہیم، یزید بن عہد اور علی بن یسعی تینوں اس کے پیچھے پیچھے تھے چاروں نعشوں کے قریب جا کھڑے ہوئے نعشیں خون میں لت پت پڑی ہوئی تھیں اسٹیل کچھ دیر تک ان نعشوں کا جائزہ لیتا رہا پھر علی بن یسعی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”علی بن یسعی انہیں غور سے دیکھو کیا تم انہیں پہچانتے ہو۔“ اس موقع پر ابراہیم بن قاسم کی حالت یک سرہ دل گئی تھی اس لیے کہ اس کی نگاہیں ان تینوں کے گلوں میں لگتی ہوئی صلیبوں پر جم کے رہ گئی تھیں۔

جس وقت اسٹیل علی بن یسعی سے مخاطب ہوا تھا اس کی توجہ علی بن یسعی کی طرف ہوئی تھی جبکہ علی بن یسعی اور یزید بن عہد بھی اسٹیل کی طرف دیکھ رہے تھے تب ابراہیم فوراً حرکت میں آیا اس نے بڑی تیزی سے ان تینوں کے گلوں سے سبھری صلیبیں اتارنی شروع کر دیں صلیبیں اتارتے ہوئے وہ دزدیدہ نگاہوں اور چور سے انداز میں اپنے بھائی اسٹیل کی طرف بھی دیکھ لیتا تھا پھر صلیبیں اتارنے کے بعد ایک دم اس نے وہ صلیبیں اپنے لباس کے اندر چھپا لیں اس کے انداز بتا رہے تھے جیسے ان صلیبوں کے اندر شار یہ پر حملہ آور ہونے والوں کے راز چھپے ہوں اور ان صلیبوں کی مدد سے حملہ آوروں کے ٹھکانے اور ان کے مسکن تک پہنچنے میں کامیابی ہو سکتی ہو۔

اسٹیل بن قاسم کے استفسار پر لمحہ بھر کے لئے دکھ بھرے انداز میں علی بن یسعی کی گردن ہٹکائی تھی، پھر وہ کہنے لگا۔

”لکن قاسم میرے عزیز مجھے بے حد دکھ اور صدمہ ہے کہ خراسان کے اندر ہماری بہن پر حملہ آور ہوا اور ان خالوں نے اسے ایک ٹانگ سے محروم کر دیا ہے جس وقت اس پر حملہ آور ہونے کی خبر مجھے آپ کے ساتھ ملی تھی میں نے یہ خیال کیا تھا کہ شاید حملہ آور خارجی ہوں۔ لیکن نہیں یہ نصرانی ہیں ان کا تعلق کس گروہ سے ہے انہوں نے ہماری بہن شار یہ پر حملہ آور ہونے کی کیوں کوشش کی ایسا کرنے میں ان کا کیا مقصد کیا مفاد تھا یہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا اور پھر میں ان تینوں قاتلوں کو ان کے چہرے سے نہیں پہچانتا اور نہ میں نے انہیں پہلے دیکھا ہوا ہے۔“

اس کے بعد وہی سوال اسٹیل نے یزید بن عہد سے کیا اس نے بھی نفی میں جواب دیا تب اسٹیل نے کچھ سوچا پھر یزید بن عہد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”لکن عہد میرے بھائی ان تینوں کی نعشوں کو ٹھکانے لگا دو میں اپنے بھائی ابراہیم کے ساتھ اپنے خیمے کی طرف جاتا ہوں تم دووں زخموں کی مرہم پٹی کے علاوہ لشکر کے کھانے کا بھی انتظام کرو۔“ اس کے ساتھ ہی اسٹیل بن قاسم اپنے بھائی ابراہیم کے ساتھ اپنے خیمے کی طرف ہو لیا تھا جبکہ علی بن یسعی اور یزید بن عہد جنگ کے دوران زخمی ہونے والوں کی مرہم پٹی اور لشکر کے کھانے کا اہتمام کرنے کے لئے وہاں سے ہٹ گئے تھے۔

خیمے کی طرف جاتے ہوئے صرف چند لمحوں تک ابراہیم نے اپنے بھائی اسٹیل کی طرف غور سے دیکھا پھر دکھ بھرے لہجے میں وہ اسے مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”بھائی یہ کوئی معمولی اور عام واقعہ نہیں ہے میری بہن پر جان لیوا حملہ کیا گیا ہے ایسی بہن جسے میں صرف بڑی بہن ہی نہیں ماں کا درجہ دیتے ہوئے ہوں اسے اس کی ٹانگ سے محروم نہیں کیا گیا میں سمجھتا ہوں میری ٹانگ کاٹ دی گئی ہے بھائی اس حادثے اس سانحے کے پیچھے ضرور کوئی سازش ہے۔ بغیر سازش کے یہ کام نہیں ہو سکتا کسی کے ایما پر کسی کے کہنے پر کسی کے بلانے پر یہ تینوں قاتل ہمارے پڑاؤ میں داخل ہوئے اور اس وقت داخل ہوئے جس وقت ہم دشمن کو شکست دینے کے بعد اس کے تعاقب میں یہاں سے ہٹ گئے تھے۔“

بھائی لگتا ہے یہ تینوں قاتل یہاں پڑاؤ کے اندر یا کہیں قریب ہی قیام کئے ہوئے تھے اور ان کا رابطہ ہمارے پڑاؤ کے اندر کسی فرد یا افراد سے ہے بھائی حالات کچھ بھی ہوں میں کچھ مجبوروں کو اس کام پر لگاؤں گا جو یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ ہماری بہن کو زخمی کرنے والے اسے وارن دار کرنے والے کون تھے اور اس پڑاؤ میں کون لوگ ہیں جن کے ساتھ ان کا رابطہ تھا اور اسی رابطے سے کام لیتے ہوئے انہوں نے میری بہن کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد ابراہیم بن قاسم رکا پھر وہ انتہائی دکھے ہوئے دل اور کرب آمیز انداز میں کہہ رہا تھا۔

”بھائی آپ کی خوش قسمتی کہ آپ کو شار یہ بہن جیسی بیوی ملی میری خوش قسمتی کہ اس کی صورت میں مجھے بڑی بہن اور ماں کا پیار ملا جس کی نے بھی یہ حرکت کی ہے جو بھی اس حادثے اس خونی سانحے میں ملوث ہے بھائی میں اسے چھوڑوں گا نہیں میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر اس حادثے میں ابراہیم بن قاسم کی ذات بھی ملوث ہوئی تو میں اس کا بھی ملوث کائنات میں دیر نہیں لگاؤں گا۔“ ابراہیم جب خاموش ہوا تو اسٹیل نے بڑے غور سے اس کی طرف

دیکھا پھر اس کا شانہ چھتھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ابراہیم میرے بھائی ابھی پرسکون رہو کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ کیا ہوا ہے۔“ اسطیل اپنی بات مکمل نہ کر سکا اس لیے کہ بیچ میں بے پناہ غصے اور کرب کا اظہار کرتے ہوئے ابراہیم کہنے لگا۔

”بھائی کیا یہ معاملہ صبر کرنے کا ہے میری بہن کی ٹانگ کٹ چکی ہے اس کا لباس اس کا بستر خون آلود ہے خدا کی قسم اس کا بستر خون میں آلود نہیں ہوا میرا دل میرا ضمیر سب لو کے آنسو رو رہے ہیں یہ سانحہ میرے لئے ناقابل برداشت ہے۔“

بھائی میں جانتا ہوں آپ اس حادثے کو کس قدر تحمل اور ثابت قدمی کے ساتھ برداشت کر رہے ہیں بھائی میں جانتا ہوں آپ اندر سے چربی کی طرح پھٹے ہوئے ہیں آپ کا دل رو رہا ہے اس لیے کہ میں آپ کا بھائی ہوں اور آپ کی اندرونی کیفیت کو بھابھ سکتا ہوں میرے عزیز بھائی اس غصے میں داخل ہونے سے پہلے میرے ایک سوال کا جواب دیں اور ساتھ ہی میرے ساتھ ایک وعدہ بھی کریں۔“ چلتے چلتے اسطیل رک گیا پھر ابراہیم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”کیسا سوال اور کیسا وعدہ؟“ ابراہیم نے کچھ سوچا پھر انتہائی دکھ اور کسی قدر غصے کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”میرا سوال یہ ہے کہ کیا آپ تسلیم نہیں کرتے کہ میری بہن کے خلاف یہ ایک سازش ہے سازش بے شک ناکام ہو چکی ہے لیکن میری بہن کی ٹانگ کا نقصان ہو گیا۔“ ابراہیم کے اس سوال پر اسطیل تھوڑی دیر تک گہری سوچ میں کھویا رہا پھر کہنے لگا۔

”ابراہیم میرے بھائی میں تمہارے اس خیال سے اتفاق کرتا ہوں سازش ضرور ہے لیکن میرے بھائی فی الحال اس پر نہ کوئی تبصرہ کرنا اور نہ ہی کسی عزم اور ارادے کا اظہار کرنا اگر تم لوگوں کے سامنے ایسا کرو گے تو یاد رکھنا وہ لوگ جو اس سازش میں ملوث ہیں محتاط ہو جائیں گے یا تو وہ کہیں چھپ جائیں گے یا ہم سے اتنے دور چلے جائیں گے کہ ہم ان پر اپنی گرفت نہ کر سکیں اور میں نہیں چاہتا کہ ایسا ہو میں ہر صورت میں انہیں پکڑ کر انہیں ان کے کئے کی سزا دینا چاہتا ہوں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد اسطیل رکا پھر وہ دوبارہ ابراہیم کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”ابراہیم میرے عزیز بھائی میں نے تمہارے سوال کا جواب تو دے دیا ہے اب یہ بتاؤ

کہ تم مجھ سے کون سا وعدہ لینا چاہتے ہو۔“ ابراہیم نے کچھ سوچا پھر بڑے غور سے اسطیل کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”بھائی میں آپ سے یہ عہد لینا چاہتا ہوں کہ جب میں اس مجرم کو پکڑ لوں جو میری بہن کو نقصان پہنچانے کا ذمہ دار ہے تو آپ اسے معاف نہیں کریں گے وہ جو کوئی بھی ہوا بھائی اس کی گردن میں ضرور کانٹوں گا اگر آپ نے مجھے منع بھی کیا تو تب بھی میں اسے معاف نہیں کروں گا خواہ اس کے لئے آپ میرے لیے کوئی بہت بڑی سزا ہی کیوں نہ تجویز کر دیں۔“

ابراہیم جب خاموش ہوا تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے احتجاجی سے انداز میں اسطیل کہنے لگا۔

”ابراہیم میرے بھائی تم تو اس قدر گہرے دھوکے اور عزم کے ساتھ گفتگو کر رہے ہو جیسے تم نے اس حادثے میں ملوث لوگوں کا کچھ کچھ سراغ پالیا ہے اور یہ کہ تم ان پر گرفت کرنے کے نزدیک ہوئے جا رہے ہو۔“ ابراہیم کے ماتھے پر سوچوں کی لکیریں گہری ہو گئی تھیں پھر بھاری سی آواز میں کہنے لگا۔

”بھائی بھئی سبھی لیس میں ان لوگوں کا کسی قدر سراغ لگانے میں ضرور کامیاب ہو چکا ہوں جو اس حادثے میں یا تو براہ راست ملوث ہیں یا کسی کے ساتھ ان کا رابطہ اور تعلق ہے اور یہی رابطہ اور تعلق رکھ کر میری بہن کو نقصان پہنچایا گیا ہے۔“ اسطیل نے چونکے کے انداز میں ابراہیم کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”تم نے کون سا ایسا سراغ پالیا ہے جس کی بناء پر تم یہ دعویٰ کر سکتے ہو کہ تم حادثے کے ذمہ دار لوگوں کے نزدیک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہو۔“ ابراہیم کی چھاتی تن گئی کہنے لگا۔

”بھائی فی الحال میں کچھ نہیں کہوں گا بہر حال میں آج آنے والی شب کو ہی کچھ خبر مقرر کروں گا اور انہیں اپنے اندازے کے مطابق جو کچھ میں نے سوچا ہے اسے سامنے رکھتے ہوئے قاتلوں کی کسی قدر نشاندہی بھی کروں گا بھائی میں آپ کو یقین دلانا ہوں کہ بہت جلد ہمارا تمام سازشیوں کے گریبان پر ہو گا۔“

ابراہیم جب خاموش ہوا تب اسطیل بن قاسم بڑی محبت اور شفقت میں اپنے چھوٹے بھائی ابراہیم کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”ابراہیم میرے عزیز اس وقت شامیہ اور عتابہ دونوں کو ہماری توجہ اور دیکھ بھال کی ضرورت ہے لہذا ہمیں زیادہ دیر ان سے دور نہیں رہنا چاہئے جس موضوع پر تم گفتگو کرنا

رہا تھا۔

”شاریہ شب کے سناٹوں میں جنہوں نے بھی ہماری خواہشوں کو آوارگی کا شکار کیا ہے جنہوں نے بھی ہماری امیدوں کے جھروکوں کو خوابوں کی اندھیری تعبیر سے سجایا ہے وہ مکافات عمل سے بچ نہیں پائیں گے وہ لوگ جنہوں نے ہماری تناسوں کے آئینوں میں وقت کی تاریک خواہشات بھرنے کی کوشش کی ہے جنہوں نے اس عالمِ تعمیر میں ہمارے جذبہ تعمیر ہماری وضاحت جاں کو دکھ کی دھول میں روشناس کیا ہے وہ کہیں بھی چلے جائیں میں ان سے انتقام ضرور لوں گا۔“

شاریہ میں نہ تو کوئی حرف شمس ہوں نہ تقدیر حرف ارقام پر کوئی گرفت رکھتا ہوں اس کے باوجود میں جنہیں یقین دلاتا ہوں کہ جن لوگوں نے جنہیں اس اذیت میں ڈالا ہے میں عتریب ان کے شعور اور لاشعور دونوں کو بے قرار فوس کے متاع بنا کے رکھوں گا۔ ان کی حالت معذور اور مسترد الفاظِ روحوں کی درنامگی زرد ہزیت اور نا امید یوں کے خونی ساحلوں سے بھی زیادہ اتر جانے کی ابتدا کروں گا۔

جو لوگ بھی اس حادثے میں ملوث ہیں۔ شاریہ انہوں نے جنہیں جسمانی نقصان نہیں پہنچایا بلکہ میری بیٹہ میں خنجر گھونپا ہے اور جس کسی نے بھی یہ شرارت کی ہے میرے خداوند نے چاہا تو وہ میرے انتقام سے بچ نہیں پائیں گے۔“ یہاں تک کہنے کے بعد اسطیل خاموش ہو گیا اور اس کی ساری گفتگو کے جواب میں شاریہ کچھ کہتا چاہتی تھی لیکن کہہ نہ پا رہی تھی اس لیے کہ اس لیے اس کی آنکھوں سے پانی بہہ نکلا تھا ہونٹ کپکپا رہے تھے۔ ہماری ضبط کرنے کے لئے وہ اپنے خوبصورت ہونٹوں کو بار بار کاٹ رہی تھی اس موقع پر اس کی قتل اور قتل کے لئے اسطیل ہی کچھ کہتا چاہتا تھا کہ باہر سے کسی نے آواز دے کر اسطیل کو بلایا۔ اس پر اسطیل اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا ابراہیم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”تم بیٹھو میں دیکھتا ہوں باہر کون ہے۔“

اسطیل باہر نکل گیا تھوڑی ہی دیر بعد وہ لوٹا دوبارہ جب شاریہ کے قریب آ کر بیٹھ گیا تب ابراہیم نے اسے مخاطب کیا۔

”بھائی کون تھا اور کیا بات ہے میں دیکھتا ہوں کہ آپ کا چہرہ کچھ اداس اور پریشان ہے

کیا کوئی خاص بات ہے۔“

اس موقع پر شاریہ بھی بڑی فکر مند کی بڑی پریشانی سے اسطیل بن قاسم کی طرف دیکھ رہی تھی دکھ بھرے انداز میں اس کے ہونٹ پڑ پڑا رہے تھے آنکھیں بار بار جھپک رہی تھی

چاہتے ہو اس سے متعلق ہم دونوں بھائی بعد میں بھی تبادلہ خیال کر سکتے ہیں فی الوقت ہمیں فوراً نیچے میں جا کر شاریہ اور عتابہ کی دیکھ بھال کرنی چاہئے۔

میرے بھائی ایک بات اپنے ذہن میں بٹھا کے رکھنا جو لوگ بھی اس حادثے میں ملوث ہیں وہ میری گرفت اور اپنے اس گمناؤں کے گناہ کی سزا سے بچ نہیں پائیں گے میرے خیال میں میری طرف سے تمہارے لیے قتل کی خاطر اتنے ہی الفاظ کافی ہیں اب آؤ نیچے کا رخ کرتے ہیں۔“ اسطیل کے ان الفاظ پر ابراہیم خوش اور مطمئن ہو گیا تھا پھر دونوں بھائی بڑی تیزی سے نیچے کی طرف بڑھے تھے۔

جب وہ نیچے میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا وہ طیب ہے وہ شاریہ کے پاس جمہور کے گئے تھے اسی جگہ بیٹھے شاید ان دونوں کی ہی آمد کا انتظار کر رہے تھے شاریہ کے سر ہانے بیٹھی آہستہ آہستہ اس کا سر دہا رہی تھی۔

دونوں بھائی چپ چاپ آگے بڑھے جب وہ شاریہ کے قریب گئے تو انہوں نے دیکھا شاریہ ہوش میں آچکی تھی اس کی آنکھیں کھلی تھیں اس موقع پر عجیب سے انداز میں ہنگامی ہاندے شاریہ اسطیل بن قاسم کی طرف دیکھے جاری تھی دونوں بھائی شاریہ کے قریب بیٹھ گئے اسطیل بڑے غور سے بڑی توجہ بڑی محبت اور اپنائیت کے ساتھ شاریہ کا جائزہ لے رہا تھا۔

اس نے دیکھا اس لمبے شاریہ کی آنکھوں میں ایسی کیفیت تھی جیسے حال و فردا سے بالکل بے خبر کوئی مسافر دشتوں کے حلقے میں پھنسا شکتہ مضرب ہو کے رہ گیا ہو۔ اس موقع پر شاریہ کی آنکھوں میں کرب کی سی صدیوں میں گھلے ل کر تمام حیات کو فراموش کر دینے والے اس بے منزل مسافر کی سی کیفیت تھی جو تنہا اور اکیلا گردشِ ایام کی نامہر یا نڈوں کا شکار ہو گیا ہو۔ شاریہ کے چہرے پر اس وقت دھوپ کی لمبی داستانوں میں دن بھر دھوپ میں تھے شر اندھیری رات اور سناٹوں کے جنگل میں گم پیلے چٹوں کی بے پایاں آنکھوں جیسی ہو رہی تھی۔ وہ بچاری اس وقت سوئے منظر پر ہند بڑوں جیسی افسردہ دھوئیں کی بوجھل سانسوں میں بیٹے لمحوں کی تاثیر جیسی اداس اور زمین کی کوکھ سے نکلنے افلاس کے طوفانوں جیسی بے کل ہو رہی تھی۔

اس کے لب پڑ پڑا رہے تھے کپکپا رہے تھے شاید اس موقع پر اسطیل کو مخاطب کر کے بہت کچھ کہتا چاہتی تھی لیکن کہہ نہ پا رہی تھی آخر اسطیل حرکت میں آیا وہ ایک بار اس کے سر پر ہاتھ بھیرا پھر اس کا گال تھپتھپایا پھر انتہائی محبت میں وہ شاریہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ

شار یہ کچھ کہنے کی کوشش کر رہی تھی کہ سب کو مخاطب کرتے ہوئے اسطیل بول اٹھا۔
 ”جو حالات پیش آرہے ہیں ان کے مطابق ہمیں فی الفور یہاں سے کوچ کرنا ہو گا جن لوگوں نے مجھے خیمے سے باہر بلایا ان میں کچھ بھڑبھڑاتے جنہوں نے آرمینیا کے متعلق اطلاعات فراہم کی ہیں اور کچھ بھڑبھڑاتے ہارون الرشید کی طرف سے بھی آئے ہیں ان سب سے گفتگو کا حصہ کچھ یہ ہے کہ امیر المومنین کے حکم کے مطابق اپنے لشکر کے ساتھ مجھے یہاں سے آرمینیا کا رخ کرنا ہو گا آرمینیا میں جو حالات خراب ہوئے تھے جبکہ بنو تميم اٹھ کھڑی ہوئی تھیں انہیں فرو کرنے کے لئے امیر المومنین نے یہاں میری آمد سے پہلے ہی نصیبین سے خزیمہ بن خازم کو روانہ کیا تھا لیکن اب جو بیٹام آیا ہے اس کے مطابق خزیمہ بن خازم وہاں پھنسا ہوا ہے اور لوگ اس کے سامنے فرمانبرداری اور اطاعت کا اظہار نہیں کر رہے اس بناء پر جس لشکر کو لے کر وہ وہاں پہنچا وہ وہاں دشواروں کا شکار ہے۔
 امیر المومنین کا یہ حکم ہے کہ میں یہاں سے فی الفور اپنے لشکر کے ساتھ آرمینیا کا رخ کروں اور آرمینیا کے حالات درست کرنے کے بعد میں الجزائرہ اور عسیرین کے سرحدی علاقوں کا رخ کر جاؤں ان علاقوں کی طرف بغداد سے بھی ایک لشکر روانہ ہو چکا ہے۔
 میرے عزیزو! تمہیں یاد ہو گا کہ کچھ عرصہ پہلے قسطنطنیہ کے بادشاہ نے فورس نے امیر المومنین ہارون الرشید کو یہ پیش کش کی تھی کہ دونوں فوجیں مل کر اعلیٰ پر حملہ آور ہوں۔
 فی فورس نے یہ تجویز اس لیے پیش کی تھی کہ اعلیٰ پر بنو امیہ کی حکومت ہے جو بنو عباس کے دشمن خیال کیے جاتے ہیں فی فورس چاہتا تھا کہ اس طرح ہارون الرشید لالچ میں آ جائے گا اس کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے اعلیٰ پر حملہ آور ہو گا اور اعلیٰ کو فتح کرنے کے بعد آدھے اعلیٰ پر فی فورس قابض ہو جائے گا اور دوسرا آدھا حصہ ہارون الرشید کی سلطنت میں شامل کر لیا جائے گا لیکن اس کی اس تجویز کو ہارون الرشید نے بڑی حسد سے رد کر دیا تھا۔

اب اپنی تجویز رد کیے جانے پر فی فورس انتہائی ہو چکا ہے اور ہمارے الجزائرہ اور عسیرین کے سرحدی علاقوں پر اس نے چھوٹے چھوٹے لشکر پھیلا رکھے ہیں جو گاہے گاہے مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر لوٹ مار کا بازار گرم کرتے ہیں اس طرح الجزائرہ اور عسیرین میں نصرانیوں کے لشکر کے باعث ایک بے چینی بھی پائی جاتی ہے اسی بناء پر مجھے امیر المومنین نے الجزائرہ اور عسیرین کے علاقوں کا رخ کرنے کا حکم دیا ہے اور بغداد سے بھی ایک لشکر ان علاقوں کی طرف روانہ کیا جائے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد اسطیل بن قاسم جب خاموش ہوا تو پہلی بار اسے مخاطب کرتے ہوئے دھڑکتے دھڑکتے اور ہلکے ہلکے سے لہجے میں شار یہ کہہ رہی تھی۔
 ”میرا اس وقت جو میری حالت ہے وہ آپ کے سامنے ہے میں جانتی ہوں آپ میرے دکھ میرے غم میں برابر کے شریک ہیں لیکن اپنی حالت کو دیکھتے ہوئے میں آپ کو مشورہ دوں گی کہ مجھے آپ بغداد واپس بجھا دیں گھر پر پڑی رہوں گی وہاں میرا علاج ہوتا رہے گا وہاں میں پرسکون ماحول میں آپ کا انتظار کر سکوں گی اور پھر اس حالت میں میں آپ کے لئے پیشانی اور گھرحدی کا باعث بنی رہوں گی آپ مجھے ان مہموں کے دوران کہاں کہاں اور کیسے اپنے ساتھ گھسیٹتے رہیں گے۔“
 اس قدر کہنے کے بعد شار یہ خاموش ہو گئی دکھ اور تکلیف وہ احساس میں ہونٹ کانٹنے کی تھی اس کے ان الفاظ کے جواب میں اسطیل نے سوچا پھر بڑی محبت میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔
 ”شار یہ تم بھیر کی اذاتوں کے جلو میں صبح لو کے قاتلوں کی طرح میری ذات کا حصہ ہو منزلوں کی دوریوں سے گلے تلے راستوں کی جھلجھلی جیسی میری جسم کی ایک اہم اکائی ہو میرا تمہارا ساتھ صورتوں کے شبستانوں میں آنکھوں سے اٹھتی خوشبو کی مانند ہے یہ مت خیال کرنا کہ تمہاری دانگ کٹ جانے سے میری نگاہوں میں تمہاری اہمیت کم ہو جائے گی۔ ہرگز نہیں۔ اس گفتگو کے بعد اسطیل بن قاسم تمہارے بغیر سردرات کے عہد امیروں اور قدیم آرزوؤں کی کھنڈر بستیوں، خلعت کی کمر آلود نساؤں سے بھی زیادہ بے وقعت اور بے حقیقت ہے ہم دونوں ایک دوسرے کے لئے دواوائے الم زخموں کا مرہم درد کا نایاب درماں ہیں۔ شار یہ! پہلے کی طرح اب بھی تم میرے لیے کہکشاں کی بے کنار بستیوں قناروں کے مگر کا سنہرا حرف مقصود اور تخریب کی سیاہ راتوں میں میری قبر کی ترمیم ہو۔
 اب پہلے کی نسبت تمہیں میری دیکھ بھال میری نگرانی میری چاہت اور محبت کی زیادہ ضرورت ہے میں تمہیں واپس گھر نہیں بھیجوں گا اپنے ساتھ رکھوں گا تمہاری دیکھ بھال کروں گا یہ جو روگ تمہیں لگ گیا ہے یاد رکھنا اس کی وجہ سے قلعی کسی بھی صورت اپنے آپ کو کمر لئی کا فکرمات ہونے دینا میں ہمیشہ تم پر فخر کرتا رہوں گا کہ تم میری بیوی ہو اور تم ہمیشہ مجھ پر اعتماد رکھنا کہ میں تمہارا شوہر کہیں بھی چلا جائے لوٹ کر تمہارے ہی پاس آئے گا۔“ شار یہ کے لبوں پر ہلکا سا ہنس نمودار ہوا کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی اسطیل نے اپنے بھائی امیر ابیہم کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابراہیم تم اٹھ کر ذریعہ بن غصہ کی طرف جاؤ اس کے ساتھ مل کر ایک کھجی کا اہتمام کرو لشکر تھوڑی دیر تک یہاں سے کوچ کرے گا سب سے پہلے میں ایک چھوٹی ہم کارخ کروں گا اور وہ چھوٹی ہم خارجیوں کی ہے گو خارجیوں کو ہم نے ان کے سردار حمزہ بن اترک کی سرکردگی میں شکست دی تھی اور حمزہ بن اترک کو ہم نے قتل بھی کر دیا تھا لیکن اب خارجی پہلے کی نسبت اپنے ایک دوسرے سالار وہیب بن عبد اللہ کی سرکردگی میں زیادہ متحد ہو چکے ہیں اور ان کے لشکر کی تعداد بھی پہلے کی نسبت زیادہ ہے وہیب بن عبد اللہ شمال کی طرف ایک بہت بڑا لشکر استوار کر چکا ہے اس سے منہنے کے بعد میں آرمینیا کا رخ کروں گا اور وہاں کے حالات درست کرنے کے بعد میری منزل الجزیرہ اور عسیرین کے سرحدی علاقے ہوں گے۔“

اسطیل بن قاسم کی اس گفتگو کے جواب میں ابراہیم تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر اس کے اعزاز سے لگتا تھا کہ وہ اپنے بھائی کو مخاطب کرتے ہوئے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن نہ جانے کیا سوچ کر خاموش رہا پھر اٹھ کر باہر چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد لشکر کے کھانے کا اہتمام کیا گیا شامیہ کے لئے کھجی کا انتظام بھی کر دیا گیا تھا پھر لشکر نے وہاں سے شمال مغرب کا رخ کیا تھا جہاں خارجیوں کا ایک لشکر اپنے نئے سردار وہیب بن عبد اللہ کی کمانداری میں جمع ہو چکا تھا۔

خارجیوں کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ ہارون الرشید کا سالار اسطیل بن قاسم خراسان میں فضل برکی کے کھڑا کردہ لشکر کو تباہ و برباد کرنے کے بعد اس کا رخ کر رہا ہے لہذا انہوں نے بھی غم فٹوٹ کر اسطیل بن قاسم کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی تھی جس جگہ انہوں نے پڑاؤ کیا ہوا تھا وہاں سے انہوں نے کوچ کیا شاید وہ آگے بڑھ کر اسطیل بن قاسم پر حملہ آور ہونے میں کامیاب کر کے کچھ فوائد حاصل کرنے کے متنبی تھے۔

اسطیل بن قاسم کے تجربے سے خارجیوں کی نقل و حرکت سے متعلق پوری طرح آگاہ رکھے ہوئے تھے لہذا وہ اپنے لشکر کی صفیں درست کرتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا۔

پھر وہ موقع بھی آیا جب خارجیوں کا خوفناک لشکر سامنے کی طرف سے مسودار ہوا پھر خارجی اپنے سالار وہیب بن عبد اللہ کی سرکردگی میں چشم انسانیت کو لبو لبو کرتی بربریت کی آنکھ بچولی ماؤں کے دودھ کے ڈالتے تک تبدیل کر دینے والے خون بھرے خوف انسانیت و آدمیت کے چیتھوڑے اڑا کر محسوس پر گندگی اچھال دینے والی کڑوی راتوں اور پریشان دلوں کی یلغار کی طرح حملہ آور ہوئے تھے۔

خارجیوں نے جو پہلے حملہ آور ہو کر اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کی تھی اس میں وہ بری طرح ناکام رہے تھے اس لیے کہ جوانی کا اردوالی کرتے ہوئے اسطیل بن قاسم علی بن یحییٰ یزید بن غصہ اور ابراہیم بن قاسم اپنے لشکریوں کے ساتھ بومد بومد پانی کو ترستے صحرا میں پاتال سے آسمان تک رگ رگ میں لبو کے لاوے کھڑی کر دینے والی اجل کی کار کشا شعوری حقیقت کی طرح ٹوٹ پڑے تھے بڑی تیزی کے ساتھ خارجیوں کے لشکر میں وہ نشاط انجیزوں کو آتش جہراں چشم سوی خوش و خنداں ساتوں کو اہل کی کار گاہوں میں تبدیل کرتے شعلوں کی لاکھڑی کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

شمال کی ان اندھی مسافروں میں دونوں لشکریوں نے ٹھکانے سے وقت کے گہرے سمندر میں زیر نقاب راز کی طرح تھا چار سو صیت و جلال کی تصویر بن کر دائم مسافت میں رہنے والی سرائیں تصورات کی طرح ہر خواہش کو بے نشان کرنا شروع کر دیا تھا۔ تیزی سے بننے بجڑتے جہازوں کی طرح خونی لہریں ہر ساعت کے باب پر آشوب کی طرح دستک دینے لگی تھیں امیدوں کے جہروں میں خوف بھری صدائیں گردش کر رہی تھیں موت جھلکتے آوارہ ابر اور چھا جانے والے بے قرار جھڑوں کی طرح دونوں لشکریوں کے اندر سرگرداں ہو گئی تھی۔ رگ و پے میں چاہت نشے کے بجائے عداوتوں کے جلنے لے بھر دینے والے خارجی اب اسطیل بن قاسم اور اس کے لشکریوں کے سامنے ہواؤں کی زد میں بکھرتے زرد پتوں کی طرح مرنے لگے تھے ہادوں کی گز گز اہت کی سی آوازیں نکالتے ہوئے حلوں کی ابتدا کرنے والے خارجی بھاگنے کے سوا اب کوئی قنیت اپنے رو برو محسوس نہ کر رہے تھے کفن ہمدرد کڑوائی کی ابتدا کا فیصلہ کرنے والے خارجی اب اپنے پاؤں کی اگلیوں سے لے کر سر تک اپنے اندر ہر خواہش کی نفی کر رہے تھے۔

اسطیل علی بن یحییٰ اور یزید بن غصہ کے سامنے ان کی حالت اب بڑی تیزی سے دل شکنی کے کاروانوں، مٹ جانے والے نقش پا کی جستجو کرتے مسافر شمال کے برقانی وحند لکوں میں اپنی ریاضت کی شر آوری پر آنسو بہاتے عاصر جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی اسطیل اور اس کے لشکریوں کے مقابل وہ ایسا محسوس کر رہے تھے جیسے تخلیق کے گوشتے لمحوں میں انہیں کسی نے ہجرت کے اندھے سفر میں لاکر کھڑا کر دیا ہو پھر جب انہیں یقین ہو گیا کہ ان کی شکست ان کی ذلت، بربادی ان سے نحوست بننے لگی ہے تب وہ پردیسی سرزمینوں میں یادوں کے سلیکے تیروں اور سراپوں کے جہوم کی طرح میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ اپنے لشکر کے ساتھ اسطیل نے دور تک بھاگتے خارجیوں کا تعاقب کیا اور ان کی حالت

ایک روز اسلعل اپنے لشکر کو لے کر ہاکوٹر کے نواح میں نمودار ہوا علی بن یسعی کو اس کے لشکر کے ساتھ اس نے خراسان میں ہی چھوڑ دیا تھا اس لیے کہ علی بن یسعی خراسان کا والی تھا لہذا اپنے لشکر کے ساتھ اس کا وہاں قیام کرنا ضروری تھا تا کہ پھر کوئی قوت اٹھ کر سرکشی اور بغاوت پر آمادہ نہ ہو جائے۔

ہاکوشمر کے نواح میں اچانک ابراہیم اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا اسلعل کے قریب آیا اور پھر بڑی راز داری میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔
”بھائی اگر آپ برانہ مانیں تو میں ایک فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔“ اسلعل نے بڑے غور سے ابراہیم کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”اگر تم کوئی فیصلہ کرنا ہی چاہے ہو تو مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے میں جانتا ہوں تم کوئی غلط قدم نہیں اٹھاؤ گے اس کے باوجود اگر تم یہ سمجھتے ہو جو تم کرنا چاہے ہو اسے میرے علم میں لانا چاہے ہو تو کہو تم کیا کہنا چاہے ہو۔“ اسلعل کے ان الفاظ پر ابراہیم مسکرا دیا کہنے لگا۔

”بھائی جو داغ میری بہن شادیہ کو لگا ہے وہ میرے لیے ناقابل برداشت ہے میں جانتا ہوں بظاہر آپ مطمئن اور آسودہ ہیں لیکن اندر ہی اندر شادیہ بہن کے سلسلے میں آپ سکتے رہتے ہیں آپ کے باطن میں ایک آتش ہے جو لاوے کی طرح کھولتی رہتی ہے اور یہ انتقام کی حدت ہے جو از خود انسان کے باطن میں اپنا رنگ بھالتی ہے۔

بھائی میں نے لشکر میں شامل کچھ عورتوں کو تیار کیا ہے جب لشکر پڑاؤ کیا کرے گا تو وہ دھیان رکھیں گی ان میں سے کچھ کو میں نے آپ کی اجازت کے بغیر خصوصی طور پر تربیت بھی دی ہے میرے بھائی میں نے تمہارے رکھا ہے کہ ہر صورت میں ان لوگوں کو تلاش کروں گا جن کے ایمان پر جن کی انجمن پر میری بہن شادیہ پر حملہ کیا گیا اور اسے ایک پاؤں سے محروم کر دیا گیا میں جب کبھی بھی آپ کے خیمے میں جاتا ہوں تو بھائی شادیہ بہن کی وہ حالت مجھ سے دیکھی نہیں جاتی لہذا میں ہر صورت میں قاتلوں تک اور قاتلوں کا ساتھ دینے

ایسی بنا دی کہ آنے والے دنوں میں کبھی وہ بغاوت اور سرکشی کرنے کی کوشش نہ کریں آخر عقاب ترک کر کے اسلعل اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ میں آیا زخیوں کی دیکھ بھال کی خارجیوں کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا میدان جنگ میں اسلعل نے صرف چند روز قیام کیا اب چونکہ خراسان کے حالات درست ہو چکے تھے لہذا ہارون الرشید کی ہدایت کے مطابق اس نے خراسان سے بڑی تیزی کے ساتھ آرمینیا کا رخ کیا تھا۔



والوں تک ضرور پہنچوں گا جو ہمارے لشکر میں شامل ہیں بھائی میں آپ سے یہ بھی اجازت لینا چاہتا ہوں کہ آنے والی مہموں کے دوران اگر کبھی میں قاتکوں کو تلاش کرنے کے لئے اصرار عتاب ہو جایا کروں تو بھائی آپ پر ماننے گا نہ میری طرف سے فخر مند رہے گا اس لئے کہ جن مہموں پر ہم نکلے ہیں مانتا ہوں وہ بڑی اہم ہیں لیکن میرے سامنے اپنی بہن کے دشمنوں کی ہم بھی کوئی کم اہمیت نہیں رکھتی میں آپ کے ساتھ ہر ہم میں شامل ہوں گا ہر ساتھ ہی ساتھ میں ان لوگوں کو بھی تلاش کر کے رہوں گا جنہوں نے میری بہن کو نقصان پہنچایا ہے بس میں اسی سلسلے میں آپ سے گفتگو کے لئے بے چین ہو رہا تھا۔

یہاں تک کہنے کے بعد ابراہیم جب خاموش ہوا تب اسطیل نے بڑی محبت اور چاہت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا شروع کیا۔

”میرے بھائی تم میری بیوی شادی کا کس قدر احترام کس قدر اس کی عزت کراتے ہو میں جانتا ہوں تم جو بھی کرو گے میرا تعاون حاصل ہو گا اگر تم حملہ آوروں کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاؤ تو میں سمجھوں گا کہ تم نے کافی حد تک میری مشکلات کو آسان کر دیا ہے۔“

اسطیل کے ان الفاظ پر ابراہیم خوش ہو گیا تھا کچھ سوچا پھر وہ دوبارہ بولا۔

”بھائی میری بھی خواہش ہے کہ شادی بہن اس حالت میں خیمے کے اندر نہ رہے میں چاہتا ہوں اس کے لئے یہاں ہا کو شہر میں کوئی اچھی رہائش کا انتظام کیا جائے جہاں وہ پرسکون حالت میں دن رات گزارے اور ہم اپنی بہن میں لگے رہیں۔

بھائی میری یہ بھی خواہش ہے کہ جہاں بھی شادی بہن قیام کرے عتاب اس کے ساتھ نہ رہے عتاب کو میں ایک انتہائی اہم ہم سوچنے والا ہوں اس ہم کی فوجیت کیا ہے یہ تو میں آپ کو بعد میں بتاؤں گا اس لیے عتاب کی وجہ سے میں سمجھتا ہوں میں دشمنوں کے نفس پانچ پونچے میں بڑی آسانی سے کامیاب ہو جاؤں گا۔“ ابراہیم جب خاموش ہوا تب اسطیل نے کہا شروع کیا۔

”ابراہیم تو جو چاہو کرو جہاں تک شادی کا تعلق ہے تو میں پہلے ہی فیصلہ کر چکا ہوں کہ وہ لشکر گاہ میں نہیں رہے گی دیکھو ہا کو شہر میں میرے کچھ جاننے والے ہیں ان میں ایک کا نام شامہ بن سلیمان ہے بچے کے لحاظ سے وہ فصل گر ہے اس کی بیوی کا نام برصومہ ہے دونوں میاں بیوی بڑے نیک بڑے مہمان نواز ہیں وہ شادی کو بھی جانتے ہیں شادی چند دن تک اپنے بھائی برسک کے ساتھ ان کے ہاں قیام بھی کر چکی ہے مجھے اس وقت سب سے

بڑا خوف جو طاری ہے وہ یہ کہ جب ہم اس ہم سے لوٹیں گے اور برسک اپنی بہن کی یہ حالت دیکھے گا تو اس پر کیا بیچے گی بہر حال جو حالات ہمارے سامنے ہیں انہیں ہم نے برداشت کرنا ہے میرے بھائی شادی کو میں ہا کو شہر میں شامہ بن سلیمان کے ہاں رکھوں گا وہاں وہ آسودہ اور خوش حال رہے گی اس کے بعد عتاب کے ساتھ مل کر جو کام بھی تم کرو گے ملہ آوروں کو پکڑنے کے لئے جو بھی تم ابتدا کرو گے میری پوری تائید تمہیں حاصل ہوگی۔“ ابراہیم خاموش رہا لگتا تھا اسطیل کی گفتگو سے وہ مطمئن ہو گیا تھا پھر وہ ہا کو شہر کے مستقر میں داخل ہوئے تھے۔

مستقر میں خزیمہ بن خازم نے بہترین انداز میں اسطیل بن قاسم اس کے سالاروں اور لشکریوں کا استقبال کیا یہ وہی خزیمہ بن خازم تھا جو اس سے پہلے آرمینیا میں ہونے والی بدلت کو فرو کرنے کے لئے اسطیل بن قاسم کے نائب کے طور پر کام کر چکا تھا۔ جس وقت خزیمہ بن خازم اسطیل بن قاسم کے استقبال کے لیے آیا تو اس کے ساتھ جو چھوٹے سالار تھے ان میں سے ایک کو مخاطب کرتے ہوئے کسی قدر تعجب اور حیرت کا اظہار کر کے اسطیل بن قاسم کہنے لگا۔

”سلیمان بن یزید تم یہاں۔“ جس شخص کو اسطیل نے مخاطب کیا تھا وہ جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اس کی جگہ خزیمہ بن خازم بول اٹھا اور اسطیل بن قاسم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابن قاسم آپ اس بات پر تعجب کر رہے ہوں گے کہ آپ سلیمان بن یزید کو بغداد بھیج کر آئے تھے یہ یہاں کیسے پہنچ گیا ہے چند دن پہلے ہی یہاں آیا ہے امیر المومنین نے اسے آرمینیا کا نیا حاکم مقرر کیا ہے اور مجھے واپس نصیبن جانے کے احکامات جاری کر دیئے گئے ہیں میں آپ کی آمد کا ہی خیر تھا اب آپ یہاں پہنچ گئے ہیں تو میں خداوند نے چاہا تو ایک دو روز تک یہاں سے نصیبن کی طرف روانہ ہو جاؤں گا آرمینیا کا لگنم و نسق اب سلیمان بن یزید سنبھالے گا۔“

خزیمہ بن خازم جب خاموش ہوا تو اسطیل بن قاسم نے اسے مخاطب کیا۔

”ابن خازم میں یہ بتاؤں کہ یہاں کے حالات کیسے ہیں؟“ جواب میں خزیمہ نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

”ابن قاسم آرمینیا میں جو بدلتیں اور شورشیں اٹھی تھیں انہیں میں نے کافی حد تک فرو کر دیا ہے دبا دیا ہے لیکن اب بھی گاہے گاہے کبھی کبھی نہ کہیں سے باغی عتاد اٹھ کھڑے

ہوتے ہیں لوٹ مار کا بازار گرم کرتے ہیں اور مسلمانوں کی بستیوں کو تباہ و برباد کر کے آگ لگا دیتے ہیں جب تک ایسے لوگوں کا مکمل طور پر قلع قمع نہیں کیا جاتا اس وقت تک آرمینیا میں امن اور سکون نہیں ہو سکتا۔

یہ جو ہائی حاصر آرمینیا کے اندر شور مچا رہا کرتے ہیں بیعت کھڑی کرتے ہیں میرے اپنے اندازے کے مطابق دو قوتیں ان کی پشت پناہی کر رہی ہیں۔

ایک خزر کا خاقان جسے ہاشمی میں میں اور آپ دونوں بدترین شکستوں سے دو چار کر چکے ہیں اور دوسری بڑی قوت جو یہاں کے لوگوں کو سرکشی پر ابھار رہی ہے وہ قسطنطین کا نصرانی حکمران کسی فورس ہے۔“

جب تک خزیمہ بن خازم یوں رہا دیرے دیرے مسکراتے ہوئے اسطیل بن قاسم اس کی طرف دیکھا رہا سنسٹار ہاں کے خاموش ہونے پر بول اٹھا۔

”ابن خازم تم ان سرزمینوں میں میری نسبت بہتر واقفیت رکھتے ہو جو کچھ تم نے کہا ہے یہ درست ہے ان علاقوں میں سرکشی اور بیعت انہی دو قوتوں کے ایماء پر ہوتی ہے جہاں تک خزر کا خاقان کا تعلق ہے تو میرے خداوند نے چاہا تو یہاں چند دن قیام کے بعد میں اس کے حامیوں کا سرکل کے رکھ دوں گا جہاں تک قسطنطین کے بادشاہ کسی فورس کا تعلق ہے تو اسے زیر کرنے کا ایک منصوبہ بھی زیرِ غور ہے۔“

دراصل کسی فورس صرف آرمینیا میں ہی مسلمانوں کے لئے مشکلات کھڑی نہیں کر رہا بلکہ الجزائرہ اور قسطنطنیہ کے ساتھ جو اس کی سرحدیں ملتی ہیں وہاں بھی اس نے اپنے بڑے بڑے کئی عساکر جمع کر رکھے ہیں جو گاہے گاہے اور وقفے وقفے سے مسلمانوں کے علاقوں میں داخل ہو کر دور تک بلیغ کرتے ہیں اور لوٹ مار کا بازار گرم رکھتے ہیں۔

امیر المومنین ہارون الرشید کی طرف سے جو میرے لیے پیغام آچکے ہیں ان کے مطابق آرمینیا کے حالات کو درست کرنے کے بعد مجھے الجزائرہ اور قسطنطنیہ کی سرحدوں کا رخ کرنا ہے جہاں کسی فورس نے اپنے لشکر کی بہت بڑی قوت جمع کر رکھی ہے وہاں دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے بغداد سے بھی ایک لشکر میری مدد کے لئے روانہ ہو چکا ہے لہذا میں آرمینیا میں زیادہ دن نہیں لگاؤں گا یہاں کے حالات میرے اندازے کے مطابق کسی قدر پر سکون کرنے کے بعد میں یہاں سے کوچ کروں گا اور اگر ہم الجزائرہ اور قسطنطنیہ کی سرحدوں پر جمع ہونے والے کسی فورس کے لشکریوں کو شکست دے کر بھاگنے پر مجبور کر دیں تو میرا اندازہ ہے۔ جہاں الجزائرہ اور قسطنطنیہ کی سرحدیں محفوظ ہو جائیں گی وہاں آرمینیا میں بھی امن اور سکون

ہو جائے گا اس لئے کہ وہ قوتیں جو کسی فورس کے کہنے پر ان علاقوں میں شورش برپا کرتی ہیں وہ سرد اور خشکی پڑنے کے رہ جائیں گی۔“ اسطیل کا کچھ سوچا بھر کہنے لگا۔

”ابن خازم تم دو تین روز تک حریہ قیام کرو اس دوران تم دو کام کرو گے پہلا یہ کہ سلیمان بن یزید کو یہاں کے پورے حالات سے آگاہ کرو اس دوران میں میں بھی کچھ موضوعات پر تفصیلات کے ساتھ تم سے گفتگو کروں گا اس کے بعد تم نصیبین کی طرف روانہ ہو جانا میں سلیمان بن یزید کے ساتھ مل کر یہاں کے ہائی حاصر کا قلع قمع کرنے کی کوشش کروں گا اس وقت میں تمہارے ساتھ طویل گفتگو نہیں کر سکتا میری بیوی میرے ساتھ ہے زلیخا ہو چکی ہے اور اسے ہاکو کے فضل کر ثمامہ بن سلیمان کے ہاں رکھنا چاہتا ہوں۔“ اس کے بعد مختصر انداز میں اسطیل نے اپنی بیوی شاریہ پر حملہ آور ہونے کی تفصیل کہہ دی تھی۔

اسطیل جب خاموش ہوا تب خزیمہ بن خازم نے انتہائی برہمی اور غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا شروع کیا۔

”ابن قاسم جن لوگوں نے ہماری بہن شاریہ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی اور اس کے جسم کو نقصان پہنچایا وہ لوگ گو مارے جا چکے ہیں لیکن یہ سراغ ضرور ملنا چاہئے کہ یہ کام انہوں نے کس کے ایماء پر کیا اس لیے کہ بغیر کسی رابطے اور تعلق کے وہ لشکر گاہ میں داخل نہیں ہو سکتے آپ کے لشکر میں ضرور کوئی ایسا شخص ہے جو ان کے ساتھ ملا ہوا ہے اور اس کے اشارے پر یہ سارا کام ہوا ہے۔“ جواب میں اسطیل کہنے لگا۔

”ابن خازم تمہارا کہنا درست ہے میں اور میرے بھائی امیر ایہم نے تجہ کر رکھا ہے کہ ان لوگوں پر ضرور گرفت کریں گے جن کے اشارے پر شاریہ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی گئی اب تم یزید بن عبد اور سلیمان کے ساتھ مل کر میرے لشکریوں کے کھانے کا اہتمام کرو میں اپنی بیوی اور بھائی کو لے کر ثمامہ بن سلیمان کے ہاں جاتا ہوں۔“

اسطیل کے کہنے پر ابن خازم اور یزید بن سلیمان تینوں وہاں سے ہٹ گئے اور لشکر کے کھانے کے انتظامات میں لگ گئے اس موقع پر اسطیل نے پہلو میں کھڑے اپنے چھوٹے بھائی امیر ایہم کو بڑی رازداری سے مخاطب کیا۔

”امیر ایہم میرے بھائی تم نے کہا تھا کہ تم اپنی بیوی صاحبہ کو لشکر گاہ میں ہی رکھنا چاہتے ہو ثمامہ بن سلیمان کے ہاں شاریہ کے پاس نہیں رہنے دینا چاہتے شاید اس سے تم کوئی کام لینا چاہتے ہو میں شاریہ کو لے کر ثمامہ بن سلیمان کے ہاں جاتا ہوں تم بھی میرے ساتھ چلو لیکن پہلے صاحبہ کو متاؤ کہ ہم اپنے ایک جاننے والے کے ہاں جا رہے ہیں اور تم لشکر میں ہی

رہی۔“

ابراہیم وہاں سے ہٹا نہیں اپنی جگہ پر کھڑا رہا اسلئے کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
”بھائی اس سلسلے میں آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں عتاب کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ وہ لشکر میں رہے گی اور بھائی شاہ بہن کو اپنے جاننے والے کے ہاں لے کر جائیں گے اب آپ وقت نہ ضائع کریں آپ اپنے گھوڑے پر سوار ہوں میں بھی اپنے گھوڑے پر بیٹھتا ہوں تبھی کے گھوڑے ہانکنے والے کو میں مستعد کرتا ہوں تاکہ وہ تبھی کو ہاکو شہر کے اندر لے کر چلے۔“

اسلئے نے اپنے بھائی ابراہیم کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر دونوں بھائی گھوڑوں پر سوار ہوئے جب انہوں نے گھوڑوں کو اڑنے لگا کر شہر کا رخ کیا تب تبھی کے گھوڑے ہانکنے والے نے بھی دونوں گھوڑوں کو ہانکنے ہوئے تبھی کو ان دونوں بھائیوں کے پیچھے لگا دیا تھا۔
ثمادہ بن سلیمان اور اس کی بیوی برصومہ دونوں اپنی حویلی میں شام کے کھانے کی تیاری کر رہے تھے کہ حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

دستک سن کر دونوں چونکے تھے پھر برصومہ نے اپنے شوہر کو مخاطب کرتے ہوئے فکر مند سے لہجے میں کہا شروع کیا۔

”ہماری حویلی کے دروازے پر اس وقت دستک کون دے سکتا ہے۔“ جواب میں ثمادہ بن سلیمان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

”تم تو اپنی حویلی کے صدر دروازے پر دستک ہونے سے سہم جاتی ہو میں دیکھتا ہوں کون ہے۔“ اس پر برصومہ کہنے لگی۔

”چلیں میں بھی آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔“ اس طرح دونوں میاں بیوی حویلی کے صدر دروازے کی طرف بڑھے تھے۔

ثمادہ نے جب حویلی کا صدر دروازہ کھولا تو اس نے دیکھا کہ حویلی کے سامنے ایک تبھی کھڑی تھی اور تبھی کے سامنے اسلئے اور اس کا بھائی ابراہیم دونوں اپنے گھوڑوں کی ہانگیں پکڑے کھڑے تھے۔

ابراہیم کو دونوں میاں بیوی نہیں پہچانتے تھے لیکن اسلئے کو اپنی حویلی کے دروازے پر دیکھتے ہوئے ان کے چہرے پر ایسی خوشی ایسی طمانیت تھی جس کی کوئی حد ہی نہ تھی بڑی تیزی سے ثمادہ آگے بڑھا اور اسلئے سے بے تکلف ہوا تھا اس موقع پر اسلئے نے ثمادہ بن سلیمان کو مخاطب کیا۔

”یہ میرا چھوٹا بھائی ابراہیم ہے۔“ اس تعارف پر ثمادہ کی خوشی میں اور اضافہ ہو گیا جس طرح وہ اسلئے سے ملا تھا اسی انداز میں ابراہیم سے بھی بغل گیر ہوا پھر جب وہ علیحدہ ہوا تب برصومہ نے باہر نکل کر دونوں کی چہرے پر شفقت آمیز ہاتھ پھیرا اس موقع پر ثمادہ بول اٹھا۔
دونوں بھائی اب یہاں کھڑے نہ ہوں اپنے گھوڑوں کو لے کر اندر چلو گھوڑوں کو اسلئے میں ہانکتے ہیں پھر بیٹھ کے گفتگو کرتے ہیں اور اسلئے کھانا کھاتے ہیں۔“ اسلئے اپنی جگہ پر کھڑا رہا پھر بڑے غور سے ثمادہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں حویلی میں داخل ہونے سے پہلے آپ پر ایک انکشاف کرنا چاہتا ہوں اور ایک اجازت بھی لینا چاہتا ہوں۔“ ثمادہ نے آگے بڑھ کر اسلئے کا ہاتھ پکڑ لیا کہنے لگا۔

”ابن قاسم تمہاری حیثیت میرے ہاں ایک بیٹے کی سی ہے نہ جنہیں کوئی انکشاف کرے نہ کی ضرورت ہے اور نہ اجازت لینے کی دونوں بھائی حویلی میں داخل ہو جو کچھ تم نے کہا ہے حویلی میں بیٹھ کے بات کریں گے میرے بیچ یہ گہرے دوں کا اپنا ہے۔“ جواب میں بڑے دکھ بھرے انداز میں اسلئے کہنے لگا۔

”میں ثمادہ! تمہارے ہاں قسطنطنیہ کی ایک لڑکی شادی نے قیام کیا تھا۔ وہ میرے ساتھ بغداد گئی تھی اب وہ میری بیوی ہے وہ ایک حادثے کا شکار ہو گئی ہے اس کی تفصیل تو میں جنہیں اندر جا کر بتاؤں گا اس وقت وہ تبھی میں ہے۔“ اسلئے کے اس انکشاف پر ثمادہ اور اس کی بیوی برصومہ ہلک کر رہ گئے تھے دونوں بھائیوں کے انداز میں جب تبھی کی طرف گئے تو تبھی کے اندر بے سدھ سی حالت میں شادی پر ہی تھی وہ رو رہی تھی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے شاید ثمادہ کے ساتھ ہونے والی اسلئے کی گفتگو وہ سن رہی تھی۔

ثمادہ اور اس کی بیوی برصومہ نے جب دیکھا کہ شادی پر بیواری کی ایک ٹانگ کٹ چکی ہے تب ان کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے ان دونوں کو کسی انتہائی خوف ناک سانپ نے سونگھ لیا ہو کچھ دیر تک دونوں کچھ نہ بول سکے پھر ثمادہ کی روتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”یہ سب کچھ میری بیٹی کے ساتھ کیسے ہوا ابن قاسم آؤ شادی کو اندر لے کے چلیں اس پر کیا جتنی یہ تو میں حویلی کے اندر جا کے سنوں گا۔“ اسلئے آگے بڑھا تبھی کے اندر سے نکال کر اس نے شادی کو اپنے دونوں ہاتھوں میں اٹھایا پھر تبھی کے سانس کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”تبھی کو تم لشکر گاہ میں لے جاؤ میں کچھ دیر یہیں قیام کروں گا اس کے بعد لشکر میں آؤں گا۔“ اس کے ساتھ ہی سانس نے گھوڑوں کو ہانک دیا تھا اس کے جانے کے بعد!

اسٹیل شاریہ کو اٹھائے اور ابراہیم دونوں گھوڑوں کی ہانگیں پکڑے برصومہ اور شامہ کے ساتھ حویلی میں داخل ہوئے تھے شامہ نے دروازہ بند کر کے اندر سے زنجیر لگا دی تھی۔

شامہ کے اشارہ کرنے پر ابراہیم دونوں گھوڑوں کو اسٹیل کی طرف لے گیا تھا۔

دوسری جانب شامہ کی راہنمائی میں شاریہ کو اٹھائے اسٹیل ایک کمرے میں داخل ہوا جس میں ایک صاف ستھرا بستر لگا ہوا تھا اس بستر پر شاریہ کو لٹا دیا گیا اس کمرے میں مٹی کی ایک آگیتھی کے اندر آگ جل رہی تھی شاید تھوڑی دیر پہلے وہیں بیٹھ کر شامہ اور برصومہ گفتگو کر رہے تھے تھوڑی دیر بعد دونوں گھوڑوں کو اسٹیل میں باہر نکلنے کے بعد ابراہیم بھی وہاں آ گیا تھا۔

شاریہ کی آنکھوں سے ابھی تک آنسو بہہ رہے تھے جو شامہ اور برصومہ دونوں کے لئے ناقابل برداشت تھے اس موقع پر برصومہ انھی شاریہ کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا کئی بار اس کا منہ چوما پھر کہنے لگا۔

”بہن! تیرے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا ابھی تک مجھے معلوم نہیں لیکن تو سچی ہے اور ایک ماں کی طرح اپنی بیٹی کو انتہائی بے بسی اور لاچارگی میں روکتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی دیکھ تیری اس حالت سے اسٹیل اور اس کے بھائی پر کیا بیت رہی ہے وہ کس طرح اداس اور افسردہ اور غمگین ہیں جیسے ان کی کل متاع ان سے چھین لی گئی ہو۔“ برصومہ کے ان الفاظ پر شاریہ نے جلدی جلدی سر پر بندھے ہوئے رومال سے اپنی آنکھیں خشک کر لیں اتنی دیر تک اسٹیل ابراہیم شامہ کے سامنے کی نشست پر ہو بیٹھے تھے جبکہ برصومہ شاریہ کے چنگ پر بیٹھ گئی تھی۔

اس کے بعد شامہ کے کہنے پر اسٹیل نے ہاکو شہر سے شاریہ کے بغداد جانے وہاں دونوں کے ایک دوسرے کو پسند کرنے دونوں کے علاوہ ابراہیم اور صبا کی شادی کے ساتھ خرابان میں حملہ آوروں کے باعث شاریہ کی ٹانگ کٹ جانے کی داستان تفصیل کے ساتھ سنا ڈالی تھی۔

یہ سارے حالات سن کر شامہ اور اس کی بیوی برصومہ تھوڑی دیر تک کھوئے کھوئے سے رہے دونوں کی حالت عجیب و غریب ہو رہی تھی جیسے ان سے کسی نے ان سے زعم کی بھرکا اثاثہ چھین لیا ہو اس موقع پر اسٹیل اور ابراہیم بھی دونوں گردنیں جھکائے خاموش چپ بیٹھے ہوئے تھے اس خاموشی کو آخر کار شامہ نے توڑا اور اسٹیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”بیٹے جو حالات تم نے بیان کئے ہیں ان کے مطابق تمہیں کچھ دن ہاکو شہر میں قیام کرنا ہو گا جو حالات تم درست کرنے آئے ہو وہ چند دن میں تو درست نہیں ہو جائیں گے بیٹے

میری خواہش ہے کہ جب تک تم دونوں بھائیوں کا قیام یہاں ہے شاریہ کو میرے ہاں ہی رہنے دو یہاں اس کی میں بہتر دیکھ بھال کر سکتا ہوں میرے علاوہ میری بیوی برصومہ ہم وقت اس کی دل جوئی کرتی رہے گی اس کی خاطر خدمت میں گئی رہے گی اس طرح جہاں ہم دونوں میاں بیوی کا دل لگا رہے گا وہاں شاریہ بھی اپنے اس حادثے کو فراموش کرتے ہوئے آسودہ رہے گی۔“ شامہ جب خاموش ہوا تو اسٹیل کہنے لگا۔

”حویلی کے دروازے پر کھڑے ہو کر میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں آپ پر ایک انکشاف کرنا چاہتا ہوں اور ایک اجازت بھی لینا چاہتا ہوں انکشاف یہی تھا کہ میری بیوی شاریہ ایک حادثے کا شکار ہو چکی ہے اور اجازت میں اس بات کی لینا چاہتا تھا کہ میں چند روز تک شاریہ کو آپ کے ہاں رکھنا چاہتا تھا اس لئے کہ نیچے کی زندگی اس کے لئے آسودگی اور طمانیت فراہم نہیں کر سکتی میں چاہتا ہوں یہ چند دن یہاں رہے اتنی دیر تک اس کا زخم بھی ٹھیک ہو جائے گا پھر مجھے امید ہے کہ یہ بیساکھی کے سہارے چلنے پھرنے کے قابل بھی ہو جائے گی۔“ اسٹیل نے شاید ابھی اپنی بات مکمل نہ کی تھی مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بیچ میں شامہ بول پڑا کہنے لگا۔

”میرے بیٹے جو کچھ انکشاف کی صورت میں کہنا تھا کہہ چکے تمہیں اجازت لینے کی ضرورت ہی نہیں ہے یہ مگر تمہارا اپنا ہے تمہیں بیٹا کہا تھا شاریہ اس گھر میں پہلے ہی ایک بیٹی کی حیثیت سے قیام کر چکی ہے اگر تم ان حالات میں شاریہ کو یہاں سے لے جانا بھی چاہو تو میں نہیں لے جانے دوں گا اس لیے کہ یہ میری بیٹی ہے جب تک اس کی ٹانگ کا زخم عمل طور پر ٹھیک نہیں ہو جاتا اور یہ چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہو جاتی اس وقت تک یہ میرے ہاں قیام کرے گی۔“ اس موقع پر ابراہیم ہلکی بار بولا اور اپنے بھائی اسٹیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”بھائی! اگر آپ اجازت دیں تو میں بھی م سے کچھ کہوں۔“ اسٹیل مسکرا دیا کہنے لگا۔

”تمہیں کچھ کہنے اور بولنے کے لئے میری اجازت کی تو ضرورت نہیں ہے کہ تو کیا کہنا چاہے ہو۔“ ابراہیم خوش ہو گیا پھر شامہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”مم جیسا کہ بھائی بتا چکا ہے کہ ہماری بہن شاریہ پر کوئی حملہ آور ہوا تھا وہ لوگ کون تھے میں ان کی تلاش میں ہوں انہوں نے کس کے ایما پر یہ کام کیا اس مجید کو میں بہت جلد مل کروں گا جس کے کہنے پر یا جس کی انکھ پر ایسا کیا گیا ہے وہ یقیناً ہمارے لشکر میں شامل ہے اور میں ہر صورت میں اس کو بے نقاب کر کے رہوں گا۔“

جب تک میری بہن شادی یہاں قیام کرتی ہے آپ نے اس پر نگاہ رکھی ہے کوئی بھی شخص خواہ وہ مرد ہو یا عورت اس سے ملنے کے لئے آئے اس کا نام اور پتہ آپ نے پوچھا ہے اسے ملنے نہیں دینا اس سلسلے میں آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت بھی نہیں ہے اپنے فکر میں سے کچھ قابل احترام ساتھی میں یہاں مقرر کروں گا جو دن رات ادھر ادھر محکم پھر کر آپ کی حویلی کا تحفظ کریں گے اس دوران جو بھی ملنے کے لئے آئے میری آپ سے گزارش ہے کہ اس کا نام آپ نے ضرور پوچھا ہے نام پوچھنے کے بعد اس کو حویلی میں نہیں داخل ہونے دینا جیسا کہ بھائی آپ کو بتا چکے ہیں میرے ساتھ میری بیوی بھی ہے اس کا نام عتاب ہے میں اسے بھی سختی کے ساتھ منع کروں گا کہ وہ بھی شادی بہن سے ملنے کے لئے اس حویلی میں نہیں آئے گی اس طرح میں ان لوگوں تک پہنچنا چاہتا ہوں جن کے کہنے یا جن کی انکھ پر میری بہن پر حملہ کیا گیا اور اسے ایک نامک سے محروم کر دیا گیا ایسے لوگوں سے میں ہر صورت انتقام لینا چاہتا ہوں۔“ ابراہیم جب رکاب اسٹبل بول اٹھا۔

”عم اس سلسلے میں تھوڑی سی وضاحت کرنا چاہوں گا اس لیے کہ یہاں کی صورتحال سے میرا بھائی ابراہیم واقف نہیں ہے عم آپ دن بھر سرائے کے باہر گھوڑوں کی نعل بندی کا کام کرتے رہتے ہیں گھر پر اس کی خالہ برصومہ ہوتی ہے۔“ یہاں تک کہتے ہوئے اسٹبل کو رک جانا پڑا اس لیے کہ ابراہیم بول اٹھا کہنے لگا۔

”بھائی جو کچھ آپ کہنے والے ہیں میں سمجھ گیا ہوں آگے جو کچھ کہنا چاہتے ہیں وہ میں خود تمامہ اور خالہ برصومہ سے کہتا ہوں۔

عم اگر دن بھر گھر سے باہر رہتے ہیں گھوڑوں کی نعل بندی کا کام کرتے رہتے ہیں آپ کی غیر موجودگی میں خالہ برصومہ گھر پر اکیلی ہوتی ہے تو اس سلسلے میں فکر مندی اور پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے میں اپنے لشکر کی دو عورتوں کو یہاں مقرر کروں گا وہ ہمہ وقت خالہ کے ساتھ اس حویلی میں رہیں گی۔

آپ ان کے اخراجات سے متعلق بھی کوئی پریشانی نہ اٹھائیے گا اس لئے کہ ان کے اخراجات پورے کئے جائیں گے یہاں رہتے ہوئے ایک تو وہ میری بہن شادی کی بہتر اعزاز میں خدمت کر سکیں گی اور اس گھر میں ان دونوں عورتوں اور ایک طبیب کے علاوہ کسی کو نہ آنے دیں گی جو میری بہن شادی کے زخم کا علاج کر رہا ہے زخم کو کافی حد تک بھر چکا ہے پھر بھی طبیب روزانہ میری بہن کو دیکھنے آیا کرے گا۔ میں اسے آپ سے ملا دوں گا۔

اس پر مزید یہ کہ اس طبیب کے علاوہ اگر کوئی شادی سے ملنے کے لئے آئے گا تو وہ

عورتیں جان جائیں گی کہ اس سے ملنے والا کون ہے اور پھر میں ان عورتوں سے اطلاعات حاصل کروں گا کہ کون کون ملنے آیا ہے اس لئے کہ جو بھی ملنے آئے گا وہ ہمارے حکم کی حدودی کرے گا چونکہ ہم نے کسی کو بھی شادی سے ملنے نہیں دیا۔

میں بہت جلد ان حملہ آوروں کی بنیاد پر پہنچنا چاہتا ہوں جنہوں نے میری بہن کو نقصان پہنچایا ہے۔“ ابراہیم جب خاموش ہوا تو تفکرات بھرے انداز میں تمامہ بول اٹھا۔

”ابراہیم میرے بیٹے جہاں تک ان دونوں عورتوں کے اخراجات کا تعلق ہے تو اس سے متعلق تم دونوں بھائیوں کو بھی فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں میرے گھر میں اللہ کا دیا سب کچھ ہے اخراجات کی کوئی بات نہیں تاہم میرے اور میری بیوی کے لئے سب سے توشیح ہاک انکشاف یہ ہے کہ شادی کے خلاف کوئی سازش ہوئی ہے جس کی بنیاد پر اسے ایک نامک سے محروم کیا گیا ہے اور یہ کہ اس سلسلے میں آپ کو کسی پر شک بھی ہے۔“ ابراہیم نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

”آپ کا اندازہ یقیناً درست ہے ابھی تک میں شک کی حالت سے گزر رہا ہوں لیکن اس شک کو یقین میں تبدیل ہونے میں دیر نہیں لگے گی جس وقت میرا شک یقین میں بدل گیا ان لوگوں کے خلاف میں ایسا حرکت میں آؤں گا کہ سب کی گردنیں کاٹ کے رکھ دوں گا جنہوں نے ہمیں ایسا نقصان پہنچایا جس کی کوئی تلافی جس کا کوئی مداوا نہیں ہے۔“ ابراہیم کے خاموش ہونے پر اسٹبل نے شادی کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”شادی تم یہاں پر سکون حالت میں رہو اس گھر کا ماحول تمہارے لیے اچھی ہے نہ گھر کے کمین تمہارے لیے نا آشنا ہیں اس حویلی میں تم پہلے سے رہے گئے ہو جب تک میں کسی مہم کا آغاز نہیں کرتا اس وقت تک میں اپنا زیادہ وقت تمہارے پاس گزاروں گا جب کسی مہم پر نکلوں گا تو تم سے مل کے جاؤں گا میں آرمینیا کے اعدا امن بحال کرنے میں زیادہ دن نہیں لینا چاہتا اس لیے کہ اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد امیر المومنین کے حکم کے مطابق مجھے فی الفور الجزائر اور مصرین کے سرحدی علاقوں کا رخ کرنا ہے وہاں قسطنطنیہ کا بادشاہ نسی نورس اپنے عساکر جمع کر رہا ہے اور میری مدد کے لئے بغداد سے بھی ایک لشکر آئے گا وہ اگر مجھ سے پہلے پہنچ گیا تو میرا انتظار کرے گا اس کے ساتھ مل کر مجھے نصرانیوں کے شہنشاہی نورس کے لشکروں سے نمٹنا ہوگا۔

میرے خیال میں اب تم آرام کرو میں اور ابراہیم جاتے ہیں تھوڑی دیر تک ابراہیم ان دو عورتوں کو لے آئے گا جو یہاں تمہاری نگرانی کریں گی اور تمہارے تحفظ کا بھی خیال رکھیں

خلیفہ ہارون الرشید جہاں اپنے مختلف صوبوں میں بعتوتیں اٹھنے کی وجہ سے پریشان اور فکر مند تھا وہاں بغداد میں اسے ایک اور پریشانی اور فکر مندی لاحق ہو گئی تھی اور وہ دونوں ولی عہدوں کا آپس میں ٹکراؤ اور ان کے درمیان ناراضگی اور لافتنی کی بڑھتی ہوئی فوج تھا۔ دراصل خلفاء عباسیوں کا بھی مسئلہ ولی عہدی میں خلفاء امیہ کے ہی مقلد تھے اور یزید بن معاویہ کی ولی عہدی کے بعد ہر ایک خلیفہ نے اپنی حیات میں ولی عہد کا انتخاب کیا کرتا تھا جس میں سیاسی مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑتا تھا اور بعض مختلف ولی عہدوں کو زہر کے پالے بھی پینے پڑتے تھے۔

ہارون الرشید کے دونوں بڑے بیٹے محمد اور عبد اللہ دونوں ولی عہد مقرر کئے گئے تھے اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ شہزادہ محمد کا اتالیق فضل برکی کو مقرر کیا گیا تھا اور عبد اللہ کا اتالیق جعفر برکی کو۔

جن دونوں فضل برکی خراسان کا والی تھا ان دونوں شہزادہ محمد اس کے پاس ہی اس کی اتالیقی میں قیام کیے ہوئے تھا اس وقت کہتے ہیں کہ اس کی عمر صرف پانچ سال تھی ہارون الرشید سے مشورہ کئے بغیر فضل برکی نے یہ قدم اٹھایا کہ اس نے از خود مسئلہ ولی عہد پر توجہ کی سب سے پہلے اس کے پاس جو لشکر کے سپہ سالار تھے ان سے مشورہ کیا اس کے بعد جو عرب سالار اور دوسرے معززین تھے انہیں اپنے اعتماد میں لیا خراسان کے امراء اور دیگر مہاجر معززین سے مشورہ کرنے کے بعد اس نے اپنا اتالیقی میں رہنے والے شہزادہ محمد کی ولی عہدی کا اعلان کر دیا اور کلک عمر دس میں قاصدوں اور متادوں کے ذریعے متادی بھی کی گئی جس قدر لشکر فضل کے ہمراہ تھے انہوں نے بھی اس ولی عہدی کی بیعت کی اور اس بیعت کے بعد فضل برکی نے شہزادہ محمد کو امین الرشید کا خطاب دیا۔

کہتے ہیں جب یہ خبر بغداد پہنچی تو ہارون الرشید حیرت زدہ رہ گیا لیکن اس نے اعتراض نہیں کیا اس لیے کہ شہزادہ محمد یعنی امین اس کی ہرول عزیز لکھ زبیدہ کا بیٹا تھا زبیدہ اور ہشموں کے دہاؤ سے امین الرشید کی قبل از ولی عہدی کو اس نے بلائیل و جہت تسلیم کر لیا۔

کی۔ اسٹیل کی اس ساری گفتگو کے جواب میں شاریہ کچھ کہتا چاہتی تھی کہ شامہ نے اسٹیل کا بازو پکڑ لیا کہنے لگا۔

”ہمیں بیٹے میں تم دونوں بھائیوں کو یوں نہیں جانے دوں گا شامہ کا کھانا کھانے کے بعد یہاں سے جانا اور پھر میں نے دیکھا ہے کہ شاریہ بھی نہیں چاہ رہی کہ تم فوراً چلے جاؤ رات کا کھانا سب مل کے یہاں کھاتے ہیں کچھ دیر شاریہ کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے رہیں گے پھر تم دونوں بھائی اگر چاہا چاہو تو میں تمہاری راہ نہیں روکوں گا۔“ اسٹیل نے اس سے اتفاق کیا سب مل کر شاریہ کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ برصومہ نے اٹھ کر کھانا تیار کر دیا تھا سب نے مل کر کھانا کھایا پھر اسٹیل اور ابراہیم وہاں سے چلے گئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد ابراہیم لوٹا اس کے ساتھ دو عورتیں تھیں جنہیں حویلی کے اندر مقرر کر دیا گیا اور انہیں سارا معاملہ سمجھا دیا گیا تھا اس طرح شامہ بن سلیمان کی حویلی میں رہنے ہوئے شاریہ کسی قدر سکون اور آسودگی محسوس کرنے لگی تھی جبکہ اسٹیل اپنے سالاروں اور لشکریوں کے ساتھ آرمینیا کے اندر اٹھنے والی چھوٹی موٹی بعتوتوں اور سرکشیوں سے نمٹنے لگا تھا دوسری جانب خزیمہ بن خازم آرمینیا کے نئے والی کے آجانے کے بعد اسٹیل سے مل کر اور اس سے اجازت لے کر باکو شہر سے نصیبن کی طرف چلا گیا تھا۔

✽.....✽

ولی عہد کے اعلان پر زبیدہ کی خاطر ہارون الرشید نے بغداد میں جشن منانے کا بھی حکم دیا لشکر کے ارکان و وزراء اور ہامیوں نے بیعت کی اور زبیدہ نے زمانہ جلے کیے۔ زبیدہ کے کہنے پر امین الرشید پر دینار اور موتی پھماور کئے گئے شعراء نے قصیدے پڑھے زبیدہ کو مبارکباد دی۔

دوسرے شہزادہ عبد اللہ کا اتالیق جعفر برکی تھا جہاں شہزادہ محمد یعنی امین الرشید ایک عرب و شیرازہ زبیدہ کے ملن سے تھا وہاں دوسرا شہزادہ عبد اللہ ایک ایرانی خاتون کے ملن سے تھا۔ جعفر برکی چونکہ شہزادہ عبد اللہ کا اتالیق تھا اسے جب خبر ہوئی کہ فضل برکی نے شہزادہ محمد کو ولی عہد مقرر کر کے اسے امین الرشید کا لقب دیا ہے تب اس نے اس سلسلے میں ہارون الرشید سے بات کی اور ہارون الرشید کو اس بات کی تحریر ترغیب دی کہا ہم امین الرشید کو ولی عہد ماننے ہیں لیکن امین الرشید کی حیات میں ہی دوسرے بیٹے عبد اللہ کی بھی ولی عہدی کا اعلان کر دیا جائے دونوں بھائی مطمئن ہو کر زندگی بسر کریں۔ اور دونوں کو سلطنت کے صوبے بخش کر دیئے جائیں اور دونوں اپنے اپنے صوبوں میں حکومت کرتے رہیں۔

اس تجویز سے ہارون الرشید نے اتفاق کیا چنانچہ جعفر کے کہنے پر اس نے عبد اللہ کی ولی عہدی کا بھی اعلان کر دیا۔ جہاں محمد کو امین الرشید کا خطاب دیا گیا وہاں عبد اللہ کو مامون الرشید کا خطاب ملا۔

اس کے ساتھ ہی سلطنت میں اعلان جاری کیا گیا کہ امین الرشید کے بعد مامون الرشید خلیفہ ہوگا۔ جعفر برکی کی اس عملی کارروائی سے رشید خوش بھی ہوا۔ کیونکہ وہ اپنے بیٹوں سے عبد اللہ کو سب سے لائق و فائق سمجھتا تھا۔ اور فریہ کہتا تھا عبد اللہ یعنی مامون الرشید میں عباسی خلیفہ منصور کی سیاست عباسی خلیفہ مہدی کی متانت اور عباسی خلیفہ ہادی کی شان و شوکت پائی جاتی ہے۔ اس کا یہ بھی کہنا تھا کہ اگر میں مامون کو اپنی ذات سے تشبیہ دوں تو دے سکتا ہوں۔

چنانچہ رسم ولی عہدی کے بعد ہارون الرشید نے مامون کو جعفر کی تجویز سے صوبہ خراسان کا حکمران بنایا اور امین کو عراق مصر اور شام کی حکومت سپرد کی۔ اس طرح پہلے ولی عہد امین الرشید کے حصے میں بغداد، واسطہ، بصرہ، کوفہ، شام، عراق، حجاز، یمن، موصل، جزیرہ اور مصر آئے۔ جبکہ مامون الرشید کے حصے میں کرمان شاہ، نہادند، قم، کاشان، اصفہان، فارس، رے، قوس، طبرستان، خراسان زابل و قاتل ہندوستان کے مقبوضہ جات مادراء انہم، ترکستان اور ہمدان وغیرہ کا علاقہ آیا۔

رقبے کے لحاظ سے مامون کا علاقہ زیادہ وسیع تھا۔ لیکن خراج یعنی مالہ میں کوئی زیادہ

فرق نہ تھا کیونکہ مصر اور شام کے صوبے بہت زرخیز تھے اور ان کا مالہ طلائی سکوں میں وصول ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ اس تقسیم میں براکہ کی یہ بھی مصلحت تھی کہ جو سلطنت کا حصہ دیا جائے وہ عربوں پر مشتمل ہو۔ اس لئے کہ امین الرشید خالص عربی خون تھا۔

اور مامون الرشید جو مراجل نام کی ایرانی عورت کے ملن سے تھا عجی تھا اس کو خراسان اور فارس وغیرہ کا علاقہ دیا جو ایرانیوں کا گہوارہ تھا۔ اور اسی مادری رشتے سے خراسانی مامون الرشید کو اپنا بھانجہ سمجھتے تھے۔

چنانچہ یہ سیاسی تقسیم تھی جس سے عرب و عجم میں آخر وقت تک رقابت قائم رہی اور مامون الرشید نے ہمیشہ ایرانیوں کی مدد سے امین الرشید کے خلاف یلغار کی یہ وہ واقعات تھے جن کے نتائج سے ہارون الرشید بے خبر نہ تھا لیکن پھر بھی ملکی تقسیم کے بعد امین اور مامون کے صوبوں میں دور حکومت کو پانچ سال تک نظر غائر سے دیکھا اور اپنے وسیع تجربے سے وہ یہ جان گیا کہ فی الحقیقت خلافت کا اہل مامون الرشید ہی ہے اور امین ایک تساہل پسند اور پیش پسند ولی عہد ہے۔

ہارون الرشید نے جو ملکی تقسیم کی تھی اس سے فتنہ کا اندازہ مقصود تھا اور اس کی دلی خواہش تھی دونوں بھائی شہر و شکر ہو کر رہیں لیکن حالات کچھ ایسے تھے کہ ہارون الرشید مطمئن نہ تھا وہ جانتا تھا کہ اس کے بعد جب امین خلیفہ ہوگا تو سلطنت کی تمام قوتیں اور قبائل عرب اس کے ساتھ ہوں گے جو مامون کی برہادی میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھیں گے۔

ساتھ ہی اسے یہ بھی خطرہ تھا کہ مامون جو سراپا عقل و حکمت تھا اور عجم کی پوری طاقت کا مالک تھا وہ بھی تخت و تاج کے لیے میان سے نکوار نکالے گا لہذا ان خطرات کے بعد سد باب کے لیے اس نے ایک ترکیب نکالی تھی۔ اس ترکیب پر عمل کرنے کے لیے اس نے کہ مکرمہ کا سفر کیا تھا۔

اس سفر میں اہل حرم اور قبائل عرب سے غیر معمولی فیائیاں کی گئی تھیں چنانچہ دوران قیام مکہ میں ایک دن ہارون الرشید حرم میں داخل ہوا اور خلیفہ میں پہلے امین الرشید کو بلایا اور اس سے ولی عہدی کے مسئلہ پر گفتگو کی اور پھر مامون الرشید کو طلب کیا اور دیر تک اس سے باتیں کرتا رہا۔ اور پھر اس کے بعد دونوں بھائیوں سے الگ الگ معاہدے کھسوائے جس میں سے ہر ایک نے ان حقوق اور ملکی تقسیم کو منظور کیا جو اس سے قبل ہو چکے تھے یہ دستاویزات مسلسل عبارت میں تھیں تاہم اس کا لفظی ترجمہ بھی پیش کیا گیا جس سے یہ بھی اندازہ ہوتا تھا کہ عربوں میں دوسری صدی میں تحریری دستاویزات کا کیا اسلوب تھا۔

ولی عہدی کے سلسلے میں امین الرشید سے کھسوائی گئی دستاویزات جن میں اسے مامون الرشید کا خیال رکھنے کو کہا گیا۔ اس کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے۔

ہا حالت ثبات عقل و صحت، جسم و درستی ہوش و حواس اور بلا جبر و اکراہ یہ تحریر محمد بن امیر المومنین ہارون الرشید نے بحق مامون الرشید لکھی ہے۔

امیر المومنین نے مجھے ولی عہد سلطنت کیا ہے اور تمام مسلمانوں پر میری بیعت لازم کی ہے۔ اور میرے بعد میرا بھائی عبد اللہ یعنی مامون الرشید ولی عہد ہوگا۔

امیر المومنین نے میری رضامندی سے اپنی حیات میں اور اپنے بعد عبد اللہ کو صوبہ خراسان لشکر، خراج، منکھ، بریہ، بیعت المال، بیعت الصدقہ کی وزارت تفویض کی ہے۔

میں اقرار کرتا ہوں کہ جو کچھ خلیفہ ہارون الرشید نے بیعت، خلافت، ولی عہدی اور مسلمانوں کے عام معاملات کی کما عداوی میرے بھائی کو دی ہے میں ان جملہ امور کو تسلیم کروں گا۔ اور حکومت خراسان کے علاوہ جو جاگیریں اور اراضیات، زمین خاصہ یا جس قدر جواہرات اور اسباب و کپڑے اور غلام و موسیقی عنایت کئے ہیں وہ سب مامون الرشید کی ملکیت سمجھ کر کچھ غور نہیں کروں گا۔

جملہ عطیات کی فہرست مرتب ہو گئی ہے اور میں نے اسے سمجھ لیا ہے۔ اور اگر کسی چیز کی نسبت ہمارے درمیان اختلاف رائے ہو تو عبد اللہ کا قول قابل تسلیم ہوگا۔

میں عبد اللہ کو خراسان یا کسی دوسرے صوبے جس کی حکومت امیر المومنین نے اس کو دی ہے نہ معزول کروں گا نہ ظلع بیعت کروں گا نہ کسی اور کو ان کا قائم مقام کروں گا نہ کسی اور شخص کو ولی عہدی اور خلافت میں مامون الرشید پر مقدم کروں گا۔ اور ان کی جان یا خون بلکہ ایک ہال کو بھی ضرر نہ پہنچاؤں گا نہ کسی صوبے کا حساب سمجھوں گا نہ کسی ملکی انتظام میں دست اندازی کروں گا نہ اس علاقے میں اپنے لئے جاگیر طلب کروں گا نہ عبد اللہ کے خلاف کوئی بات سنوں گا۔ ضرورت کے وقت دشمنوں سے عبد اللہ کی جان و مال کی حفاظت کروں گا۔

ہارون الرشید کی وفات کے بعد اگر عبد اللہ صوبہ خراسان سے باہر ہوگا تو میرا فرض ہوگا کہ میں مامون الرشید یعنی عبد اللہ کو خراسان روانہ کروں اور وہاں حکومت اسے سپرد کروں۔

عبد اللہ کے ہمراہ وہ عمال اور عہدہ دار ہوں گے جن کو ہارون الرشید نے پہلے سے نام زد کر دیا ہے اور میری جانب سے عبد اللہ یعنی مامون الرشید پر کوئی پرچہ لوٹیں مقرر نہ ہوگا۔

جو شرائط اس دستاویز میں درج ہیں ان کا انفاذ شرعاً مجھ پر فرض ہے۔ ہا صورت خلاف درازی اس کا کفارہ مجھ پر لازم ہوگا جس کی تفصیل یہ ہے کہ ہر ایک عورت جو میرے نکاح

میں ہے یا آئندہ تیس سال میں ہو ان سب پر طلاق ہوگی تین طلاقیں سے اور میں کعبہ اللہ کے حج پر نیکے پاؤں جاؤں گا اور جس قدر غلام اور لونڈی آج میرے ہیں یا آئندہ تیس سال میں ہوں گے وہ آزاد خیال کئے جائیں گے۔

اگر میں اس معاہدے کی خلاف ورزی کروں تو تمام لشکر کے سالار اور لشکری اور تمام مسلمان میرے عہد بیعت و خلافت سے بری ہوں گے اور ظلع بیعت سے ان پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ میں ایک بازاری آدمی کے برابر ہوں گا مجھ کو ان لوگوں پر کوئی حق نہ ہوگا نہ ولایت کا، نہ اطاعت کا، نہ بیعت کا اور ان لوگوں کو بے مواخذہ شری ان تمام قسموں سے اور معاہدات کو توڑنا جائز ہوگا جو انہیں نے میرے حق میں کئے ہوں گے۔

جس موقع پر امین نے یہ عہد کیا تھا اس موقع پر جعفر برکی نے انتہائی فوج اور بری حرکت کی اپنی جگہ سے وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے امین الرشید کی چادر کا کونہ کھینچتے ہوئے اسے مخاطب کر کے کہا۔

”کہتے خدا مجھے ذلیل و رسوا کرے اگر میں مامون الرشید کو ذلیل و رسوا کرنے کی کوشش کروں۔“ امین نے بلا توقف یہ الفاظ ادا کر دیئے۔

جعفر برکی نے تین مرتبہ ان الفاظ کا اعادہ کروایا اور تینوں مرتبہ امین نے بغیر کسی قائل کے وہ الفاظ دہرا دیئے۔

جعفر برکی کی یہ حرکت یقیناً اس کی قلت تدبیر اور مصلحت پر مبنی تھی اور اس کے ایسا کرنے سے اہم ترین سبب یہ ہے کہ جعفر نے ہمیشہ مامون الرشید کا ساتھ دیا اور اس کا ایسا کرنے سے دونوں بھائیوں کے درمیان نفرت پیدا ہو گئی تھی۔

اور پھر اس موقع پر جعفر نے ہارون الرشید کے احساس و شعور کی ذرہ بھی پروا نہ کرتے ہوئے امین الرشید سے یہ نازیبا کلمات اگوائے۔

حالانکہ یہ بڑی کھٹن اور نازک گھڑی تھی اس موقع پر بنو عباس کے تمام سربراہ آدرہ اور اکابر موجود تھے ان سب کے سامنے ان کے نجیب اور اعلیٰ نسل کے عرب امین الرشید سے تین مرتبہ اس طرح کے الفاظ کہلانا ہرگز دانش مندی نہیں تھی۔

ان الفاظ سے صاف طور پر مترشح ہو گیا تھا کہ جعفر برکی ولی عہد اول اور مستقبل کے خلیفہ امین الرشید کے قول پر اعتقاد نہیں کرتا تھا تو پھر تین مرتبہ وہ کلمات کہلانے کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی حالانکہ وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف تھا کہ جو معاہدہ ہارون الرشید نے دونوں بھائیوں سے لکھوایا ہے وہ الفاظ اور معانی کے اعتبار سے پہلے ہی بہت سخت ہے اور

اس میں یہ ایٹائے عہد کی تائید و تاکید پہلے سے موجود تھی۔

جعفر برکی کی اس حرکت نے ہارون الرشید کو اس کے خلاف مشتعل کر دیا تھا اس لیے کہ ایسا کر کے اس نے امین الرشید اور مامون الرشید دونوں بھائیوں کے درمیان نفرت کی تلخ اور گہرا کرنے کی کوشش کی تھی جعفر برکی کی اس حرکت پر بعد میں ہارون الرشید نے اپنی دلی نفرت کا اظہار بھی کیا وہ اس طرح کہ جعفر کا معمول تھا کہ جب کبھی ہارون الرشید فریضہ رجب ادا کر کے واپس آتا تو عفان کے علاقہ میں جو اس نے شائد ارکلی تعمیر کروایا ہوا تھا وہاں اس کی پر تکلف اور شاندار تواضع کرتا تھا۔ عفان بغداد کے جنوب مغرب میں واقع تھا بالکل بر لب دریائے فرات تھا۔

لیکن اس مرتبہ جعفر برکی نے جب ہارون الرشید دونوں بھائیوں کو ولی عہد بنانے پر اس لیے آمادہ ہو گیا تھا کہ اسے امید تھی کہ دونوں نو عمر سن شعور کو بچپن کے تو خود معلوم ہو جائے گا کہ ان دونوں میں سے ولی عہد کا در حقیقت سزاوار کون ہے یا جو بہتر ہو گا اسے اختیار کر لیا جائے گا۔ رشید نے ان دونوں یعنی امین اور مامون کے لئے بہترین استادوں اور اتالیقوں کا انتظام کیا تھا۔

ان دونوں کی تادیب اور تعلیم و تربیت کا اس نے بڑا خیال کیا تھا اس نے ان کے معلمین میں سے ہر ایک کو ایک ایک کر کے اپنے حضور میں طلب کیا اور انہیں تاکید کی کہ اس وضع کو ہرگز فراموش نہ کریں جو ان کی عقلیت کے سلسلے میں اس کے پیش نظر تھے۔

ایک موقع پر ہارون الرشید نے مامون اور امین دونوں کے استادوں سے کہا تھا۔ "یاد رکھو امیر المومنین نے جہیں اپنے اپنے دل کا قرار اور نفس کا سکون سوچا ہے ان دونوں بچوں کو قرآن پڑھاؤ دین کی تعلیم دو اور اشعار کی روایت کر دو یہ بتاؤ کہ بات کب کرنی چاہئے اور آغاز سخن کس موقع پر کرنا چاہئے ہنسنے سے روکنا ہاں مگر خاص موقع پر یہ تعلیم دو کہ مشائخ بنی ہاشم کی تعلیم و تکریم بھی فراموش نہ ہو جہاں وہ ان کے پاس آئیں اور قائدین لشکر میں جب حاضر ہوں تو ان کے ساتھ شایان شان برتاؤ کریں میرے بیٹوں کے ساتھ تہداری کوئی گھڑی ایسی نہ گزرے کہ تم انہیں کچھ سکھانے دو لیکن زیادہ سختی کے ساتھ نہیں اس سے ذہن مر جاتا ہے جہاں تک ہو سکے شفقت اور نرمی کا برتاؤ کرو لیکن اگر اس کا اثر الٹا ہو تو پھر شدت اور سختی سے کام بھی لو۔" ہارون الرشید اپنے دونوں بچوں کو ہر اس جگہ دیکھتا جہاں مسخ اور نظر کو فائدہ پہنچ سکتا تھا وہ ان دونوں کو مساجد میں بھیجتا جہاں وقت کے ساتھ ساتھ حلقہ بنانے بیٹھے رہتے تھے اور مختلف موضوعات اور عنوانات پر وعظ ہوتے تھے

اسحاق پڑھائے جاتے تھے اور حاضرین کو وعظ و ارشاد سے مستفید کیا جاتا تھا وہ ان دونوں کے پاس اہل کلام اور نظر کو بھیجتا تھا کہ دونوں ہاتوں میں طاق ہو جائیں وہ انہیں جنگوں اور ورزش گاہوں میں بھی بھیجتا تھا کہ اپنی آنکھوں سے شجاعت اور قوت و طاقت کے پیکروں کو بھی دیکھیں ایسے موقع پر بھی ان دونوں کی حاضری لازمی تھی جب عسا کر اپنے اسلحہ اور گھوڑوں کے ساتھ امیر المومنین کے سامنے سے گزرتے تھے۔

اور ٹھیک اس وقت جب یہ دور اندیش باپ اپنے دونوں بیٹوں کو بہترین آدمی بنانے کی جدوجہد میں مصروف تھا اور ان کے لیے عمدہ طریقے وضع کرتا تھا کہ مستقبل میں یہ اپنی حکومتی ذمہ داری اس احسن طریقے سے انجام دے سکیں۔

ملکہ زبیدہ کی ماما اور اس کا لاڈ پیار اس کے بیٹے امین کو بگاڑ رہے تھے اس نے اپنے بیٹے کے لئے جلد وسائل مہیا کر دیئے تھے وہ استادوں اور اتالیق کو تاکید کرتی تھی کہ ہر وقت اسے درس و نصائح میں نہ الجھائے رکھیں اور تہذیب و تادیب اور تربیت کی افراط سے اسے دل تنگ نہ کیا کریں وہ درنی تھی کہ اس طرح بچہ کہیں پریشان نہ ہو جائے وہ معلوم سے کھلایا کرتی تھی کہ اسے ڈانٹنا نہ کریں میری تم سے انتہا ہے کہ امین کے ساتھ بے انتہا کی شفقت اور نرمی کا برتاؤ کیا کرو وہ میرے دل کا قرار اور آنکھوں کی خندک ہے اور میں اسے بہت چاہتی ہوں۔

بہر حال رفتہ رفتہ بچے جب بڑھتے گئے تو ہارون الرشید محسوس کرنے لگا کہ دونوں بھائیوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جیسے جیسے ان دونوں کی عمریں بڑھتی گئیں اور یہ معاشرے میں نمودار ہونے لگے یہ احساس شدہ ہوتا گیا ساتھ ہی ساتھ وہ اپنی جلد بازی میں عداوت بھی محسوس کرنے لگا کہ کیوں اس نے بیک وقت دونوں کو ولی عہد مقرر کر دیا کیونکہ اسے اب یقین ہوتا جا رہا تھا کہ مامون الرشید اپنے بھائی امین الرشید سے زیادہ خلافت کا مستحق ہے اسے ماں کے لاڈ پیار نے بگاڑ دیا ہے اور وہ یہ بھی سوچنے لگا تھا کہ اس نے اسے ولی عہد بنا کر خلافت کے مستقبل کے لئے خطرہ پیدا کر دیا ہے۔

ایک طرف ہارون الرشید کا یہ حال تھا تو دوسری طرف اس کا وزیر جعفر برکی کوئی ایسا لمحہ ضائع نہ کرتا تھا کہ ہارون الرشید کے دل میں مامون الرشید کی محبت اور امین کے خلاف نفرت پیدا کرتا اس نے امداد ہی امداد ہارون الرشید کے دل میں امین کی نفرت اور مامون کی محبت کو بڑی تیزی سے اجاگر کرتے ہوئے ہارون الرشید کو اس بات پر بھی آمادہ کرنا شروع کر دیا تھا کہ وہ امین الرشید کی ولی عہد کی کونفٹ کر دے۔

روایت ہے کہ بعض خاص لوگوں سے جن پر رشید نے اپنے اور جعفر برکی کے تاثرات کا اظہار کر دیا تھا یہ خبر اڑ کر ملکہ زبیدہ تک پہنچ گئی اور اس نے ہارون الرشید کی خوب مزاحمت کی اس سے روٹھ گئی آخر وہ بے بس ہو گیا اور ملکہ زبیدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تمہیں اپنا بیٹا بہت لاڈلا ہے اور ہر ماں کا سلوک اپنے بیٹے کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے لیکن خدا سے ڈرو خدا کی قسم تمہارا بیٹا مجھے بہت زیادہ محبوب ہے لیکن خلافت صرف اسی کو سزاوار ہے جو اس کا اہل اور مستحق ہو ہم خلق خدا کے ہارے میں خدا کے سامنے جواب دہ ہیں ہمیں خدا کے سامنے ان کا بوجھ لے کر جانا چاہئے اور نہ اس طرح اس کے حضور میں حاضر ہونا چاہئے کہ ان کا بوجھ ہم پر لدا ہوا ہو۔“ ہارون الرشید کی ان باتوں سے ملکہ زبیدہ اور زیادہ چڑھ گئی وہ اس کے پاس سے برہمی کی حالت میں اٹھ گئی اور کافی دنوں تک اس کے سامنے نہ آئی اور بھانہ یہ کرتی رہی کہ اس کی صحت ٹھیک نہیں ہے۔

دوسری جانب جعفر برکی جو ہر صورت میں امین الرشید کو ہارون الرشید کی نگاہوں میں گراتا چاہتا تھا اس نے دونوں بھائیوں کے درمیان نفرت پیدا کرنے کے کام کو اپنے عروج پر پہنچا دیا تھا اور پھر جعفر برکی زبیدہ کے مقابلے میں ہار ماننے والا نہیں تھا اس نے ایرانی عورت مراہل کے بیٹے مامون کو ہر صورت میں آگے بڑھانے کا عزم کیا ہوا تھا یہ مراہل قارس کی رہنے والی تھی اس لیے جعفر کو اس سے بہت ہمدردی تھی جعفر برکی موقع بہ موقع مامون الرشید کو اس کے بھائی امین کے خلاف اکہاتا رہتا تھا اور اس کے ذہن میں یہ بات بٹھاتا رہتا تھا کہ امین کے مقابلے میں وہی خلافت کا زیادہ حقدار ہے جعفر برکی اپنے تمام لوگوں کے ساتھ جو بجا طور پر آل برک کے حواری کہے جاسکتے تھے خفیہ طور پر اس تحریک کو چلا رہا تھا کہ مصلحت عامہ کے نام سے ولی عہدی اسے امین کو معزول کر دیا جائے اور مامون کو یہ منصب دلایا جائے یوں جعفر برکی نے جو دونوں بھائیوں کے درمیان نفرت کا بیج بویا تھا وہ جعفر برکی کے قتل ہونے کے بعد بھی اپنا رنگ دکھاتا رہا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس بیج نے ایک پوری فصل کی صورت اختیار کر لی اور یہ فصل یقیناً امین الرشید اور مامون الرشید کے درمیان نفرت اور عداوت کی فصل تھی۔

بہر حال جعفر برکی نے ان دونوں بھائیوں کے درمیان جو نفرت کا بیج بویا تھا وہ اب ہارون الرشید کے لئے پریشانیوں کا باعث بنا ہوا تھا مملکت میں جہاں مختلف صوبوں کے امار بھگتیں اور شورشیں اٹھ رہی تھیں وہاں بغداد کے امار مامون اور امین کی آپس میں نفرت بھی ہارون الرشید کے لئے اذیت کا باعث بنی ہوئی تھی۔

بہر حال یہ واقعہ کچھ بھی ہو ہارون الرشید پر واجب تھا کہ دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرتا اور دوسرے کو ولی عہد سے بالکل محروم کر دیتا کہ اس کے دل میں کسی قسم کی امید پیدا نہ ہوتی۔

وحدت اور اتحاد و تعاون کا تقاضہ یہی تھا کہ یہ دونوں میں سے جسے ولی عہد بنانا اس کی تربیت اور اصلاح پر پورا زور صرف کر دیتا لیکن جو چیز سب سے زیادہ حیران کر دینے والی ہے وہ یہ ہے کہ ہارون الرشید نے یہ رائے کہ دونوں ولی عہد ہوں کیسے قبول کر لی۔

شاید وہ بھول گیا تھا کہ اس کے باپ مہدی اور یحییٰ بن موسیٰ کے مابین ماضی قریب میں کیا کچھ نہ ہوا تھا اور خود اپنے برادر بزرگ موسیٰ حادی اور اپنے ولی عہدی کے سلسلے میں جو کچھ گزرا تھا وہ تو گویا ابھی ہی کا واقعہ تھا شاید وہ محسوس نہیں کر سکا کہ اپنے اس فعل سے تقدیر کے صفحے میں وہ ایک ایسا ورق رکھ رہا تھا جو خون سے رنگین تھا جس نے آخر کار اس کی موت کے بعد ملک میں زبردست انفراتفری پیدا کی۔

ہارون الرشید کے اس فیصلے کے متعلق عجیب و غریب پہلو یہ بھی ہے کہ ہارون الرشید کے اس فیصلے سے دونوں ولی عہدوں میں سے کوئی بھی خوش نہیں تھا بلکہ ہر ایک بھڑک اٹھا تھا دونوں بھائیوں میں نفرت اور دشمنی کے جذبات پیدا ہو گئے تھے اور دونوں بھائیوں کی اس نفرت نے نہ صرف خلافت بلکہ عام لوگوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ عجیبی چونکہ مامون الرشید کا ساتھ دے رہے تھے اور عرب عناصر امین کے ساتھ تھے لہذا عربوں اور عجمیوں میں ایک طرح کی تقسیم اور نفرت اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

بہر حال ان حالات میں بغداد کے امار ہارون الرشید حد درجہ پریشان اور فکر مند رہتا تھا وہ سوچتا تھا کہ اس کے بعد ملک اور حکومت کا کیا بنے گا اور یہ تشویش اس وقت اور بڑھ جاتی تھی جب اسے معلوم ہوا کہ امین اور مامون کے درمیان ہا قاعدہ دشمنی گئی ہے دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بد کلامی پر اترنے لگے ہیں جو اس بات کا ثبوت تھا کہ دونوں ایک دوسرے سے متنفر اور ایک دوسرے کے دشمن بن گئے ہیں یہ بات اسے سخت ناگوار ہوئی اور اسے یقین ہو گیا کہ دونوں میں لڑائی کسی نہ کسی روز ضرور ہو کے رہے گی اس بناء پر ہارون الرشید ایک تو مختلف صوبوں میں انھنے والی بے اعتدالتی سے متعلق فکر مند تھا دوسری جانب بغداد میں لہ بہ لہ گہری ہوتی ہوئی امین اور مامون کی نفرت نے بھی اسے دل گیر افسردہ اور بد حال بنا کے رکھ دیا تھا۔

ہاکو شہر میں قیام کے دوران آرمینیا کے امیر اٹھنے والی چھوٹی بڑی بے وقوفوں اور شور و غلے کو بڑی تیزی کے ساتھ اسماعیل بن قاسم نے فرو کر دیا تھا شاریہ کا قیام ثمامہ بن سلیمان بنی کے پاس رہا اس کی تاجک کا زخم اب بالکل اور مکمل طور پر ٹھیک ہو چکا تھا اور وہ بیساکھی کے سہارے چلنے پھرنے کے قابل بھی ہو چکی تھی۔

اس دوران بے وقوفوں کو فرو کرنے کے سلسلے میں اسماعیل بن قاسم کئی ہفتوں تک اس سے دور رہا تاہم ابراہیم بن قاسم زیادہ تر باکوئی میں مقیم رہتے ہوئے حالات کا جائزہ بھی لیتا رہا گا ہے گا ہے وہ اپنے بھائی اسماعیل بن قاسم کے ساتھ مختلف مہموں میں شریک بھی ہو جاتا تھا۔

ایک روز اسماعیل ثمامہ بن سلیمان کی حویلی میں داخل ہوا اس وقت شاریہ کے پاس ابراہیم بن قاسم کے علاوہ ثمامہ بن سلیمان برصومہ اور وہ عورتیں تھیں جنہیں ابراہیم نے وہاں شاریہ کی نگرانی اور تحفظ اور خدمت کے لئے مقرر کیا تھا۔

اپنے گھوڑے کی باگ تھاے جس وقت اسماعیل حویلی میں داخل ہوا تو اسے سب سے پہلے ابراہیم نے دیکھا وہ بھائی کی آمد کا شور کرتا ہوا باہر نکلا مکن میں آکر اسماعیل سے پر جوش انداز میں گلے ملا پھر اس کے گھوڑے کی باگ اس سے لیتے ہوئے گھوڑے کو اس نے اسماعیل میں باندھ دیا پھر جلدی جلدی بھائی کو لے کر اس کمرے میں داخل ہوا جہاں شاریہ کے پاس ثمامہ بن سلیمان برصومہ بیٹھے ہوئے تھے۔

اسماعیل کو دیکھتے ہوئے شاریہ کی خوشیوں اس کے اطمینان اور آسودگی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ وہ تاریکی باندھے وہ اسماعیل کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جبکہ اسماعیل بھی اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔ اس کی آمد سے پہلے شاریہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی اٹھ بیٹھی آگے بڑھ کر اسماعیل نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تھا پھر بڑی محبت اور چاہت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”لیٹی رہو تمہیں اٹھنے کی ضرورت نہیں آرام کرو۔“ جواب میں شاریہ مسکرائی پھر کہنے

لگی۔

”میں سمجھتی ہوں اب مجھے لینے کی ضرورت نہیں ہے آپ کی تسلی اور اطمینان کے لئے میں کہوں کہ اب میں چل پھر سکتی ہوں وہ سامنے میری بیساکھی پڑی ہوئی ہے یہ ابن سلیمان لے کے آئے تھے میں اب بالکل ٹھیک ہوں زخم مکمل طور پر ٹھیک ہو چکا ہے طیب نے بھی آنا چھوڑ دیا ہے اور میں صبح شام اس بیساکھی کے ذریعے گھر کے مکن میں خوب چہل قدمی کر لیتی ہوں۔“ جواب میں اسماعیل بن قاسم مسکرایا پھر کہنے لگا۔

”میرے لئے یہ انکشاف انتہائی خوشی اور اطمینان کا باعث ہے کہ تم مکمل طور پر صحت یاب ہو چکی ہو تمہارا زخم بھی ٹھیک ہو چکا ہے اور اب تمہیں کسی طیب کی ضرورت نہیں ہے جہاں تک میرا تعلق ہے تو آرمینیا کے امیر اٹھنے والی ساری مہموں سے میں فارغ ہو چکا ہوں آرمینیا میں ایک طرح سے امن قائم ہو چکا ہے میں ہاکو شہر میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے تمہارے پاس آیا ہوں یہاں سے اٹھ کر میں لشکر گاہ کی طرف جاؤں گا اپنے سالاروں سے مشورہ کروں گا میں چاہتا ہوں کل ہم اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے الجزیرہ اور عسمرین کی طرف کوچ کر جائیں اس لیے کہ وہاں نئی فورس کے لشکریوں کے حملے تیز ہو چکے ہیں اور میری مدد کے لئے جو لشکر بغداد سے آتا ہے وہ بھی وہاں پہنچ کر کسی محفوظ مقام پر میرا انتظار کر رہا ہو گا میں نے اپنے کچھ طلائیہ گر اور خبر روانہ کر دیئے ہیں جو میرے اور بغداد سے آنے والے لشکر کے درمیان رابطہ اور تعلق قائم کریں گے۔“ یہاں تک کہنے کے بعد اسماعیل جب خاموش ہوا تب شاریہ نے ہلکی اور دھیمی سی مسکراہٹ میں اسے مخاطب کیا۔

”میں طیبہ کی میں آپ سے ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔“ اس پر ابراہیم، ثمامہ، برصومہ اپنی جگہوں پر اٹھ کھڑے ہوئے پھر ثمامہ کہنے لگا۔

”میری بیٹی تم اپنے شوہر سے طیبہ کی میں بات کرنے کا حق رکھتی ہو ہم تینوں جانتے ہیں جس موضوع پر تم نے گفتگو کرنی ہے کہ لو اس کے بعد ہمیں آواز دینا ہم آجائیں گے۔“ شاریہ نے آگے بڑھ کر ثمامہ کا ہاتھ پکڑا کہنے لگی۔

”آپ تینوں اپنی جگہ پر بیٹھیں میں نے اپنی گفتگو مکمل نہیں کی۔“ شاریہ کے کہنے پر تینوں اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے پھر شاریہ نے دوبارہ کہا شروع کیا۔

”امیر طیبہ کی میں آپ سے ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتی ہوں لیکن اس سے پہلے میں چاہتی ہوں کہ آپ ابراہیم سے ان لوگوں سے متعلق گفتگو کریں جو مجھ پر حملہ آور ہوئے مجھے نقصان پہنچایا اس لئے کہ آپ دونوں بھائیوں کی غیر موجودگی میں دونوں

عورتیں جو اس حویلی میں میرے تحفظ اور میری نگرانی پر مقرر تھیں انہوں نے کچھ ایسے لوگوں کا ذکر ابراہیم سے کیا ہے جو مجھ سے ملنے کے لئے آئے دروازے پر دستک دی لیکن انہیں اندر نہیں آنے دیا گیا۔

جو لوگ منع کرنے کے باوجود مجھ سے ملنے کے لئے آتے رہے وہ کون تھے وہ مجھ پر مقرر کی گئی دونوں محافظ عورتیں انہیں جانتی ہیں اور ان کے نام انہوں نے ابراہیم کو بتا دیئے ہیں اب آپ ابراہیم سے پوچھیں کہ وہ کون لوگ تھے تاکہ میں بھی جان سکوں مجھ پر حملہ آور ہونے والے کون تھے کس بنا پر مجھ پر حملہ آور ہوئے اس لیے کہ میری کسی سے کوئی ذاتی دشمنی اور عداوت تو تھی، ہی نہیں۔“ جواب میں اسٹیل بڑے غور سے ابراہیم کی طرف دیکھنے لگا تھا اس کے کہنے سے پہلے ہی ابراہیم بول پڑا۔

”بھائی جو کچھ میری بہن نے کہا ہے وہ بالکل درست ہے کون لوگ منع کرنے کے باوجود میری بہن سے ملنے کے لئے آئے تھے فی الحال میں ان کے نام نہیں بتاؤں گا۔ سب کچھ راز میں رکھوں گا میں ان لوگوں کو پکڑنا چاہتا ہوں جنہوں نے میری بہن کو مجروح اور معذور کیا پہلے میں مکمل طور پر شبہات کی حالت میں تھا تاہم کچھ لوگوں پر مجھے شک ضرور تھا اب وہ شبہات کافی حد تک صاف ہوتے جا رہے ہیں میرے خیال میں بہت جلد میں ان لوگوں تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاؤں گا جو اس حادثے میں ملوث ہیں ان کا تعلق خواہ ہمارے لشکر سے ہو ان کا تعلق ہمارے دشمنوں یا عزیز واقارب سے ہو انہیں معاف نہیں کیا جائے گا۔“ یہاں تک کہنے کے بعد ابراہیم رکا پھر بڑی عاجزی میں وہ اپنے بڑے بھائی اسٹیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”بھائی آپ جانتے ہیں کہ میں نے کبھی آپ کا کہا ٹالا نہیں آپ کے ہر فیصلے آپ کی ہر بات کو حکم کا درجہ دیا ہر بھائی اس موقع پر میری آپ سے گزارش ہے کہ فی الحال مجھ سے ان لوگوں کے نام جاننے کی کوشش نہ کیجئے گا اس میں ہم سب کی بہتری ہے ساتھ ہی میں آپ سے یہ بھی گزارش کروں گا کہ فی الحال اس معاملے کو مکمل طور پر ایک مجید راز میں رہنے دیں عنقریب میں آپ پر ایک بہت بڑا انکشاف کروں گا پھر میں ان لوگوں کو آپ کے سامنے عیاں کر دوں گا جو میری بہن کے ساتھ ہونے والے اس حادثے میں بالواسطہ یا بلاواسطہ دونوں طرح سے ملوث رہے ہیں۔“ ابراہیم خاموش ہو گیا اور بڑی مسکینیت سے ابراہیم کی طرف دیکھنے لگا تھا اس موقع پر اسٹیل کے چہرے پر بھی ہلکا سا جھم سمودا رہا پھر کہنے لگا۔

”میرے بھائی جو کچھ تم کر رہے ہو میں اس سے پورا تعاون اور اتفاق کروں گا پر میرے بھائی ایک بات یاد رکھنا اس معاملے میں کسی بھی صورت اپنے آپ کو خطرات میں ڈالنے کی کوشش مت کرنا اگر ایسا کوئی لہہ آئے تو مجھے بروقت اس کی اطلاع کرنا میں خود ہی ان لوگوں سے نمٹ لوں گا۔“ اسٹیل کے ان الفاظ پر ابراہیم بھی خوش ہو گیا تھا کہنے لگا۔

”بھائی آپ بالکل فکر مند نہ ہوں جب میں ان لوگوں کے قریب پہنچ جاؤں گا تو خداوند نے چاہا تو آپ کو بروقت اطلاع کروں گا بلکہ جب ان سے انتقام لوں گا تو آپ کی اجازت اور آپ کی موجودگی میں ایسا ہو گا میں ان لوگوں کو دوسروں کے لئے عبرت خیزی کا سامان بناتا رکھنا چاہتا ہوں۔“ ابراہیم رکا پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھے ہوئے تھا۔

”بھائی اب اس حویلی میں ان دو عورتوں کی ضرورت نہیں وہی جو میں نے اپنی بہن کی حفاظت اور خدمت پر مقرر کی ہوئی تھیں اس لیے کہ میری بہن چلنے پھرنے کے قابل ہو چکی ہے میں نے ان دونوں عورتوں کو آپ کی آمد تک رکھا ہوا تھا اب جب کہ آپ تعریف لے آئے ہیں تو آج سے میں ان دونوں کو واپس لشکر گاہ میں بھیج دوں گا۔“ اس کے ساتھ ہی ابراہیم اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا پھر دوبارہ اسٹیل کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”بھائی آپ ابھی ابھی اپنی ہم سے لوٹے ہیں کئی ہفتوں بعد بہن سے مل رہے ہیں پھر اس پر مستزاد یہ کہ وہ خود بھی علیحدگی میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہے اللہ کرے جو کچھ وہ کہنا چاہتی ہو بہتری اور بھلائی پر مبنی ہو بہر حال میں ٹماہ اور خالہ برصومہ جاتے ہیں اور بہن شادی آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہے اسے کہنے کا موقع دیتے ہیں۔“ اس کے ساتھ ہی ابراہیم نے ٹماہ اور برصومہ کو اشارہ کیا جس پر وہ دونوں بھی اٹھ کھڑے ہوئے پھر تینوں اس کمرے سے نکل گئے تھے۔

ان تینوں کے چلے جانے کے بعد کمرے میں کچھ دیر تک گہری خاموشی طاری رہی پھر شادیہ اور اسٹیل دونوں بڑے غور سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے پھر کمرے میں اسٹیل کی دھیمی راز دارانہ اور محبت بھری آواز ابھری تھی۔

”شادیہ اب کہو تم کیا کہنا چاہتی ہو تم نے کہا تھا کہ تم علیحدگی میں کسی اہم موضوع پر مجھ سے گفتگو کرنا چاہتی ہو اب جبکہ ہم، خالہ اور ابراہیم جا چکے ہیں کہو تم کیا کہنا چاہتی ہو۔“ اسٹیل کے ان الفاظ کے جواب میں تھوڑی دیر تک شادیہ نے بڑے غور سے اسٹیل کی طرف دیکھا گلا صاف کیا پھر وہ انتہائی دکھ بے پناہ غمزدہ اور طویل سے لہجے میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

”امیر اس اطرودہ کار وجود میں میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے لیوں پر مکتی مہبت کی عبارت طفل خوش نگاہ کی سی خوشی و مٹنی و خوش خصال اور ماں کے بوسے کے شہر کی معصوم بچے کے راز آشنا لیوں جیسے ہوتے ہیں۔

امیر جہاں ایک شوہر اپنی بیوی کے لئے جبر کے سوا کسی موسموں اور سیاہیوں کے سفر میں حسین خواہوں کی حقیقت جیسا پاسبان دلوں کی کبیدہ مزاجی اور گہرے بے روک استبداد کی ازلی ابدی داستانوں میں تنہا کے خواہوں جیسا محافظ ہوتا ہے وہاں بیوی شہنشاہی کی سوچوں میں آجینوں کی فرحت بن کر شوہر کے ساتھ اپنی رفاقت کو حقیقت اس حقیقت کو چاہت اور چاہت کو حقیقت میں تبدیل کر سکتی ہے ایک اچھی بیوی زندگی کے سفر میں اپنے شوہر کے لئے محبتوں کی سفر بہاروں کا مخصوص لمحہ اخلاص کا تراش اور چاہتوں کا سرور بن جاتی ہے۔

امیر! اس تاریکی روز شب میں اب میں اس قابل نہیں رہی کہ آپ کے ساتھ چشموں اور عیوں کی طرح رقص کر سکوں تاہم کٹ جانے کے باعث میں معذور ہو چکی ہوں آپ کی وہ خدمت نہیں کر سکتی جو ایک بیوی کو اپنے شوہر کے لئے کرنی چاہئے اب میری حالت تصویر کے بکھرے رنگوں، زندگی کی ساری جہتوں کو دکھ کا اٹاٹا بناتے زہموں کے اثرات اور رشتہ تہائی میں ذات کی محرومیوں جیسی ہو کے رہ گئی ہے وقت کے موڑ پر حالات نے رستے زخموں کو میرا نصیب دور یوں کی منزل میں بھٹکتے پیاسے سراپوں کو میرا مقدر بنا دیا ہے۔

امیر! تاہم کٹ جانے سے میں اس کسب و ہنر اس ریاضت سے محروم ہو چکی ہوں جسے حقیقت کا روپ دیتے ہوئے ایک اچھی بیوی، دل آویز شب نغمہ گر روح، ستارہ فروزاں، محبت بھرا چشمہ، شکر فی تبسم، کلیوں کا رنگ، شگوفوں کی لالہ سامانی اور حسن فطرت کی موج بن کر اپنے شوہر کی زندگی کو بہاروں کی، گہ و جان، کرن کرن خوشبو اور مہک مہک تخیل جیسا بنا سکتی ہے۔

امیر! اس حالت میں جب کہ میں معذور ہو چکی ہوں جس طرح پہلے آپ کی خدمت کرتی رہی ہوں اس خدمت کو جاری نہیں رکھ سکتی مجھے اب خود اپنی ذات پر قائم رہنے کے لئے جیسا کہی کا سہارا لینا پڑے گا ان حالات میں میں آپ کو کسی تعلق کی قسم کی کمی کا احساس نہیں دلانا چاہتی اسی بناء پر میں نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ اگر دوسری شادی کرنا چاہیں تو میری طرف سے اجازت ہے۔” یہاں تک کہنے کے بعد بڑے دکھ بھرے اعزاز میں شادی کی گردن جھک گئی تھی خاموش ہو گئی تھی اس کی آواز سے لگتا تھا جو الفاظ اس نے ادا کئے ہیں وہ انتہائی مجبوری اور غم ناک میں ادا کئے ہیں۔

جب تک شادی یہ بولتی رہی اسٹیل چپ چاپ منتار ہا بالکل سنجیدہ تھا جب شادی یہ سب کچھ کہہ کر خاموش ہو گئی اور گردن جھکا لی تب بھی اسٹیل کچھ نہ بولا بڑے غور سے اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا جب کچھ وقت اسی طرح گزر گیا تب شادی یہ چونکی گردن سیدھی کر کے اس نے جب اسٹیل کی طرف دیکھا تو دیکھ رہ گئی اسٹیل آنکھیں جھپکے بغیر بڑے غور سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا اس کی آنکھوں میں ناپسندیدگی کے آثار چہرے پر دور دور تک شکوؤں لگوں شکایتوں کے اثرات تھے۔

اس موقع پر شادی نے زبردستی اپنے لیوں پر ہلکا سا تبسم بکھیرا پھر اسٹیل کے گھٹنے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے ہلایا اور کسی قدر شیریں آواز میں اسے مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

”امیر! آپ کہاں کھو گئے ہیں جو کچھ میں نے کہا ہے اس کا کم از کم جواب تو دیں۔“ اسٹیل نے لیوں پر زبان پھیری تیز نگاہوں سے اس نے شادی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”شادی یہ میں تمہارے ان سارے الفاظ کا کیا جواب دوں میرے پاس ایک ہی جواب ہے کہ مجھے تم سے ایسی گفتگو کی ہرگز امید نہیں تھی شادی یہ تم میری زندگی کی ساتھی ہو میرا اثاثہ الیت ہو۔ یوں جانو اس زیت اس زندگی میں میرے لیے سب کچھ ہو اگر میں تم سے ایک سوال کروں تو اس کا جواب دو گی۔“ شادی یہ منہ سے کچھ نہ بولی بیچاری نے جب اثبات میں گردن ہلائی تب اسٹیل کہنے لگا۔

”شادی یہ تمہاری تاہم کٹ گئی تو تم نے بڑی آسانی سے عہدہ الفاظ کا استعمال کرتے ہوئے مجھے اجازت دے دی کہ دوسری شادی کر لوں۔ تاکہ کوئی لڑکی ہم دونوں کے بیچ میں آئے اور ہمارے درمیان نفرت بے تعلقی بے ربطی کی خلیج کو گہرا اور بے کنار کر کے رکھ دے۔ میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ میں لشکر کا ایک سالار ہوں بناؤت ہو یا سرکشی دشمن کے خلاف جنگ کی ابتدا ہو یا کوئی اور معرکہ میں اپنے لشکر کے آگے ہوتا ہوں کسی بھی جنگ کسی بھی مہم میں شادی یہ تمہاری طرح اگر میری تاہم کٹ جائے تو کیا تم مجھے چھوڑ کر دوسری شادی کر لو گی؟“ اسٹیل کے ان الفاظ پر شادی یہ تڑپ اٹھی تھی بجلی کے کوندے کی طرح حرکت میں آئی اور اپنا ہاتھ اسٹیل کے منہ پر رکھ دیا پھر انتہائی دکھ اور کرب بھرے اعزاز میں کہنے لگی۔

”اس قسم کی گفتگو کر کے کیا آپ رہی سہی کسر بھی نکالنا چاہتے ہیں کہ میں اگر زندہ رہتا چاہتی ہوں تو نہ رہوں اور اپنی غیر طبی موت مر جاؤں۔“ شادی یہ نے جو ہاتھ اس کے منہ پر

رکھا تھا وہ اسٹیل نے اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا پھر کہنے لگا۔

”دیکھو شاریہ جو الفاظ میں نے ادا کئے ہیں ان کا جھیس کتنا دکھ اور صدمہ ہوا ہے۔ لیکن جو الفاظ تم نے ادا کیے ہیں وہ میرے الفاظ سے کہیں زیادہ کرب ناک اور زیادہ تیز دھار رکھنے والے تھے ان کا مجھے کس قدر صدمہ ہوا میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔

شاریہ! تم میری زندگی کی ساتھی ہو۔ میری زیرت کی پوچی ہو اگر حالات اور وقت نے جھیس آپاچ کر دیا ہے تو اس سے اس رشتے میں تو کوئی فرق نہیں پڑتا جو میرے اور تمہارے درمیان ہے۔ اس محبت و چاہت اور حقیقت اور ارادت میں ہال برابر فرق نہیں آتا جو ہم دونوں کے بیچ میں ہے پھر تم نے کیسے بڑی آسانی سے یہ الفاظ ادا کر دیئے کہ میں اپنی خدمت کے لئے کسی دوسری لڑکی سے شادی کر لوں۔

شاریہ بیوی شوہر کی خدمت کے لئے وقف نہیں ہوتی اس کی زندگی کی ساتھی ہوتی ہے گھر کو چلانے میں دونوں میاں بیوی کو یکساں کردار ادا کرنا چاہئے جو حالات تم پر بیٹے ہیں اگر وہ مجھ پر بیٹے تو میں جانتا ہوں کہ تم مجھے کبھی بھی چھوڑ کر نہ جاتی۔“ سوالیہ سے انداز میں اسٹیل نے جب شاریہ کی طرف دیکھا تو شاریہ نے فوراً نفی میں گردن ہلا دی اس پر مسکراتے ہوئے اسٹیل کہنے لگا۔

”اگر یہ بات ہے تو جو الفاظ تم نے کہے ہیں پہلے ان پر معذرت کرو اس کے بعد میں محفل کو آگے بڑھاؤں گا۔“ شاریہ نے اس پر مسکراتے ہوئے معذرت کر لی اس پر کسی قدر پرسکون انداز میں اسٹیل کہہ رہا تھا۔

”شاریہ تم زندگی میں اکیلی نہیں ہو میں تمہارے ساتھ ہوں جو کام تم پہلے کرتی تھی وہ میں کر سکتا ہوں اگر بیوی شوہر کی خدمت کر سکتی ہے تو شوہر کو بھی اس کی خدمت کرنی چاہئے اس سلسلے میں جھیس پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے نہ تمہارے ہنر نہ تمہارے کب نہ تمہاری کسی ریاضت میں کمی آئی ہے ہم دونوں کا رشتہ پہلے جیسا قائم رہے گا اور زندگی بھی پہلے ہی کی طرح رواں دواں رہے گی اس میں کوئی فرق نہیں آئے گا اب تم میرے ساتھ وعدہ کرو کہ کبھی اپنے آپ کو کسر نفسی کا شکار کر دو گی نہ اس موضوع پر آئندہ مجھ سے محفل کو رو کی۔“ مسکراتے ہوئے جب شاریہ نے وعدہ کیا تب اسٹیل بھی مسکرایا کہنے لگا۔

”میں ابراہیم کو لے کر تھوڑی دیر تک لشکر گاہ میں جاؤں گا لشکر کو تیاری کا حکم دوں گا میں چاہتا ہوں کہ کل یہاں سے ہم جزیرہ اور قسریں کی طرف روانہ ہو جائیں میری ایک اور بھی خواہش ہے جب تک میں ان مہموں میں مصروف ہوں تم میرے ساتھ رہو گی میں تمہیں گھر

نہیں بھیجوں گا اس لیے کہ گھر والے تمہاری حالت دیکھ کر پریشان ہوں گے میں جب بھی لوٹا جھیس اپنے ساتھ لے کے جاؤں گا تا کہ تمہاری وجہ سے گھر کے تبدیل ہونے والے حالات پر میں قابو پاسکوں اب تم بیٹھو میں لشکر گاہ میں جاتا ہوں زیادہ دیر نہیں لگاؤں گا بہت جلد لوٹوں گا۔“

شاریہ نے جب اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے اسے جانے کی اجازت دے دی تب اسٹیل وہاں سے نکل گیا تھا اگلے روز اسٹیل اپنے لشکر کے ساتھ پاکو شہر سے الجزیرہ اور قسریں کی سرحدی پٹی کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

ہارون الرشید کے لئے جہاں مختلف صوبوں میں بغاوت و سرکشی کی پریشانی ابھی تھی اور اندرونی طور پر وہ اپنے دونوں بیٹے امین الرشید اور مامون الرشید کے درمیان، نفرت بیزاری اور بڑھتی ہوئی عداوت کا سامنا کر رہا تھا وہاں اس کے لئے ایک اور مصیبت اٹھ کھڑی ہوئی وہ یہ کہ رومنوں کے شہنشاہ نسی فورس کی طرف سے جہاں عسکرین اور الجزیرہ کی سرحدوں پر مسلمانوں کے علاقوں پر حملے شروع ہو چکے تھے ان سرحدوں پر نسی فورس کا ایک بہت بڑا لشکر جمع ہو چکا تھا چھوٹے چھوٹے لشکر مختلف سمتوں میں پھیلے ہوئے تھے وہاں قبرص کی طرف سے بھی رومن اٹھے اور بحر ہیزے کے ذریعے انہوں نے مسلمانوں کے ساحلی شہروں کو اپنا بھٹا بنا شروع کر دیا تھا۔ ہارون ان دنوں اشد شہر میں قیام کئے ہوئے تھا۔ لیکن ان ساری پریشانیوں کے باوجود ہارون الرشید نے ہمت نہیں ہاری اس نے قبرص کی طرف سے حملہ اور رومنوں کا سد باب کرنے کے لئے اپنے امیر البحر حید بن مایوب کو مقرر کیا مسلمانوں کی جو کشتیاں شام اور مصر کے ساحل پر کھڑی تھیں ابن مایوب انہیں حرکت میں لایا اور جزیرہ قبرص پر انتہائی خوف ناک اعزاز میں اس نے حملہ کیا۔ پہلے سمندر کے اندر ایک ہولناک جنگ ہوئی جس میں مسلمان امیر البحر حید ابن مایوب نے قبرص کے ہیڑے کو سمندر کے اندر ڈبو کے رکھ دیا۔ اس کے بعد ابن مایوب قبرص کے ساحل پر اترا خشکی پر بھی قبرص کے رومنوں کے ساتھ المناک جنگ ہوئی اس جنگ میں ابن مایوب نے رومنوں کو ذلت آمیز شکست دی اور قبرص کے اندر جس قدر مضبوط اور مستحکم قلعے تھے انہیں ابن مایوب نے منہدم کر کے آگ لگا دی اور وہاں کا سارا مال و اسباب خوب لوٹا۔

مورخین کہتے ہیں کہ ابن مایوب نے قبرص پر حملے کے دوران لگ بھگ ستر ہزار نصرانیوں کو گرفتار کیا اور انہیں رافقہ میں جا کر فروخت کر ڈالا قبرص کے اندر جو نصرانیوں کا جو استقف تھا اس نے دو ہزار دینار دے کر مسلمانوں کی قید سے رہائی پائی۔ ہارون الرشید کے ان کارناموں کے پیش نظر بلا تامل کہا جاسکتا ہے کہ اس نے تنہا

اپنی حکومت کو بغیر براکہ کی مدد اور اعانت کے مستحکم کیا اور اسے نہایت بلند مقام پر سرفراز کیا۔ اس نے محض اپنے دست بازو کی مدد سے وہ مقام اور مرتبہ تاریخ میں حاصل کیا جو دوسرے بڑے بڑے کشور کشاؤں اور فرمانرواؤں کو نصیب نہ ہوا۔ اگر مشیت الہی اور قضاء قدر کا فیصلہ کچھ اور ہوتا اور اس مسلسل جہد اور سعی اور سرگرمی نے اس کی عمر مختصر نہ کر دی ہوتی تو بلاشبہ اس کی شان اور زیادہ رفیع و اعلیٰ ہوتی۔

کچھ لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ براکہ کے بغیر وہ محض بیچ تھا۔ یا یہ کہ براکہ کے بعد اس کی حکومت مکمل بہ زوال ہو گئی تھی۔ یا بعض دوسرے ماہرین کا یہ قول کہ اس نے جو کچھ شہرت اور وقعت حاصل کی وہ صرف خوش بختی کا نتیجہ تھی تو یہ سب کم علمی اور بے سرو پا باتیں ہیں۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ براکہ کے بعد نظام مملکت میں کچھ رخنہ سا پڑ گیا تھا لیکن یہ ایک بالکل طبعی بات تھی جو زبردست سیاسی انقلاب رونما ہوا تھا اس کے بعد یہ باتیں خلاف توقع قرار دی جاسکتی ہیں نہ ان پر حیرت بجا ہے۔

اس لئے کہ براکہ جو ہر شعبہ زندگی میں چھائے ہوئے تھے ان سے نہایت حاصل کرنے کے لئے ان کا قتل اور ہلاکت بربادی اور اپنے اقتدار اعلیٰ کو ان کو لجور سے ہٹانے سے کوشش کے بعد یہ ہونا ہی تھا۔

اور پھر یہ بات بھی فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ صورت احوال صرف انہی چند امور تک محدود نہ تھی۔ اس کے کچھ اور پہلو بھی تھے نیز یہ کہ براکہ کی ہلاکت اور بربادی کے بعد اس نے دشواریوں راستے کے چٹروں اور طرح طرح کے ناقابل تصور پریشانیوں کے باوجود داخلی امن و امان بحال کرنے میں غیر معمول کا سیاسی حاصل کی۔

اور سب سے عظیم و جلیل بات یہ کہ اس نے خلافت کو ایرانی اثر و نفوذ سے آزاد کر کے یکسر اور خالص عربی بنا دیا اور ان کاموں سے فارغ ہو کر اس نے باقی مائید ہرائیوں کزوریوں اور قصائص کو دور کرنا شروع کر دیا تھا جنہوں نے دیکھ کی طرح حکومت کے نظم و نسق اور استحکام کو چاٹنا شروع کر دیا تھا۔

✽.....✽

اطھیل بن قاسم نے آرمینیا کی سرزمینوں سے کوچ کرنے کے بعد بڑی تیزی سے الجزیرہ اور عسکرین کے سرحدی علاقوں کی طرف کوچ کیا تھا شاریہ مکمل طور پر تندرست ہو گئی تھی اس کے ساتھ سوار ہو کر گھوڑے پر سڑ کر رہی تھی لشکر کے اندر وہ ساری عورتیں جو اس کے لشکر میں بغداد سے روانہ ہوئی تھیں وہ ساری کی ساری لشکر میں شامل تھیں۔

اسلیم اپنے لشکر کے ساتھ ابھی سرحدی علاقے سے دور ہی تھا کہ اس کی مدد کے لئے بغداد سے آنے والے لشکر کے سالار کے کچھ قاصد اس کے پاس پہنچے اور انہوں نے اس سالار کا یہ پیغام اسلیم بن قاسم کو دیا کہ اسلیم آگے بڑھ کر نئی فورس کے لشکر سے ٹکرا جائے۔ اور یہ کہ بغداد سے آنے والا سالار قریب ہی گھات لگا چکا ہو گا اور کسی خاص وقت پر وہ اپنی گھات سے نکل کر رومنوں کے لشکر پر ٹوٹ پڑے گا اور اپنی فتح کو یقینی بنانے کی کوشش کرے گا۔

یہ خبر یقیناً اسلیم کے لئے حوصلہ افزا تھی لہذا وہ قاصد جو بغداد سے آنے والے سالار کی طرف آئے تھے ان کی راہنمائی میں بڑی تیزی سے اس سمت بڑھا جہاں سرحدی علاقوں کے ایک خاص مقام پر نئی فورس کی عسکری طاقت جمع ہو رہی تھی۔ اس سے پہلے نئی فورس کے لشکر کے چھوٹے چھوٹے گروہ سرحدی علاقوں میں پھیل کر مسلمانوں کے علاقوں میں تباہی و بربادی اور پامالی کا کھیل کھیل رہے تھے لیکن جب انہوں نے سنا کہ ہارون الرشید کا ایک سالار ان کا قلع قمع کرنے کے لئے اپنے لشکر کے ساتھ آرمینیا سے کوچ کر چکا ہے تب ان سارے چھوٹے چھوٹے لشکریوں نے ایک جگہ جمع ہو کر ایک بڑے اور جراتور لشکر کی صورت اختیار کرنا شروع کر دی تھی۔

اسلیم اب بڑی تیزی سے اپنے راہنماؤں کے ساتھ اس سمت بڑھا جہاں رومن جمع اور اکٹھے ہو رہے تھے اس دوران امراہیم بھی بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا اور وہ ان عوامل اور ان سازشوں پر گرفت کرنے اور انہیں مٹانے کے لئے بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا جنہوں نے شادی پر حملہ آور ہو کر اسے اپنا بیٹا اور مظلوم بنانے کا رکھ دیا تھا۔

رومنوں کے لشکر کے سامنے جاتے ہی اسلیم نے اپنے لشکر کی ترتیب درست کرنا شروع کر دی تھی شاید وہ وہاں پہنچے ہی رومنوں سے ٹکرانے کازم کر چکا تھا دوسری جانب رومن بھی جوابی کارروائی کرنے اور اپنے رد عمل کا اظہار کرنے کے لئے بڑی تیزی سے اپنے آپ کو استوار کرنے لگے تھے۔

دونوں لشکر جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے جب تیار ہو گئے تب حملہ آور ہونے کی پہل خود اسلیم نے کی اور وہ رومنوں پر لہو میں زنگ کی دھار دینے والی بے جہت اڑتوں زہریلے دھاگوں سے کفن ہفتی دشت در دشت اڑتی بے ہاکی، ہم بہیم کی راہی قطرے قطرے سے اٹھتی طوفانوں کی کم شدہ وقت کی دیرانوں ورق ورق کی تحریروں کو بے ثبات کر کے لہو کو بخند کر دینے والے برقانی طوفانوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

رومنوں نے بھی جوابی کارروائی کی اور وہ بھی شرابی فضاؤں میں اٹھتی آتش عصیان من و تو کی تفریق پیدا کرتے تعصب کے ہیولوں اجالوں کے رسول چہرہ پر غم و طغیانیاں بکھیر دینے والی شرر برساتی آنکھوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

رومنوں کو امید تھی کہ وہ تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد ہی مسلمانوں کو پسپا ہونے اور ہزیمت اٹھانے پر مجبور کر دیں گے اس لیے کہ وہ تعداد میں زیادہ تھے لیکن تھوڑی ہی دیر کی جنگ کے بعد ان کے یہ سارے اندازے سارے ارادے اور سارے دلوں بھاگ کی صورت اختیار کرنے لگے اس لیے کہ اچانک ایک سمت سے بغداد سے آنے والا لشکر رومنوں پر پیاسے صحرا اور بے کراں دشت میں کسی بھی دامن کسی بھی جھولی میں جہت و منزل اور سمت و چارے کی کوئی رقی نہ رہنے دینے والے غلوں کے اٹھنے لگے بلخیز اندھیاد کی طرح حملہ آور ہوا تھا بغداد سے آنے والے اس لشکر نے دلوں کی زمین کو رومہ کر روموں کے ذروں کو پامال کرتے ہوئے وقت کے بدترین اور مسلسل کرب کی طرح رومنوں پر وارد ہونا شروع کر دیا تھا۔ میدانوں میں یوں دلوں لشکروں کے ٹکرانے سے موت خانہ بدوشوں کے غبار، رواں کارواؤں کی گرد، تعصب کی سرسراہٹ کی خرابانی جذبات کو جلادی۔ رگ رگ چھٹی صلیب زخموں کی تحریک آنکھوں کی شناسا، طوفانوں کی محرم بن کر چاروں طرف ہیولوں اور دھوکے کی طرح پھیلنے لگی تھی۔ میدان جنگ کے اندر چمکیز خان کی وحشت تیمور کی خوں خواری ہلاکت کی ہلاکت خیزی بھڑکتے خور کی طرح اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

وہ رومن جو شروع میں یہ اندازہ لگا رہے تھے کہ مسلمان تعداد میں کم ہونے کے باعث زیادہ دیر تک ان کے سامنے ٹھہر نہ سکیں گے وہ اب دیکھ رہے تھے کہ مسلمانوں کے سالاران کے لشکر میں تھناؤں کے سمندر میں بہاروں کے نوخیز گداز کی تروتازگی قطرے کو بحر، موج کو سمندر کے گرد دشت شر کو جولا کھی میں تبدیل کر دینے والا ایک عسکر انگیز اسلوب ہوا تھا۔

مسلمانوں کے ان بے باکانہ اور جان لیوا حملوں کے سامنے اب رومنوں کی حالت بڑی تیزی سے کئی شاخوں کے قصوں زخم خروہ زہانوں ریزہ ریزہ شیشہ جاں، ٹکڑے ٹکڑے قرعہ دل اور فطرت کے بے رنگے پن سے بھی زیادہ بری ہونا شروع ہو چکی تھی یہاں تک کہ انہوں نے اپنی شکست اور ہزیمت تسلیم کی اور میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

اسلیم بن قاسم اور دوسرے سارے مسلمان سالاروں نے بھاگتے رومنوں کا تعاقب نہ جولاں دریاؤں کے اضطراب سیال آتش پھیلائی مشطوں کی بے تابی اور شب کے خورہ کو پامال کرتی شفق و برق کی انگڑائیں کی طرح کیا تھا۔

یہ تعاقب دور تک جاری رہا اور دونوں کے لشکر کا قتل عام کر کے ان کی تعداد اس قدر کم کر دی گئی کہ آنے والے دنوں میں مسلمانوں کے لئے کسی خطرے اور اندیشے کا باعث نہ بن سکتے تھے۔

اس طرح ہارون الرشید کے دور میں دونوں کے شہنشاہ فی فورس کی عسکری طاقت کو مکمل طور پر کھل کے رکھ دیا گیا تھا اس نے آرمینیا کے امیر بغدادی کھڑی کرانے کی کوشش کی تھی جنہیں سرگردا گیا اس نے قبرس کے محاذ پر مسلمانوں کو ہزیمت اٹھانے پر مجبور کرنا چاہا لیکن اللہ وہ قبرس کی سرزمینوں سے ہی محروم ہو گیا۔ اس نے الجزائرہ اور عسمرین کے سرحدی علاقوں پر حملہ آور ہو کر اپنے لیے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن جس لشکر کو اس نے اس محاذ پر بھیجا تھا اس کا قلع قمع کر کے رکھ دیا گیا تھا اس طرح عسکری لحاظ سے ہارون الرشید نے مقابلے میں دونوں کے شہنشاہ فی فورس کی کرد وڑ کے رکھ دی گئی تھی۔

تاہم ہارون الرشید نے اسٹیل بن قاسم کو اپنے لشکر کے ساتھ اقطاع کے طور پر وہیں قیام اور پاداش کرنے کا حکم جاری کر دیا تھا۔

ایک روز عتاب اپنے خیمے میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی خیمے میں ابراہیم داخل ہوا اسے دیکھتے ہی عتاب اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور لیوں پر پرکشش مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے ابراہیم کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

عتاب نے دیکھا اس موقع پر ابراہیم انتہائی سنجیدہ بلکہ کسی قدر غصے کی حالت میں تھا عتاب کے قریب آ کر اس نے اپنے لباس کے اندر سے ایک صلیب نکالی پھر وہ صلیب اس نے عتاب کے سامنے لہرائی اور کسی قدر غفلت کا اعہار کرتے ہوئے پوچھنے لگا۔

”کیا تم اس صلیب کو پہچانتی ہو۔“ لہجہ کے لیے عتاب نے ذومعنی انداز میں ابراہیم کی طرف دیکھا پھر وہ کہنے لگی۔

”یہ صلیب گزشتہ کئی ہفتوں سے میرے سامان سے غائب ہے۔ اور میں اسے تلاش کر رہی تھی لیکن مجھے ملی نہیں آپ کے ہاتھ کیسے لگی۔“ غفلت کے انداز میں ابراہیم نے عتاب کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”تم فی الحال اس معاملے کو بھول جاؤ کہ یہ صلیب میرے ہاتھ کیسے لگی پہلے یہ بتاؤ کہ اس صلیب پر جو نشان بنا ہوا ہے اور نیچے جو تحریر ہے اس کا کیا مقصد اس کا کس سے تعلق ہے۔“ ابراہیم کے اس انکشاف پر عتاب مزید غور مند ہو گئی تھی کہنے لگی۔

”یہ نشان دونوں کی ایک خاص تحریک کا ہے اور اس کے نیچے جو تحریر لکھی ہے وہ اس تحریک کا نام ہے۔“

”کیا یہ تحریک قاتلوں اور پیشہ ور ظلم کرنے والوں کی ہے۔“ انتہائی غضبناکی میں عتاب کی طرف دیکھتے ہوئے ابراہیم نے پوچھ لیا۔ عتاب بھر بول اٹھی۔

”آپ کا کہنا درست ہے یقیناً یہ تحریک ایسے ہی لوگوں کی تھی جس میں جانتی ہوں آپ مزید کیا پوچھیں گے لہذا میں خود ہی تفصیل بتا دیتی ہوں میں دونوں کے لشکر میں شامل تھی اور میرا تعلق اسی تحریک سے تھا اس تحریک کے ہر فرد کے پاس ایسی ہی صلیب ہوتی تھی اور یہ صلیب تحریک کے ارباب اختیار میں کیا کرتے تھے جب میں جنگ کے دوران گرفتار ہوئی بغداد لائی گئی اس وقت تک میں اس تحریک کی ایک فرد تھی لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد میں اپنا رخ اپنی جہت تبدیل کر چکی ہوں اب اس تحریک سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے تاہم یہ صلیب چونکہ سونے کی ہے اس بنا پر اسے میں نے اپنے پاس محفوظ کر لیا تھا۔“ جواب میں ابراہیم نے کچھ سوچا پھر دوبارہ اس نے پوچھا۔

”کیا تم کسی ایسے شخص کو جانتی ہو جس کا نام رزقا ہو اور وہ خفیہ طور پر تحریری کارروائیاں کرنے کے لئے ہمارے لشکر میں شامل ہوا ہو بظاہر مسلمان ہو لیکن حقیقت میں نصرانی ہو۔“ عتاب مزید غور مند ہو گئی چہرہ اس کا پیلا ہو گیا تھا کہنے لگی۔

”میں جانتی ہوں آپ مجھے کدھر کھینٹ کر لے جا رہے ہیں میں اس شخص کو جانتی ہوں کچ بولوں کی انکار نہیں کروں گی اس سلسلے میں آپ میری گردن ہی کیوں نہ کاٹ دیں۔“ ابراہیم نے اپنے لباس کے اندر سے تین مزید صلیبیں نکالیں پھر کہنے لگا۔

”یہ وہ صلیبیں ہیں جو ان مرنے والوں کے گلوں سے میں نے اتاری تھیں وہ میری بہن شاریہ پر حملہ آور ہوئے تھے اور اسے مفلوج، اپاہج اور بے بس بنا دیا تھا جو صلیب تمہارے پاس تھی اسے میں نے بہت پہلے سے دیکھ رکھا تھا میں نے ان مرنے والوں کے گلے سے صلیبیں اس لیے اتاری تھیں کہ وہ صلیبیں اس صلیب سے ملتی تھیں جو تمہارے پاس تھی اس بنا پر مجھے اس وقت تو یہ شک تھا کہ ان صلیبوں کے حوالے سے ان سے تعلق ہے اب تم نے خود ہی تسلیم کر لیا ہے کہ تمہارا تعلق ایک تحریک سے تھا اور جو لوگ میری بہن شاریہ پر حملہ آور ہوئے وہ بھی اسی تحریک سے تعلق رکھتے تھے۔

جہاں تک لشکر میں شامل شخص کا تعلق ہے تو اس کا بھی مرنے والوں سے رابطہ تھا اسی کے رابطے سے انہوں نے میری بہن شاریہ کو اٹھا کر قلعہ لے جانا چاہا لیکن بھلا ہو لشکر

میں شامل عورتوں کا کردہ ان پر حملہ آور ہوئیں انہیں تینوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور شاریہ کو اغواء ہونے سے بچالیا اب میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ کیا تم اس بات کو تسلیم کرتی ہو کہ تمہارے کہنے پر تم سے رابطہ کرنے کے بعد مرنے والے تینوں میرے بھائی کے خیمے میں داخل ہوئے اور انہوں نے میری بہن شاریہ کو افشا کر لے جانے کی ہمت جرات اور کوشش کی۔"

ساتھ ہی ایک جھکے کے ساتھ ابراہیم نے اپنی کوار نکالی اور کوار کی نوک اس نے عتابہ کی گردن پر رکھ دی تھی۔ عتابہ ہکلا نے لگی تھی کچھ نہ کہہ سکی لگتا تھا اس کا نطق اس سے جھین لیا گیا ہو جو الفاظ وہ ادا کرنا چاہتی تھی وہ اس کے مکتوم میں ڈوب کے رہ گئے تھے۔

اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے ابراہیم جھکسانہ اعزاز میں بول اٹھا۔ "میرے آگے لگو بھائی کے خیمے میں چلو بھائی اور شاریہ دونوں اس وقت خیمے میں موجود ہیں تمہارا معاملہ میں ان کے سامنے ہی اختتام کو پہنچاؤں گا۔" عتابہ چپ چاپ اس کے آگے ہوئی جب وہ خیمے سے باہر نکلی تو اس نے دیکھا کہ خیمے کے باہر دو جوان کھڑے تھے اور ان کے پاؤں کے قریب ایک لوجوان ری میں بندھا ہوا پڑا تھا۔

باہر نکل کر ان دو جوانوں کو ابراہیم نے اس بندے سے ہوئے جوان کو افشا کر اپنے پیچھے لانے کیلئے کہا۔

عتابہ کو اپنے آگے آگے ہانکا ہوا ابراہیم اپنے بھائی اسماعیل کے خیمے کی طرف بڑھا وہ دونوں لوجوان رسیوں میں بندھے ہوئے خیمے کو افشا کر اس کے پیچھے پیچھے چل دیئے تھے۔

ابراہیم سب کے ساتھ خیمے میں داخل ہوا اس کو دیکھتے ہی اسماعیل چونک کر کھڑا ہو گیا تھا۔ بیساکھی کا سہارا لیتے ہوئے شاریہ بھی کھڑی ہو گئی تھی ابراہیم کے کہنے پر دونوں لوجوانوں نے مڑی سے بندھے ہوئے لوجوان کو خیمے کے اندر ڈال دیا پھر ابراہیم کے کہنے پر وہ دونوں باہر نکل گئے۔

ان دونوں کے جانے کے بعد بڑی ناپسندیدگی اور غنکلی میں ابراہیم کی طرف دیکھتے ہوئے اسماعیل کہنے لگا۔

"ابراہیم یہ کیا حماقت ہے تم نے کیوں اپنی کوار کی نوک عتابہ کی گردن پر رکھی ہے اور یہ شخص جو تم ری میں پانچھ کے لائے ہو یہ کون ہے۔" ابراہیم خسمے میں کہنے لگا۔

"بھائی اس موقع پر آپ کسی قسم کی نرمی کا کام نہ لیجئے گا یہ عتابہ جو میری بیوی ہے مجی میری بہن کو نقصان پہنچانے میں برابر کی شریک ہے۔ یہ جو شخص ری میں بندھا ہوا ہے اس

کا نام رفزا ہے یہ بظاہر مسلمان ہے لیکن حقیقت میں نصرانی ہے۔ اپنا آپ بدل کر ہمارے لشکر میں شامل ہو گیا تھا اسی سے میری بہن پر حملہ آور ہونے کے لئے رابطہ قائم کیا اور اسی کے رابطے کے ذریعے انہوں نے بہن کو افشا کر قسطنطنیہ لے جانا چاہا خدا کا لشکر کر ان کی اس کوشش کو ناکام بنا دیا گیا اور ساری کارروائی میں میری بیوی عتابہ بھی شریک ہے لہذا یہ شخص جو رسیوں میں جکڑا ہوا ہے اور عتابہ دونوں واجب القتل ہیں میں ان دونوں کو مجرم کی حیثیت سے آپ کے پاس لایا ہوں اور تھوڑی دیر بعد دونوں کو خیمے سے باہر نکال کر دونوں کی گردنیں کاٹوں گا۔" اسماعیل چند قدم آگے بڑھا پھر ابراہیم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ابراہیم پہلے عتابہ کی گردن سے کوار ہٹاؤ تم مطمئن اور پرسکون رہو یہ شخص جو رسیوں میں بندھا ہوا ہے اس کی رسیاں بھی کھول دو بھائے گا نہیں بھائے گا تو اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔" اسماعیل کے کہنے پر ابراہیم نے عتابہ کی گردن سے کوار ہٹا لی فرش پر پڑے ہوئے شخص کی رسیاں بھی کھول دیں اور اسے کھڑا ہونے کے لئے کہا وہ چپ چاپ دونوں بھائیوں کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اسماعیل نے پہلے عتابہ کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کیا۔

"عتابہ میری بہن تیرے ساتھ جو میرا رشتہ ہے وہ بڑا عزیز اور محترم ہے دیکھ میری بہن جو کچھ ہواج جج کہہ دے اس لیے کہ مجھے اپنی بیوی کے اس طرح واغدار اور بے بس ہونے کا بے حد دکھ اور صدمہ ہے۔" اس پر عتابہ کہنے لگی۔

"بھائی روئو نے ایک خاص تحریک بنائی تھی اس تحریک کا کام مسلمانوں کے اندر انتشار و فتنہ پھیلانا اور تحریک کا ری پھیلاؤ تھا کبھی میں اس تحریک کی باقاعدہ ایک اکائی تھی جنگ میں گرفتار ہونے اور بغداد میں داخل ہونے کے بعد میں اس تحریک میں شامل تھی اس تحریک کے ہر فرد کو ایک خاص قسم کی صلیب مہیا کی جاتی تھی جو میرے پاس بھی تھی اور وہ صلیب اس وقت میرے شوہر ابراہیم کے پاس ہے لیکن خدا گواہے اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے اس تحریک سے اپنا کوئی تعلق اور واسطہ نہ رکھا تھا۔

یہ جو خیمے میں شخص ہے یہ اسی تحریک کا ایک فرد ہے اس نے مجھ سے رابطہ قائم کیا یہ کیسے اور کس طرح آپ کے لشکر میں شامل ہو گیا یہ میں نہیں جانتی اس نے مجھے اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ میں شاریہ کو لشکر گاہ سے اٹھانے میں اس کی مدد کروں۔

اس شخص سے پوچھ لیں میں نے صاف طور پر انکار کر دیا اس نے تین چار بار مجھ سے رابطہ قائم کیا بار بار میں نے انکار کر دیا اور میں نے یہی کہا کہ اب میرا اس تحریک سے کوئی تعلق نہیں شاریہ میری بہن ہے اور میں اپنی بہن کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

آخر میں مجھے اس نے دھمکی دی کہ اس تحریک کے لوگ بڑے دراز دست ہیں اگر تم نے تعاون نہ کیا تو خفیہ طور پر تمہیں قتل کر دیا جائے گا اس نے یہ بھی دھمکی دی کہ اگر میں نے ان کی اس مہم کا انکشاف اپنے شوہر یا آپ پر کیا تب بھی میں ان کے ہاتھوں سے قتل ہونے سے بچ نہ سکوں گی بھائی خدا گواہ ہے کہ میں ان کے رابطے کی اطلاع آپ کو یا اپنے شوہر کو کرنا چاہتی تھی لیکن انہوں نے مجھے ایسی دھمکیاں دیں کہ میں خاموش رہی پھر یہ میری بہن پر حملہ آور ہوئے جب یہ شاریہ کو نکال کر لے جانا چاہتے تھے تو لشکر کی دوسری عورتوں سے پوچھ لیں سب سے پہلے میں نے ہی شور مچایا کہ میری بہن شاریہ کو اٹھا کر لے جا رہے ہیں اگر میں ان کے ساتھ ٹلی ہوئی ہوتی تو جو بھی شاریہ کو خیمے سے لے کر نکلے میں شور نہ کرتی اگر آپ کو میری بات پر اعتبار نہ ہو تو سامنے شاریہ کھڑی ہے اس سے پوچھ لیں میں نے اپنے ماضی کی حقیقت بھی شاریہ سے کہہ دی تھی۔" عتابہ جب خاموش ہوئی تب شاریہ ابراہیم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"ابراہیم میرے بھائی جو کچھ عتابہ کہہ رہی ہے درست ہے اس نے بہت ہنسنے پہلے مجھ پر انکشاف کر دیا تھا کہ اس کا تعلق اس تحریک سے رہا تھا لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد اس نے ان سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں رکھا دیکھو اگر اس کی نیت بری ہوتی تو یہ مجھ پر کسی ظاہر نہ کرتی کہ اس کا تعلق اس تحریک سے رہا ہے اور جب وہ لوگ مجھے اٹھا کے خیمے سے باہر نکال رہے تھے لے جانا چاہتے تھے تو یہ بھی درست ہے سب سے پہلے مجھے بچانے کے لئے عتابہ ہی نے شور مچایا تھا اس کے شور کرنے پر ہی لشکر کی عورتیں باہر نکل آئیں ان تینوں مسلح جوانوں پر حملہ آور ہوئیں اور انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جب میری ٹانگ کٹ گئی تو سب سے پہلے میری مدد کے لئے عتابہ ہی آئی جلدی جلدی اپنا لباس بھاڑ کر اس نے میری کٹی ہوئی ٹانگ کے زخم پر بانڈھا اور میرا خون بند کر دیا اگر یہ ایسا نہ کرتی تو میں بچ نہ سکتی تھی۔" شاریہ جب خاموش ہوئی تب بے پناہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے ابراہیم کہنے لگا۔

"حالات کچھ بھی ہوں اس کا تعلق ہمارے دشمنوں سے تھا یہ جو شخص کھڑا ہے میں اس کی گردن کاٹوں گا اور جس طرح میری بہن کی ٹانگ کٹی ہے اس طرح میں اس عتابہ کی ٹانگ بھی کاٹوں گا اور اسے طلاق دے کر فارغ کر دوں گا میں اسے اپنی بیوی کی حیثیت سے اپنے ساتھ نہیں رکھوں گا یہ جہاں چاہے چلی جائے۔" ابراہیم جب خاموش ہوا تب انتہائی بے بسی اور لاچارگی میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے عتابہ کہنے لگی۔

"آپ بے شک میری ٹانگ کاٹ دیں یہی کھڑے کھڑے میری ٹانگیں کاٹیں میں

اف نہیں کروں گی لیکن میں آپ کی منت کرتی ہوں اور آپ سے اتنا اس اور گزارش کرتی ہوں کہ مجھے طلاق نہ دیجئے گا میں آپ کی بیوی کی حیثیت سے آپ کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں کہیں جانا نہیں چاہتی بے شک ٹانگ کاٹ لیں میں ایک اپانچ لڑکی کی حیثیت سے بھی آپ کے ساتھ رہنا پسند کر لوں گی۔" عتابہ جب خاموش ہوئی تب ابراہیم کی طرف دیکھتے ہوئے اطمینان بول اٹھا۔

"ابراہیم میرے بھائی ان دونوں پر تم اپنا ہی فیصلہ مسلط کرنا چاہتے ہو یا کسی اور کی بات بھی مانو گے۔" ابراہیم نے بڑے غور سے اطمینان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"میرے بھائی میں آپ کو ان دونوں کا منصف حلیم کرتا ہوں پر ایک بات یاد رکھئے گا آنکھ کے بدلے آنکھ ناک کے بدلے ناک ہاتھ کے بدلے ہاتھ اور ٹانگ کے بدلے ٹانگ اس فیصلے کی بنیاد ہونی چاہئے۔" جواب میں اطمینان مسکرایا پھر دوبارہ ابراہیم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ابراہیم اس معاملے کا انصاف نہ تم کرو نہ میں نقصان شاریہ کا ہوا ہے تم نے مجھے منصف مقرر کیا میں شاریہ کو منصف مقرر کرتا ہوں جو فیصلہ یہ کرے وہ ہم دونوں بھائیوں کے لئے قابل قبول ہونا چاہئے۔" ابراہیم نے مسکرا کر شاریہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"جو فیصلہ میری بہن کرے آخری ہو گا۔" جواب میں شاریہ نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

"ابراہیم میرے بھائی اگر آپ دونوں فیصلہ مجھ پر چھوڑتے ہیں اور میرے شوہر بھی مجھ پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہیں تو پھر میرا فیصلہ یہ ہے کہ اس شخص کو جو کہ دھوکہ دہی سے ہمارے لشکر میں شامل ہوا قتل کر دیا جائے۔ رہا سوال عتابہ کا تو اسے معاف کر دیا جائے اس لیے کہ معاف کرنا اسلام کا ایک بہت بڑا بنیادی اصول ہے۔" شاریہ کے ان الفاظ پر اطمینان مسکرا رہا تھا پھر اس نے بھی ابراہیم کو مخاطب کیا۔

"ابراہیم جو فیصلہ شاریہ نے کیا ہے خدا کی قسم یہ وہی فیصلہ ہے جو میں کرنا چاہتا تھا اس شخص کو باہر لے جا کر قتل کرنے سے پہلے آگے بڑھو ہم دونوں کی موجودگی میں ایک محبت کرنے والی بیوی کی حیثیت سے عتابہ کو گلے لگاؤ۔" اس موقع پر عتابہ کے چہرے پر مسکراہٹ تھی ابراہیم آگے بڑھا عتابہ کو گلے لگا کر اس کا گال تھپتھپایا پھر اطمینان کے کہنے پر اس شخص کا سر قلم کرنے کے لئے وہ اسے خیمے سے باہر لے گیا تھا۔

ہارون الرشید بغداد شہر سے جانے کی تیاری کر رہا تھا رتہ شہر اس کا دوسرا دار الحکومت تھا رواںگی سے پہلے اس نے پہلے اپنے محل کے سارے حصوں کا جائزہ لیا یہ محل جو حریم خلافت کے مغربی حصہ میں میلوں تک پھیلا ہوا تھا اس کے اندر قصر القلند اور قصر الذہب دو محلوں کے علاوہ زبیدہ خاتون کا خاص محل قصر اسلام بھی واقع تھا ہارون الرشید انہی محلوں میں رہتا تھا اور ہر محل مختلف دائروں میں تقسیم تھا جس میں رشید کے بیٹے بنیاں مع خدام الگ الگ رہتے تھے جس طرح قسطنطنیہ میں قصر کے پاس بازار جامع مسجد اور مقامات تھے اور ان محلات کے دونوں طرف دریائے دجلہ رواں تھا اور کوئی محل باغ سے خالی نہ تھا باغ میں تنگ سرس کے حوض اور نوارے تھے۔

اس کے علاوہ قصر خلافت میں سات سو خلیجہ سرا اور دو ہزار سے زائد غلام تھے جو ایرانی روی اور یونانی تھے جن میں سے تین سو غلام سوڈانی تھے اور دو ہزار کنیریں مختلف شہروں کی تھیں یہ جملہ خدام نچلے طبقے میں رہتے تھے اور ہر ایک کے حجرے لمحاظ مدارج جدا گانہ تھے کنیروں میں جو خلیفہ کے شہستان میں جاسکتی تھیں وہ چار سے زیادہ نہ تھیں کسی غلام کا لباس سو دینار سے کم نہ تھا اور سال میں کئی بار انہیں لباس کے جوڑے ملنے تھے کنیروں کو رہنشی لباس کے ساتھ زیورات بھی مہیا ہوتے تھے اور حکم تھا کہ یہ ہر وقت رہنشی مکلف لباس اور بناؤ سنگار سے رہا کریں کنیروں کے جوڑے تین قسم کے تھے سادہ رنگین اور زرتار اور یہ لباس لوازمات حسن میں سب سے دل کش عنصر ہے۔

ان قسروں اور ایموانوں کی آرائش نہایت سلیقہ سے کی جاتی تھی نشست گاہ اور خواب گاہ کے کمروں میں طلائی نقش و نگار ہوتے تھے بڑے طاقتوں میں ایرانی رہنشی پردے لٹکائے جاتے تھے اور ان پر طلائی اور زرین تاروں سے اشعار بھی کاڑھے جاتے تھے یہ زرتار پردے پہلے عرب ہی میں تیار ہوا کرتے تھے۔

قصر کے اندر ہارون الرشید نے نوادرات بھی رکھے ہوئے تھے ان میں قدیم ظروف اٹھ اور کپڑے وغیرہ جمع تھے محل کے ایک کمرہ میں یہ لاشی سامان جمع تھا ایک صندوق میں

خلقائے راشدین اور بنو امیہ کی انگوٹھیاں اور مہر میں بھی محفوظ کی گئی تھیں۔ بہر حال اپنے محل کو اور اس کے اندر رکھی جانے والی ساری اشیاء کا جائزہ لینے کے بعد ہارون الرشید سے رتہ شہر پہنچا تھا۔ رتہ سے بغداد وہ ایک بے گناہ کو فرو کرنے کے سلسلے میں گیا تھا۔

اس بے گناہ کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ ایک شخص رافع بن لیث بن نصر خراسان کے آخری اموی گورنر نصر بن سید کا پوتا تھا بے گناہ کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ ایک شخص نام جس کا بھائی بن اشہد تھا وہ ہارون الرشید کے بڑے ہر دھڑیلا عیسویوں میں سے تھا اور خراسان میں رہتا تھا۔

اس نے اپنی بنت عم سے شادی کر لی جو حد درجہ حسین اور بے انتہا کی مال دار تھی لیکن زبان کی کڑوی اور مزاج کی کچھ سخت تھی بھائی بن اشہد اس کے ساتھ گزارا نہ کر سکا اور اسے سرحد میں اکیلی چھوڑ کر خود بغداد آ گیا اور یہاں کی گویا مستقل سکونت اختیار کر لی۔

جب بغداد میں اس کی اقامت کو ایک زمانہ گزر گیا تو اس کی بیوی کو سرحد میں اطلاع ملی کہ اس کا شوہر بغداد میں حسین اور طرح دار ہادیوں کے ساتھ داد و پیش دیتا ہے یہ سن کر وہ پھر بھائی بن اشہد بدستور بغداد میں پیش و آرام کی زندگی بسر کرتا رہا۔

آخر اس لڑکی نے طلاق کا مطالبہ کیا لیکن جواب انکار میں ملا اس نے اپنے بے وقاف شوہر سے صلح کے لئے بہت جتن کئے لیکن کامیاب نہ ہوئی وہ بڑی عینفہ اور مصمت تآب لڑکی تھی لیکن شوہر کی زیادتی کے سامنے بے بس تھی۔

ان واقعات کا علم جب رافع بن لیث کو ہوا تو اس کے دل میں مال و جمال سے لطف اعموز ہونے کی طبع پیدا ہوئی اس نے کسی ذریعہ سے اس عورت کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ شوہر سے گھونٹا کسی واحد صورت یہ ہے کہ مذہب تو حید چھوڑ کر شرک اختیار کرے اور اپنے اس ارتداد پر گواہ عادل بھی لائے اور ان کے سامنے اپنے نئے مسلک کا الفاظ واضح اعلان کر دے اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ مذہب شرک اختیار کرتے ہی یعنی مرتد ہونے کے فوراً بعد شرعی طور پر خود بخود طلاق واقع ہو جائے گی۔

طلاق واقع ہو جانے کے بعد صدق دل سے اسی وقت اور اپنی عارضی لغزش اور توبہ کر کے از سر نو اسلام قبول کرے اور اس کے بعد اسے یہ حق حاصل ہو گا کہ یہ جس سے چاہے شادی کرے۔

یہ بات اس عورت کی سمجھ میں آگئی اس نے ایسا ہی کیا بعد میں رافع نے اس سے بیار

اور محبت کی پیکیں بڑھانی شروع کر دیں آخر اس سے شادی کر لی۔

اس عورت کی شادی کرنے کی خبر جب یحییٰ بن اشہد کو بغداد میں ملی تو وہ حنظلہ گیارہ فوراً ہارون الرشید کی خدمت میں حاضر ہوا اور ساری کہانی اسے سنائی رشید اس عمل سے غصہ ہو کر بہت برہم ہوا اس نے حکم دیا کہ فوراً اس نئے جوڑے میں تفریق کرا دی جائے اور رافع پر زنا کی حد شرعی جاری کرتے ہوئے اسے کوڑے لگائے جائیں پھر گدھے پر بٹھا کر سارے شہر سرقہ میں گھمایا جائے اور اس کی تشہیر کی جائے تاکہ دوسرے لوگ اس سے عبرت حاصل کریں بعد ازاں رافع کو جیل میں ڈال دیا جائے۔

رشید کا حکم پا کر رافع پر زنا کی حد شرعی جاری کرتے ہوئے کوڑے لگائے گئے یہاں بھی میں تفریق کرا دی گئی اور اسے بیڑی جکڑ کر گدھے پر بٹھایا اور سارے شہر میں گھمایا پھر اسے ایک جگہ مقید کر دیا گیا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ زنا کا ارتکاب شادی شدہ شخص کرے تو اس کی سزا موت ہے اور اگر غیر شادی شدہ شخص کرے تو درے لگائے جائیں شرعی طور پر ہارون الرشید کا یہ فیصلہ اس عورت کے حق میں درست نہیں تھا یحییٰ بن اشہد کی بیوی نے مذہب شرک اختیار کر لیا تھا شرعی فیصلہ نیت پر نہیں بلکہ ظاہر پر ہوتا ہے چونکہ موئن اور شرک کا نکاح ناجائز ہے لہذا وہ یحییٰ کے حوالہ عقد سے نکل گئی تھی۔

اسی عورت کو ائمہ ادوی سزا علی چاہئے تھی لیکن مرتد کو فوراً سزا نہیں دی جاتی اپنے فیصلے پر نظر ثانی کا شرعی طور پر کافی اسے وقت دیا جاتا ہے اگر توبہ کرے تو پھر کوئی سزا نہیں ملتی اس عورت نے خود ہی توبہ کی اور دوبارہ اسلام قبول کر لیا لہذا اس کی سزا کا سوال ہی نہیں پیدا ہوا تھا۔

اور پھر یہ کہ رافع بن لیث نے جس وقت اس عورت سے شادی کی اس وقت وہ اپنے سابقہ شوہر کے حلقہ زوجیت سے شرک کے باعث باہر ہو چکی تھی توبہ کے بعد یحییٰ بن اشہد سے اگر صلح ہو جاتی تو بھی از سر نو اسے نکاح کرنا پڑتا شرک سے قتل کا نکاح جاری نہیں رہ سکتا لیکن شرعی طور پر اب وہ کسی کی بیوی نہیں تھی جس سے چاہتی شادی کر سکتی تھی چنانچہ اس نے رافع بن لیث سے شادی کر لی اور یہ نکاح بالکل جائز تھا اس جائز نکاح کو زنا قرار دینا یہاں بیوی میں تفریق کرنا شوہر پر زنا کی حد بندی کرنا گدھے پر بٹھا کر کوچہ بازار میں اس کی تشہیر کرنا اور پھر زعمان میں ڈال دینا ان میں سے کوئی بات بھی از روئے شرع اسلامی درست اور جائز نہیں تھی خلیفہ وقت کو بہت سے خصوصی اختیارات حاصل تھے لیکن وہ حلال کو

حرام اور حرام کو حلال نہیں کر سکتا تھا رافع کا نکاح بالکل جائز تھا اسے باطل قرار دینے کا حق خلیفہ کو تھا نہ کسی اور کو نا انسانی کی اس سزا کے بعد رافع بن لیث اپنے ساتھیوں اور دوستوں کے پاس گیا انہیں جمع کیا اور جس شخص نے اس کی سزا پر عمل کر دیا تھا اسے قتل کر دیا اور حکومت کے خلاف اس نے علم بغاوت کھڑا کر دیا۔

اب یو ی تیزی سے لوگ اس کے علم سے جمع ہوتا شروع ہو گئے اس کی طاقت اور قوت میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا گیا یہ خبر سن کر خراسان کے والی علی بن یحییٰ نے اس کے مقابلے کا ایک لشکر بھیجا اہل سرقہ کو جب خبر ہوئی کہ علی بن یحییٰ کا ایک لشکر سرقہ کی طرف روانہ ہو چکا ہے تو انہیں فکر ہوئی کہ کہیں سرقہ میں کشت خون کا کھیل نہ شروع ہو جائے لہذا کچھ مسلح جوان جمع ہوئے اور انہوں نے رافع بن لیث کو گرفتار کر لیا لیکن جوانی کا ردوائی کرتے ہوئے رافع بن لیث کے حامی حرکت میں آئے انہوں نے رافع بن لیث کو ہار کر دیا پھر کیا تھا رافع بن لیث کے جو پہلے ساتھی تھے ان کے علاوہ سرقہ کے بے شمار مسلح جوان بھی اس کے ساتھ مل گئے۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے علی بن یحییٰ کا بیٹا لشکر کی کمانداری کرتے ہوئے رافع بن لیث پر حملہ آور ہوا لیکن رافع بن لیث نے اسے بدترین شکست دی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خراسان میں رافع کی شوکت اور دہے میں اضافہ ہو گیا اور جو لوگ حکومت کے دشمن اور مخالف تھے وہ جوق در جوق اس سے ملنے اور اس کے لشکر میں شریک ہونے کے لیے حرکت میں آ گئے۔

اس پر مستزاد یہ کہ وہ لوگ براہکے کے طرف دار تھے اور دہے کر بیٹے ہوئے تھے وہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور رافع بن لیث کے لشکر میں جوق در جوق شامل ہونا شروع کر دیا۔

شکست کھانے کے بعد امین علی نصف شہر چلا گیا اس کے تعاقب میں رافع بن لیث نے ایک ترک سردار کو روانہ کیا جو اس کا بہترین ساتھی تھا وہ ترک سردار اپنے لشکر کے ساتھ علی بن یحییٰ اور اس کے بیٹے کے لشکر پر حملہ آور ہوا اس نے اس کے لشکریوں کا قتل عام کیا اور اس قتل عام میں خود امین علی بھی مارا گیا۔

خراسان کے والی علی بن یحییٰ کو اپنے بیٹے علی کے قتل کی خبر ملی تو وہ تیاریاں مکمل کر کے تلخ سے نکلا اور اپنا لشکر لے کر آگے بڑھا تاکہ رافع بن لیث سے جنگ کرے۔

اس دوران مزید بد قسمتی یہ ہوئی کہ رقعہ شہر میں ہارون الرشید بیمار پڑ گیا تاہم اس کی بیماری کے دوران اس کے بھروسے نے اسے اطلاع دی کہ خراسان کے والی نے چونکہ اکثر

مواقع پر رافع بن لیث کے ساتھ زیادتیاں کی ہیں اس کی بناء پر اس نے بناوت کھڑی کی ہے ہمدان الرشید کو یہ بھی بتایا گیا کہ علی بن مسلم نے انتہا درجہ کا ظالم اور ستم گر شخص ہے جو ولایت کے سلسلے میں احکامات ہمدان الرشید نے جاری کر رکھے ہیں ان سے صریح طور پر بناوت کرتا ہے اور اس کے ظلم و ستم کی وجہ سے خراسان کے لوگ اس سے بڑے تک ہیں۔ یہ حالات سن کر ہمدان الرشید نے اپنے محافظ دستوں کے سالار ہرمہ بن المہین کو طلب کیا اور مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میں نے تمہارے بارے میں کسی سے مشورہ نہیں کیا نہ اپنے راز سے کسی کو باخبر کیا ہے مشرق کے حالات تم جانتے ہو کہ رافع بن لیث کی وجہ سے حالات بگڑے ہوئے ہیں اور حالات کے بگڑنے کا ذمہ دار حاکم خراسان ہے کیونکہ اس نے جو احکامات میں نے جاری کر رکھے تھے ان کے خلاف کام کیا۔

اب رافع بن لیث سے ٹھٹھنے کے لئے وہ مجھ سے مالی امداد اور حربہ لشکر کا طالب ہے میں اسے جواب دے رہا ہوں کہ تمہاری مدد کو ہرمہ بن المہین کو بھیج رہا ہوں اس کے ساتھ اسوالم واسطہ کا ذخیرہ بھی ہے اس خبر سے وہ مطمئن ہو جائے گا اور اس کا احترام رافع ہو جائے گا پھر تمہارے ہاتھ ایک نامہ میں اسے بھیجوں گا جب تک تم نیشاپور نہ پہنچ جاؤ خبردار اس خط کے مندرجات سے کوئی واقف نہ ہونے پائے بلکہ خود بھی اس خط کو نہ کھولنا نہ اسے پڑھنا میں نیشاپور میں جا کر میرا نامہ پڑھنا اور جو کچھ اس میں لکھا ہو اس پر عمل کرنا میری ہر بات کی پوری تعمیل کرنا اور کسی حکم سے سرتابی نہ کرنا۔“ احکامات کے بعد ہمدان الرشید نے ہرمہ بن المہین کو ایک لشکر دے کر روانہ کر دیا اپنے ہاتھ سے خط لکھ کر بھی اس کے حوالے کیا۔

نیشاپور پہنچ کر ہرمہ بن المہین نے جب وہ خط کھولا تو وہ خط خراسان کے والی کے نام تھا جس میں لکھا تھا۔

”اے ابن زافہ میں نے تیرا مرتبہ بڑھایا تیرا نام اونچا کیا تجھے آگے بڑھا کر عرب سرداروں کو نیچے رکھا۔ میں نے طوک جگم کو تیرا تابع اور فرمانبردار کر دیا اور تو نے اس کا صلہ یہ دیا کہ میرے احکامات کی خلاف ورزی کی اور پس پشت ڈال دیا اور توبت یہاں تک پہنچی کہ تو نے رعایا پر ظلم و ستم شروع کر دیا اپنی بدسیرتی اور بدکرداری کے باعث اور پھر کلی خیانت مجھے سبب اپنے خدا کو اور خلیفہ کو خفا کر لیا میں نے ہرمہ بن المہین کو سرحدات خراسانی کا والی بنا کر بھیجا ہے اور اسے حکم دیا ہے کہ تجھے کیف کردار تک پہنچائے اور تیری

اور تیرے اعمال کو قرار واقعی سزا دے اب تم لوگوں کے پاس یہ درہم بھی نہیں چھوڑا جائے گا نہ کسی کا حق جو تو نے مارا ہے پامال ہونے دیا جائے گا۔

اگر تم نے تعمیل حکم سے انکار کیا تو اور تیری اولاد نے مال دینے سے گریز کیا تو ہرمہ بن المہین بڑا سخت خطاب دے گا تم لوگوں کو کوڑے مارے جائیں گے تم سے وہ سلوک کیا جائے گا جو ان لوگوں کے ساتھ کیا جاتا ہے جو عہد شکن ہوتے ہیں تادان دار ہوتے ہیں ظالم ہوتے ہیں تنہد کے خور ہوتے ہیں اور عہد یثاق میں تبدیلی کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں یہ انتقام ہے سب سے پہلے خدا کے لئے پھر خلیفہ کے لئے اور بلند لوی مسلمانوں اور معاہدوں کی خلاف ورزی کی وجہ سے خبردار کوئی ایسی بات نہ کرنا جس سے مضر کی صورت نہ ہو جو پیش آئے ہارضا و رحبت یا جبر و اکراہ قبول اور برداشت کر لیتا۔“ بہر حال ہرمہ بن المہین نے ہمدان الرشید کی ان ہدایات کے مطابق عمل کیا خراسان کے والی اور اس کے سارے آدمیوں کو اس نے جمع کیا۔ اور ان لوگوں کے زرنقہ جائیداد اور املاک کی فہرست بنائی یہ سب چیزیں لے لی گئیں۔

حتیٰ کہ غورلوں کے زبور تک نہ چھوڑے گئے اور جو مال ظلم و جور سے جمع کیا گیا تھا وہ سب لوگوں کے سامنے لایا گیا کوئی بھی چیز باقی نہ رہنے دی گئی اور جو کچھ خراسان کے والی اور اس کے رشتہ داروں سے حاصل کیا گیا تھا ہرمہ بن المہین نے وہ بیت المال میں بھجوا دیا۔

خلیفہ ہمدان الرشید بڑی بے چارگی اور بے تابی سے ہرمہ بن المہین اور رافع بن لیث کے تصادم اور اس کے نتائج کا اعلان کرنے لگا تھا اپنے بڑے بیٹے امین کو اس نے بغداد میں اپنا قائم مقام چھوڑا تھا جبکہ ہمدان الرشید اس کے ساتھ قاجب محاذ جنگ کی طرف سے ہمدان الرشید کو کوئی خبر نہ ملی تب اس نے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا براستہ خیر ران روانہ ہوا۔ یہاں سے روانہ ہونے کے بعد نہروان پہنچا اور وہاں سے کوچ کرتے ہوئے کربلا میں جا کے پڑاؤ کیا رمضان کا پورا مہینہ اس نے کربلا میں ہی قیام کیا پھر رے شہر کی طرف بڑھا رستے میں طوان کے مقام پر اس نے قیام کیا یہاں وہ یہاں خون کی تکلیف سے دوچار ہوا اور یہ مرض بڑھتا گیا شاہی طبیبوں نے ہدایت کی کہ خرما کے درخت کا گوند کھایا جائے چنانچہ طوان کے دھقان طلب کیے گئے اور ان سے گوند لانے کو کہا گیا انہوں نے جواب دیا کہ طوان میں خرما کا درخت ہے ہی نہیں تو گوند کہاں سے آئے گا البتہ متبہ کے مقام پر دو کھجوروں کے درخت ہیں ان میں سے ایک کو کاٹنے کا حکم دیا گیا اور اس کا گوند لا کر پیش کیا

گیا رشید نے اسے کھایا پھر کوچ کا حکم دیا رستے میں بیماری کی شدت کو برداشت کرتا ہوا کسی نہ کسی طرح ہارون الرشید طوس شہر چاہنچا۔ یہاں پہنچ کر ہارون الرشید کی بیماری جب زور کر گئی تو وہ ہرثمہ بن العین کی طرف سے علاج کا زیادہ بے چینی سے انتظار کرنے لگا پھر جب اس سے رہا نہ گیا تو اس نے اپنے بیٹے مامون الرشید کو ایک لشکر دے کر ہرثمہ کی مدد کے لئے بھجوایا اور ہارون الرشید اس کھک و شبہ میں جلا ہو گیا کہ کہیں رافع بن لیث ہرثمہ پر غالب نہ آ گیا ہو۔

لیکن مامون الرشید ابھی سرقد کے راستے میں ہی تھا کہ اسے ہرثمہ کے قاصد راستے میں ملے جو ہارون الرشید کی طرف جا رہے تھے ان لوگوں نے مامون الرشید کو بتایا کہ بخارا شہر کے قریب ہرثمہ نے رافع بن لیث کو بدترین شکست دی ہے پوری طرح اس پر غالب رہا شہر فتح کر لیا اور رافع بن لیث کے بھائی بشیر بن لیث کو گرفتار کر لیا گیا جس سے وہ بہت بڑے سامان کے ذخیرے کے ساتھ ہارون الرشید کے پاس لے کے جا رہے ہیں نیز یہ کہ رافع بن لیث نے اب سرقد میں بڑی سختی کے ساتھ سرقد کا محاصرہ کر رکھا ہے۔

یہ خبریں بڑی حوصلہ افزا تھیں لہذا مامون الرشید بڑی تیزی سے سرقد کی طرف بڑھا تھا۔ حالات بڑی تیزی سے تبدیل ہو گئے رافع بن لیث کی بغاوت تو فرو ہو گئی لیکن طوس شہر میں ہارون الرشید نے محسوس کیا کہ موت کا پنجہ اس کی طرف بڑھ رہا ہے اس نے اپنے خدام کو طلب کیا اور انہیں اس قصر میں جہاں وہ ٹھہرا ہوا تھا قبر کھودنے کا حکم دیا چنانچہ اس کے حکم پر قبر تیار کر دی گئی وہ پاس بیٹھا دیکھتا رہا پھر کئی لوگوں کو قبر میں اتارا جو قرآن کی تلاوت کر رہے تھے اور وہ سن رہا تھا اور استغفار کر رہا تھا اور بعض آیات کو دورانِ سماعت دہراتا بھی جا رہا تھا پھر اس نے حکم دیا کہ اسے بستر پر لٹا دیا جائے۔

آخر اس کا مرض بڑھ گیا فوراً تمام طبیب آ موجود ہوئے لیکن انہیں اس کی صحت زعمی سے ناہوی ہو چکی تھی۔ موت سے کچھ پہلے رشید نے کچھ سنبھالا لیا نظر اٹھا کر دیکھا تو اس کا خادم خاص سرور سامنے کھڑا تھا اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”سرور مجھے چادر اوڑھ دے اور میرے لیے کفن کا انتظام کر۔“ سرور نے حکم کی تعمیل کی اور آخر وہ ہولناک گھڑی آ گئی۔ جب رشید کا دل ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا اور اس کی روح فقسِ مضری سے پرواز کر گئی۔

یہ الم خیز خبر جب بغداد پہنچی تو لوگ دھمازیں مار مار کر رونے لگے مسجد میں ایک بڑی تعدادِ خلقت کی جمع ہوئی ایک شخص مینی ہاشمی مبر پر چڑھا اس نے خطبہ دیتے ہوئے کہا۔

لوگو ہارون الرشید کا انتقال ہو گیا ہے لیکن امین زعمہ ہے وہ خدا کی طرف سے ہمیں بہت بڑا عوض ملا ہے اس کے ساتھ ہی اس نے لوگوں کو امین کی اطاعت کی دعوت بھی دی۔ موت کے وقت ہارون رشید کی عمر صرف پچاس سال تھی اسے طوس میں دفن کر دیا گیا۔ اسطیل بن قاسم لشکر کے ساتھ ابھی تک الجزیرہ اور کھسرین کی سرحدوں پر قیام کیے ہوئے تھا اسے جب ہارون الرشید کے مرنے کی خبر ملی تب وہ بغداد پہنچا جب اس نے اپنی حویلی کے دروازے پر دستک دی تو دروازہ کھولنے والا شاریہ کا بھائی برسک تھا۔

برسک نے دروازہ کھولنے کے بعد جو صورت حال دیکھی وہ اس کے لئے بڑی پریشان کن تھی اس نے دیکھا اسطیل ابراہیم حناہ تینوں اپنے گھوڑوں کی ہانگیں پکڑے دروازے کے سامنے کھڑے تھے جبکہ اس کی بہن شاریہ گھوڑے پر سوار تھی اس کی کچھ میں کچھ نہ آیا کہ اس کی بہن گھوڑے سے کیوں نہیں اترتی تاہم وہ ایک طرف ہٹ گیا اسطیل ابراہیم اور حناہ اپنے گھوڑوں کی ہانگیں پکڑے حویلی میں داخل ہوئے ان کے پیچھے پیچھے اپنے گھوڑے کو اٹختے ہوئے شاریہ بھی حویلی میں داخل ہوئی تھی شاریہ پریشان مگر منہ خمی بھر ایسا ہو گیا تھا جیسے اپنے بھائی کی طرف دیکھتے ہوئے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ پھر اس وقت برسک کی حالت پریشانی دکھ اور غم میں دیکھنے کے قابل تھی جب شاریہ کو سہارا دے کر اسطیل نے نیچے اتارا جب اسے نیچے اتارا گیا اور اسطیل نے اسے جیسا کھی تھائی تب برسک نے اس کی کٹی ہوئی ٹانگ کو دیکھا بھاری لہجہ بھر کے لئے کھسکا پھر بھاگا اس کے بعد اپنی بہن سے گلے مل کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا تھا اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے شاریہ بھاری بھی برسک سے لپٹ کر سسک سسک کر رونے لگی تھی ان کے قریب اسطیل ابراہیم اور حناہ تینوں گردنیں جھکائے کھڑے تھے اتنی دیر تک حویلی کے اندر سے قاسم سلوا اور عطریف اور رویان بھی نکل آئے دونوں بہن بھائی کو گلے مل کر اور روتے ہوئے دیکھ کر وہ بھی پریشان ہو گئے تھے پھر جب دونوں بہن بھائی علیحدہ ہوئے تب انہیں صورتحال سے آگاہی ہوئی اس کے بعد ہاری ہاری رویان اور سلوا شاریہ سے گلے مل کر خوب روئیں پھر سب دیوان خانے میں بیٹھ گئے اس کے بعد جن حالات میں شاریہ کی ٹانگ کٹی تھی وہ الٹا جادو شاریہ بھاری رو کر سب کو سنا دی تھی۔

(ختم شد)